تاریخ ابن خلدون

(جلد اول)

مصنف

عبدالرحمٰن ابن خلدون

مترجم

حکیم احمد حسین عثمانی الہ آبادی

مرتب

محمد صہیب

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی 110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	2010
تعداد	:	550
قیمت	:	-/90 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	1344

Tareekh-e-Ibne-Khuldoon, Vol.I

by

Abdur Rahman Ibne-Khuldoon

ISBN :978-81-7587-337-7

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ،
نئی دہلی۔ 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر. کے. پورم، نئی دہلی-110065 فون نمبر: 26109746
فیکس: 26108159

ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: سلاسار امیجنگ سسٹمس آفسیٹ پرنٹرس، C-7/5، لارنس روڈ انڈسٹریل ایریا، نئی دہلی۔ 110053

اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

یہ جلد

حضرت نوح علیہ السلام

سے

حضرت عیسی مسیح علیہ السلام

تک کے انبیاو ملوک کے

حالات

پر مشتمل ہے۔

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان حکومت ہند کا ایک خود مختار ادارہ ہے۔ کونسل کے اہداف و مقاصد عام اداروں کی بہ نسبت وسیع تر ہیں۔ اسے ایک حد تک مقتدرہ جیسی حیثیت حاصل ہے۔ کونسل نے اردو زبان میں ادب، سائنس، سماجی علوم، طب اور تاریخ و سیر کے علاوہ کئی اور علمی و فنی موضوعات پر بے شمار کتابیں شائع کی ہیں۔ اس کے لائحۂ عمل میں اردو کی ان نادر کتابوں کی اشاعت بھی ہے جو علوم عامہ یا زبان و ادب میں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں اور عام دسترس سے باہر ہیں۔ اسی طرح دوسری زبانوں میں موجود اہم علمی اور ادبی متون کے تراجم کی اشاعت کی جانب بھی خصوصی توجہ کی گئی ہے۔ کونسل کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اردو میں موجود علمی و ادبی سرمایے کو شائع کر کے اسے محفوظ کر دیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کو استفادے کا موقع مل سکے اور نئی کتابوں کی اشاعت کر کے اردو کے سرمایے میں ہر ممکن اضافے کی سعی کی جائے۔

عہد حاضر میں اردو کے مستند کلاسیکی متون کی حصول یابی، نیز ان کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ ایک اہم مسئلہ ہے لیکن قومی کونسل نے حتی الامکان اس پر قابو پالیا ہے۔ تاریخ ابن خلدون کی اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ابن خلدون نے عربی زبان میں یہ تاریخ چودھویں صدی عیسوی میں لکھی تھی۔ اس کا ترجمہ ایک صدی قبل علامہ حکیم احمد حسین عثمانی الہ آبادی نے 14 جلدوں میں کیا تھا۔ چونکہ تاریخ ابن خلدون دنیا کے تمام تاریخی ادب میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے اور اس میں بیان کردہ

مسائل کی بنا پر مصنف کو فلسفۂ تاریخ اور عمرانیات کا بانی اور موجد کہا جاتا ہے، اس لیے کونسل نے اس اہم ترجمہ کی اشاعت کا فیصلہ کیا۔ اس کی جلد اول عربی اور اردو کے نوجوان عالم جناب محمد صہیب کی تدوین وترتیب کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ توقع ہے کہ یہ کتاب اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے گذارش ہے کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ وہ خامی اگلی اشاعت میں دور کی جاسکے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائرکٹر

فہرست

پیش لفظ........................5

مقدمہ........................17

دیباچہ........................34

علامہ ابن خلدون کی مختصر سوانح عمری 35

نام ونسب وولادت 35

تعلیم وسفر 37

قید اور رہائی 38

سفر وسیاحت 39

تاریخ کی تالیف 39

سفر اسکندریہ وحج کعبہ 40

انساب عالم 41

نوحؑ کی اولاد 42

سام کی اولاد 43

شجرۂ نسب بنی سام 45

یافث کی اولاد 46

شجرۂ نسب بنی یافث 48

حام کی اولاد 49

شجرۂ نسب بنی حام 51

نوحؑ کا حلیہ 52

عرب 54

طبقات عرب 55

عرب کی وجہ تسمیہ 55

عرب عاربہ 55

عرب مستعربہ 56

عرب تابعۂ عرب 57

عرب مستعجمہ 58

ترتیب کتاب 59

طبقۂ اولیٰ عرب عاربہ 61

قوم عاد 62

باغ ارم 63

ہودؑ 65

یعرب بن قحطان 70

عبیل 70
عبد ضخم 70
قوم عاد اور حضرت ہودؑ کا شجرۂ نسب 72

قوم ثمود 73

صالح علیہ السلام 73
جدیس اور طسم 79
بادشاہ بنی طسم کا قتل 79
بنی جدیس پر حملہ 80
قوم ثمود اور صالحؑ کا شجرۂ نسب 82

عمالقہ 83

نسب 83
عمالقہ اور بنی اسرائیل 83
عمالقۂ مصر 84
عمالقہ کا زوال 85
امیم 85
شجرۂ نسب عمالقہ 86

شعیب علیہ السلام 87

جرہم 90
حضرموت 90
بنی جرہم سے متعلق ایک روایت 92
سبا سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد 92

ابراہیم علیہ السلام 92

حضرت ابراہیمؑ کا نسب 93
حضرت ابراہیمؑ سے متعلق توریت کی روایت 94
شہر بابل 94
نمرود 95
حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش 96
حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت 106
حضرت سارہ 107
حریت ہاجرہ 108
کنعان میں آمد 110

اسماعیل علیہ السلام 111

پیدائش 111
ہاجرہ کی مکہ روانگی 111
چشمۂ زمزم 112
بنی جرہم کی آمد 113
ولادت اسحاقؑ کی بشارت 113
عمارہ سے اسماعیلؑ کی علاحدگی 114
اسماعیلؑ کا عقد ثانی 115
تعمیر کعبہ 116
حکم قربانی 118
تحقیق ذبیح 121
سارہ کی وفات 123
اولاد ابراہیمؑ 124
وفات ابراہیمؑ 124
بنی اسماعیلؑ 126

یعقوب علیہ السلام 127

یعقوبؑ وعیصو میں مخاصمت 127
یعقوبؑ کی اولاد 127
یعقوبؑ کی کنعان واپسی 128
حضرت اسحاقؑ کی وفات 129
حضرت یوسفؑ 129

یوسف صدیق	130
یعقوبؑ کی وفات	152
یوسفؑ کی وفات	153
بنی یعقوب	153
مصر میں یوسفؑ کی حیثیت	154
بنی عیصو	155
آل مدین	156
لوط علیہ السلام	157
بنی لوطؑ	161
بنی ناحور	161
شجرۂ نسب بنی ابراہیمؑ	163
طبقۂ ثانیہ عرب مستعربہ	164
عرب مستعربہ کی وجہ تسمیہ	164
بنی قحطان	164
یعرب بن قحطان	166
بنی حمیر اور بنی کہلان	166
ملوک تابعہ	168
تابعہ کی وجہ تسمیہ	171
حرث رائش	172
ابرہہ ذوالمنار	172
افریقش بن ابرہہ	172
بربر کی وجہ تسمیہ	173
عبد ابن ابرہہ	173
ملکہ بلقیس	174
سلیمانؑ کا یمن پر تسلط	174
ناشر بن عمرو	174
شمر مرعش	175
سمرقند کی وجہ تسمیہ	175
تبان بن اسعد	175
ربیعہ بن نصر	179
حسان بن تبان	180
عمرو بن تبان	180
عبد کلال کا تسلط	181
ذونواس زرعہ بن تبان	182
ذونواس کا نجران پر حملہ	183
ملوک حبشہ	184
نجران پر فوج کشی کا سبب	184
یمن پر نجاشی کا حملہ	184
ذونواس کا خاتمہ	185
ابرہہ اور ارباط	185
بنی حمیر پر ظلم و تشدد	186
ابرہہ کی بدنیتی	186
حجاز پر ابرہہ کی فوج کشی	187
ابرہہ سے عبدالمطلب کی ملاقات	188
ابابیل کی آمد	189
حبشی حکومت کا خاتمہ	190
سیف بن ذی یزن	196
سیف بن ذی یزن کی امداد طلبی	197
کسریٰ کی فوج کشی	198
وہرز دیلمی اور مسروق بن ابرہہ کی جنگ	198
سیف بن ذی یزن کی امارت یمن	199
ملوک بابل و موصل و نینویٰ	201
کنعان بن کوش بن حام	201
واقعۂ بلبلہ	201
حکومت جرامقہ کا قیام	202
نینویٰ، سنجار اور شہر خضر کی تعمیر	202
زان بن ساطرون	202
سنجاریف	203
نمرود	204
بیت المقدس پر بخت نصر کا حملہ	205

نماردہ کی حکومت کا خاتمہ 205
سریانیین سے متعلق مسعودی کا بیان 205
نبط سے متعلق مسعودی کا بیان 206
نمرود سے متعلق طبری کا بیان 207
بابل 207
نمرود سے متعلق ایک روایت 207
ملوک بابل وموصل کا مذہب 208
شجرۂ نسب ملوک بابل وموصل ونینوی 210
ملوک قبط 211
قبطیوں کی اصل 211
مصر بن بنصر 212
ابوالاقباط قبط بن مصر 212
شداد بن مداد کی مصر پر فوج کشی 212
اتریب بن مصر 213
اشمون بن قبط 213
حکیم الملوک کلکی بن خربیا 214
فرعون اول 214
حوریا بنت خرطیش 214
ولید بن دومع 214
اطفیر عزیز مصر 215
حضرت یوسفؑ کی وزارت 215
معدانوس بن دارم 215
لہوب 215
دلوکہ 216
فرعون الاعرج 217
بنی اسرائیل پر بخت نصر کا تشدد 217
مصر پر بخت نصر کا حملہ 217
اہل مصر کے لیے رسول اللہ کی وصیت 218
مصر پر عمرو بن العاص کا قبضہ 219
قبطیوں کا زوال 219
شہر عین شمس 220
شہر منف 220
مصر کی وجہ تسمیہ 220
ملوک قبط کا شجرۂ نسب 222
بنی اسرائیل 223
اسرائیل کا مفہوم 223
حضرت یوسفؑ کی وصیت 223
بنی اسرائیل پر فرعون کا عتاب 223
موسیٰ علیہ السلام 224
ولادت 224
موسیٰ کی گرفتاری کا حکم 226
موسیٰ کا نکاح 227
موسیٰ کی تبلیغ دین 227
موسیٰ کو ہجرت کا حکم 240
بنی اسرائیل کو ہدایت 241
عید الفصح 241
فرعون کی غرقابی 242
کوہ طور پر بنی اسرائیل کا قیام 243
نزول الواح 243
موسیٰ کی بے ہوشی 244
ہارون بحیثیت نائب 245
گوسالہ کی پوجا 245
موسیٰ کی خفگی 246
قبۂ عبادت وتابوت شہادت 248
بنی اسرائیل کی روانگی 251
بنی اسرائیل پر عتاب الٰہی 253
من وسلویٰ 254
مخالفین موسیٰ پر قہر الٰہی 254
ہارون کی وفات 255

بنی اسرائیل کی معرکہ آرائی 255
بنی اسرائیل پر قہر الٰہی 257
بنی مدین پر بنی اسرائیل کی فوج کشی 257
موسیٰ کی وفات 258
یوشع اور بلعام بن باعور 260
بنی اسرائیل کی فتح اریحا 260
یوشع کی عمالقہ شام سے جنگ 261
بنی اسرائیل کی حجاز پر فوج کشی 262

حکام بنی اسرائیل 263

سیاسی حالات 263
یوشع کی فتوحات 264
یوشع کی وفات 264
کالب بن یوقنا 265
فتح غزہ وعسقلان 265
کوشان شقتائم 265
بنی مواب 266
یافین کا غلبہ 266
دافورا 267
کدعون بن یواش 267
ابوملیخ ابن کدعون 268
یائیر بن کلعاد 269
یفتاح 269
ابصان 269
بنی فلسطین کا غلبہ 270
شمسون 270
میخائیل بن راعیل 271
عالی بیطات 271
تابوت شہادت 271
شمویل بن کنا کی تولیت 272
شمویل بن القنا 272
بنی اسرائیل کا شجرۂ نسب 274

ملوک بنی اسرائیل 275

بنی اسرائیل کی شمویل سے دعا کی درخواست 275
طالوت 275
طالوت کی فتوحات 276
طالوت سے حکومت کا سلب ہونا 276

داؤد علیہ السلام 276

داؤد کے ہاتھوں جالوت کی موت 277
داؤد طالوت کے حلقۂ خواص میں 277
داؤد کے قتل کا منصوبہ 277
داؤد کی روانگی فلسطین 278
بنی فلسطین سے طالوت کو شکست 278
داؤد کی امارت اور ان کا نسب 278
داؤد کی فتوحات 279
ابشلوم بن داؤد کی سرکشی 280
زبور کا نزول 281
داؤد کی وفات 281

سلیمان علیہ السلام 283

تعمیر بیت المقدس 283
تعمیر ہیکل 283
غیضۃ لبنان 284
قربانی 284
ازواج 285
ملکہ بلقیس 285
ملکہ بلقیس کی اطاعت 288
یمن پر قبضے سے متعلق ایک روایت 289
یربعان بن نباط کا فرار 289
حضرت سلیمانؑ کی وفات 289
حضرت سلیمان بن داؤدؑ کا شجرۂ نسب 290

عہد سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل 291

رجعم بن سلیمان 291
بیت المقدس پر شاہ مصر شیشاق کی فوج کشی 291
افیاذ بن رجعم 292
اسا بن افیاذ 292
یہوشافاط 293
یہورام 293
احزیاہو 294
عثلیا بنت عمری 295
یواش 295
امصیاہو 296
عزیاہو 296
یواب 298
احاز 298
حزقیاہو 299
منشا 300
امون 300
یوشیا بن امون 300
فرعون اعرج 301
یواش (یہویاحاز) 301
الیاقیم بن یوشیا 301
بخت نصر کا حملہ 302
قدس شریف پر بخت نصر کی فوج کشی 302
فرعون اعرج کا زوال 304
جدلیا بن احان 304
اسماعیل بن حتیا 304
بنی اسرائیل کی مراجعت بیت المقدس 305
بخت نصر کا نسب 305
کورش سے متعلق روایات 307

دولت اسباط عشرہ 309

یربعام بن نباط 309
یوناذاب 310
بعشا 310
ایلیا بن بعشا 310
صمی بن کسات 310
بنی اسرائیل میں اختلاف 311
احاب بن عمری 311
احزیا 313
یوام 313
بنی احاب کا قتل عام 313
یواش بن یواص 314
یربعام 314
زکریا بن یربعام 314
مناخیم 314
فحیا بن مناخیم 315
بارخ بن رصلیا 315
ہوشیع 315
سامرہ سے بنی اسرائیل کی حکومت کا خاتمہ 316
اہل سامرہ پر عذاب الٰہی 316
شجرۂ نسب ملوک اسباط عشرہ 317

تعمیر بیت المقدس بعد ویرانی اول 318

بنی حشمنائی کی حکومت 318

مولف تاریخ یوسف بن کریون 318
ابن خلدون کی وضاحت 319
ارمیا نبی کی پیشین گوئی 319
یشعیا نبی کی پیشین گوئی 320
بنی اسرائیل کی مراجعت بیت المقدس 320

بیت المقدس کی تعمیر نو	321
بلتعصر بن بخت نصر	321
کورش کا بنی اسرائیل کے ساتھ حسن سلوک	322
ہامان وزیر کی بنی اسرائیل کے خلاف سازش	323
سکندر اور کاہن اعظم	323
سکندر کی نوازشات	324
ہیکل کو لوٹنے کی سازش	324
توریت کا یونانی ترجمہ	325
یہودیوں پر انطیوخوس کا ظلم	325
فیلقوس سپہ سالار انطیوخوس کی شکست	326
بنی اسرائیل کی فتح	326
بیت المقدس کی تطہیر (عید العساکر)	327
افطر بن انطیوخوس کا دوسرا حملہ	328
رومیوں کا ابتدائی دور	328
انطیوخوس افطر کی یہوذا ابن متتیا پر فوج کشی	328
دمتریاس کا اطاکیہ پر حملہ	329
یہوذا اور نیقانور	329
یوناثال اور بطروس	330
شمعون اور دمتریاس کی جنگ	330
ہرقانوس بن شمعون	331
محاصرۂ قلعہ داخون	331
دمتریاس اور ہرقانوس میں مصالحت	331
ہرقانوس کا اہل شام پر حملہ	332
روما کے اراکین سلطنت سے تجدید عہد	332
بنی حشمنائی کا پہلا بادشاہ ہرقانوس	332
بنی اسرائیل کے فرقے	332
فرقۂ ربانیین سے ہرقانوس کی برگشتگی	333
ارستبلوس بن ہرقانوس	333
انطقنوس کے خلاف سازش	334
ارستبلوس کی پشیمانی	334
اسکندر بن ہرقانوس	334
ربانیین کی سرکوبی	335
دمتریاس اور اسکندر کی جنگ	335
دمتریاس کا قتل	335
اسکندر کی وفات	336
ہرقانوس اور ارستبلوس پسران اسکندر	336
ہرقانوس اور ارستبلوس میں اختلاف و مصالحت	336
انطفتر ابو ہیرودس	337
انطفتر کی سازش	337
بادشاہ عرب ہرثمہ سے ہرقانوس کی امداد طلبی	338
ارستبلوس کی شکست	338
باغیوں کی سرکوبی	338
انطفتر کی سازش اور فمقیوس کا فیصلہ	339
فمقیوس اور ارستبلوس کی مصالحت	339
فمقیوس کا ہیکل پر قبضہ	340
فمقیوس کی واپسی	340
بیت المقدس پر اسکندر کا تسلط	340
ہرقانوس اور اسکندر میں جنگ	341
قدس شریف پر ہرقانوس کا قبضہ	341
اسکندر کی امان طلبی	341
ارستبلوس کا فرار	341
ارستبلوس کا خاتمہ	342
اہل مصر کی بغاوت	342
فارس اور روم میں مناقشہ	342
یولیاس قیصر (جولیس سیزر)	343
قیصر کی خودمختاری اور ارکان حکومت کا قتل	343
شاہ ارمن کی اطاعت	344
انطقنوس بن ارستبلوس کا قتل	344
ہرقانوس اور انطفتر کی بحالی	344
حزقیا کا قتل اور یہودیوں کی ناراضگی	345
تجدید عہد کی درخواست	346
قیصر کا قتل	346
انطفتر کا قتل	346

ملکیا اور کیساوس کا قتل 347
اوغسطش قیصر 347
ہرقانوس کی اوغسطش سے درخواست 347
قلوپطرہ قیصر کی زوجیت میں 347
بلاد فارس پر حملہ 348
بیت المقدس پر انطقنوس کا حملہ اور ہرقانوس کی گرفتاری 348
قیصر کے دربار میں ہیرودس کی حاضری 349
ہیرودس اور انطقنوس میں جنگ 350
محاصرۂ بیت المقدس 350
ہیرودس کا بیت المقدس پر قبضہ 350
انطقنوس کا قتل اور بنی حشمنائی کا زوال 351

بنی ہیرودس کی حکومت 352

شاہ عرب سے ہرقانوس کی امداد طلبی 352
ہرقانوس (بنی حشمنائی کے آخری بادشاہ) کا قتل 353
ارستبلوس ابن اسکندر 353
اسکندرہ کی گرفتاری اور رہائی 354
ارستبلوس کا خاتمہ 354
قیصر سے انطیانوس کی عہد شکنی 355
ہیرودس کے خلاف انطیانوس کی سازش 355
انطیانوس کا قتل 356
قیصر سے ہیرودس کی معذرت 356
کلبطرہ (قلوپطرہ) کا قتل 356
یوسف اور سوماصوری کا قتل 357
مریم اور اسکندرہ کا قتل 357
کرسوس کا قتل 357
بنی حشمنائی کے سازشیوں کا قتل 358
ہیرودس سے عوام کی ناراضگی 358
ہیرودس کا عوام پر اثر 358
بیت المقدس میں قحط اور ہیرودس کا انتظام 359
بیت المقدس کی تعمیر جدید 359
اولاد ہیرودس 360
ہیرودس کا ولی عہد 360
اولاد ہیرودس کے درمیان تقسیم قدس 360
انطفتر کی سازش 360
اسکندر اور ارستبلوس کو سزائے موت 361
اولاد کے قتل پر ہیرودس کی پشیمانی 362
قدودا کی سازش اور اس کا انجام 362
انطفتر کی سازش اور اس کا انجام 362
ہیرودس کا انتقال 363
ارکلاوش کی جانشینی 363
ارکلاوش کی معزولی و اسیری 363
انطیفس کو تفویض حکومت 364
طبریانوس قیصر 364
انطیفس کی جلاوطنی 365
نیروش 365
قلدیوش قیصر 365
بلاد یہود اور ارمن میں طوائف الملوکی 366
فیلقوس قیصر 366
فیلقوس کے سپہ سالار کا یہودیوں پر تشدد 366

سپہ سالار فیلقوس کی بادشاہ یہود اغرباس سے ملاقات 366
اغرباس کے رومی ساتھیوں پر عازار کا حملہ 367
عازار اور یہودیوں میں جنگ 367
دمشق وقیساریہ کے یہودیوں کا قتل عام اور اس کا ردعمل 367
سپہ سالار روم اور عازار کی جنگ 367
بلاد یہود پر قیصر کا حملہ 368
یہودیوں کی دفاعی تیاریاں 368
یوسف بن کریون کا دفاع 368
یوحنان یہودی کی غارت گری 369
عنانی کاہن کی مزاحمت 370
یوحنان کو اروم کی مدد 370
عنانی کاہن کو اسبنانوس کی مدد 371
شمعون 371
اسبنانوس اور نطاؤس کی جنگ 371
بیت المقدس میں بدامنی 372
طیطوش کا محاصرۂ بیت المقدس 372
یہودیوں کی شدید مدافعت 372
طیطوش کا بیت المقدس پر دوسرا حملہ 373
محاصرۂ بیت المقدس 373
طیطوش کا بیت المقدس پر قبضہ 374
طیطوش کی واپسی 375
مقتولین کی تعداد 375
حکومت یہود کا خاتمہ 376
شجرۂ نسب ملوک بنی ہیرودس 377
شجرۂ نسب ملوک بنی حسمنائی 379

عیسیٰ ابن مریم اور حوارئین وانا جیل 381

نسب 381
عمران وحنہ (والدین حضرت مریمؑ) 382
زکریا بن یوحنا 383
یوسفؑ بن یعقوب بن ماثان 383
مریمؑ کی ولادت 384
مریمؑ کی کفالت 384
زکریاؑ و یحییٰؑ 385
ولادت مسیحؑ کی بشارت 386
ہیکل کی مجاورت 387
یوسف نجار اور مریمؑ 387
ولادت مسیحؑ 389
بیت اللحم میں لڑکوں کا قتل عام 390
معجزات کا ظہور 391
عیسیٰؑ اور یوحنانؑ 391
حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات 392
یہود کی مخالفت 392
حضرت عیسیٰؑ کی گرفتاری 392
حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا حکم 392
حواریان مسیحؑ 393
کتابت انجیل 394
تدوین شریعت عیسوی 396

بطریق	396
پوپ	397
حنیدیا بطریق کا تقرر	397
ہیلانہ (مادر قسطنطین) کا قبول عیسائیت	397
مسجد بنی اسرائیل کا انہدام	398
عیسائیت میں تثلیث	398
عیسائیوں میں خود رائی	399
عیسائی علما کی پہلی کونسل	400
کونسل کا متفقہ عقیدہ	401
عیسائی علما کی دوسری کونسل	403
عیسائی علما میں اختلاف	404
قسطنطنیہ میں کونسل کا انعقاد	405
نسطوریوس بطریق قسطنطنیہ کا عقیدہ	405
دیسقورس بطریق اسکندریہ کا عقیدہ	406
فرقۂ یعقوبیہ	407
عیسائیوں کے تین فرقے	408
مسئلۂ تناسخ	408

باسمہ تعالیٰ

مقدمہ

تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہوئے ابن خلدون (1332-1406) پر یہ انکشاف ہوا کہ نام ور مورخین اسلام نے رطب و یابس کی پرواہ کیے بغیر واقعات کو نقل کرنے پر زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ان واقعات کے پس منظر میں کس طرح کے اسباب وعوامل رہے ہیں ان پر غور کرنے کی زحمت نہیں کی گئی۔ تحقیق کا معیار بھی بہت پست ہے نتیجہ یہ ہوا کہ خرافات اور خود ساختہ افسانے بھی تاریخ کا حصہ بن گئے ہیں۔ البتہ ابن اسحٰق، طبری، ابن کلبی، واقدی اور سیف بن عمر اسدی کو ابن خلدون نے جمہور مورخین سے ممتاز قرار دیا لیکن ان کی تصنیفات بھی پوری طرح مکمل نہ ٹھہریں۔

ابن خلدون نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فیصلہ کیا کہ تاریخ پر وہ ایک کتاب لکھیں گے جس میں اس طرح کے سقم اور نقائص نہ ہوں جو گذشتہ تاریخی کتب میں تھے۔ چنانچہ انھوں نے ''کتاب العبر و دیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر و من عاصرهم من ذوی السلطان[1] الاکبر'' تصنیف کی، جس کی شہرت عام ''تاریخ ابن خلدون'' سے ہے۔ مصنف کی وسعت فکر اور دقت نظر کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب محض تاریخ کی کتاب نہ رہ کر مختلف علوم کو بھی محیط قرار پائی۔

تاریخ ابن خلدون تین حصوں پر مشتمل ہے۔ حصۂ اول میں مقدمہ ہے جس میں مختلف

---

1. تاریخ ابن خلدون کے دار الکتب العلمیہ بیروت 1992 کے ایڈیشن میں ''من ذوی السلطان الاکبر'' ہے اور دار الفکر بیروت 2000 کے نسخے میں ''من ذوی الشأن الاکبر'' ہے۔

علوم وفنون پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں آغاز آفرینش سے آٹھویں صدی ہجری تک عرب اقوام اوران کی معاصر قوموں اور حکومتوں کا تذکرہ ہے۔ تیسرا حصہ بربر کی تاریخ پر مشتمل ہے۔

ابن خلدون دنیا کے تمام مورخین سے اس حیثیت سے ممتاز ومنفرد ہیں کہ ان کی کتاب نے واقعات عالم سے ہی باخبر نہیں کیا بلکہ اس سے مختلف سماجی علوم وفنون وجود میں آئے، فکر و تخیل کے نئے دریچے وا ہوئے، تحقیق وجستجو کو نئی سمت و رفتار ملی اور تاریخ سائنسی اور فلسفیانہ اصولوں سے روشناس ہوئی۔

ابن خلدون پہلے مورخ ہیں جنھوں نے تاریخ کے تسلسل اور عدم تسلسل کو وسیع وعمیق نگاہ سے دیکھا۔ انھوں نے نظامہائے معاشرت کا تذکرہ کرتے ہوئے پہلی بار یہ سمجھایا کہ تاریخ صرف سیاسی عروج وزوال کی داستان، یا سنین یا افراد کے اقتدار، اصطلاحی الفاظ میں پولیٹیکل سائنس ہی کا نام نہیں ہے بلکہ تاریخ کو تاریخ بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے ذریعہ آبادی، اجتماعیت اور معاشرتی ومعاشی نظام کو بھی سمجھا جائے۔

ابن خلدون فلسفۂ تاریخ کے موجد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تاریخ کی جڑیں حکمت وفلسفہ میں پیوست ہیں اس لیے اس کا شمار علوم حکمت میں ہونا چاہیے۔ رابرٹ فلنٹ کے مطابق ''ابن خلدون فلسفۂ تاریخ کا موجد ہی نہیں بلکہ تاریخ کو سائنس کا درجہ دینے والا بانی بھی ہے۔'' [1]

ابن خلدون کے مطابق تاریخ کی غرض وغایت حیات اجتماعی کا مطالعہ ہے۔ وہ پہلے فلسفی ہیں جنھوں نے اجتماع کو ایک مستقل علم کا موضوع بنایا۔ دور حاضر میں اس علم کو عمرانیات (Sociology) کہا جاتا ہے۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ انسانی بقا کے لیے اجتماع ضروری ہے ورنہ انسانی وجود اور دنیا میں آبادی پھیلانے اور انسانوں کو جانشین بنانے کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ حکما کی اصطلاح میں اجتماع کو ''مدینہ'' کہتے ہیں۔ ان کے مطابق انسانوں میں طبعی طور پر مدنیت کی طرف میلان ہوتا ہے۔

ابن خلدون نے فلسفۂ اجتماع پر بحث کرتے ہوئے یہ وضاحت بھی کی کہ حیوانوں میں بھی اجتماع پایا جاتا ہے لیکن انسانوں اور حیوانوں کے درمیان اجتماع کی نوعیت اور اس کی اساس میں فرق ہے۔ انسانوں میں اجتماع عقل، غور وفکر اور فطرت کی بنیاد پر ہوگا اور حیوانوں میں اجتماع

1۔ مقدمۂ ابن خلدون 1:83 مترجمہ مولانا راغب رحمانی دہلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی۔

عادت اور فطرت کے نتیجے میں پایا جائے گا۔

ابن خلدون کو اپنے تصور اجتماع کی وجہ سے ارسطو اور افلاطون پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ طٰہٰ حسین جنھوں نے ابن خلدون پر جرح کی ہے، انھیں بھی اس کا اعتراف ہے کہ:

> ابن خلدون صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ انسانی تاریخ کی تشریح اس کے وسیع ترین معنوں میں کرے اور اس معاملے میں اس کا اجتماعی خیال ارسطو اور افلاطون بلکہ زمانۂ قدیم کے مورخین سے بہت زیادہ اعلیٰ ہے۔[1]

ابن خلدون کے یہاں حیات اجتماعی تین ادوار سے گذرتی ہے۔ (1) بدوی دور۔ ہر قوم ابتدا میں صحرا، وادیوں اور دیہاتوں میں زندگی بسر کرتی ہے۔ (2) غزوی دور۔ اس دور میں صحرا میں رہنے والے کچھ ترقی کرتے ہیں اور تمدن میں اپنے سے پست اقوام سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ (3) حضری دور۔ اس دور میں یہ لوگ ترقی کرتے ہیں، ان میں تہذیب وتمدن آجاتا ہے، شہر آباد ہوتے ہیں، قوانین بنائے جاتے ہیں اور علوم وفنون کی ترقی ہوتی ہے۔

تمدن کے سلسلے میں ابن خلدون کا نظریہ یہ ہے کہ وہ ایک اضافی چیز ہے۔ حکومتوں کے عروج وزوال پر تمدن وثقافت کی ترقی وتنزل کا انحصار ہے۔ آبادی کی کمی وبیشی اور خوشحالی وبدحالی پر تمدن موقوف ہوتا ہے۔ ابن خلدون تمدن پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکومت، تمدن کی ریڑھ کی ہڈی ہے، ممالک اور آبادی کی حیثیت اس پر گوشت کی سی ہے اور محاصل کی رقم اس کی رگوں کا خون ہے۔ حکومت عوام پر دولت خرچ کرتی ہے اور وہ دولت محاصل کے ذریعے پھر حکومت کی طرف لوٹ آتی ہے اور ملک کی دولت ہمیشہ خون کے مانند گردش میں رہتی ہے۔

''اقتصادی ترقی اور ارتقا'' دور حاضر کی اصطلاح سمجھی جاتی ہے، حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ آج سے چھ سو برس پہلے ابن خلدون اس پر دعوت فکر دے چکے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ معاشی نظام میں کس حد تک جغرافیائی عوامل کارفرما رہتے ہیں۔ وہ علت ومعلول یا سبب ومسبب کی روشنی میں حالات کے تجزیاتی مطالعے کے قائل ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ انسانی اخلاق پر گرانی اور ارزانی کے کتنے اثرات ہوتے ہیں اور یہ کہ جو ہمارا طبعی جسمانی نظام ہے وہ کس حد تک مالیات کا رہین منت ہے۔

---

[1] ابن خلدون 54۔ طٰہٰ حسین، مترجمہ مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، 2007۔

تاریخی واقعات واخبار کو بیان کرنے میں کذب وافترا کا بھی احتمال رہتا ہے اور سچ کے ساتھ جھوٹ کی اس طرح آمیزش ہو جاتی ہے کہ ان کے درمیان خط فاصل کھینچنا محال ہو جاتا ہے۔ ابن خلدون نے تاریخی واقعات کی تحقیق وتنقیح کے کچھ اصول اور ضابطے مقرر کیے ہیں جن کو معیار بنا کر واقعات کی تحقیق کی جاسکتی ہے اور صداقت پر مبنی معتبر تاریخ لکھی جاسکتی ہے۔

جارج سارٹن (George Sarton) لکھتے ہیں کہ ''ابن خلدون عمرانیات ہی کا بانی اور آدم اول نہیں بلکہ تاریخ کے اسلوب تحقیق کا بھی بانی ہے۔''[1]

ابن خلدون نے یہ جاننے کی بھی کوشش کی کہ تاریخی واقعات کے بیان میں غلطیاں کیوں واقع ہوتی ہیں۔ انھوں نے چھ اسباب بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے تاریخی واقعات میں کذب کا احتمال رہتا ہے۔ وہ اسباب یہ ہیں:

1۔ اختلاف آراو مذاہب۔ یعنی جب ذہن مشروط نہیں ہوتا ہے تو جو بات سنتا ہے اس پر غور کرتا ہے اور اس کی تحقیق کرتا ہے اور جب ذہن کسی رائے یا مذہب کا تابع ہوتا ہے تو فوراً اس خبر کو مان لیتا ہے جو اس کی رائے یا مذہب کے موافق ہو خواہ وہ خبر جھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

2۔ خبر نقل کرنے والے پر بھروسا کر لینا۔

3۔ مقاصد سے غفلت۔ راوی مشاہدہ کی ہوئی یا سنی ہوئی خبروں کے اغراض ومقاصد سے ناآشنا رہتا ہے اور اپنے گمان کے مطابق روایت کر دیتا ہے اس لیے غلطی کا امکان رہتا ہے۔

4۔ وہم صداقت۔ یہ سبب کثیر الوقوع ہے۔ اس میں راویوں پر اعتبار کر لیا جاتا ہے اور انھیں ثقہ مانتے ہوئے جھوٹ کا وہم بھی نہیں ہوتا۔

5۔ اشراف اور صاحبان اقتدار کو خوش کرنا اور ان کا قرب حاصل کرنا۔ خوشامدی لوگ بڑوں کی ہر بات کو خوشنما رنگ میں پھیلاتے ہیں اس طرح سے جھوٹی خبر پھیل جاتی ہے۔

6۔ مذکورہ بالا اسباب میں ایک اہم سبب طبعی احوال سے ناواقفیت بھی ہے۔ طبعی احوال بدلتے رہتے ہیں اگر خبر سننے والا حادثات وحالات کی مخصوص طبیعتوں اور مخصوص تقاضوں سے واقف ہے تو اس سے اس کو خبر کی تحقیق میں بہت مدد ملتی ہے۔

یہ امر تو بالکل ثابت ہے کہ فلسفۂ تاریخ ابن خلدون کی نہ صرف ایجاد بلکہ اس میں دور

---

[1] مقدمۂ ابن خلدون 82:1

تک غور وفکر اور تصنیف کا سہرا بھی ان کے سر ہے۔ عمرانیات کے باب میں البتہ کچھ مسلمان حکما جیسے بوعلی سینا، ابن رشد، امام غزالی، ابن ابی ربیع، یعقوب الکندی اور فارابی کی تصنیفات میں بعض ایسے اشارے بکھرے ہوئے ملتے ہیں جنھیں مجتمع کر کے ایک حد تک عمرانیات کے بعض بنیادی مسائل حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان حکما کی تصنیفات سے ابن خلدون بے خبر رہے ہوں گے لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ انھوں نے اصول وضوابط اور تشریحات پر مبنی اپنی اس تصنیف میں عمرانیات کو باقاعدہ علم کا درجہ عطا کیا۔ ابن خلدون کے کارنامے کی اہمیت کا پورا احساس عام نہ ہونے اور بڑی حد تک مغربی تعصب کی بنا پر بھی مغربی حلقوں میں فرانس کے مفکر اگست کونت (August Comte)[1] کو عمرانیات کا موجد قرار دیا جاتا رہا۔ لیکن اب تقریباً ایک صدی سے اور بالخصوص جارج سارٹن کی عظیم الشان تصنیف جو تاریخ علوم عرب پر مشتمل ہے، کے منظر عام پر آ جانے کے بعد اس قضیے میں اب کوئی شک باقی نہیں رہ گیا ہے۔

ڈاکٹر بشارت علی جنھوں نے ابن خلدون پر تحقیق کی ہے اور ماہرین عمرانیات میں ہیں، اگست کونت کے بانی عمرانیات ہونے کے موقف پر ردوقدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگست کونت (1798-1857) ابن خلدون سے چار سو سال بعد پیدا ہوا ہے اور اس کے افکار میں کہیں بھی ایسے قضیے اور مسائل نہیں ہیں جن سے براہ راست علم عمرانیات یا عمرانی افکار کا تعلق ثابت کیا جا سکے۔[2]

بہر حال ابن خلدون نے عرب وعجم اور مغرب ومشرق کو یکساں طور پر متاثر کیا، تاریخ ابن خلدون کی طرف دنیا کی توجہ اس لیے زیادہ ہوئی کہ اس کے مقدمے میں مختلف علوم ومعارف کی گرہیں کھلتی ہیں۔ مقدمے میں ابن خلدون نے تاریخ، معاشرت، سیاست، تمدن و

---

[1] اگست کونت (1798-1857) فرانس میں پیدا ہوئے۔ کونت Enlightenment کی روایت کے علمبردار تھے۔ وہ انقلاب فرانس کے خلاف تھے۔ انھوں نے سماجیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ سماجی حرکیات (Social Dynamics) اور سماجی سکونیات (Social Statics) اس کے ذریعے سماج میں ترقی اور نظام، تبدیلی اور ٹھہراؤ کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ 1822 میں کومٹ نے انسانی ترقی کا قانون بنایا جسے اس نے "Law of Three Stages" (تین منازل کا قانون) کا نام دیا۔

[2] مقدمۂ ابن خلدون، 74:1

ثقافت اور مذہب پر فلسفیانہ نظر ڈالی ہے اور ان کے اصول و مبادیات پر فاضلانہ بحث کی ہے۔ ابن خلدون کی خدمات کا اعتراف مغربی اصحاب فکر و تحقیق نے مجبوراً کیا لیکن جب کیا تو کھلے دل سے کیا۔ فلپ کے حتی (Philip K Hitti) ابن خلدون کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ابن خلدون نے پہلی بار تاریخ کے ارتقا کا نظریہ دنیا کے آگے پیش کیا ہے... قومی عروج و زوال کے قوانین کی دریافت اور ان کی تدوین کی سب سے پہلی کوشش ابن خلدون ہی نے کی ہے... یہ واقعہ ہے کہ ابن خلدون سے پہلے تاریخ پر مجموعی حیثیت سے ایسی وسیع اور فلسفیانہ نظر یورپ والوں کا ذکر ہی کیا کسی عرب مصنف نے بھی نہیں ڈالی تھی۔[1]

تاریخ و فلسفہ کے محققین نے تاریخ ابن خلدون کے مقدمے سے خوب استفادہ کیا۔ مفکرین یورپ نے اس کے علمی مباحث سے خوشہ چینی کی، مستشرقین بھی ابن خلدون کی اصابت رائے اور فکر رسا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے بلکہ ابن خلدون کے فکری خطوط و نقوش پر چلتے ہوئے انھوں نے علوم و فنون کی منزلیں طے کیں۔ یورپ میں ''خلدونیات'' پر ریسرچ ہونے لگے۔ ماہرین خلدونیات میں اروِن روزن تھال، (Irwin Rosenthal) گاستوں بوتول، (Gaston Bouthoul) ایچ۔اے۔آر گب (H.A.R Gibb) والٹر جے۔ فشل (Walter J. Fischel)، آسٹرا ژارژ آلبیئر (Astre Georges Albert) آر موئے (R. Maumier) وغیرہ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں جن کا میدان اختصاص ''خلدونیات'' رہا ہے۔

فرانسیسی محقق کواٹرمیئر (Quatremere) نے مقدمے کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ چارلس عیساوی (Charles Issavi) نے مختلف موضوعات پر مشتمل ابن خلدون کے اقتباسات کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ کواٹرمیئر کے فرانسیسی ترجمے سے مستفاد ہے۔ ارنسٹ روزن تھال (Earnst Rosenthal) کا بھی انگریزی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ ترکی

1۔ تاریخ عرب ص 140 مصنفہ فلپ کے حتی مترجمہ سید مبارز الدین رفعت اور محمد معین خاں، البلاغ پبلی کیشن 2007۔

زبان میں صبحی پاشا نے مقدمے کا ترجمہ کیا ہے۔

تاریخ ابن خلدون کے انتخابات مختلف زبانوں میں شائع ہوئے۔ محدود علم کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تاریخ کا ترجمہ کتنی زبانوں میں ہوا اور کب ہوا، البتہ شبلی کی نظر میں 1904 تک لاطینی، فرانسیسی، جرمن اور انگریزی میں تاریخ ابن خلدون کا مکمل ترجمہ نہیں ہوا تھا۔ اور 1927 تک حکیم احمد حسین عثمانی کے مطابق یورپ کی تمام زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا تھا۔

کابل کے امیر عبدالرحمٰن خاں نے ہندوستان میں ایک محکمۂ تراجم قائم کرنے کا ارادہ کیا، ان کی خواہش تھی کہ ہندوستانی افاضل کے قلم سے فارسی میں علوم وفنون کا سرمایہ منتقل کیا جائے۔ اس سلسلے میں کابل کے سفیر نے حالی، نذیر اور شبلی سے خط وکتابت کی۔ شبلی سے تاریخ ابن خلدون کے فارسی ترجمے کی درخواست کی گئی۔ علالت طبع کے سبب انھوں نے معذرت کر لی۔ مولانا حمید الدین فراہی کے نام 3 جولائی 1899 اور نواب علی حسن خاں کے نام 9 اگست 1899 کے خط میں علامہ شبلی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بہر حال شبلی کے مکتوب سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ 1899 میں تاریخ ابن خلدون کے فارسی ترجمے کی کوشش ہو رہی تھی۔

اردو زبان وادب کی توجہ اس سرمایۂ تاریخ کی جانب 1897 میں ہوئی، ابن خلدون کی عربی کو اردو سے متعارف کرانے کا سہرا علامہ حکیم احمد حسین عثمانی الٰہ آبادی کے سر جاتا ہے۔ حکیم احمد حسین عثمانی کو بھی یہ احساس تھا کہ تاریخ کا ترجمہ سب سے پہلے انھوں نے ہی شروع کیا ہے۔ مترجم علام لکھتے ہیں:

> ...اور اب اسی معتبر عربی تاریخ کا ترجمہ سلیس اردو زبان میں یہ ناچیز، ہیچ میرز، ہیچمداں احمد حسین عفی عنہ الرحمٰن ہدیۂ قدر دانان فن تاریخ کر رہا ہے۔ 1

احمد حسین عثمانی موضع کونڈا پور، سید سراواں الٰہ آباد میں 1859 میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حکیم بدرالدین عثمانی تھا۔ وہ بھی اپنے زمانے کے مشہور اطبا میں تھے۔ احمد حسین عثمانی کی ابتدائی تعلیم سید سراواں میں ہوئی۔ کچھ عرصے بعد یہ گھرانہ الٰہ آباد شہر منتقل ہو گیا۔ یہاں مدرسہ اسلامیہ میں احمد حسین عثمانی کا داخلہ ہوا۔ انھوں نے مولانا شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی

1 دیباچہ۔ جلد اول مطبع قیصر ہند 1898

سے حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ اور ریاضی کی کتابیں پڑھیں۔ مزید حصول علم کے لیے کانپور کا سفر کیا اور مولانا احمد حسن صاحب کانپوری [1] کے حلقۂ درس سے وابستہ ہوئے اور علوم کی تکمیل کی۔

کانپور میں تکمیل کے بعد احمد حسین عثمانی نے لکھنؤ کا سفر کیا، مشہور حکیم اور طب یونانی کے ماہر استاد حکیم حیدر حسین طبیب دار الشفا شاہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ احمد حسین نے حلقۂ درس میں شامل ہونے کی اجازت چاہی، حکیم حیدر حسین نے کمسنی کے سبب ان کو داخلہ نہیں دیا، احمد حسین عثمانی کو علم سے شغف تھا اس لیے شکستہ خاطر نہ ہوئے اور درسگاہ کے دروازے سے لگ کر روزانہ حکیم حیدر حسین صاحب کا درس سنتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حکیم صاحب نے اپنے شاگردوں سے چند سوال کیے مگر تشفی بخش جواب نہیں ملا۔ احمد حسین عثمانی روزانہ کی طرح درس میں شریک تھے مگر درسگاہ کے باہر سے، انھوں نے حکیم صاحب سے ان سوالوں کے جواب کی اجازت چاہی۔ حکیم صاحب نے اجازت دے دی۔ مولوی احمد حسین عثمانی نے ہر سوال کا اطمینان بخش جواب دیا۔ حکیم حیدر حسین صاحب کو اس واقعے سے بہت حیرت ہوئی اور انھوں نے احمد حسین کو نہ صرف اپنی درسگاہ میں شامل کیا بلکہ اپنے قریب بٹھانے لگے۔ اس طرح مولوی احمد حسین عثمانی نے حکیم حیدر حسین کے یہاں رہ کر طب کی تعلیم مکمل کی اور سند فراغ حاصل کی۔

تکمیل طب کے بعد حکیم احمد حسین نے کلکتہ کا سفر کیا اور وہاں مطب قائم کیا لیکن والد کی علالت اور گھر کے حالات کی وجہ سے الٰہ آباد واپس آ گئے۔ یہاں انھوں نے دوبارہ مطب قائم کیا اور علاج و معالجے میں مصروف ہو گئے۔ الٰہ آباد میں حکیم صاحب کو اس وقت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی جب یہاں طاعون پھیلا ہوا تھا اور عوام کے ساتھ معالجین بھی شہر چھوڑ کر جا رہے تھے۔ اس وقت ان کی طبی خدمات نے شہر کے لوگوں کو بہت متاثر کیا اور ان کی طرف رجوع عام ہوا۔

---

[1] بیشتر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حکیم احمد حسین نے کانپور میں مولانا احمد حسین صاحب سے استفادہ کیا۔ مولانا سید عبدالحی نے لکھا ہے کہ احمد حسین کے استاد احمد حسن کانپوری تھے (نزہۃ الخواطر 49:8) یعنی حسن اور حسین کا فرق ہے۔ مولانا عبدالحی کی بات زیادہ قرین قیاس ہے، اس لیے کہ مولانا احمد حسن کانپوری محشی مثنوی مولانائے روم کو اس وقت مرجعیت حاصل تھی۔ درسیات میں آپ کو کمال حاصل تھا اور دور دراز علاقوں تک آپ کی شہرت پھیلی ہوئی تھی۔

حکیم احمد حسین عثمانی نے خود کو مطب تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ طب یونانی کے ارتقا وترویج کی بھی انھیں فکر تھی۔ حکیم صاحب کی طب یونانی پر گہری نظر تھی، اس کی باریکیوں سے واقف وباخبر تھے، اس لیے ان کے مطب میں طلبہ بھی رہتے تھے جو ان سے اکتساب فیض کرتے اور ان کی موجودگی میں طبی تجربات کرتے۔

1904 میں حکیم صاحب نے طب یونانی کی تعلیم وتدریس کے لیے ''الکلیۃ الطبیۃ'' کے نام سے ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ اس مدرسے کی ابتدا ان کے مکان محلہ سبزی منڈی الہ آباد سے ہوئی۔ باقاعدہ نصاب تعلیم وضع کیا گیا، تکمیل کی مدت چار برس تھی۔ ذریعۂ تعلیم عربی اور اردو زبانیں تھیں۔

الکلیۃ الطبیۃ میں طلبہ کی تعداد زیادہ ہوئی تو مدرسہ دوسری عمارت میں منتقل کیا گیا۔ پھر ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے 1927 میں ''الکلیۃ الطبیۃ'' نے ایک طبی اسکول کی حیثیت اختیار کرلی۔ یونانی میڈیکل اسکول الہ آباد کے نام سے بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی لکھنؤ سے اس کا الحاق ہوگیا اور اس اسکول کے بانی حکیم احمد حسین عثمانی بورڈ آف انڈین میڈیسن یوپی کے اولین نامزد ممبر منتخب ہوئے۔

1931 میں الہ آباد کے ہی ایک دوسرے محلے ہمت گنج میں وسیع وعریض زمین لی گئی۔ تعمیرات کے بعد یونانی میڈیکل اسکول نئی عمارت میں منتقل ہوگیا اور 1942 میں اس اسکول کو ''یونانی میڈیکل کالج'' کے نام سے منظوری ملی۔ یہ کالج پوری آب وتاب کے ساتھ اس وقت طبی خدمات انجام دے رہا ہے۔ یونانی میڈیکل کالج الہ آباد نہ صرف خاندان عثمانی کے لیے کلاہ افتخار کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یونانی طب کے میدان میں ہندوستان کو وقار عطا کرتا ہے۔ حکیم احمد حسین عثمانی نے اس کالج کی آبیاری خون جگر سے کی اور اپنی زندگی اس کے لیے وقف کردی، کالج کے قیام کا خاکہ ان کے ذہن میں آیا، اس کی ابتدا بھی انھیں کے مکان سے ہوئی اور پھر موجودہ عمارت کی زمین کا صرفہ بھی خود ہی برداشت کیا۔ یونانی میڈیکل کالج کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حماد عثمانی لکھتے ہیں:

> یونانی میڈیکل کالج الہ آباد اور اس کا حکیم احمد حسین ری پبلک ڈے میموریل اسپتال علامہ حکیم احمد حسین عثمانی اور ان کے خاندان کا ایک قیمتی کارنامہ ہے،

جس کو علامہ مرحوم نے اپنی ذاتی کوششوں اور گاڑھی کمائی سے بغیر کسی
دوسرے کی مالی مدد کے قائم کیا۔ 1

30 جنوری 1933 کو علامہ حکیم احمد حسین عثمانی کی وفات ہوئی۔

علامہ حکیم احمد حسین عثمانی الٰہ آبادی کے علم وفضل کے معترف ان کے معاصر بھی تھے۔ مثلاً مولانا سید عبدالحی الحسنی نے حکیم صاحب کا تذکرہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''نزہتہ الخواطر'' میں کیا ہے وہ حکیم صاحب کی ذہانت اور علم سے متاثر نظر آتے ہیں۔ علامہ سید عبدالحی الحسنی کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

شیخ فاضل احمد حسین بن بدرالدین عثمانی حنفی 2 الٰہ آبادی مشاہیر میں سے ہیں۔ صاحب فضل تھے، روشن دماغ تھے، ان میں حیرت انگیز ذہانت تھی۔
طالبعلمی کے زمانے میں ایک عرصے تک میری اور ان کی ملاقات رہی۔ 3

حکیم احمد حسین عثمانی کے اخلاف میں حکیم احمد عثمانی، (جن کو حکومت برطانیہ نے 1941 میں شفاء الملک کے خطاب سے نوازا تھا۔) حکیم محمد صفوان عثمانی، حکیم حماد عثمانی اور ڈاکٹر سعد عثمانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جس علمی روایت کو علامہ نے قائم کیا تھا ان لوگوں نے اس کی پاسداری کی اور اہم طبی وعلمی کارنامے انجام دیے اور اپنے بزرگ کی امانت کو عوام تک پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ خدمت خلق کا جذبہ اس خانوادے کی خصوصیت ہے۔

حکیم احمد حسین عثمانی کو طبابت میں ان کی شہرت اور کارناموں سے بڑھ کر ان کی تصنیفی وتالیفی خدمات نے حیات جاوید عطا کی اور تاریخ نے ان کو مورخ ابن خلدون کے شارح اور مترجم کی حیثیت سے پہچانا۔ تاریخ ابن خلدون کے ترجمے کے علاوہ علامہ کی دو کتابیں اور بھی

---

1 حکیم حماد عثمانی شخصیت اور خدمات ص 130 مرتبہ خورشید احمد شفقت اعظمی عثمانیہ اکیڈمی الٰہ آباد 2003
ڈاکٹر سعد عثمانی نے بھی اپنی کتاب ''تذکرۂ خاندان عثمانی'' میں ص 23 پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

2 یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حکیم احمد حسین عثمانی حنفی نہ تھے، اہل حدیث تھے، حکیم صاحب کے اجداد (والد سے اوپر کے لوگ) حنفی تھے۔ ممکن ہے کہ اسی بنا پر علامہ عبدالحی نے حکیم احمد حسین عثمانی کو بھی مسلکاً حنفی لکھ دیا ہو۔

3 نزہتہ الخواطر 8:49 مولانا سید عبدالحی الحسنی، طیب اکیڈمی، پاکستان، 1993

ہیں۔ حیات نور الدین محمود زنگی اور حیات صلاح الدین ایوبی۔

ترجمۂ تاریخ ابن خلدون چودہ جلدوں میں ہے۔ علامہ نے ترجمے کا جو خاکہ تیار کیا تھا اس اعتبار سے تاریخ کا ترجمہ اٹھارہ جلدوں میں ہونا تھا، لیکن چودہ جلدیں ہی منظر عام پر آسکیں۔ چودھویں جلد ''شجرۂ ملوک خوارزم'' پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ جلد 1930 میں شائع ہوئی۔ ابھی ترجمے کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ 1933 میں علامہ کا انتقال ہو گیا اور بقیہ عربی متن ترجمہ ہونے سے رہ گیا۔

ترجمے کی پہلی جلد جنوری 1897 سے 1898 تک رسالہ ''الاسلام'' الہ آباد میں قسط وار شائع ہوئی۔ ''الاسلام'' حکیم احمد حسین عثمانی کی ہی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ جلد اول انساب عالم سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰؑ کے بعد تک کے حالات اس جلد میں ہیں۔

ترجمے کا مقصد دراصل ترسیل وابلاغ ہے، یعنی منشائے مصنف سمجھ کر اس کے مطابق تحریر کی آراستگی ہو۔ مکھی پر مکھی بیٹھانا ہی ترجمہ نہیں ہے، علامہ احمد حسین عثمانی نے بھی لفظ بہ لفظ ترجمے پر زور نہ دیتے ہوئے ترسیل معنی کا لحاظ رکھا ہے۔ فاضل مترجم نے اس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

میں نے اس مشہور قابل قدر تاریخ کا ترجمہ لفظی نہیں کیا... 1

میں نے عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمے کو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ کئی جگہ فاضل مترجم نے ابن خلدون کی عربی عبارت کو نظر انداز کیا ہے۔ کئی کئی پیراگراف یہاں تک کہ کئی جگہ ایسا ہوا ہے کہ پورا صفحہ چھوڑ دیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ کے پیش نظر واقعات کی تلخیص ہے۔ البتہ اس کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے کہ واقعے کا تسلسل برقرار رہے، سیاق وسباق اور جز وکل کا استحضار رہے۔ علامہ لکھتے ہیں:

> یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ لفظی ترجمہ ہم نہ کریں گے اور نہ اختلافات سے چنداں بحث کریں گے، مطلب کی بات ہاتھ سے نہ جانے دیں گے اور نہ کوئی تاریخی واقعہ فروگذاشت کریں گے۔ اکثر مقامات پر ہم اپنے مشہور مورخ

1 دیباچہ جلد اول، قیصر ہند پریس

ابن خلدون سے بھی علاحدہ ہوکر گذر جائیں گے لیکن نہ ایسا کہ مطلب خبط اور عبارت بے ربط ہو جائے اور قدر دانان فن تاریخ کو دلچسپی نہ ہو۔1

فاضل مترجم نے تعلیقات وحواشی بھی لکھے ہیں، یہ حواشی بجائے خود بہت اہم ہیں۔ ضرورت کے مطابق اختصار اور تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تو کئی صفحے کے ملاحظات اور حواشی ہیں یہی وجہ ہے کہ ترجمے کی جلدیں نسبتاً ضخیم ہوگئی ہیں۔ یہ حواشی علامہ عثمانی کے علم واطلاع اور وسعت نظر کی خبر دیتے ہیں۔

1911ء میں ترجمے کا سلسلہ موقوف ہوگیا تھا۔ طبی مشاغل بھی تھے، تسلسل علالت بھی اور سب سے بڑھ کر ''الاسلام'' رسالہ بھی جاری نہ رہ سکا لیکن شائقین کے اصرار اور گذارش پر ترجمے کا سلسلہ پھر شروع ہوا۔ علامہ لکھتے ہیں:

> ...طرہ یہ ہوا کہ ترجمے کا سلسلہ بھی مسدود ہوگیا، شائقین کرام قارئین عظام نے تقاضے شروع کر دیے، ہر مہینہ سیکڑوں خطوط آنے لگے، کس کس کو جواب دیا جاتا، بند رکھنے کی کب تک اور کیا وجہ بتائی جاتی۔ جب ان کو کوئی جواب نہ دیا گیا تو وہ بھی ایک مدت کے بعد اناللہ کہہ کر خاموش ہوگئے۔ مگر بایں ہمہ اب بھی ہر مہینے میں دو چار خطوط آتے اور نور نظران حکیم مولوی احمد عثمانی اور حکیم مولوی محمد عثمانی سلمہما الرحمٰن ووقاہما عن حوادث الزمان برابر اصرار کرتے ہی رہے بالآخر نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ ہر روز فرصت کے اوقات میں کتاب، کاغذ اور قلمدان لاکر رکھ دیا جاتا اور پھر بلا تسوید اٹھا کر رکھ دیا جاتا۔ میں نے ان کے جذبات اور قوم کی استدعا کو ٹھکرانا اور شائقین تاریخ کے شوق اور اشتیاق کا خون کرنا مناسب نہ سمجھ کر ترجمہ کرنے پر ہمت باندھی۔ 2

مترجم کا یہ فریضہ ہے کہ الفاظ کا انتخاب بھی عبارت کے شایان شان کرے تاکہ ترجمے میں بھی وہی رنگ وآہنگ سامنے آئے جو مصنف کا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب مترجم ذولسان ہو یعنی اس زبان پر حاکمانہ قدرت رکھتا ہو جس زبان سے ترجمہ کیا اور اس زبان پر بھی

---

1 ترجمہ تاریخ ابن خلدون 17:1، نامور پریس 1901

2 ترجمۂ تاریخ، دیباچہ: جلد 12

مضبوط گرفت ہو جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ ابن خلدون کی عبارت کو سمجھنا، ان کی مراد و منشا تک رسائی اور پھر عربی ثقافت و تہذیب میں ان الفاظ و تعبیرات کے پہلوؤں کو نظر میں رکھنا کسی متوسط الاستعداد عالم کے بس کی بات نہ تھی۔ علامہ حکیم احمد حسین عثمانی عربی زبان سے واقف ہی نہ تھے بلکہ عربی کے مزاج و رنگ سے بھی باخبر تھے۔ اسی لیے انھوں نے ترجمے میں مناسب برمحل اور در و بست کے اعتبار سے چست درست عبارت لکھی ہے لیکن علامہ اپنے اس اسلوب کو روکھا پھیکا کہتے ہیں:

> میں نے اس کتاب کے ترجمہ کرنے میں ذرا بھی انشا پردازی نہیں کی اور نہ واقعات کے بیان کرنے میں شاعری سے کام لیا ہے، جس طرح سادہ طریقے سے مورخ موصوف نے واقعات قلم بند کیے ہیں، اسی طرح روکھے پھیکے الفاظ میں نہایت سادگی سے ترجمہ کیا ہے جو قوم کے سامنے ہے۔ 1

راقم اس موقع پر علامہ عثمانی سے جرأت اختلاف کرتا ہے۔ محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد اور شبلی کی عبارتیں ہی انشا پردازی کا مرقع نہیں۔ انشا پردازی کا بہترین نمونہ وہ عبارت بھی ہے جس میں تشبیہ و استعارے کی ضرورت پیش نہ آئے، سادگی بیان ہو، ترسیل و ابلاغ ہو جائے اور مصنف و قاری کے درمیان مکمل ہم آہنگی پیدا ہو جائے یہی عبارت کی خوبی ہے، یہی انشا ہے۔ چنانچہ علامہ عثمانی کے ترجمے کو انشا پردازی سے عاری نہیں سمجھا جا سکتا۔

بہر حال، علامہ نے ترجمے میں دقت نظری، ژرف نگاہی اور تفحص علمی سے کام لیا ہے۔ جو حواشی لکھے ہیں ان سے مزاج تحقیق کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حواشی کو پڑھ کر قاری کے سامنے ان کی حیثیت مترجم کی کم اور محقق کی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ ترجمہ اتنا کامیاب ہے کہ اس پر تصنیف کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ علامہ عثمانی کا ترجمہ تاریخ ابن خلدون کی کتاب ثانی سے شروع ہوتا ہے۔ انھوں نے مقدمے کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ خود لکھتے ہیں کہ:

> مقدمے کا ترجمہ اس وجہ سے کہ اس میں فلسفیت زیادہ تھی نہیں کیا، صرف کتاب الثانی سے یہ ترجمہ شروع ہو کر آپ لوگوں کی خدمات (کذا) میں

---

1. ترجمۂ تاریخ، دیباچہ: جلد 12

پیش کیا جاتا ہے۔[1]

موجودہ منصوبہ چونکہ صرف علامہ محترم کے ترجمہ کی تدوین و اشاعت پر مبنی تھا اس لیے مقدمے کی طرف کوئی سعی نہیں کی ہے۔ علاوہ بریں مقدمہ خود اپنی جگہ پر ترجمہ ہو کر اردو کے کئی اداروں سے شائع ہو چکا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ مقدمے کے ترجمے کی ضرورت اب بھی باقی ہے اور مناسب موقعے پر اس کے ترجمے کی سعی کی جائے گی۔

اردو ادب اس علمی سرمایہ سے تہی دامن تھا۔ علامہ حکیم احمد حسین عثمانی نے اس خزانۂ علمی کو اردو میں منتقل کر کے اردو نثر کو اس درجے تک پہنچا دیا کہ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اردو نثر کے دامن میں گل و بلبل کی داستان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ابن خلدون کا ترجمہ تاریخ ساز بھی ہے اور اردو نثر کا ایک اہم مشعل بردار بھی۔

ترجمۂ تاریخ ابن خلدون کی ساری جلدیں مترجم علام کے بڑے بھائی منشی حامد حسین کے زیر اہتمام مختلف پریس سے چھپ کر شائع ہوئیں۔ 1898 میں جلد اول قیصر ہند پریس الٰہ آباد سے طبع ہو کر ادارہ ''الاسلام'' سے شائع ہوئی 1901 میں جلد اول نامور پریس سے طبع ہو کر ادارہ الاسلام سے ہی شائع ہوئی۔ 1912 کے آس پاس یونانی دوا خانہ پریس الٰہ آباد قائم ہوا۔ اس پریس کو ترجمے کی اشاعت کے لیے علامہ عثمانی نے قائم کیا تھا۔ بعد میں ترجمہ اسی پریس سے شائع ہوتا تھا۔

مدون متن اور مرتب کی حیثیت سے راقم الحروف کا نہ یہ منصب تھا اور نہ مرتبہ کہ وہ ترجمے کا تنقیدی مطالعہ کرتا یا متن پر ایرادات کرتا لیکن اتنا ضرور کیا گیا کہ:

1۔ اصل نسخے میں جہاں سنین کی غلطیاں تھیں عربی نسخوں سے مقابلہ کر کے ان کی تصحیح کی گئی۔ بعض جگہ متن میں تصحیح نہ کرتے ہوئے عربی نسخوں میں درج سنہ کو حاشیے میں نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

2۔ اعلام کے لکھنے میں اگر تصحیف یعنی نقطوں کا ہیر پھیر یا لفظ میں تبدیلی ہو گئی ہے تو ان کی بھی تصحیح کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔ بوقت ضرورت اردو نسخے میں جو نام ہے اس کو باقی رکھتے ہوئے عربی متن میں جو نام ہے اس کو قلابین میں لکھ دیا گیا ہے۔

---

[1] دیباچہ جلد اول، قیصر ہند پریس۔

3۔ متن میں جہاں بھی مترجم کی طرف سے اضافہ ہے وہاں [توضیح مترجم] کا عنوان لگا دیا گیا ہے تاکہ ابن خلدون اور مترجم کی عبارت میں امتیاز ہو جائے۔

4۔ بعض جگہ ایسا بھی ہوا ہے کہ مترجم نے جو حاشیہ لکھا ہے وہ ان کا اپنا حاشیہ نہیں ہے بلکہ ابن خلدون کی عبارت ہے، اس لیے حاشیے کی اس عبارت کو متن میں شامل کر دیا گیا ہے تاکہ ابن خلدون کی تحریر مترجم کی طرف منسوب نہ ہو۔ جہاں بھی ایسا ہوا ہے حاشیے میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

5۔ بعض جگہ اصل نسخے کی عبارت عربی متن سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی ہے۔ ایسے مقامات کی حتی الامکان نشاندہی کی گئی ہے۔

6۔ دعائیہ عربی جملوں کا ترجمہ کیا گیا۔ بعض جگہ عربی اشعار کا ترجمہ رہ گیا تھا ان کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

7۔ کتابت وطباعت کی بھی غلطیاں تھیں ان کی تصحیح کی گئی۔

8۔ تذکیر وتانیث کی بے شمار غلطیاں تھیں، حتی الامکان ان کو درست کیا گیا۔

9۔ پیراگراف بنائے گئے اور سرخیاں لگائی گئیں۔

10۔ بعض مقامات پر وضاحتی حاشیے لکھے گئے۔

11۔ جہاں ضرورت سمجھی گئی وہاں مشکل لفظ کے معنی درج کر دیے گئے ہیں۔

12۔ جس نسخے سے تدوین کی گئی ہے، اس میں کچھ صفحے درمیان سے غائب تھے، ادارہ الرشید دیوبند 1988 کے نسخے سے یہ کمی پوری کی گئی اور وضاحت کے لیے علامت ۞ بنا دی گئی ہے۔

13۔ تصحیح یا اضافے قلابین [ ] میں کیے گئے ہیں۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ 1319 ہجری مطابق 1901 کے شائع شدہ نسخے کو تدوین وترتیب کے لیے اصل نسخہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ نسخہ نامور پریس سے چھپ کر ادارہ الاسلام سے شائع ہوا۔ اردو نسخے میں واقع اغلاط کی تصحیح کے لیے دار الکتب العلمیہ بیروت 1992 اور دار الفکر بیروت 2000 کے عربی ایڈیشن پیش نظر رہے ہیں۔

ابن خلدون کی تاریخ کا ترجمہ علامہ حکیم احمد حسین عثمانی نے کیا جو اپنے وقت کے فاضل

اجل تھے اور ترجمے کی تدوین وترتیب کی ذمہ داری مجھے دی گئی۔ شاید مجھے کبھی اس کی تدوین کا اہل نہ سمجھا جاتا اگر محترم شمس الرحمٰن فاروقی کا توسط اور اشارہ نہ ہوتا۔ مجھے اس پر فخر ہے کہ میرے سارے کام پر ان کی نگاہ توجہ رہی ہے۔ ایک سچے نگراں کی حیثیت سے انھوں نے عموماً دل کے ساتھ پاسبان عقل کو رکھا ہے اور کبھی کبھی اسے تنہا چھوڑ دیا ہے اور مجھے آزادانہ کام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

عربی، فارسی اور اردو کے مستند عالم پروفیسر ظفر احمد صدیقی نے یوں تو ہر کام میں مجھے مفید مشورے دیے اور میری رہنمائی کی ہے لیکن خصوصیت سے اس کام میں اگر وہ نہ ہوتے تو شاید میں اس منزل کو اتنی آسانی سے سر نہ کر پاتا۔

استاد محترم پروفیسر شمس تبریز خان کو میرے علمی مشاغل سے ہمیشہ والہانہ دلچسپی رہی ہے۔ اس کام کے سلسلے میں بھی فکر مند رہے اور تدوین وترتیب سے متعلق مسائل سے آگاہ کیا۔

پروفیسر مجاور حسین رضوی کی پر خلوص شخصیت، ان کی علمی شفقت اور وسعت نظر طالبعلموں کو ہمیشہ علمی کام کرنے کی ترغیب دیتی رہتی ہے۔ ان سے علمی وادبی کام کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

ڈاکٹر سعد عثمانی خاندان عثمانی کے علمی کارناموں کا تعارف اپنا فریضہ سمجھتے ہیں، نہ صرف سمجھتے ہیں بلکہ اس کے لیے کوشاں بھی رہتے ہیں۔ انھوں نے ترجمے کی جلدیں فراہم کیں۔ علامہ حکیم احمد حسین عثمانی سے متعلق بہت سی اطلاعات انھیں کی رہین منت ہیں۔

ڈاکٹر مسعود احمد الاعظمی (مدیر مجلہ ''المآثر'') سے بھی برابر رابطہ رہا، تدوین کے سلسلے میں وہ اپنے مشورے سے نوازتے رہے۔

میرے بڑے بھائی محترم محمد شعیب (مقیم اسکندریہ) کی شخصیت میرے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے، جن کی شفقتوں اور عنایتوں نے مجھ کو یہاں تک پہنچایا۔ تاریخ ابن خلدون کا دارالفکر ایڈیشن انھوں نے ہی فراہم کیا۔

محترم ریاض احمد کاتب الہ آباد کے مشہور خوش نویس اور افسانہ نگار ہیں، بڑی دیدہ ریزی سے انھوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ کی ہے، کتاب کی تزئین اور صورت گری میں ان کی پرخلوص توجہ شامل رہی ہے۔

میرے دوست امین اختر فاروقی صاحب جو ادارۂ ''شب خون'' سے متعلق ہیں انھوں نے بھی حسب ضرورت مدد و تعاون سے گریز نہیں کیا۔

میں ان مخلصین، احباب اور اعزا کا ممنون، معترف اور احسان مند ہوں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو کے ارباب حل وعقد کا بھی میں شکرگذار ہوں جن کی توجہ سے ترجمۂ تاریخ ابن خلدون کا مدونہ نسخہ منظر عام پر آ رہا ہے۔ اگلی جلدیں بھی انشاء اللہ مکمل ہو کر اشاعت پذیر ہوں گی۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ**

الٰہ آباد، یکم نومبر 2009 محمد صہیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ ترجمہ جو آپ لوگوں کی باریک بین نظروں کے روبرو پیش کیے جانے کی عزت حاصل کر رہا ہے علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون مغربی کی معتبر تاریخ **کتاب العبر و دیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر ومن عاصر هم من ذوی السلطان الاکبر** کی کتاب ثانی کا ترجمہ ہے جو ماہ جنوری 1897 سے اکتوبر 1898 تک رسالہ الاسلام الہ آباد میں شائع ہوا ہے۔ مقدمے کا ترجمہ میں نے بالفعل قصداً ترک کر دیا ہے۔ اگر اللہ جل شانہٗ نے اس ترجمہ کو پورا کر دیا تو وہ بھی بعد اختتام ترجمۂ تاریخ ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

میں نے اکثر مقامات میں جہاں علامہ نے کسی واقعے کو بہ نظر شہرت مختصراً بیان کیا ہے۔ وہاں تاریخی مضامین اور معتبر تواریخ سے اخذ کر کے اکثر حاشیے میں اور کم نفس کتاب میں بڑھا دیے۔ میں نے مختصر کا اختصار کہیں جائز نہیں رکھا۔ البتہ بعض مقامات میں اختلاف آرا سے قطع نظر کر کے صرف علامہ کی تحقیق لکھ دی ہے۔

اس میں حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بعد تقریباً چھٹی صدی عیسویں تک کے حالات اور انساب لکھے ہوئے ہیں۔ انبیاے بنی اسرائیل وعرب علیہم السلام اور ملوک یمن و بابل و نینویٰ و موصل و فراعنۂ مصر و عمالقہ وغیرہ وغیرہ کے انساب وحکومت اور ان کے سچے سچے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ **واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔**

احمد حسین غفر اللہ ذنوبہ

20۔ ماہ اکتوبر 1898 الہ آباد

علامہ ابن خلدون کی مختصر سوانح عمری

[توضیح مترجم]

علامہ نے اپنی سوانح عمری تاریخ کے آخر میں تحریر کی ہے، لیکن ہم ترجمۂ تاریخ سے پہلے اس کو ہدیۂ ناظرین کیا چاہتے ہیں۔ اس مناسبت سے کہ جس کی تاریخ کا ترجمہ قدر افزایوں کی خدمات میں پیش کیے جانے کی عزت حاصل کر رہا ہوں اس کی سوانح عمری سے آگاہی پیدا کر لینی مختصر طور پر کیوں نہ ہو، بظاہر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ بہت ہی اختصار کے ساتھ علامہ موصوف کی سوانح عمری دائرۃ المعارف اور نیز علامہ کی تاریخ سے اخذ کر کے تحریر کرتے ہیں۔

آیئے کسی قدر حصہ اپنے قیمتی وقت کا صرف کر کے اس باغ کی بھی سیر کر لیجیے جہاں کہ علامہ سا ہونہار نونہال نشو ونما پا کر ایک ایسا خوشنما سایہ دار درخت ہوا ہے کہ جس کے سایہ میں حشر تک دنیائے تاریخ کی آئندہ نسلیں آرام سے بیٹھ کر مستفید ہوں گی۔

نام ونسب وولادت

مشہور مورّخ ابن خلدون کی کنیت ابو زید نام عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن حسن بن محمد بن جابر بن محمد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن خلدون الاشبیلی المغربی الحضرمی ہے۔ اور

حضر موت (بلاد یمن) کے رہنے والے وائل بن حجر کی نسل سے تھے، جو بلاد عرب میں معروف اور جن کو جناب رسول مقبول صلعم کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ ابو محمد بن حزم کتاب الجمہرہ سے وائل کا نسب اس طرح پر نقل کرتا ہے۔

''وائل بن حُجر بن سعد بن مسروق بن وائل ابن النعمان بن ربیعہ بن حرث بن عوف [بن سعد بن عوف 1] بن عدی بن مالک بن شرحبیل بن حرث ابن مالک بن مرہ بن حمیر بن زید بن الحضر می بن عمر بن عبداللہ بن عوف بن جُردم بن جرسم ابن عبد شمس بن زید بن لوئی بن ثبت بن قدامہ بن اعجب بن مالک [بن مالک 2] بن لوئی بن قحطان۔''

ابو عمر بن عبد البر نے استیعاب میں ذکر کیا ہے کہ وائل جناب رسول مقبول صلعم کی خدمت میں وفد ہو کر آئے تھے۔ جناب موصوف نے وائل کے بیٹھنے کو اپنی چادر بچھا دی تھی اور اس پر ان کو بٹھایا تھا اور یہ دعا فرمائی تھی ''اللّٰھم بارک فی وائل بن حجر وولدہٖ وولدِ ولدہٖ الیٰ یوم القیامۃ'' (اے خدا برکت دے وائل بن حجر میں اور اس کے لڑکے اور لڑکے کے لڑکے میں روز حشر تک۔)

تیسری صدی کی اخیر میں جس وقت امیر عبداللہ مروانی کے اقبال کا پھریرا کامیابی کی ہوا میں اڑ رہا تھا، اس وقت اس مورخ کا جد اعلیٰ خلدون ابن عثمان حضر موت (بلاد یمن) سے اندلس میں آیا اور قریہ قرمونہ میں جہاں پر اس کے ہم قوم مقیم تھے چندے قیام کر کے اشبیلیہ کی طرف چلا آیا۔ ابن حیان اور ابن حزم وغیرہما تحریر کرتے ہیں کہ خلدون کا خاندان اشبیلیہ میں نہایت عزت اور احترام سے ریاست وحکومت کے ساتھ کل زمانہ حکومت بنوامیہ میں زمان الطوائف تک مقیم رہا، گو اخیر اخیر اس خاندان سے امارت وشوکت جاتی رہی تھی۔ لیکن جب ابن عباد کا اشبیلیہ پر تسلط ہوا تو پھر بنو خلدون رتبۂ وزارت سے مشرف کیے گئے۔ ساتویں صدی کے وسط میں جس وقت جلالقہ ابن اوفونش کے قوی حملوں سے اشبیلیہ پائمال ہونے لگا اور اکثر قبائل عرب مضمحل اور فنا ہو چلے تو اس وقت بنو خلدون اشبیلیہ سے جلا وطن ہو کر سبتہ میں چلے آئے، پھر بعد چندے

---

1 قلابین میں عربی نسخے کے مطابق اضافہ کیا گیا۔ [م۔ص]

2 عربی نسخے کے مطابق قلابین میں اضافہ کیا گیا۔ [م۔ص]

یہاں سے بھی برداشتہ خاطر ہو کر ٹونس میں آ بسے۔ ابو یحییٰ سلطان ٹونس بنو خلدون کی اس درجہ عزت کرتا تھا کہ جب کبھی وہ ٹونس سے باہر جاتا تھا تو بنو خلدون کو اپنے قائم مقام چھوڑ جاتا تھا۔ لیکن اس خدمت سے علامہ کے والد محمد بن ابوبکر محمد نے کنارہ کشی کی اور برخلاف اسلاف کے علم وفضل میں اعلیٰ درجہ کا کمال پیدا کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ غرہ رمضان 732ھ میں علامہ پیدا ہوا اور 749ھ میں اس کے والد کا انتقال ہوا۔

تعلیم وسفر

اس نے علامہ ابوعبداللہ محمد [بن سعد] بن نزال انصاری سے قرآن شریف افراداً وجمعاً بہ قرأت سبعہ اور کتاب التفسیر لا حادیث الموطا، کتاب التمہید، کتاب التسہیل، مختصر ابن خطیب وغیرہا پڑھیں۔ اسی اثنا میں علوم عربیہ اپنے والد سے اور اساتذۂ کرام شیخ ابوعبداللہ محمد عربی، ابو عبداللہ شواش، ابو العباس احمد وغیرہم سے کتب درسیہ، اصول اور فقہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحیانی اور ابوالقاسم محمد سے معانی، تفسیر، فلسفہ، منطق، ریاضی، حساب اور علوم لسان و ادب ابو عبداللہ محمد بن بحر سے حاصل کیا، کتب اشعار ستہ اور حماسہ اور کچھ اشعار متنبی کے اور چیدہ چیدہ اشعار کتاب الاغانی کے حفظ کیے اور احادیث شریف کی اجازت امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن جابر سے حاصل کی اور انھیں سے علامہ کو اجازۂ عامہ حاصل ہوا۔ 753ہجری میں ابو محمد بن تافراکین کے ساتھ ٹونس سے بلاد ہوارہ میں چلا آیا۔ اس مقام پر ہواریوں سے لڑائی ہوئی کل مال واسباب لٹ گیا۔ علامہ جان بچا کر کمال بے سروسامانی سے محمد ابن عبدون مالک سبتہ کے پاس چلا گیا۔ ابن عبدون نے پورا سامان سفر درست کر کے ایک قافلہ کے ساتھ مغرب کی طرف روانہ کر دیا۔ مقام قفصہ میں پہنچ کر فقیہ محمد ابن مزنی کے انتظار مین چندے ٹھہرا رہا۔ جب محمد ابن مزنی قفصہ میں آ گیا تو اس کے دوسرے روز یہ دونوں رفیق زاب کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام بسکرہ تک دونوں کا ساتھ رہا، ایام سرما کا زیادہ حصہ یہیں منقضی ہوا، سردی پورے طور سے ختم نہ ہوئی تھی، ہنوز گلابی جاڑا باقی تھا کہ بسکرہ سے علامہ تلمسان میں چلا آیا۔ اور ذی علم ابن ابوعمرو سے شرف ملازمت حاصل کر کے تحصیل وتکمیل علوم باطنی میں مصروف ہوا۔ 755ہجری میں سلطان ابوعنان المرینی جس وقت فاس میں آیا تو اس نے علامہ کی خداداد قابلیت کی یہ قدر افزائی

کی کہ اس کوزاویہ گمنامی سے نکال کر توقع سے زیادہ تکریم واحترام کیا اور اپنے دیوان انشاوتوقیع کا اس کو سردفتر مقرر کرلیا۔ علامہ نے اس کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی بوقت ملازمت پیشکش کیا تھا۔ یہاں بھی اس نے باوجود اس عہدے کے تعلیم وتعلم سے اپنے کو غافل و عاطل نہیں رکھا۔ مشائخین علم ابوعبداللہ محمد ابن الصفا المراکشی، ابوعبداللہ المغربی التلمسانی، ابوعبداللہ محمد ابن احمد شریف العلوی۔ ابوالقاسم محمد ابن یحییٰ برجی۔ ابوعبداللہ محمد ابن عبدالرزاق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہوتا رہا۔

قیداور رہائی

اوائل 757ھ سے حاسدین کے آنکھوں میں علامہ کا یہ رتبہ کانٹا سا کھٹکنے لگا۔ سلطان سے وقتاً فوقتاً برائیاں وغیبت کرتے رہے۔ لیکن سلطان کو اس کی طرف سے سوئے ظنی نہ پیدا ہوئی، اتفاق سے انھیں واقعات کے اثنا میں علامہ کے رسمی تعلقات امیر محمد والی بجایہ سے بڑھ گئے۔ اس وجہ سے کہ زمانہ حکومت موحدین میں علامہ کے خاندان کو اس کے خاندان سے بڑا تعلق تھا۔ حاسدین نے مناسب موقع پا کر سلطان سے یہ جڑ دیا کہ ''امیر محمد صاحب بجایہ بھاگنے والا ہے اور ابن خلدون اس کا مشیر و معین ہے۔'' سلطان نے بلاتحقیق واقعہ دونوں کو قید کر دیا۔ بعد چندے امیر محمد تو آزاد کر دیا گیا۔ لیکن یہ ناکردہ گناہ بدستور پابہ زنجیر رہا تا آنکہ بعد انتقال سلطان وزیر حسن بن عمرو[1] نے اخیر 759 ہجری میں قید سے رہا کر دیا۔ علامہ نے اپنے وطن کا قصد کیا لیکن وزیر موصوف نے روک لیا اور اس کے عہدے پر اس کو بحال کر دیا۔ بعد اس کے 760ھ میں سلطان ابوسالم مرینی بغرض ملک گیری اندلس سے تلمسان میں آیا اور علامہ کو اپنے ہمراہ تلمسان سے فاس میں لایا۔ اتفاق زمانہ اس کو کہتے ہیں کہ چند روز بھی آزادی سے بسر نہ کرنے پایا تھا کہ خطیب ابن مرزوق سلطان پر غالب آیا۔ اور اس بے چارے کو پھر قید کی سیر کرنی پڑی۔ بعد چندے وزیر عمرو بن عبداللہ نے بوجہ مراسم قدیمہ پھر اس کو قید سے آزاد کر کے اس کے عہدے پر اس کو قائم رکھا۔

---

1. عربی نسخے میں عمرو کے بجائے عُمر ہے۔ [م۔ص]

سفر و سیاحت

پھر اوائل 764 ہجری میں اس کے دل نے اندلس کے پر فضا میدان کی سیر کی طرف کھینچا، باوجودیکہ وزیر عمرو اس عزیمت سے مخالفت کر رہا تھا۔ لیکن اس کے مشتاق دل نے چین سے نہ رہنے دیا۔ جبل الفتح (جبل الطارق) کی خوشنما و پر فضا صورتیں دکھلاتے ہوئے 8 ربیع الاول سنہ مذکور کو غرناطہ میں پہنچا دیا۔ سلطان ابو عبداللہ المخلوع نے اس کی تشریف آوری کو مغتنمات سے شمار کر کے کمال بشاشت و مسرت سے استقبال کیا اور اپنے خاص محل میں ٹھہرایا۔ بظاہر اس کی بود و باش تو اسی امر کی شہادت دے رہی تھی کہ اب علامہ غرناطہ ہی میں پیوند زمین ہوگا۔ لیکن کسی غیر ضروری خلاف متوقع وجہ سے برداشتہ خاطر ہو کر غرناطہ سے رخصت ہوا اور فاس ہوتا ہوا 776ھ میں وارد تلمسان ہوا۔ ان کل مقامات میں علامہ کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ بڑے بڑے معزز عہدوں سے ممتاز کیا گیا، حکام بلاد نے مقبولیت اور اعزاز کی آنکھوں سے دیکھا۔ درحقیقت وہ اسی امر کا مستحق تھا کہ وہ سلاطین اور عام خلائق کے مابین ایک دوسرے سے تعلق اور محبت پیدا کرنے کا واسطہ ہوتا، امیر ابو عبداللہ کا اس کو اپنا حجابہ (وکیل) بنانا نہایت صحیح اور درست اور امرا کا اس کو اپنا سفیر مقرر کرنا بے حد موزوں تھا۔

تاریخ کی تالیف

تلمسان ہی کو یہ شرف حاصل ہونا لکھا تھا کہ علامہ نے بعد سفر و سیاحت کے اس مقام پر جم کر چار برس تک قیام کیا اور یہیں اس نے اپنی معتبر معتمد، مشہور تاریخ کو لکھنا شروع کیا۔ مقدمۂ تاریخ خاطر خواہ مرتب کر کے بوجہ شدت علالت بہ اجازت سلطان ابی حمو 780 ہجری میں ٹونس کی طرف اس غرض سے چلا آیا کہ مقابر اجداد میں بعد انتقال کے دفن کیا جائے۔ ٹونس کی آب و ہوا بوجہ مولد و مسکن قدیم ہونے کی اس کے رگ و ریشہ میں ایسی سرایت کیے ہوئے تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں صحیح و تندرست ہو کر حسب معمول درس و تدریس و تالیف میں مشغول ہو گیا۔ اخبار بر بر، زناتہ، دولتین عباسیہ و امویہ ماقبل الاسلام یہیں تحریر کیا۔

سفر اسکندریہ و حج کعبہ

شعبان 784ھ کی کسی تاریخ میں جس وقت کہ سلطان ٹونس دوسرے سفر کی تیاری کر رہا تھا۔ علامہ بھی بخیال حسد حاسدین برداشتہ خاطر ہو کر بہ اجازت سلطان اسکندریہ کی طرف روانہ ہوا۔ بعد چالیس یوم کے اسکندریہ پہنچا، ایک مہینہ کامل بقصد حج بیت اللہ ٹھہرا رہا۔ لیکن اتفاق زمانہ نے حج سے روک کر اس کو قاہرہ میں پہنچا دیا۔ ابتداءً دار العلوم جامع ازہر میں جس کی شہرت آج تک آپ لوگوں کے کانوں کو محظوظ کر رہی ہے، درس و تدریس میں مصروف ہوا۔ بعد چندے سلطان مصر نے طلب کر کے 786ہجری میں مذہب مالکیہ کا قاضی مقرر کیا۔ اسی زمانے میں اس کے اہل و عیال مغرب سے براہ دریا مصر کو آ رہے تھے لیکن مصر کے قریب پہنچ کر ہوائے مخالف سے کل اہل سفینہ غرق ہو گئے۔ علامہ کو اس حادثۂ غیر متوقع نے کچھ ایسا پریشان کر دیا کہ اس نے قاہرہ سے چلے جانے کا قصد کر لیا۔ لیکن تاہم تین برس تک بخیال سلطان اور احباب و اصدقا کے کہنے سننے سے قاہرہ میں ٹھہرا رہا۔ رمضان 789ھ میں حج کرنے کو گیا۔ 790ہجری ماہ جمادی الاولیٰ یا ثانیہ میں حج کر کے مصر واپس آیا اور اپنی معتبر و معتمد تالیف (یعنی تاریخ) کو 797ھ میں ختم کر کے سلطان ابو فارس عبدالعزیز ابن السلطان ابوالحسن المرنی کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد اہل اندلس اور مغرب نے بہت ہاتھ پاؤں مارے سیکڑوں خطوط لکھے، لیکن اس نے مصر سے سفر کا کیا ذکر ہے بہ قصد اندلس حرکت تک نہ کی۔ تا آنکہ 808ھ میں رحمت الٰہی سے جاملا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

●●●

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ ابن خلدون

جلد اول

نحمدہٗ علیٰ الائہ وَنُصَلِّی عَلیٰ سَیِّدِ اَنْبِیَا ئِہ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَحِبَّائِہٖ

انساب عالم

یہ بات بہ اتفاق علماے نسب ثابت ہو چکی ہے کہ ابو البشر (آدمیوں کے باپ) آدم علیہ السلام ہیں۔ اور انھیں کی اولا د و احفاد کی نسل سے نوح علیہ السلام تک تعمیر عالم و عمران ارض ہوتی رہی۔ اور حسب ضرورت و اقتضاے وقت انبیا مثل شیثؑ ، ادریسؑ اور ملوکؑ ہوتے رہے، جب ان لوگوں میں بت پرستی، شرک، کفر، الحاد حد سے بڑھ گیا تو نوح علیہ السلام کی دعا رب لا تذر علیٰ الارض من الکافرین دیارا (اے پروردگار زمین پر کسی کافر کے شہر کو نہ چھوڑ۔) سے عالمگیر طوفان آیا۔ اور سوائے اہل کشتی کے کوئی متنفس اس عذاب جانکاہ سے جان بر نہ ہوا۔ چونکہ اہل سفینہ نے نہ تو اپنے بعد کوئی اولاد چھوڑی اور نہ ان کے توالد و تناسل کا سلسلہ چلا بناءً علیہ کل اہل عالم نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اور جناب موصوف ابو البشر ثانی عالم کے ہیں۔ ان کا نسب حسب توریت مقدس واتفاق نسابین نوح ابن لامک (یا ملک) ابن متوشلخ ابن خنوخ (یا اخنوخ یا اشخ یا اخخ) ابن یرد (یا بیرد) ابن مہلائل (یا ماہلائل) ابن قائن (یا قینن) ابن انوش ابن شیث نبی ابن آدم

علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ شیث کے معنی عطیۃ اللہ کے ہیں۔ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ ادریسؑ نبی کا نام خنوخ تھا لیکن اور نسابین اس کے مخالف ہیں۔ اور حکمائے قدیم کا زعم یہ ہے کہ ادریسؑ نبی وہی ہیں جو فن حکمت میں ہرمِس حکیم کے نام سے مشہور ہیں۔ واللہ اعلم۔

ان اسما میں اختلاف اس وجہ سے ہوا ہے کہ اہل عرب نے اسمائے مذکورہ کو اہل توریت سے لیا ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ مخارج حروف لغات اہل توریت مباین ومخالف مخارج حروف لغات اہل عرب ہیں۔

ژندخوانان فارس اور بیدوانان ہند ماجرائے طوفان سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن بعض علمائے فارس یہ کہتے ہیں کہ طوفان صرف بابل کی زمین میں آیا تھا۔ حالاں کہ کتب سماویہ اس طوفان عالمگیر کی پوری طور سے شہادت دے رہی ہیں۔

نوحؑ کی اولاد

نوح علیہ السلام کے صرف تین لڑکوں سام، حام اور یافث سے تمام امم عالم پیدا ہوئیں۔ یافث بڑے، حام چھوٹے، سام مجھلے تھے۔ طبری نے باب احادیث مرفوعہ میں ایسا ہی تخریج کیا ہے۔ اور یہ کہ سام ابوالعرب (پدر عرب) یافث ابو الروم (پدر روم) اور حام ابوالحبش والزنج (پدر حبش و زنگ) ہے۔ اور بعض میں یوں مذکور ہے کہ سام ابوالعرب والفارس والروم (پدر عرب و فارس و روم) اور یافث ابوالترک والصقالبہ ویاجوج و ماجوج (پدر ترک وصقالبہ و یاجوج و ماجوج) اور حام ابوالقبط والسودان والبربر (پدر قبط وسودان و بربر) ہے۔ اسی طرح ابن مسیّب اور وہب ابن منبہ سے روایت کی جاتی ہے۔ بہرحال اگر یہ احادیث صحیح مان لی جائیں تو یہ اجمالی انساب ہیں، محققین نسابین نے جو انساب کی تفریعیں ذکر کی ہیں ان کے لیے کوئی صحیح نقل ہونی چاہیے۔

طبری نے لکھا ہے کہ نوحؑ کا ایک لڑکا کنعان 1 جس کو عرب یام کہتے ہیں طوفان میں ہلاک ہوا۔ اور دوسرا لڑکا عابر نامی قبل طوفان انتقال کر چکا تھا۔ ہشام نے لکھا ہے کہ نوحؑ کا ایک لڑکا اور تھا جس کا نام بوناطر تھا، لیکن جس پر تمام علمائے تاریخ نے اتفاق کیا ہے وہ یہ ہے کہ سلسلہ توالد وتناسل انھیں تین لڑکوں حام، سام، یافث سے چلا۔ اور یہی بعد ابوالبشر ثانی نوح علیہ وعلیٰ

نبینا الصلوٰۃ والسلام تمام عالم کے مورث اعلیٰ ہیں۔

سام کی اولاد

سام ابن نوحؑ کی اولاد سے عرب اور ابراہیمؑ اور ان کے لڑکے ہیں۔ ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ ان کے پانچ لڑکے ارفخشد، لاوذ، ارم، اشوذ، غلیم تھے، گو اولاد لاوذ ابن سام کا توریت میں کچھ ذکر مذکور نہیں ہے۔ لیکن ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ لاوذ سے طسم، عملیق، جرجان، فارس، چار لڑکے پیدا ہوئے۔ عملیق سے جاسم کا گروہ ہے، جس میں سے فراعنۂ مصر، کنعانیں، برابرہ شام بنی لف، بنی ہزان، بنی مطر، بنی ازرق، بدیل، راحل، ظفار ہیں۔ ارم ابن سام کے چھ لڑکے عبیل، عبد ضخم، عوص، کاثر، ماش، (یا مشیخ) حول ہوئے۔ عاد بن عوص زمین احقاف میں حضرموت کے گردونواح میں رہتا تھا۔ اور اولاد کاثر سے ثمود، جدیس، جرموق ہیں۔ ثمود کا مسکن شام وحجاز کے مابین مقام حجر میں تھا۔

طبری روایت کرتا ہے کہ عاد، ثمود، عبیل، طسم، جدیس، امیم، عملیق کو اللہ تعالیٰ نے زبان عربی سکھلایا تھا، یہی لوگ عرب عاربہ کہلاتے ہیں۔ اور کبھی یقطن بھی عرب عاربہ سے شمار کیا جاتا ہے۔ اور عرب عاربہ کو عرب بائدہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا وجود اب کہیں نہیں پایا جاتا۔ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ ہشام ابن محمد کا یہ خیال ہے کہ نبطی، اولاد نبط بن ماش بن ارم سے اور سریان بنی سریان بن نبط سے ہیں۔

اشوذ ابن سام کے چار لڑکے ایران، نبیط، جرموق، باسل ہیں۔ ایران سے فارس وکرد اور خزر، نبیط سے نبط اور سریان، جرموق سے جرامقہ اور اہل موصل، باسل سے اہل دیلم اور اہل جبال ہیں۔ **ھکذا رواہ ابن سعید** غلیم ابن سام کے لڑکے فارس اور لاوذ ہیں اور لاوذ کے تین لڑکے طسم، امیم، عملاق مشہور ہیں۔ ارفخشذ ابن سام یہ وہی بزرگ ہے، جس کو عالم میں یہ

---

1. کنعان کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے اور قرآن میں اس کا نام تو نہیں آیا ہے لیکن اس کے واقعات جو نوحؑ کے ساتھ پیش آئے تھے وہ مذکور ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہی کنعان ہے، کیوں کہ کنعان کے سوا نوحؑ کا کوئی لڑکا غرق طوفان نہیں ہوا اور یہ ان کا صلبی لڑکا تھا۔ قرآن میں اس پر ابن کا لفظ اطلاق کیا گیا ہے۔ اور عرب ابن صلبی لڑکے کو کہتے ہیں نہ کہ ربیب کو۔ [مترجم]

شرف حاصل ہوا کہ اس کی نسل سے انبیاے کرام ورسل عظام ہوئے۔ اس کے خاندان میں جس طرح نبوت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چلتا نظر آتا ہے، اسی طرح سلطنت نے بھی اس کا ساتھ دیا ہے۔ اس کی صلب سے شالخ اور شالخ کی صلب سے عابر پیدا ہوا۔ عابر کے دولڑکے تھے ایک فالغ اور دوسرا یقطن محققین نسابہ کے نزدیک اسی کو قحطان کہتے ہیں؛ کیونکہ عرب نے یقطن کو معرب کر کے قحطان بنالیا ہے۔ فالغ سے ابراہیمؑ اور ان کی نسلیں ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ اور یقطن سے بہت سی شاخیں نکلی ہیں، توریت میں ان میں سے تین مرداد، معربہ،1 مضاض کا ذکر ہے۔ حالانکہ جرہم، حضور، سالف، سبا، حضرموت، بباراح، اوزال، دفلا، عوثال، افیمائیل، ایوفیر، حویلا، یوفاف اسی یقطن ابن سام کی نسل سے ہیں۔ حضور اور سالف اہل سلفات کے مورث اعلیٰ ہیں اور سبا یمن وحمیر وتبابعہ کا، ایوفیر ہندوسندھ کا جداعلیٰ ہے۔

---

1 یہاں ایسا معلوم ہورہا ہے کہ "معربہ" کوئی نام ہے، دراصل مترجم سے یہاں سہو ہوگیا ہے۔ معربہ کوئی نام نہیں ہے بلکہ ابن خلدون صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرداد کا معرب (عربی نام) مضاض ہے۔ [م۔ص]

شجرۂ نسب بنی سام

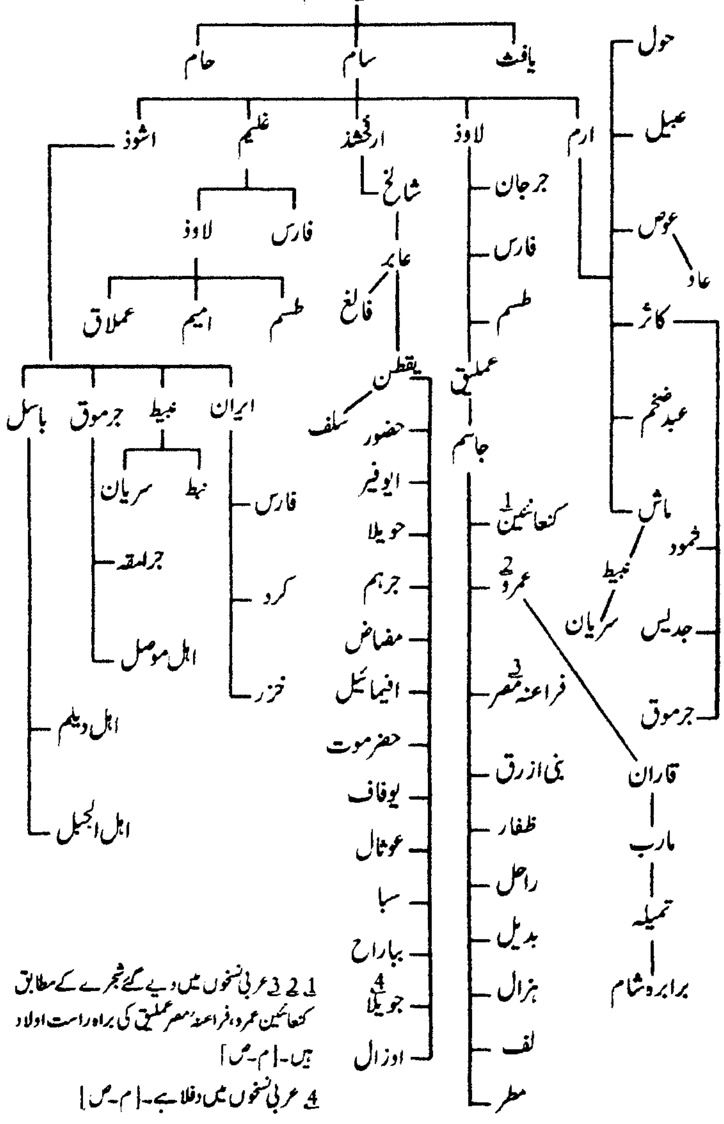

1، 2، 3 عربی نسخوں میں دیے گئے شجرے کے مطابق کنعانیین عمرو، فراعنۂ مصر عملیق کی براہ راست اولاد ہیں۔[م۔ص]

4 عربی نسخوں میں وفلا ہے۔[م۔ص]

یافث کی اولاد

یافث ابن نوحؑ کی اولاد سے بہ اتفاق نسابہ اہالیان ترک، چین، صقالبہ، یاجوج و ماجوج ہیں۔ اور ان دو پچھلوں (یاجوج و ماجوج) میں کچھ اختلاف ہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ یافث کے سات لڑکے کومر، یاوان، ماغوغ، قطوبال، ماشخ، ماذائے، طیراش تھے۔ جیسا کہ توریت میں ہے۔ اور ابن اسحاق نے شمار کیا ہے۔ اسرائیلیات کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ توغرما ابن ترک ابن کومر سے اہل خزر، اور اشبان ابن ترک سے صقالبہ اور [یغاث] ابن ترک سے فرنج ہیں۔ ترک کی کل شاخیں کومر کی اولاد سے ہیں۔ علامہ ابن سعید ترک کو عامور ابن سویل بن یافث کی طرف منسوب کرتا ہے۔ حالانکہ عامور اور کومر دو شخص نہیں ہیں۔ کومر ہی کو عامور بھی کہا کرتے تھے۔ ہمارے خیال میں پھر بھی ان دونوں روایتوں میں اختلاف باقی رہا کیونکہ علامہ ابن سعید کی تحریر صاف طور سے شہادت دے رہی کہ عامور یافث کا پوتا ہے اور توریت سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ کومر یافث کا لڑکا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

کومر ابن یافث سے ترک پیدا ہوا اور ترک کے اجناس سے غور، خزر، قفچاق، (یا خفشاخ) یمک، علان جس کو آز بھی کہتے ہیں۔ شرکس (یا چرکس) ازکش، طغرغر، (جس کو تتر بھی کہتے ہیں اور ارض [طغماج] میں رہتے تھے۔) خطا، الغز، توغرما، اشبان، ریغاث ہیاطلہ ہیں۔

طغرغر تاتاریوں کا اور الغز سلجوقیوں کا اور ہیاطلہ خلجیوں کا اور ریغاث فرنج کا اور خزر ترکمان کا مورث اعلیٰ ہے۔ لیکن بعض علمائے نسب کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکمان اولاد توغرما سے ہیں۔ یاوان ابن یافث کے (جس کو یونان بھی کہتے ہیں۔) چار لڑکے داود[1] بن والیشا، کیتم، ترشیش پیدا ہوئے۔ کیتم کو علمائے نسب ابوالروم (پدر روم) اور ترشیش کو اہل طرسوس کا مورث اعلیٰ بتلاتے ہیں۔ اور ماغوغ ابن یافث کی نسبت عام طور سے یوں مشہور ہو رہا ہے کہ یاجوج اسی کی صلب سے ہیں۔ اہروشیوش مورخ روم نے قوط اور لطین کو بھی ماغوغ کی اولاد سے شمار کیا ہے۔ قطوبال ابن یافث کی اولاد نے بھی خوب خوب نسلی ترقیاں حاصل کیں۔ اس کی نسل

---

1. داود بن والیشا سے یہاں اشتباہ ہوتا ہے کہ داود والیشا کا لڑکا ہے، اس لیے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ داود اور والیشا دونوں بھائی ہیں اور یاوان کے لڑکے ہیں۔ بنی یافث کا شجرہ دیکھیے۔ [م۔ص]

سے مشرق میں اہل چین اور مغرب میں الماں (جرمن) والے ہیں۔ بعض لوگوں نے افریقہ میں بربریوں اور فرنج کو بھی قطوبال ہی کی نسل سے شمار کیا ہے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اہل اندلس بھی اسی کی نسل سے اور ان سے قدیم ہیں۔

ماشخ ابن یافث کی طرف اہل خراساں منسوب کیے جاتے ہیں۔ اور ماذاے ابن یافث سے صرف ایک لڑکا دیلم جس کو زبان عبرانی میں ماہان کہتے ہیں پیدا ہوا۔ اور طیراش ابن یافث سے ایک لڑکا فارس پیدا ہوا۔ بخیال اسرائیلین طیراش کی اولاد خراسان میں صاحب دولت و حکومت تھی لیکن اب ان کے قبضۂ اقتدار میں زمام حکومت وسلطنت نہ رہی۔

شجرۂ نسب بنی یافث

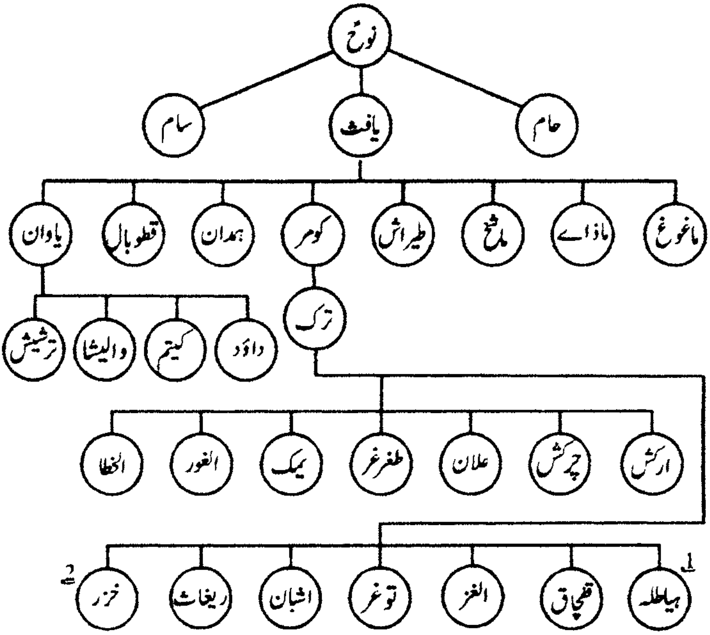

1، 2 پیش نظر شجرے میں ہیاطلہ اور خزر ترک کی اولاد ہیں جب کہ عربی نسخوں کے مطابق ہیاطلہ الغز اور خزر توغرما کی اولاد ہیں۔ [م۔ص]

حام کی اولاد

حام ابن نوحؑ کی اولاد سے سودان، ہند، سند، قبط، کنعان بالاتفاق ہیں۔ لیکن پچھلے دو میں اختلاف ہے جیسا کہ توریت میں ہے۔ ان کے چار لڑکے مصر، (یا مصرایم) کنعان، کوش، قوط تھے۔

مصر ابن حام کے سات لڑکوں میں سے لہابیم، بفتوحیم، لودیم کا کچھ حال نہ تو کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے اور نہ ان کا کچھ ذکر توریت میں ہے۔ باقی رہے کسلوحیم، فتردسیم، کفتورع، عنامیم، یہ سب اسکندریہ اور اطراف اسکندریہ میں آباد و سکونت پذیر ہوئے۔

کنعان ابن حام کے بارہ لڑکے[1] (1) صیدون (اطراف صیدا میں اس کی نسل پھیلی) (2) ایموری (3) کرساش (ان دونوں کی اولادیں شام میں رہتی تھیں۔ لیکن بعد غلبۂ یوشعؑ افریقہ کی طرف چلی گئیں۔) (4) بیوسا (یہ بیت المقدس میں رہا اور یہیں اس کی نسل نے ترقی کی۔ بعد غلبہ داؤدؑ اس کی اولاد افریقہ و مغرب کی طرف بھاگ گئی۔ ظاہر اقیاس شہادت دیتا ہے کہ بربری انھیں مفرورین کی اولاد سے ہوں۔ گو محققین علمائے نسب نے ان کو مازیغ ابن کنعان کی اولاد سے بتلایا ہے۔ ممکن ہے کہ مازیغ انھیں لوگوں میں سے ہو۔) (5) مازیغ (6) حیث (عوج بن عناق یا عنق اسی نسل کا مشہور بادشاہ ہے) (7) عرفان (8) اروادی (9) خویٰ (ان لوگوں نے اپنی قیام گاہ نابلس کو قرار دیا) (10) سبا (یہ طرابلس میں رہا) (11) ضمارائے (اس نے حمص کو جائے سکونت ٹھہرایا) (12) حما (اس کی فرودگاہ انطاکیہ تھی) مشہور اور کتب تواریخ میں مذکور ہیں۔

کوش ابن حام کے پانچ لڑکوں سفنا، سبا، جویلا، (یہی اہل برقہ کا مورث اعلیٰ ہے) رعما، سفخا کا ذکر توریت میں بھی ہے۔ لیکن ہشام ابن محمد کی روایت شہادت دیتی ہے کہ ثمود کوش

---

1 ابن خلدون نے توریت کے حوالے سے کنعان بن حام کے گیارہ لڑکے لکھے ہیں، دارالفکر (12:2) اور دارالکتب العلمیہ (15:2) کے عربی نسخے ملاحظہ ہوں۔ حروف کی تبدیلی کے ساتھ ان گیارہ لڑکوں کے نام توریت میں اس طرح ہیں۔ (1) صیدا (2) حت (3) یبوسی (4) اموری (5) جرجاسی (6) حوی (7) عرقی (8) سینی (9) اروادی (10) صماری (11) حماتی (توریت، کتاب پیدائش باب 10)۔ شجرے میں بھی کنعان کے گیارہ لڑکے دکھائے گئے ہیں، ''سبا'' کا نام شجرے میں نہیں ہے، شجرۃ النسب بنی حام دیکھیے۔ [م۔ص]

ابن حام کا چھٹا لڑکا ہے۔

قوط ابن حام سے ایک لڑکا قبط پیدا ہوا اور یہی بہ خیال بعض علمائے نسب قبطیوں کا جد اعلیٰ ہے۔ سوڈانیوں اور حبشیوں کی نسبت طبری کی روایت کافی طور سے شہادت دے رہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جنس اور ایک ہی نخل کی شاخ یعنی حام ابن نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ ہشام ابن محمد تحریر کرتا ہے کہ کنعان ابن حام کا ایک لڑکا اور علاوہ اول بارہ لڑکوں کے کوش نامی تھا، جس کی صلب سے نمرود پیدا ہوا تھا۔

شجرۂ نسب بنی حام

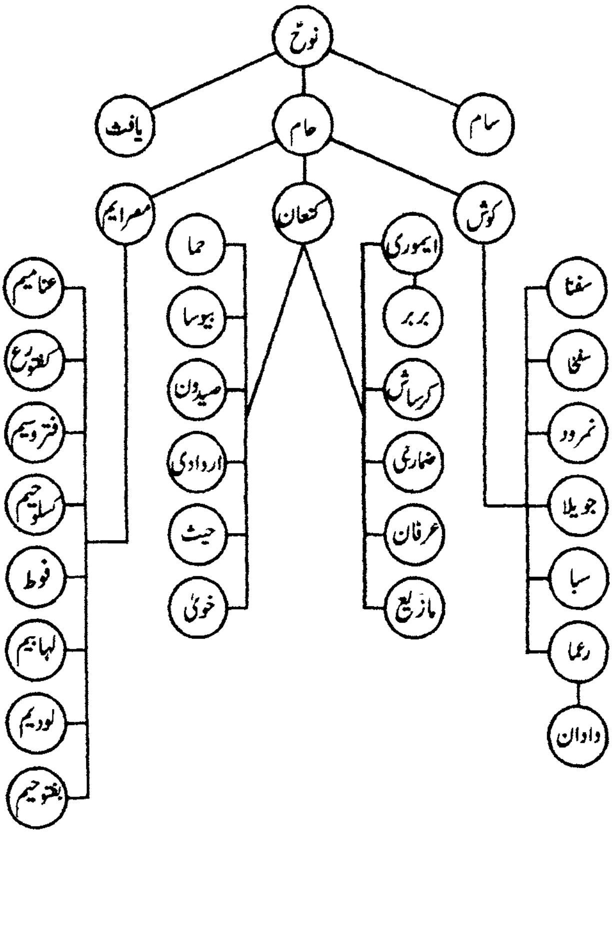

نوحؑ کا حلیہ

[توضیح مترجم]

مورخ علامہ ابن خلدون نے شاید بوجہ شہرت نوحؑ کے حالات سے بالکل تعرض نہیں کیا لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ شائقین فن تاریخ جن کو زمانے نے اپنے اسلاف کے حالات سے واقفیت پیدا کرنے کی مہلت نہیں دی وہ اس سے محروم رہ جائیں۔ اس وجہ سے ہم نوحؑ کے ان حالات سے جو کہ مشہور معروف ہیں اعراض کر کے ضروری ضروری باتیں عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ عجب نہیں کہ ہمارے مشتاق ناظرین اپنے عزیز و قیمتی وقت کو کسی قدر ان حالات کے دیکھنے میں بھی صرف کر دیں۔ سب سے پہلے نوح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ بعد ادریسؑ کے نبوت سے وہ سرفراز کیے گئے، یہ پہلے نبی ہیں کہ ان کی شریعت نے آدمؑ کی شریعت کو منسوخ کیا۔ ان کی دعا سے کفار وملحدین عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے سب سے پہلے آپ ہی نے نماز کے اوقات حسب مشیت ایزدی مقرر فرمائے۔

نوحؑ کا چہرہ نرم اور سر بڑا طول کی جانب مائل تھا، آنکھیں بڑی، بازو پر گوشت، پنڈلیاں پتلی، رانیں موٹی تھیں۔ ماشاء اللہ جیسی آپ کی داڑھی بڑی تھی، ویسا ہی قد و قامت بھی موزوں اور مزاج میں غصہ تھا۔ پچاس برس کی عمر میں نبی ہوئے۔ چھ سو برس تک وعظ و پند کرتے رہے۔ لیکن بدنصیب قوم نے گمراہی و کفر والحاد سے منہ نہ پھیرا۔ آخر الامر آپ کی دعائے بد سے جس وقت آپ کی عمر چھ سو برس سے متجاوز ہو کر دوسرے مہینے کے سترہ دن کی ہو چکی تھی، ایک عالمگیر طوفان آیا، جس سے کفار ہلاک ہوئے اور مومنین نے نجات پائی۔ طوفان کے واقعات کو ہم بوجہ شہرت نہیں ذکر کیا چاہتے۔ ہاں البتہ اس قدر لکھ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ طوفانی پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک رہا دسویں رجب کو کشتی جس پر جناب نوحؑ مع اہل وعیال اور چالیس

آدمیوں کے سوار تھے۔ جبل جودی (جودی کے پہاڑ) پر جو کہ سرزمین جزیرہ میں ہے۔ ٹھہری اور دسویں محرم کو کشتی سے اتر کر قریہ قردی میں فروکش ہوئے۔ اور اس کا نام سوق ثمانین رکھا۔ اس وجہ سے کہ اس وقت وہ قریہ انھیں اسّی گھروں سے آباد کیا گیا تھا۔ جو اس وقت تک اسی نام سے موسوم ہے۔ الغرض کشتی سے اتر کر قیام پذیر ہونے کے بعد آپ اور اہل کشتی نے حسب حکم ایزد تعالیٰ قربانی کیا اور جب رمضان کا مہینہ آیا تو آپ نے روزے رکھے اور بعد طوفان کے تین سو پچاس برس زندہ رہے۔ اس حساب سے آپ کی عمر پورے ایک ہزار سال کی ہوئی جیسا کہ کلام مجید فرقان حمید کی اس آیۂ کریمہ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا سے (اپنی قوم میں نوحؑ ایک ہزار سال رہے بہ استثنا پچاس برس یعنی نو سو پچاس برس بعد نبوت اور پچاس برس قبل نبوت کے) مفہوم ہوتا ہے۔ آدم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے وقت سے غرق ارض (یعنی طوفان) تک دو ہزار دو سو بیالیس برس ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

عرب

[توضیح مترجم]

یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ لفظی ترجمہ ہم نہ کریں گے۔ اور نہ اختلافات سے چنداں بحث کریں گے۔ مطلب کی بات ہاتھ سے نہ جانے دیں گے اور نہ کوئی تاریخی واقعہ فروگذاشت کریں گے۔ اکثر مقامات پر ہم اپنے مشہور مورخ ابن خلدون سے بھی علاحدہ ہو کر گذر جائیں گے۔ لیکن نہ ایسا کہ مطلب خبط و عبارت بے ربط ہو جائے اور قدر دانانِ فن تاریخ کو دلچسپی نہ ہو۔ آیئے! ہم آپ کو کل ان امور سے قطع نظر کر کے جن کو کہ نفس تاریخ سے کچھ تعلق نہیں اور نہ ان سے آپ کو دلچسپی ہو سکتی ہے، عرب کی (جو کہ ہم لوگوں کے آباواجداد کا اصلی مسکن ہے، جس کے نام پر ہر مسلمان جان فدا کرنے کو ہر وقت مستعد رہتا ہے۔ جہاں ہمارا ہادی برحق سیدا لانبیا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوا تھا۔) دلخواہ اسی طریق سے سیر کرائیں، جس صورت سے ہمارے مشہور مورخ نے کتاب ہذا میں اس کے خال خال کا نقشہ کھینچ کر دکھلا دیا ہے۔ [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

عرب [1] کی حدود اربعہ (چاروں حدیں) جہاں کہ بنی سام، بنی حام سے لڑ بھڑ کر بابل

---

1. پہلے یہ ملک بہ وسیلہ خاکنائے سویز گوشۂ شمال و مغرب میں براعظم افریقہ سے ملا ہوا تھا۔ لیکن نہر سویز کے کھد جانے سے یہ اس سے علاحدہ ہو گیا ہے۔ لمبائی اس کی سترہ سو میل اور رقبہ دس لاکھ میل مربع ہے۔ اب باشندوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی جاتی ہے جس سے فی مربع میل 12 آدمیوں کی آبادی ہوئی۔ [مترجم]

سے آنے والے ہیں، یوں بیان کی جاتی ہیں کہ اس جزیرہ نما عرب کو پچھم کی طرف بحر ابنائے باب المندب و بحر احمر (جس کی دوسری طرف افریقہ ہے) اور پورب سے خلیج فارس اور اُتر سے فلسطین و ملک شام اور دکھن سے بحر عرب گھیرے ہوئے ہے۔

طبقات عرب

یہ بات قابل یادر کھنے کے ہے کہ عرب چار طبقوں پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے کہ پہلے گروہ کو عرب عاربہ کہتے ہیں بہ معنی **رساخته فی العروبیة کما یقال لیل الیل صوم صائم او بمعنی الفاعلة للعروبیة و المبتدعة لها** (یعنی اس گروہ کو عرب عاربہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس گروہ کو عربیت میں بہت دخل تھا۔ جیسا کہ عرب تمثیلاً کہتا ہے **لیلٌ الیلُ صَوْم صَائِم** یا اس وجہ سے کہ اس گروہ پر عرب عاربہ کا اطلاق ہوا کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل اور مبتدع ہے۔) اور کبھی اس گروہ کو عرب بائدہ (بمعنی ہالکہ) سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ کوئی شخص ان کی نسل سے جہاں میں باقی نہیں رہا۔

عرب کی وجہ تسمیہ

اب باقی رہی یہ بات کہ عرب کو عرب کیوں کہتے ہیں، بجائے عرب کے اس کو دوسرے نام سے مشہور کرتے تو کیا ہرج تھا۔ اس کی وجہ علامہ اور نیز اور مورخین نے یہ ظاہر کی ہے کہ یہ گروہ اپنے معاصرین میں بیان و فصاحت و بلاغت کلام و طلاقت لسان میں مشاہیر عالم سے تھے اور ظاہرا قیاس بھی اسی امر کا مقتضی ہے۔ گو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نکتہ بعد الوقوع ہے۔

عرب عاربہ

بہر کیف یہ گروہ جس کو عرب عاربہ کہتے ہیں ان کی بہت سے شاخیں ہیں از انجملہ عبیل، جدیس، عبد ضخم، حضور، عاد اولیٰ، ثمود، عمالقہ، طسم، امیم، جرہم، حضرموت ہیں یہ اور جو لوگ کہ عرب عاربہ سے ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں وہ سب کے سب لاوذ ابن سام ابن نوحؑ کی

اولاد سے ہیں۔

اس گروہ نے نہ تو اپنے رہنے کے لیے کوئی مکان بنایا تھا اور نہ بارہوں مہینے ایک مقام پر کبھی اپنا قیام رکھا تھا۔ اگر آج ان کا بہ اقتضائے مصلحت وقت کسی صاف چٹان میدان میں قیام ہے۔ تو کل بکریوں اونٹوں کے خیال سے ہرے بھرے بیابانوں میں ہوگا۔ کھانے پینے کے بھی چنداں محتاج نہ تھے کہ خواہ مخواہ رزق کی جستجو میں اپنے کو جہان گرد بناتے۔ وہ ہمیشہ اونٹوں، بکریوں کے دودھ و گوشت سے اپنی سیری کر لیتے تھے۔ کبھی کبھی جنگلی میووں اور صحرائی حبوب سے بھی اپنے وسیع دسترخوان کو زینت دے دیتے تھے۔ غرض کہ مصلحت وقت اور ان کی ضرورتوں نے ان کو اقلیم ثالث میں مابین بحر محیط مغرب سے اقصائے یمن تک اور مشرق میں حدود ہند تک رکھا اس گروہ میں بھی حسب ضرورت و مشیت ایزدی انبیاے کرام مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ ہم تھوڑی دور آگے چل کر مفصل بیان کریں گے۔

عرب مستعربہ

دوسرا گروہ عرب مستعربہ کہلاتا ہے یہ گروہ جیسا کہ عرب عاربہ سے نسباً قریب ہے، ویسا ہی زمانا بھی اس کو اس سے قرب حاصل ہے، اس گروہ نے بھی خوب خوب ترقیاں کیں۔ دولت، حکومت، عزت نے بھی مدتوں اس گروہ کا ساتھ دیا۔ حمیر اور کہلان اسی گروہ کے نامی خاندانوں میں سے ہیں۔ یہ وہی گروہ ہے جس نے کہ عرب کے پہلے طبقے (یعنی عرب عاربہ) پر غالب آ کر ان کی حکومت اور دولت کا نام عالم ہستی کے صفحے سے ایسا مٹا دیا کہ حشر تک نام کے سوا ان کا نشان کہیں ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا۔

جرہم [1] اسی دوسرے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس میں کہ آنے والے طبقۂ ثالثہ کے مورث اعلیٰ حضرت اسماعیل پرورش پائیں گے۔ اور انھیں سے عربی زبان سیکھیں گے اور انھیں

---

1 جرہم جو کہ نسل عرب عاربہ سے تھا وہ زمانہ عاد اولیٰ میں تھا۔ اور یہ جرہم قحطان ابن عابر کا لڑکا ہے۔ علماے نسب نے اس کو یمن کے عربوں سے شمار کیا ہے۔ یعرب ابن قحطان نے اس کو والی حجاز مقرر کیا تھا۔ [مترجم]

مترجم نے اس حاشیے کو کہاں سے نقل کیا ہے اس کی وضاحت نہیں ہے، البتہ ابن خلدون نے ابن سعید کے حوالے سے معمولی فرق کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے۔ تاریخ ابن خلدون (2:37-38) دیکھیے۔ [م۔ص]

حجازیوں کی طرف مبعوث بھی ہوں گے۔ ان کا مسکن و ماوا سرزمین یمن تھا۔ یمن کچھ حدود جزیرہ نما عرب سے باہر نہیں ہے بلکہ اسی جزیرہ نما کا یہ بھی ایک ٹکڑا اور حجاز کی جانب جنوب واقع ہے۔ یہ لوگ اپنے ہر بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ کلام پاک [1] ربانی میں بھی اس قوم کا ذکر آ گیا ہے۔ قحطان وغیرہ اور کل وہ لوگ جو کہ عرب تابعہ سے ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں، سب کے سب عابر ابن شالخ ابن ارفخشذ ابن سام ابن نوحؑ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے شمار کیے جاتے ہیں۔

عرب تابعۂ عرب

تیسرے طبقے کا نام تابعۂ عرب ہے اس کے مورث اعلیٰ اسماعیلؑ نہ تو جزیرہ نما عرب کے رہنے والے تھے اور نہ ان کی زبان عربی تھی۔ ان کو مع ان کی ماں ہاجرہ علیہا السلام کے ابراہیمؑ بہ الہام ربانی واستدعائے سارہ علیہا السلام سرزمین مکہ مقام حجر میں چھوڑ آئے۔ بنی جرہم میں آپ نے، جس کا ذکر اجمالاً عرب مستعربہ میں ہو چکا ہے، پرورش پائی۔ اور انھیں سے زبان عربی سیکھی اسی خاندان میں آپ کی شادی ہوئی اسی سرزمین میں آپ کی آئندہ نسلوں نے نمایاں ترقیاں حاصل کیں۔ یہ تیسرا طبقہ جس کو فالخ ابن عابر ابن شالخ ابن ارفخشذ ابن سام ابن نوحؑ سے نسباً تعلق ہے طبقۂ ثانیہ یعنی عرب مستعربہ سے زماناً اور نسباً بہت ہی قریب ہے، کیوں کہ طبقۂ ثانیہ

---

[1] کلام مجید کے چھبیسویں پارہ سورہ قاف کے پہلے رکوع کی اس آیت میں یوں مذکور ہے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَاصحٰبُ الرَّسِّ وثمودُ، وعادٌ وفرعونُ وَاِخوان لوطٍ o واصحٰب الایکة وقومُ تُبع ط كلٌ كذبَ الرسل فحق وعيدo

یعنی تمھاری قوم سے پہلے اے محمدؐ جھٹلا چکی ہے نوحؑ کی قوم نوحؑ کو اور اہل رس اپنے نبی حنظلہؑ بن صفوان یا کسی اور نبی کو اور ثمود یعنی صالحؑ کی قوم صالحؑ کو اور عاد ہودؑ کو اور فرعون موسیٰؑ کو اور لوط کے بھائیوں یعنی قوم لوط لوطؑ کو اور اہل ایکہ یعنی بن کے رہنے والوں نے شعیبؑ کو اور تبع کی قوم تبع کو۔ ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو جیسا کہ جھٹلایا تم کو تمھاری قوم قریش نے، پس واجب ہوا ان پر نزول عذاب۔ مفسرین رحمہم اللہ نے تحریر کیا ہے کہ تبع یمن میں ایک بادشاہ حمیری تھا جس کا نام اسعد بن ملکی کرب تھا اور کنیت اس کی ابو کرب تھی۔ پھر ایمان لایا اور اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا لیکن قوم نے اس کو بھی جھٹلایا تھا۔ [مترجم]

والے عابر ابن شالخ کی اولاد سے ہیں اور طبقۂ ثالثہ والے فالخ ابن عابر ابن شالخ کی نسل سے ہیں۔

عرب مستعجمہ

چوتھا طبقہ جو کہ درحقیقت طبقۂ ثالثہ کی اولاد واحفاد سے ہے۔ عرب مستعجمہ کہلاتا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ظاہر کی جاتی ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک والحاد کی تاریکی سے نکال کر ایک نئے طرز کی دولت وحکومت کی بنا ڈالی اور اس طبقہ رابعہ کی ترقی کرنے والی نسلوں نے مشرق سے مغرب تک پھیل کر اپنی کامیابی کے پھریرے بڑے بڑے شاندار ممالک کے بلند میناروں پر اڑائے اور عجمیوں کی مخالطت ومجالست نے ان کی اس زبان کو جو کہ اصلی مادری زبان کے قائم مقام ہورہی تھی، ایسا کچھ متغیر ومتبدل کردیا کہ بظاہر بالکل مخالف ہوگئی۔ اس وقت اس چوتھے طبقے کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کو عرب مستعجمہ سے تعبیر کیا۔ یہ ایک بات قابل یادرکھنے کے ہے کہ (اولاً) عرب اب تک علی العموم ہر اس شخص کو جو کہ جزیرۃ العرب کا رہنے والا نہ ہو عجمی کہتا ہے اور (ثانیاً) عرب تاریخی حالات کے اعتبار سے چار طبقوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ ورنہ بہ لحاظ زبان عرب کے دو ہی طبقے مشہور ہیں ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ۔

ترتیب کتاب

پہلے طبقۂ اولیٰ یعنی عرب عاربہ کے انساب اوران کی دولت وحکومت کے حالات بیان کریں گے۔ بعدازاں طبقۂ ثانیہ یعنی عرب مستعربہ بنی حمیر بن سبا کے انساب اوران کے ملوک تبابعہ کی حکومت ودولت کے تذکرے لکھ کران کے معاصرین ملوک بابل سریانئین وملوک موصل ونینوا وقبط، ملوک مصرو بنی اسرائیل وصابئہ وفارس ودولت یونان واسکندریہ وقیاصرہ روم کے حالات وانساب لکھیں گے۔

پھر طبقۂ ثالثہ عرب تابعہ عرب یعنی قضاعہ وقحطان وعدنان اوران کی دونوں شاخیں ربیعہ ومضر کے حالات لکھنے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ پس پہلے قضاعہ کے انساب اوران کی حکومت جوکہ آل نعمان کی حیرہ وعراق میں تھی اوران کے مزاحمین ملوک کندہ بنی حجرآکل المرار کی شام میں وبنی جفنہ کی بلقا میں واوس وخزرج کی مدینہ نبویہ میں تھی، لکھیں گے۔ بعداس کے بنو عدنان کے انساب اوران کی حکومت کا حال جوکہ مکہ میں قریش کے قبضے میں تھی تحریر کریں گے۔ بعداس کے ہم شرافت وکرامت کو بیان کریں گے۔ جواللہ تعالیٰ نے قریش کواز قسم نبوت وہجرت وسیر نبویہ مرحمت فرمایا ہے۔اس قدر لکھنے کے بعد خلفاے اربعہ کے حالات اوران کے زمانے کی روت وفتوحات وفتن کے تذکرے ارقام کریں گے۔

پھر خلفاے اسلام بنی امیہ، عباسیہ، علویہ پھر دولت عبیدیہ، اسماعیلیہ کا جوکہ قیروان ومصر میں تھی، پھر قرامطہ کا جوکہ بحرین میں تھی، پھر دعات طبرستان ودیلم پھر علویہ کی اس حکومت کا بیان ہوگا جوحجاز میں تھی۔ پھران بنی امیہ کو لکھیں گے جو بنی عباس سے اندلس میں منازعت کرتے تھے۔ پھر مستبدین دعوت عباسیہ یعنی بنی اغلب کو جوکہ افریقہ میں تھے اور بنی حمدان کو جوکہ شام میں

تھے۔ اور بنی مقلد کو جو کہ موصل میں تھے۔ اور بنی صالح بن کلاب کو جو کہ حلب میں تھے اور بنی مروان کو جو کہ دیار بکر میں تھے اور بنی اسد کو جو کہ حلہ میں تھے اور بنی زیاد کو جو کہ یمن میں تھے اور بنی ہود کو جو کہ اندلس میں تھے لکھیں گے۔

اس قدر لکھنے کے بعد ہم قائمین دعوت عبیدیہ یعنی صلحیون کو جو کہ یمن میں تھے اور بنی ابی الحسن کلبی کو جو کہ صقلیہ اور اطراف مغرب میں تھے لکھ کر پھر ان لوگوں کے حالات لکھیں گے، جو دولت عباسیہ کی دعوت عجم میں کر رہے تھے۔ یعنی بنی طولون مصر میں اور بنی طغج و بنی صفار فارس و بجستان میں اور بنی سامان ماوراء النہر اور بنی سبکتگین غزنہ و خراسان میں اور غوریہ غزنہ و ہند میں اور کردی بنی حسنویہ خراسان میں۔

اس کے بعد ان دو اسلامی حکومتوں کا حال ضبط تحریر میں لائیں گے، جو بعد دولت عرب بڑی سلطنتوں میں سے شمار کی جاتی ہیں، یعنی دیلم سے بنی بویہ اور ترک سے سلجوقیہ۔ ملوک سلجوقیہ کے متبعین ہی طغتکین شام میں اور قطلمش بلاد روم میں اور بنی خوارزم شاہ بلاد عجم و ماوراء النہر میں اور بنی سقمان خلاط و ارمینیہ میں اور ارتق ماردین میں اور بنی زنگی شام میں اور بنی ایوب مصر میں تھے۔

پھر ان ترک کے حالات لکھے جائیں گے جو ان کے ممالک کے وارث ہوئے اور دولت اسلام کو خلافت عباسیہ سے لے لیا۔ پھر ان کی اسلام میں داخل ہونے کی کیفیت بیان کی جائے گی اور یہ بنی ہلاکو عراق میں اور بنو زوشیخان شمال میں اور بنی ارتنا بلاد روم میں اور بعد بنی ہلاکو کے بنی شیخ حسن بغداد میں اور بنی مظفر اصفہان و شیراز و کرمان میں اور بعد بنی ارتنا کے ملوک بنی عثمان ترکمان سے بلاد روم وغیرہ میں ہیں۔ بعد ازاں طبقہ رابعہ یعنی عرب مستعجمہ کے حالات لکھیں گے۔ جن کی دولت و حکومت کچھ مغرب و مشرق میں تھی جب ان کے حالات ہم لکھ چکیں گے تو بربر کا تذکرہ تحریر کریں گے، جن کی حکومت مغرب میں تھی اور وہیں ان کی حکومت و دولت کی فہرست بھی لکھیں گے۔ **انشاء اللہ العزیز۔**

طبقۂ اولیٰ عرب

عرب عاربہ

نوحؑ کے بعد عرب کا یہ گروہ سب سے زیادہ قوی اور عظیم الشان اور مقدم تسلیم کیا جاتا ہے۔لیکن ان کا زمانہ اس قدر بعید گذرا ہے کہ ان کے حالات واخبار سے اطمینان کلی نہیں ہوسکتا۔ اگر چہ طبری کی کتاب ''یاقوتیہ'' اور کسائی کی کتاب ''البدء'' سے عرب عاربہ کے حالات پورے پورے معلوم ہو سکتے ہیں۔لیکن ان دونوں بزرگوں نے نہ تو تاریخ کے پیرائے میں لکھا ہے اور نہ صحت کا چنداں التزام کیا ہے۔نظر بریں اس سے تو ہم قطع نظر کرتے ہیں، باقی رہی توریت اس میں بھی اگر چہ عرب کے اس گروہ کا کہیں ذکر وتذکرہ نہیں ہے۔لیکن چونکہ بنی اسرائیل کا زمانہ عرب عاربہ کے زمانے سے بہت ہی قریب تھا۔اس وجہ سے بنی اسرائیل اور علمائے توریت کی روایتوں کو ہم قابل اطمینان و اعتبار سمجھ کر اس گروہ کی کیفیات معاشرت وحکومت اور اخبار منازعت کو ان لوگوں سے نقل کرنا چاہتے ہیں جو اپنا قدیمی مذہب چھوڑ کر اسلام میں آگئے ہیں۔ اور اسی کو ہم معتبر سمجھتے ہیں۔

عرب عاربہ جزیرہ نما عرب کے رہنے والے نہ تھے اور نہ ان کے آباؤ اجداد کا یہ مسکن و ماویٰ تھا۔یہ لوگ سرزمین بابل میں رہتے تھے۔معلوم نہیں کہ کب اور کیوں بنی سام اور بنی حام سے کسی قدر ناصافی ہوئی اور کچھ تھوڑی بہت چل بھی گئی۔بنی سام بابل سے جزیرۃ العرب میں چلے آئے اور یہیں ان لوگوں نے بود وباش اختیار کی۔اس گروہ میں ہر قبیلے اور فرقے کے جدا جدا بادشاہ یا امیر ہوتے تھے۔تا آنکہ ان پر بنی یعرب بن قحطان غالب آئے اور جس طرح باعتبار

انتظام دنیا ان میں امیر یا بادشاہ یکے بعد دیگرے ہوتے رہے اسی طرح بہ نظر صلاح دین و آخرت انبیاے علیہم السلام بھی مبعوث ہوتے تھے۔

قوم عاد

سب سے پہلے عرب کا جو بادشاہ ہوا وہ عاد[1] ابن عوص ابن ارم ابن سام تھا۔ اس کی قوم ارض احقاف میں مابین یمن و عمان حضر موت تک میں رہتی تھی۔ اس کی ایک ہزار بیبیاں تھیں اور چار ہزار لڑکے تھے۔ بارہ سو برس کی عمر پائی، بیہقی روایت کرتا ہے کہ اس کی عمر صرف تین سو برس کی ہوئی۔ بعد عاد ابن عوص کے اس کے تین لڑکے شداد، شدید، ارم یکے بعد دیگرے سلطنت و حکومت کرتے رہے۔

مسعودی کا بھی یہی خیال ہے کہ شداد بعد عاد کے بادشاہ ہوا اور ممالک شام و ہند و عراق کو اس نے فتح کیا۔ علامہ زمخشری اسی شداد ابن عاد کی نسبت تحریر کرتا ہے کہ اس نے صحراے عدن میں مدینہ ارم بنوایا تھا۔ جس میں سونے چاندی کی اینٹیں اور یاقوت و زبرجد کے دروازے تھے۔ اور قصہ اس کا اس طرح پر بیان کیا ہے کہ شداد بن عاد سے ایک روز اس کے زمانے کے نبی نے جنت کی تعریف کر کے کہا کہ اگر تو بت پرستی چھوڑ کر حق پرستی کرے گا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے جنت دے گا۔ شداد نے کہا کہ ''میں خود ویسی جنت بنوا سکتا ہوں۔ مجھے تیرے اللہ کی جنت کی ضرورت نہیں ہے۔'' شداد نے یہ کہہ کر بہ اوصاف معلومہ صحراے عدن میں ارم بنوا دیا۔

علامہ ابن سعید بیہقی سے روایت کرتا ہے کہ باغ ارم کا بانی ارم ابن شداد ابن عاد اکبر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ صحراے عدن میں نہ تو کوئی مدینہ ہے اور نہ ارم نام کا کوئی باغ ہے۔ یہ سب بے اصل و خرافات قصے ہیں اور ضعفاے مفسرین کی من مانی دل بہلاؤ کہانیاں ہیں۔ اور ارم جو

---

[1] مسعودی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں سب سے پہلے عوص ابن ارم نے تین سو سال تک حکومت کی تھی۔ بعدہٗ اس کا لڑکا عاد تخت نشیں ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ [مترجم]

مسعودی کی جس روایت کا تذکرہ علامہ احمد حسین اس حاشیے میں کر رہے ہیں، ابن خلدون نے اس کو نقل کیا ہے جس کا ترجمہ آگے چل کر مترجم علام نے خود متن میں کیا ہے۔ [م۔ص]

کہ قول باری تعالیٰ ارم ذات العماد میں مذکور ہے اس سے قبیلہ مراد ہے نہ کہ شہر و باغ۔

باغ ارم [توضیح مترجم]

ہمارا حافظہ اور محدود علم اگر صحیح بتلا رہا ہے تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امام المفسرین قدوۃ المحققین قاضی ناصر الدین ابوالخیر شیرازی بیضاوی کا بھی خیال اسی کے قریب قریب ہے۔ اس نے اپنی تفسیر موسومہ انوار التنزیل و اسرار التاویل میں صاف طور سے لکھ دیا ہے کہ آیۂ کریمہ **الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد** میں ارم سے اولاد یا قبیلہ ارم مقصود ہے نہ کہ جنت جیسا کہ اس کا یہ بیان کہ (ارم) **عطف بیان لعاد علی تقدیر مضاف ای سبط ارم** (لفظ ارم عاد کا عطف بیان ہے۔ بہ تقدیر مضاف یعنی سبط ارم) اس تفسیر کے موافق آیۂ موصوفہ کے یہ معنی ہوئے کہ آیا تو نے نہیں دیکھا کہ کیا کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ جو کہ سبط (اولاد) ارم سے تھا۔ گو انوار التنزیل ہی میں ارم والا مشہور قصہ بھی مذکور ہے۔ لیکن علامہ مفسر نے قیل کر کے اس قصے کو بیان کیا ہے۔ جو کہ ضعف قول پر دلالت کرتا ہے اور علامہ جلال الدین محمد ابن احمد محلی شافعی کی تفسیر سے بھی یہی مفہوم ہو رہا ہے کہ آیۂ کریمہ مذکورہ میں ارم سے مقصود اولاد ارم ہے۔ چنانچہ **لم یخلق مثلها فی البلاد** کی تفسیر میں **فی بطشهم و قوتهم** تحریر کرتا ہے۔ اگر علامہ موصوف کے خیال میں یہ بات پیدا ہو گئی ہوتی کہ ارم سے مقصود باغ یا جنت ارم ہے تو ہرگز ہرگز **فی بطشهم وقوتهم** نہ تحریر کرتا کیونکہ بطش (غصہ) اور قوت کی صفتیں انسان میں ہوتی ہیں نہ کہ جنت اور باغ یا کہ شہر میں۔ الحاصل ان دونوں تفسیروں سے ارم (جنت مصنوعی) کا تو کچھ پتہ نہ چلا، باقی رہا کلام جاہلیت، ہاں کہیں کہیں یہ دیکھا گیا ہے کہ شعرائے جاہلیت تشبیھاً **کا نہ ارمی** کہا کرتے تھے جس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ ارم کوئی ایسا شخص یا قبیلہ تھا کہ جس سے عظمت و ہیبت

وقوت میں تشبیہ دی جاتی ہے۔

مورخین کا یہ حال ہے کہ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں اس سے کچھ تعرض نہیں کیا اور طبری اصلی عدیم الوجود ہے۔ اب اس مقام پر یہ ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ اگر کسی واقعے کو مورخین نے ذکر نہ کیا ہوتو وہ سرے سے جھوٹا سمجھا جائے۔ ممکن ہے کہ شداد ابن عاد یا کسی اور نے کوئی جنت بنوائی ہو اور زمانۂ بعید گذرنے کی وجہ سے مورخین تک یہ خبر نہ پہنچی ہو اس سوال کا صرف اسی قدر جواب دینا ہم کافی سمجھتے ہیں کہ اس آیت سے جس پر ارم کے قصے کی بنیاد رکھی گئی ہے جنت کا بنانا تو نہیں ثابت ہوتا اور نہ اس آیت سے یہ مفہوم ہوسکتا ہے کہ اس ارم سے وہی ارم مقصود ہے جس کا قصہ عوام میں مشہور ہو رہا ہے۔ باقی رہا باغ ارم کا وجود۔ اس سے ہم انکار نہیں کرتے لیکن ارم بہ معنی جنت کلام عرب میں اس وقت تک ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ [مترجم کا کلام ختم ہوا]

مسعودی نے لکھا ہے کہ عوص کی حکومت تین سو برس تک رہی، بعدہ عاد ابن عوص حکمراں ہوا اور جیرون ابن سعد ابن عاد انھیں میں کا ایک بادشاہ تھا جس نے شہر دمشق کو تخت و تاراج کیا اور سنگ مرمر اور قیمتی پتھروں سے ایک مکان بنوایا تھا۔ جس کا نام اس نے ارم رکھا تھا۔ دمشق کے دروازوں میں اس کا اب تک وجود پایا جاتا ہے اس کو باب جیرون کہتے ہیں۔ کتاب الاغانی کی صوت اول کے کسی بیت میں اس کا ذکر آ گیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی تاریخ دمشق میں جیرون کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جیرون کا ایک بھائی یزید تھا جس کے نام سے نہر یزید مشہور ہے۔ یزید اور جیرون دونوں بیٹے سعد ابن لقمان ابن عاد کے ہیں انھیں دونوں کے سبب سے باب جیرون اور نہر یزید مشہور ہوئی ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ باب جیرون سلیمان علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک کے نام پر موسوم ہوا ہے۔ زمانہ بنی اسرائیل میں جو کہ ان کے زمانۂ حکومت میں کارپرداز تھا۔ واللہ اعلم

علامہ ابن سعید نے قبطیوں کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ شداد بن بداد بن شداد

بن عاد نے قبطیوں سے خوب خوب لڑائیاں کیں اور مصر، اسکندریہ وغیرہ ان کے مقبوضات کو لے لیا اور وہیں ایک شہر ''اون'' نامی آباد کیا جس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ پھر جب وہ انھیں لڑائیوں میں ہلاک ہو گیا تو قبطیوں نے اپنے بھائی بربریوں اور سوڈانیوں کو مجتمع کر کے عرب کو مصر سے نکال دیا۔ اور مصر کو بہ دستور اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

ہودؑ

پھر بعد چندے شامت اعمال سے جب اس گروہ کے اقبال نے ان سے منہ پھیرنا چاہا تو ان میں بت پرستی پھیلنے لگی، رفتہ رفتہ اس قدر اس کا شیوع ہوا کہ ہر کہہ و مہ[1] لکڑی اور پتھر دں کے بتوں کی پرستش کرنے لگے۔ معبود حقیقی کو بالکل بھلا دیا۔ اپنی قوت اور توانائی پر ایسے نازاں ہوئے کہ سمجھانے سے بھی سمجھنے کی امید ان سے کم کی جاتی تھی۔ اللہ جل شانہٗ نے انھیں میں سے ہودؑ ابن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد کو نبوت عطا فرمائی۔ بعض نسابین نے ہودؑ کا سلسلۂ نسب اس طرح پر بیان کیا ہے کہ ہودؑ عابر کے بیٹے تھے اور عابر شالخ کے اور شالخ ارفخشذ ابن سام کے لڑکے تھے۔

[توضیح مترجم]

ہودؑ بہت ہی مشابہ آدم علیہ السلام سے تھے۔ سر پر بکثرت اور گھونگھر یالے بال۔ حسین بلند قامت تھے۔ ہمیشہ تجارت کرتے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ کس سِن میں جناب موصوف کو نبوت دی گئی۔ لیکن اس قدر البتہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خلجان اور لقمان بن عاد بن عاد یا بن صدا ابن عاد کے عہد حکومت میں ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جو کہ تیرہ قبیلے تھے اور ان کے ممالک بہت سرسبز و آباد تھے۔ ہودؑ پچاس برس تک وعظ و پند کرتے رہے اور وہ قوم یہی کہتی رہی ماجئتنا ببیّنۃٍ وما نحن بتارکی اٰلِھَتِنا عن قولک

1 چھوٹا بڑا، خاص و عام [م۔ص]

وما نحن لک بمؤمنین (تم ہمارے پاس کوئی دلیل تو لائے نہیں ہم تمھارے کہنے سے اپنے خداؤں کو نہ چھوڑیں گے اور نہ تم پر ایمان لائیں گے۔) قوم لقمان تو ہودؑ پر ایمان لائی اور خلجان کی قوم بہ دستور اپنے کفر والحاد پر رہی اور یہ کہنے لگی **ان نقول الا اعتریک بعض الٰهتنا بسوء** (ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تم کو ہمارے بعض خداؤں نے جن کی تم پرستش نہیں کرتے ہو دیوانہ کر دیا ہے۔) ہودؑ نے جب ان کے کفر والحاد کو حد سے متجاوز ہوتے دیکھا تو بہ مجبوری جناب باری میں دعا کیا۔ تین برس تک ایک لخت پانی نہ برسا۔ سارے چشمے خشک ہو گئے بھیڑ بکریاں کل چوپائے مر گئے۔ قحط نے سبھوں کا حال پتلا کر دیا لیکن بہ ایں ہمہ ہودؑ کے اس کہنے پر **استغفروا ربکم ثم توبو الیه یرسل السماء علیکم مدرارا ویزدکم قوۃ الیٰ قوتکم** [ہود:52] (اپنے خدائے برحق سے معافی چاہو اور اس سے رجوع کرو وہ تم پر آسمان سے پانی برسائے گا اور تمھاری قوتوں کو اور توانائی دے گا۔)

بدنصیب قوم نے نہ خیال کیا اور نہ بت پرستی سے باز آئی۔ یہ عجیب قدرتی مضمون ہے کہ بدوءِ خلقت سے جو لوگ ارض حجاز میں رہتے تھے۔ جب ان میں سے کسی کو کوئی حاجت پیش آتی تھی تو وہ زمین مکہ میں جاتا، دعا کرتا، قربانی کرتا، اللہ جل شانہٗ اس کی حاجت بر لاتا تھا۔ حالانکہ اس وقت تک نہ تو حرم شریف ہی کا کچھ وجود تھا[1] اور نہ یہ لوگ ایمان والوں میں سے تھے۔ چنانچہ قوم ہودؑ نے اپنی قوم سے چند لوگوں کو بطور وفود جن میں نعیم ابن ہزال ابن

---

1 احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرمائی، اس وقت فرشتوں نے خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھی، اس کے بعد آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ نے اس کی تجدید کی اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس مقام پر آج کعبہ ہے اسی مقام کی مٹی سے آدم کا پتلا تیار کیا گیا اور میدان عرفات میں حوا سے آپ کی ملاقات ہوگئی اور جس طرح مشرکین مکہ کفر کے باوجود کعبہ کی عزت کرتے تھے، اسی طرح سابقہ لوگوں کا حال تھا۔ (بہ حوالۂ نسخۂ ادارہ الرشید، دیوبند 2:47,48)

ہذیل ابن عبیل ابن صدا بن عاد اور جلقمہ بن الخسر ی اور مرثد بن سعد اور لقمان بن لقیم، ان میں سے دو مسلمان اور باقی سب کافر و بت پرست تھے، مکہ کی طرف روانہ کیا۔ تیسرے روز یہ لوگ مکہ پہنچ گئے اور معاویہ بن بکر کے مکان پر مقیم ہوئے۔ معاویہ بن بکر انھیں کی قوم سے تھا، اس نے مہمانداری کے خیال سے کہا کہ تین روز ٹھہر کر آرام کرلو۔ جب سفر کی تکان دفع ہو جائے، اس وقت اطمینان کے ساتھ بہ حضور قلب دعا کرنا ان لوگوں نے شامت اعمال سے اس کو قبول کرلیا۔ اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ یہ لوگ دعوت ورقص و مے نوشی میں ایسے ڈوبے کہ اپنی پیاسی قحط زدہ قوم کو بھلا دیا۔ تین دنوں کا کیا ذکر ہے مہینوں گذر گئے۔ معاویہ بن بکر نے (جب ان لوگوں کو عیش وعشرت میں اس قدر منہمک دیکھا اور یہ سمجھ لیا کہ یہ جس کام کے لیے آئے تھے اس کو انھوں نے بالکل بھلا دیا ہے۔) اپنی لونڈیوں کو ایسے چند[1] اشعار سکھلا دیے کہ جس سے وفود متنبہ ہو گئے اور اپنی غفلت اور فراموشی پر سخت نادم ہوئے۔

مرثد ابن سعد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بھائیو مناسب یہ ہے کہ واپس چلو اور ہودؑ پر ایمان لاؤ تا کہ تم اور تمھاری قوم سختی اور مصیبت سے نجات پائے۔ مرثد کے ساتھیوں نے یہ سمجھا کہ یہ کافر (یعنی مومن) ہو گیا ہے، ہم کو

---

[1] وہ اشعار جو معاویہ بن بکر کی لونڈیوں نے مجلس غنا میں گائے تھے۔ منجملہ ان کے یہ چار بیتیں درج ذیل ہیں۔

الا یا قیل ویحک قم فهینم — لعل الله یصبحنا غماما

فیسقی ارض عاد ان عادا — قد امسو الا یبینون الکلام

وان الوحش یاتیهم جهارا — ولا یخشی لعادی سهاما

وانکم هنا فیما اشتهیتم — نهارکم ولیلکم تماما

(اے قیل تجھ پر تف ہو ٹھہر نرمی سے باتیں کر شاید خدا پانی برسائے تا کہ زمین عاد سیراب ہو کیونکہ عاد خشک سالی کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہیں کہ بات تک نہیں کر سکتے۔ وحشی جانور بے تکلف ان لوگوں کے پاس چلے آتے اور عادیوں کے تیر سے نہیں ڈرتے اور تم یہاں عیش وآرام میں شبانہ روز گزار رہے ہو۔) [مترجم]

گمراہ کرتا ہے۔اس وجہ سے مرشد سے علاحدہ ہوکر دعا کرنے لگے بعد چند ساعت کے ابر کے تین ٹکڑے ایک سرخ دوسرا سفید تیسرا سیاہ کنارۂ آسمان پر ظاہر ہوئے۔اور یہ ندا آئی کہ ان میں جس کو چاہو اختیار کرلو۔وفود نے یہ سمجھا کہ سفید ابر تو یقینی پانی سے خالی ہے سرخ ابر کا حال کچھ معلوم نہیں باقی رہا سیاہ اس میں پانی کا ہونا ضروریات سے ہے۔اسی خیال سے ان لوگوں نے سیاہ ابر کی خواہش کی اور ہنستے ہوئے مرشد کی طرف آئے اور کہا کہ وہ دیکھو سیاہ ابر خدا نے ہماری دعا سے بھیج دیا ہے اب قحط اور خشک سالی کی تکلیف جاتی رہے گی۔

یہ ابر جس وقت قوم عاد کے قریب پہنچا ہودؑ تو سمجھ گئے کہ یہ عذاب وقہر الٰہی ہے اور قوم عاد یہ سمجھی کہ یہ ابر پانی سے بھرا ہوا ہے خوشی خوشی اس کی طرف دوڑی۔ ہودؑ نے ان لوگوں سے کہا **بل ھو ما استعجلتم به ریح فیھا عذابٌ الیم** [احقاف:24] (بلکہ جس کی طرف تم عجلت سے جاتے ہو وہ ہوا ہے ،جس میں دردناک عذاب ہے۔) قوم عاد نے پہلے ہودؑ کے اس قول کو بالکل لایعنی سمجھا تھا لیکن جب پے در پے ہوا کے جھونکے آنے دیکھے تو یہ کہنے لگے کہ قاعدہ یہی ہے کہ آندھی پہلے آتی ہے اس کے پیچھے پانی آتا ہے۔ہودؑ کا یہ کہنا کسی قدر صحیح ضرور ہے کہ یہ ہوا ہے اس کے بعد پانی ضرور آئے گا۔ ہر کہ و مہ گھروں سے پانی کی امید میں باہر آئے۔ہودؑ یہ سمجھے کہ یہ قومِ منکر شاید اب اپنے افعال سے توبہ کرے اور خدائے واحد پر ایمان لائے لیکن جناب موصوف کا یہ خیال ہی خیال تھا۔ان کے دلوں پر تو مہریں لگا دی گئی تھیں۔ آنکھوں پر پردے پڑے تھے۔کیسے وہ دیکھتے سمجھتے ہوا نے سبھوں کو زمین پر ایسی اٹھا اٹھا کر پٹکیاں دیں کہ ان کی ہڈیاں ٹوٹ ٹوٹ کر خاک و برباد ہوگئیں۔جیسا کہ کلام ربانی کی آیۂ کریمہ **وفی عاد اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم ماتذر من شیءٍ اتت علیه الّا جعلته کالرَّمیم**

[الذاریٰت :41,42] (اور قوم عاد میں جب کہ ہم نے بھیجا ان پر ہوائے بے منفعت کو، نہ چھوڑتی تھی کوئی چیز جس پر یہ گذرتی مگر یہ کہ کر ڈالتی تھی چور چور۔) سے مستفاد ہوتا ہے۔ اس بادصرصر نے جو کہ عذاب الٰہی کا ایک نمونہ تھی۔ سات شب اور آٹھ دنوں میں عاد جیسے عظیم الشان وقوی قوم کو نیست و نابود کر دیا۔ سوائے ہودؑ اور ان لوگوں کے جو کہ جناب موصوف پر ایمان لائے تھے کوئی جانبر نہ ہوا۔ یہ وحشت افزا خبر جس وقت مکہ میں پہنچی مرثد نے اپنے ہمراہیوں سے ایمان لانے کو کہا لیکن شامتی ہمراہیوں نے ایک زبان ہو کر یہ جواب دیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو بعد ہلاکی قوم زندگی کس کام آئے گی۔ یہ باتیں ہنوز تمام نہ ہونے پائی تھیں کہ ہوا کے ایک سخت جھونکے نے ان لوگوں کو بھی پہاڑ کے نیچے ڈال دیا۔

ہودؑ اپنے اس گروہ میں جو کہ ان پر ایمان لایا تھا پچاس برس تک اور رہے۔ بعد ان کے صالح علیہ السلام کے زمانے تک کوئی نبی نہیں ہوا۔ طبری کی بعض روایتوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہودؑ علیہ السلام نے ڈیڑھ سو برس کی عمر پائی۔ اس طرح سے کہ پچاس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی، پچاس برس تک وعظ و پند کرتے رہے اور بعد اس واقعے کے پچاس برس اور زندہ رہے۔ واللہ اعلم۔

[مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

عاد کے اس گروہ نافرجام [1] کے بعد دولت وحکومت بنی لقمان میں رہی۔ ہزار برس یا اس سے زیادہ لقمان کی آئندہ نسلوں نے حکومت کی۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ غصب وظلم سے کشتیوں کا لینے والا ہدد بن بدد بن بند بن خلجان بن عاد بن رقیم بن عابر بن عاد اکبر تھا۔

یعرب بن قحطان

ایک مدت تک یہی قوم علی الاتصال [1] تخت نشین حکومت وسلطنت رہی، تا آنکہ ان پر

1۔ نافرجام = ناعاقبت اندیش۔ [م۔ص]

یعرب بن قحطان غالب آیا اور یہ قوم حضر موت کے پہاڑوں میں چلی گئی اور ان کا زمانہ منقرض ہو گیا۔ صاحب زجّار نے لکھا ہے کہ ان کا بادشاہ عاد ابن رقیم [بن عابر] بن عاد اکبر وہی ہے جو یعرب بن قحطان سے لڑا تھا، وہ کافر [تھا] اور مہتاب پرستی کرتا تھا۔ اور زمانہ نوحؑ میں تھا لیکن یہ روایت بعید از قیاس ہے، کیونکہ ہودؑ قوم عاد کے زمانہ آخری یا ابتدائے عہد حکومت میں مبعوث ہوئے تھے اور یعرب قوم عاد کے زمانہ انقراض حکومت میں غالب آیا تھا۔ [علی بن] عبدالعزیز جرجانی نے لکھا ہے کہ ملوک عاد سے یعمرُ بن شداد وعبدابہر بن معدیکرب بن شمد بن شداد بن عاد اور حناد بن میاد بن شمد بن شداد اور علاوہ ان کے اور بادشاہ بھی تھے جو فنا ہو گئے۔ والبقاء للّٰہ وحدہ [بقائے دوام صرف اللہ کے لیے ہے۔]

عبیل

عبیل، عاد بن عوص بن ارم بن سام کا جیسا کہ کلبی نے لکھا ہے اور عوص بن ارم کا بھائی تھا جیسا کہ طبری نے لکھا ہے۔ اور یہ مقام جحفہ مابین مکہ اور مدینہ میں جو کہ آج کل میقات احرام ہے رہتا تھا۔ اس کا بہت بڑا خاندان تھا اس کے لڑکے اسی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ عرب عاربہ کے ایک قبیلے کا یہ مورث اعلیٰ تھا، اس قبیلے کو بھی سیل نے تباہ اور نیست و نابود کیا ہے۔ اور جس نے یثرب کو آباد کیا ہے وہ انھیں میں سے تھا، جیسا کہ مسعودی نے لکھا ہے کہ وہ یثرب بن بائلہ بن مہلہل بن عبیل تھا اور سہیلی کہتا ہے کہ یثرب کا آباد کرنے والا عمالیق سے یثرب بن مہلایل بن عوص بن عملیق تھا۔ واللہ اعلم۔

عبد ضخم

عبد ضخم ارض طائف میں رہتے تھے۔ یہ بھی انھیں لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوئے جو کفر والحاد میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کی عمریں بہت بڑی ہوتی تھیں۔ قوت اور جسامت میں بے مثل تھے۔ سب سے پہلے جس نے عربی خط [خطِ عربی] لکھا وہ یہی عبد ضخم ابن ارم ابن سام تھا۔

---

1. علی الاتصال = مسلسل [م۔ص]

[توضیح مترجم]

اس قوم میں زیادہ تر جن بتوں کی جھوٹی خدائی پھیلی ہوئی تھی اور عام طور سے انھیں کی پرستش کھلم کھلا ہو رہی تھی ان میں سے ایک کا نام ضر تھا دوسرے کو ضمور کہتے تھے۔ تیسرا الٰہیہ کے نام سے مشہور تھا۔ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْن۔ [الصّٰفّٰت:180]

قوم عاد اور حضرت ہودؑ کا شجرۂ نسب

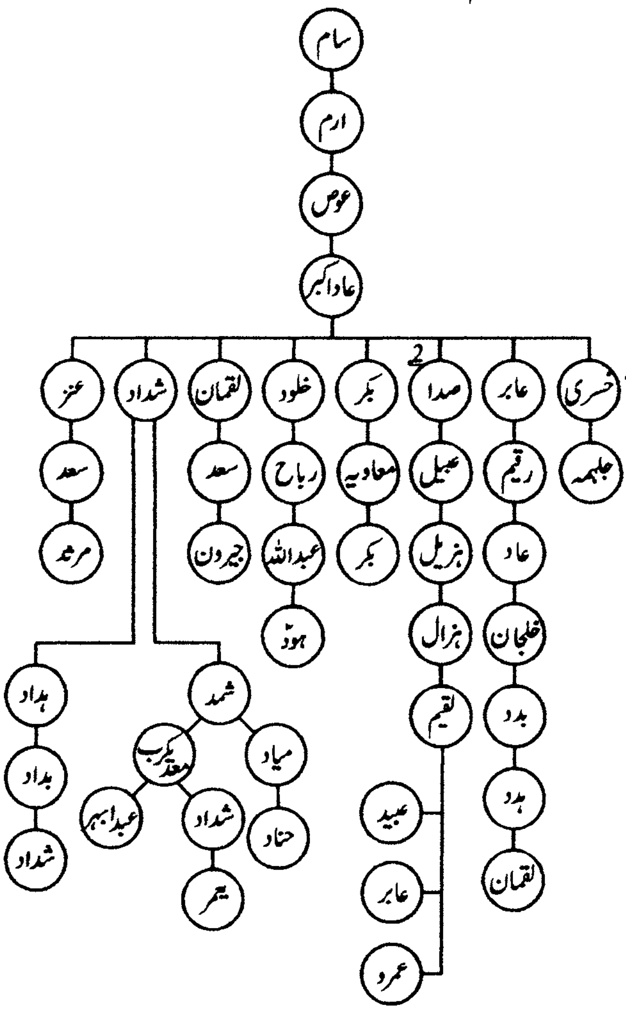

1. عربی نسخوں میں ''خبیری'' ہے۔[م۔ص]
2. عربی نسخوں میں ''صنا'' ہے۔[م۔ص]

قوم ثمود

ثمود ابن کاثر (یا جاثر) ابن ارم مقام حجر اور وادی القریٰ میں مابین حجاز و شام رہتا تھا، یہ بھی عرب عاربہ کے ایک بہت بڑے قبیلہ کا مورث اعلیٰ ہے۔ اس کا قبیلہ اسی کے نام سے مشہور ہے۔ صالحؑ اسی گروہ کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ چونکہ یہ لوگ بھی اپنے معاصرین کی طرح طویل القامت (بڑے قد) کثیر الاعمار (بڑی عمر والے) تھے۔ پہاڑوں میں بڑے بڑے عالیشان مکانات بنا کر رہتے تھے۔ اٹھارہ میل مربع میں یہ خاندان آباد تھا۔ دولت، ثروت، قوت، حکمت، سب کچھ تھی لیکن پانی کی ایسی کمی تھی کہ وادی القریٰ میں سوائے ایک چشمہ کے اور دوسرا کوئی چشمہ نہ تھا۔ سب سے پہلے اس قوم میں جس نے اپنے کو بادشاہ کے لقب سے مشہور کیا وہ عابر ابن ارم ابن ثمود تھا، اس نے اپنی قوم میں دو صدیوں تک برابر حکومت کی۔ بعد اس کے جندع ابن عمرو ابن دبیل ابن ارم بن ثمود بادشاہ ہوا اور تین سو برس تک سلطنت کرتا رہا۔ اسی کے عہد حکومت میں صالحؑ ابن عبیل ابن اسف ابن شالخ ابن عبیل ابن کاثر ابن ثمود مبعوث ہوئے تھے۔

صالحؑ [توضیح مترجم]

صالحؑ نہایت حلیم منکسر المزاج تھے۔ رنگ آپ کا سرخ سفیدی کی طرف مائل، بال سیدھے باریک، بالکل سیاہ نہ تھے بلکہ خفیف سا بھورا پن ظاہر ہوتا تھا۔ برہنہ پا ہمیشہ پھرتے تھے۔ مکان کبھی نہیں بنوایا۔ عمر بھر مسجد ہی میں رہے۔ اور وہیں شب کو سوتے تھے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے اور خلعت

نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اور اپنی قوم کو غیر اللہ کی پرستش سے ممانعت کرنے لگے اور توحید اور اللہ کی عبادت کی طرف راہ نمائی کرنی چاہی تو عوام کا کیا ذکر ہے خواص بھی کہنے لگے۔ **وانـنـا لـفـي شـک مـمـا تـدعـونـنـا الـيـه مـريـب** [ہود:62] (اور بہ تحقیق ہم کو شک ہے، جس چیز کا تم دعویٰ کرتے ہو ہم تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں (بتوں) کی پرستش نہ چھوڑیں گے۔)
ایک زمانے تک وعظ و پند کرتے رہے لیکن سوائے رابعہ جندع بن عمرو اور چند آدمیوں کے جو اسی قوم سے تھے اور کوئی ایمان نہ لایا۔ سب کے سب بدستور اپنے کفر و الحاد پر قائم رہے اور بہ اتفاق یہ کہنے لگے کہ اگر تم نبی برحق ہو تو کوئی معجزہ دکھلاؤ۔ صالحؑ نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ قوم ثمود نے کہا ''بالفعل اس پہاڑ سے ایک ناقہ (اونٹنی) پیدا ہو اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی ہو۔ جس کے بال سرخ ہوں تا کہ اس کے دودھ کو ہم لوگ اپنے استعمال میں لائیں۔''
جناب موصوف نے دعا کی اور اسی وقت پہاڑ سے ایک آواز آئی، بعد ازاں ایک پتھر کا ٹکڑا درمیان سے شق ہو گیا اور ناقہ نکل آیا۔ بدنصیب تباہ ہونے والی قوم نے بے تامل کہنا شروع کر دیا کہ پتھر سے ناقہ پیدا ہونا بالکل خلاف عقل ہے۔ صالح پیغمبر نہیں ہیں بلکہ بہت بڑے ساحر ہیں۔ کفار آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ ناقہ دوبار بولا اور مع بچے کے چرنے لگا۔ ملحدین تعجب خیز معاملہ دیکھ کر کہنے لگے کہ صالح کا اس سے زیادہ کیا سحر ہو سکتا ہے کہ ناقہ کو پہاڑ سے پیدا کیا اور پھر اس کا بچہ چرنے بھی لگا۔ صالح نے ہماری آنکھوں پر سحر کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی یہ باتیں ہنوز ختم نہ ہونے پائی تھیں کہ ناقہ مع بچے کے اس چشمے پر آیا جو ملحدین کے تصرف میں تھا اور سارا پانی پی گیا۔ اس دن تو یہ لوگ خاموش رہے، دوسرے روز صالح سے اس کی شکایت کی۔
صالحؑ نے فرمایا کہ ایک روز اس چشمے سے تم پانی پیا کرو دوسرے روز یہ ناقہ پیے گا۔ لیکن دیکھنا کبھی بھول کر بھی اس ناقہ کے مارنے کا قصد نہ کرنا۔ جب

تک یہ ناقہ تم میں رہے گا۔ تم لوگ عذاب الٰہی سے محفوظ رہو گے۔ لیکن بحکم ''ابن آدم حریص علیٰ ما منع '' (ابن آدم جس چیز کی ممانعت ہوتی ہے اسی کا حریص ہوتا ہے۔) عام طور سے اشیائے ممنوعہ کی طرف سب کو رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر کتب تواریخ کی ورق گردانی کی جائے یا کسی قدر غور و تامل سے کام لیا جائے تو بیسوں ہی کیا سیکڑوں اس کی نظریں نظر آئیں گی۔ ہمارے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو گیہوں یا کسی اور دانے کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی۔ قابیل سے کہا گیا کہ ہابیل کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ یوسفؑ سے یعقوب نے کہا تھا لا تقصص رویاک علی اخوتک [یوسف:5] (اپنے خواب کا حال اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔) اور یوسفؑ کے بھائیوں سے کہا گیا تھا انی اخاف ان یاکله الذئب [یوسف:13] (میں ڈرتا ہوں کہیں اس کو (یوسفؑ کو) بھیڑیا نہ کھا جائے۔) لیکن ان لوگوں نے جس چیز کی ممانعت کی گئی تھی اسی کی مخالفت کی۔

علیٰ ہذا القیاس قوم ثمود نے بھی اپنے نبی صالحؑ کے کہنے پر خیال نہ کیا اور ناقہ کے قتل پر تل گئے۔ اس وجہ سے کہ صالحؑ نے ایک زمانے میں پیشین گوئی کی تھی کہ تم میں سے ایک شخص اس ناقہ کو قتل کرے گا اور یہی باعث نزول عذاب ہوگا۔ لوگوں نے کہا آپ اس کا نام بتلایئے۔ اس کو قبل اس کے کہ وہ ناقہ پر قتل کی غرض سے ہاتھ بڑھائے ہم ضرور مار ڈالیں گے۔ صالحؑ نے کہا ''ہنوز وہ پیدا نہیں ہوا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگا اور آنکھیں بلی کی سی ہوں گی۔'' سبھوں نے یہ سنتے ہی اس وقت تو اس امر پر اتفاق کر لیا کہ جو لڑکا اس حلیے کا پیدا ہو مار ڈالا جائے۔ اور نو لڑکے یکے بعد دیگرے مارے گئے۔ لیکن آپس میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں، بعض یہ کہنے لگے کہ صالح کی بات بالکل لایعنی ہے، ان کے کہنے پر عمل نہ کرو۔ اور بعضوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ صالح تمھاری قوم کا دشمن ہے۔ وہ اسی بہانے سے ترقی نسل کو روکنا چاہتا ہے۔ غرض ہر ایک

اپنی سمجھ کے موافق طرح طرح کے خیالات ظاہر کر رہا تھا۔ وہ لڑکا جس کی نسبت جناب موصوف نے پیشین گوئی کی تھی پیدا ہوا۔ اور قوم ثمود نے اس لڑکے کو قتل نہ کیا۔ بعد چندے وہ لڑکا جس وقت سن شعور کو پہنچا ان نو آدمیوں کی جن کے لڑکے مارے گئے تھے۔ آنکھیں چلتے پھرتے اس لڑکے پر پڑتیں تو یہ کہہ اٹھتے تھے کہ اگر ہمارے لڑکوں کو صالح قتل نہ کراتا تو آج وہ اس سے بھی بڑے ہوتے۔ صالح نے ہمارے ساتھ بہت بڑی دشمنی کی، اس نے ہماری نسلی ترقی کی ریڑھ ماردی۔ رفتہ رفتہ اس سرگوشی کا یہ اثر پیدا ہوا کہ ان لوگوں نے صالح کے قتل کرنے کی آپس میں سازش کرلی۔ اور باہم عہد دپیان کرکے سفر کے بہانے سے گھر سے نکلے اور شہر کے باہر ایک پہاڑ کے درہ میں اس غرض سے چھپ رہے کہ جس وقت رات کو صالح شہر میں آنے لگیں فوراً قتل کرڈالے جائیں۔ مثل ہے کہ چاہ کندہ راچاہ درپیش۔ اللہ جل شانہٗ نے ان پر پہاڑ سے ایسا پتھر گرادیا کہ سب کے سب دب کر مر گئے۔ جیسا کہ کلام ربانی کی اس آیۂ کریمہ **فانظر کیف کان عاقبة مکرهم انا دمرنا هم وقومهم اجمعین** [النمل:51] (دیکھا ان کے مکروفریب کا کیا نتیجہ ہوا ہم نے ان کو اور ان کی کل قوم کو تباہ کردیا۔) سے مفہوم ہوتا ہے۔ بعد چند روز کے دو چار آدمی اس راہ سے ہوکر گذرے اور ان لوگوں کو مردہ ایک پتھر کے نیچے دبا ہوا دیکھ کر شہر کی طرف واپس گئے۔ اور اپنی قوم سے یہ حال بیان کیا، سب متفق ہوکر صالح کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم نے پہلے ان بیچاروں کے لڑکوں کو قتل کرایا اور بعدہٗ ان کو بھی زندہ نہ دیکھ سکے اور شہر کے باہر لے جاکر مار ڈالا، یہ سب واقعے اس ناقہ کی بدولت ہوئے۔ ہم اس کو اب زندہ نہ چھوڑیں گے۔

صالحؑ نے ہر چند سمجھایا لیکن ان لوگوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ آخر الامر اس نوجوان گربہ چشم نے، جس کی نسبت جناب موصوف نے پیشین گوئی کی تھی

ناقہ کے مارنے کا بیڑہ اٹھالیا اور چشمے کے قریب تلوار کھینچ کر ناقہ کے انتظار میں بیٹھ رہا۔ ناقہ مع اپنے بچے کے جیسے ہی چشمے کے قریب آیا اس نے دوڑ کر ایسا وار کیا کہ ناقہ کا پاؤں کٹ گیا۔ ناقہ تو اسی جگہ تڑپنے لگا اور بچہ جان بچا کر اس پہاڑ پر بھاگ گیا جہاں سے ناقہ مع بچے کے پیدا ہوا تھا۔

صالحؑ یہ واقعہ سن کر شہر سے باہر آئے اور قوم ثمود کو نزول عذاب الٰہی سے آگاہ کیا۔ بعض تو اپنے اسی خیال میں مست رہے لیکن اکثر گھبرا کر گلو خلاصی کی تدبیر پوچھنے لگے۔ صالحؑ نے فرمایا کہ جاؤ دیکھو اگر وہ بچہ بھی تم کو مل جائے گا تو عجب نہیں کہ عذاب وقہر الٰہی سے بچ جاؤ۔ لوگ یہ سنتے ہی پہاڑ کی طرف دوڑے، بچے نے آسمان کی طرف دیکھا اور تین آوازیں دے کر غائب ہو گیا۔ اس وقت صالحؑ نے فرمایا تین روز تک تم لوگ دنیا میں اور رہو گے، چوتھے روز عذاب الٰہی نازل ہوگا اور ان تین دنوں میں تمھارے چہروں سے یہ تغیرات ظاہر ہوں گے، پہلے روز تم لوگوں کا چہرہ زرد ہو جائے گا۔ دوسرے روز سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو کر چوتھے روز عذاب خداوندی میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور تم میں سے کوئی شخص سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لا چکے ہیں اس عذاب سے جانبر نہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ کلام مجید میں مذکور ہے۔ **فلما جاء امرنا نَجَّینا صالحاً والذین امنوا معه برحمةٍ منّا** [ہود:66] (جب کہ آیا ہمارا امر (یعنی عذاب) بچالیا ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی رحمت سے۔) اس عذاب وقہر الٰہی سے کوئی کافر نہ بچا۔ مگر ایک شخص جس کی کنیت ابو رغال تھی، اس وقت وہ حرم شریف میں تھا، جس وقت یہ خبر اس کے کانوں میں پہنچی فوراً وہ بھی مر گیا۔ اس قوم نے ایک ہزار سات سو شہر آباد کیے تھے۔ اور ہر ایک سرسبزی شادابی میں اپنی نظیر آپ تھا۔ یہ سب اسی عذاب وقہر کے نذر ہو گیا۔ نہ کوئی شہر بچا اور نہ کوئی قریہ۔ بعد اس

واقعے کے صالحؑ شام کی طرف چلے گئے اور فلسطین میں مقیم رہے۔ پھر مکہ میں واپس آئے اور یہیں انتقال کیا۔ تیس برس تک وعظ کرتے رہے۔ بچاسی برس کی عمر پائی۔ 1چہار شنبہ کو ناقہ مارا گیا اور یک شنبہ کو قوم ثمود ہلاک کی گئی۔

ناقہ کے قتل کے اسباب مختلف بیان کیے گئے ہیں۔ بعض مورخیں یہ تحریر کرتے ہیں کہ قذّار ابن سالف ایک روز کسی جلسے میں اپنے یاران طریقت کے ساتھ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا، اتفاق سے وہ دن ناقہ کے پینے کا تھا، ان لوگوں کو مجبوری سے خالی شراب پینا پڑا۔ اسی وجہ سے جھلا کر باہم مشورہ کر کے قتل ناقہ پر مستعد ہو گئے۔ اور بعض ارباب تواریخ نے یہ بیان کیا ہے کہ قوم ثمود میں دو عورتیں ایک قطام دوسرے قبال نامی تھی، قطام پر تو قذّار فریفتہ تھا اور قبال پر مصدع شیدا ہو گیا۔ لیکن قطام اور قبال دونوں کو اپنے اپنے عاشق سے کچھ دلچسپی نہ ہوئی۔ قذّار اور مصدع نے اپنے اپنے معشوقوں سے ملنے کی تمنائیں ظاہر کیں۔ چونکہ ان دونوں کو ملنا نہ تھا۔ غیر ممکن امر سمجھ کر کہہ اٹھیں اگر تم دونوں آدمیوں کو ہم سے مواصلت کرنا منظور ہے تو ناقہ کو قتل کر ڈالو۔ قذّار اور مصدع یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کی ہلاکت کے باعث ہوئے۔ [مترجم کا کلام تمام ہوا۔]

قوم ثمود کے نامی بادشاہوں میں دوبان بن یمنع بھی تھا۔ اس نے اپنی حکومت کو اسکندریہ تک بڑھا لیا تھا۔ بلکہ یوں کہنا شاید نازیبا نہ ہوگا کہ دوبان نے اسکندریہ ہی کو اپنا دارالحکومت قرار دیا تھا اور موہب بن مرہ بن رحیب اور اس کا بھائی ہوبیل بن مرہ ثمودیوں کے اولوالعزم بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

---

1 ابن خلدون نے حضرت صالحؑ کی تبلیغ اور ان کے انتقال کے سلسلے میں ایک قول نقل کیا ہے: ''یقال انّ صالحاً أقام عشرین سنةً ینذرهم، و توفی ابن ثمان و خمسین سنة۔'' یعنی حضرت صالحؑ بیس [20] برس تک وعظ کرتے رہے۔ اور بجائے بچاسی برس کے جیسا کہ مترجم علام نے لکھا ہے، اٹھاون [58] برس میں حضرت صالحؑ کا انتقال ہوا۔ (29:2) [م۔ص]

بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ اصحاب الرس جن کے نبی حنظلہؑ بن صفوان تھے اسی قوم سے ہیں بالکل غیر صحیح اور نا قابل الاعتبار ہے؛ کیونکہ اصحاب الرس حضور کی اولاد سے ہیں جیسا کہ ہم بنی فالغ ابن عابر کے حالات میں بیان کریں گے۔ علی ہذا بعض علمائے نسب نے ثقیف کو اسی بقیہ ثمود کی نسلوں سے شمار کیا ہے، حالانکہ یہ قول محض بے اصل ہے۔ حجاج ابن یوسف کے روبرو جب یہ تذکرہ آجاتا تھا تو وہ اس کی تکذیب کرتا تھا اور اکثر اوقات **عز من قال وثمود فما ابقٰی** 1 (بڑا ہی محترم وہ ہے جس نے کہا ہے کہ ثمود نہیں باقی رہے یعنی ہلاک کر دیے گئے۔) کہہ اٹھتا تھا۔

اہل توریت نہ عاد اور ثمود اور نہ ہودؑ اور صالح علیہما السلام اور نہ کسی عرب عاربہ کے حالات سے واقف ہیں۔ بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ توریت میں انھیں لوگوں کا تذکرہ ہے جو کہ آدم اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان میں عمود نسب واقع ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی شخص موسیٰ و آدم علیہما السلام کے عمود نسب میں نہیں واقع ہوا۔

جدیس اور طسم

جدیس کی نسبت جس طرح ابن کلبی کی روایت اس امر کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ ارم ابن سام کا لڑکا تھا اور یمامہ میں رہتا تھا۔ اور ثمود ابن کاثر کے بھائیوں میں شمار کیا جاتا ہے اسی طرح طسم کے بارے میں اس کا بیان بتلا رہا ہے کہ یہ لاوذ ابن سام کی اولاد سے تھا اور مقام بحرین میں سکونت پذیر تھا۔ لیکن طبری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں (جدیس اور طسم) لاوذ ابن سام کی نسل سے ہیں اور یہ دونوں یمامہ میں رہتے تھے۔ طبری بروایت ہشام بن محمد کلبی بہ سند صحیح ابن اسحاق اور نیز علمائے عرب سے بیان کرتا ہے کہ طسم اور جدیس دونوں یمامہ میں رہتے تھے۔ یمامہ بہت سرسبز و شاداب شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔

بادشاہ بنی طسم کا قتل

بنی طسم میں ایک بادشاہ عَمْلُو نامی تھا اور اسی کو عملوق بھی کہتے تھے۔ وہ بنی جدیس کو بہت

1 تاریخ ابن خلدون کے عربی نسخوں مطبوعہ دار الکتب العلمیہ (29:2) اور دار الفکر (26:2) میں ''عز من قال'' کے بجائے ''واللہ جلّ من قائل یقول'' الی آخرہ ہے۔ [م۔ص]

ذلیل وخوار سمجھتا تھا۔ پھوٹی آنکھوں بھی عزت کی نظر سے نہ دیکھتا تھا۔ اس کے ظلم اور تشدد کی کچھ انتہا نہ تھی۔ اس نے ان کو اس قدر ذلیل وخوار کر رکھا تھا کہ بنی جدیس کی کوئی باکرہ عورت اپنے شوہر کے پاس اس وقت تک نہ جا سکتی تھی جب تک عملوق اس سے خلوت نہ کر لیتا تھا۔ ایک مدت تک یہی دستور جاری رہا۔

بعد چندے عفیرہ بنت غفار بن جدیس کی شادی ہوئی عملوق نے حسب دستور سابق عمل درآمد کیا، اس کا بھائی اسود بن غفار اس امر سے بہت گھبرایا اور رؤسائے جدیس کو ایک خاص جلسے میں جمع کر کے کہنے لگا کہ تم لوگوں کو کچھ شرم نہیں آتی ہے۔ اس قدر مذلت اور رسوائی کتے بھی پسند نہ کریں گے۔ تم میرا کہنا مانو آؤ میں تم کو اس ذلت سے نکال کر عزت کے خوشنما باغ کی سیر کراؤں۔ حاضرین نے کہا کہ اس کی کیا صورت ہوگی۔ اسود نے کہا کہ عملوق کی مع اس کی قوم کے دعوت کرو اور جب وہ کھانے میں مصروف ہوں تو ان کو نیست ونابود کر دو۔ سبھوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا اور عملوق مع اپنی قوم کے جس وقت کھانے میں مصروف ہوا، اسود نے حملہ کر کے عملوق کو قتل کر ڈالا اور باقی سبھوں کو رؤسائے بنی جدیس نے نیست ونابود کر دیا۔

بنی جدیس پر حملہ

ان میں سے صرف رباح بن مرہ بن طسم خدا جانے کس طرح اس واقعے سے بچ کر حسان بن تبع کے پاس چلا گیا، اس نے اس کا کمال خوشی سے استقبال کیا۔ اور اس کی اعانت کی غرض سے بنی حمیر کو لے کر یمامہ کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں رباح بن مرہ نے کہا کہ میری ایک بہن یمامہ نامی بنی جدیس میں بیاہی ہے۔ اس سے زیادہ دور تک دنیا میں کوئی دیکھ نہیں سکتا وہ تین مرحلے سے سوار کو دیکھتی ہے۔ مجھ کو اس امر کا اندیشہ ہے کہ کہیں تم لوگوں کو وہ دیکھ نہ لے، مناسب ہے کہ ہر شخص ایک ایک درخت کا ٹکڑا اپنے اپنے ہاتھوں میں لے کر یمامہ کی طرف چلے لیکن بہ ایں ہمہ یمامہ نے دیکھ لیا اور بنی جدیس سے کہنے لگی کہ دیکھو تمھاری طرف حمیری آ رہے ہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ بہت سے آدمی اپنے اپنے ہاتھوں میں درخت لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔

بنی جدیس نے اس امر کو خلاف عقل سمجھ کر نہ تو اپنی حفاظت کا کچھ انتظام کیا اور نہ مقابلے

کی تیاری کی، اس کے دوسرے روز صبح کو حسان ابن تبع مع اپنے لشکر کے بنی جدیس کے سر پر پہنچ گیا اور بہت سخت خونریزی کے ساتھ ان کو نیست و نابود کر کے ان کے قلعوں اور مکانات کو بھی ویران کر دیا۔ بنی جدیس سے اکیلا اسود بن غفار طے کے پہاڑوں کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد تبع نے یمامہ کو بلوا کر اس کی آنکھیں نکلوا لیں۔ اس شہر کا نام پہلے ''جو'' تھا اس واقعے کے بعد سے ''یمامہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔

طبری نے اور مورخین سے روایت کیا ہے کہ جس تبع نے بنی جدیس سے مقابلہ کیا تھا وہ اس حسان کا باپ یعنی تبان اسعد ابو کرب بن ملکی کرب تھا۔ ہم اس کے حالات ملوک یمن کے سلسلے میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جس وقت حسان بن تبع مع بنی حمیر کے یمامہ کی طرف روانہ ہوا تو اس نے مقدمۃ الجیش کا افسر عبد کلال بن منوب بن حجر بن ذی رعین کو مقرر کیا۔ رباح ابن مرہ نے اپنی بہن کا قصہ اسی عبد کلال سے بیان کیا تھا اور اس کی بہن کا اصلی نام زرقا تھا۔ اسی کو عنزہ اور یمامہ بھی کہا کرتے تھے۔

قوم ثمود اور صالحؑ کا شجرۂ نسب

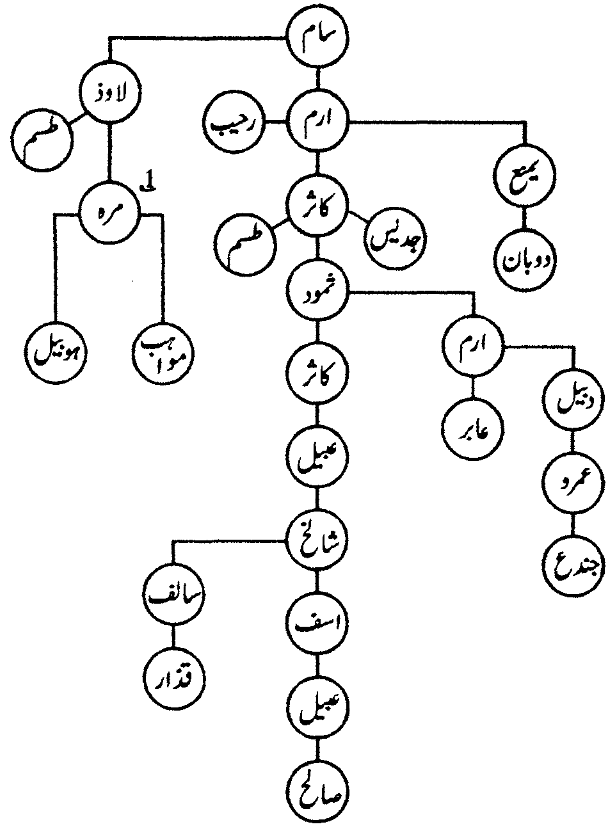

1 اس شجرے میں مرہ کو لاوذ کی اولاد بتایا گیا ہے۔ جب کہ عربی نسخوں کے مطابق مرہ رحیب بن ارم کی اولاد ہے۔[م۔ص]

عمالقہ

نسب

عمالقہ عملیق بن لاوذ کی اولاد سے ہیں، بلند قامتی اور جسامت میں یہ لوگ تمثیلاً ذکر کیے جاتے ہیں۔ طبری نے لکھا ہے کہ عملیق پدر عمالقہ ہے، اس کے قبائل مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اہالیان مشرق وعمان و بحرین وحجاز اور مصر میں فراعنہ اور شام میں جبابرہ جن کو کنعانیین کہتے ہیں انھیں میں سے ہیں۔ بحرین اور عمان اور مدینہ میں جو لوگ ان میں سے رہتے تھے، ان کے مورث اعلیٰ کو جاسم کہتے تھے۔ بنی جاسم سے مدینہ میں بنی لَف بنی سعد بن ہزال، بنی مطر بنی ازرق اور نجد میں انھیں میں سے بدیل، راحل، غفار اور حجاز میں بنی ارقم اسی گروہ سے شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ بہ ایں ہمہ نجد میں رہتے تھے اور ان کے بادشاہ کا نام ارقم تھا، اور طائف میں بنی عبد ضخم ابن عاد اولی رہتا تھا۔

عمالقہ اور بنی اسرائیل

علامہ ابن سعید کہتا ہے کہ میں نے دارالخلافہ بغداد کے کتب خانے میں تواریخ کی کتابیں دیکھی ہیں۔ جن سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ عمالقہ کا مقام تہامہ (ارض حجاز) میں قیام رہا، اس وقت سے جب کہ یہ بنی حام کے ہاتھوں تنگ آ کر بابل سے چلے آئے تھے، تا آنکہ اسماعیلؑ ارض حجاز میں آئے اور اس گروہ میں سے اکثر جن کی قسمت میں دولت ایمان تھی جناب موصوف پر ایمان لائے۔ اور حکومت و دولت کے ساتھ گذران کرتے رہے، یہاں تک کہ سُمیدع بن لاوذ بن عملیق بادشاہ ہوا اور اسی کے زمانے میں عمالقہ کو حرم سے جرہم نے جو کہ قحطان کے قبیلے سے تھا نکال دیا۔

پس ان لوگوں میں سے بنی عبیل بن مہلایل بن عوص بن عملیق مدینہ میں جا بسے۔ اور ارض ایلہ میں ابن ہومر بن عملیق قیام پذیر ہوا اور یہاں کی حکومت اسی کی اولاد میں رہی۔ یہ لوگ

اپنے ہر بادشاہ کو سُمیدع کہتے تھے۔ آخری سمیدع ابن ہومر تھا، جس کو یوشعؑ نے قتل کیا تھا، جب کہ بنی اسرائیل نے بعد موسیٰؑ کے ممالک شام پر حملہ کیا تھا، عمالقہ اور بنی اسرائیل سے اس مقام پر بہت بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ تا آنکہ عمالقہ پر یوشعؑ غالب آئے اور اریحا پر قبضہ کرلیا، جو کہ بیت المقدس کے قریب ہے۔

بعد اس کے بنی اسرائیل نے ممالک حجاز پر حملہ کر کے اس کو بھی عمالقہ سے چھین لیا۔ یثرب اور اس کے بلاد اور خیبر وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ یہود قریظہ و بنی نُضیر و بنی قینقاع اور کل یہود حجاز انھیں میں سے ہیں۔ پھر بعد اس کے ان کی حکومت و دولت روما میں ہوئی اور اذینہ بن السمیدع بلاد شام اور جزیرہ کا حکمراں ہوا۔ بعد اس کے حسان ابن اُذینہ اور حسان بن یدیاہ اور عمرو ابن طرف یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے۔ عمرو ابن طرف اور جذیمۃ الابرش سے مدتوں سخت معرکہ آرائیاں رہیں تا آنکہ جذیمۃ الابرش فتح نصیب ہوا اور عمرو ابن طرف کو گرفتار کر کے بار حیات سے سبکدوش کردیا۔

عمالقۂ مصر

اور انھیں عمالقہ سے جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں عمالقۂ مصر ہیں۔ مصر پر عمالقہ اس وقت سے قابض ہوئے ہیں جب کہ کسی قِبطی بادشاہ نے عمالقہ کے کسی بادشاہ سے جو کہ ان دنوں شام میں رہتا تھا اور اس کا نام ولید بن دومغ تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کا نام ثوران ابن اراشہ بن فادان بن عمرو بن عملاق تھا، یہ کسی کام میں مدد کا خواستگار ہوا اور وہ بہ نظر اعانت مصر میں آکر رہ گیا اور خود قبط کو مصر سے نکال دیا۔ جرجانی کہتا ہے کہ عمالقہ اسی وقت سے مصر کے مالک ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں میں سے ابراہیمؑ کا فرعون سنان ابن اشل ابن عبید ابن عولج ابن عملیق اور یوسفؑ کا فرعون ریان ابن ولید ابن ثوران اور موسیٰؑ کا فرعون ولید ابن مُصعب ابن ابی اہون ابن لوان تھا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ فرعون موسیٰ قابوس بن مصعب بن معاویہ بن نمیر بن سُلواس ابن فاران تھا۔ اور عمالقہ سے جو کہ بعد ریان ابن ولید کے تخت نشیں ہوا وہ طاشم ابن معدان تھا۔ انتھیٰ کلام الجرجانی (جرجانی کا کلام تمام ہوا۔)

عمالقہ کا زوال

اور اہل اثر ولید ابن مصعب کی نسبت جو کہ زمانۂ موسیٰؑ میں فرعون مصر تھا، شہادت دیتے ہیں کہ یہ نجار تھا۔ خاندان سلطنت سے نہ تھا، رفتہ رفتہ فرعون مصر کے دستۂ فوج جان نثاران کا سردار ہو گیا۔ بعد ازاں خوبیٔ قسمت یا انقلاب زمانہ سے خاندان سلطنت پر غالب آ گیا اور اسی نے عمالقہ کے خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ اور پھر جب اس نے موسیٰؑ کا تعاقب کیا اور نیل میں ڈوب گیا، تو ملک پھر قبطیوں کے قبضے میں آ گیا اور اہل ملک نے خاندان سلطنت سے ''دلوکہ'' کو والی ملک مقرر کیا، جیسا کہ ہم آگے چل کر قبط کے حالات میں بیان کریں گے۔ لیکن بنی اسرائیل، عمالقۂ حجاز سے واقف نہیں ہیں، البتہ عمالقۂ شام کی نسبت ان کا یہ بیان ہے کہ عملاق ابن الیفاد ابن عیصو (عیصاب یا عیص) ابن اسحاقؑ ابن ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور فراعنۂ مصر بھی انھیں سے ہیں اور جن کنعانیوں کو طبری نے عمالقہ میں ذکر کیا ہے اسرائیلیین کے نزدیک وہ کنعان ابن حام سے ہیں اور بلاد شام میں پھیل کر اس کے مالک ہو گئے۔ اور انھیں لوگوں کے ساتھ بنو عیصو بھی تھے۔ بنی اسرائیل نے زمانۂ یوشعؑ بن نون میں ان کے ہاتھ سے حکومت چھین لی تھی، ان واقعات سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زنانۂ مغرب انھیں عمالقہ سے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

امیم

امیم وہ شخص ہے کہ جس نے سب سے پہلے پتھروں کے ٹکڑوں سے مکان بنوایا تھا۔ اور اس کی چھت لکڑیوں سے تیار کرائی تھی۔ عملاق بن لاوذ کا نسبی بھائی ہے اور زمین فارس میں رہتا تھا۔ اسی وجہ سے فارس کے بعض علمائے نسب یہ خیال کرتے ہیں کہ اہل فارس امیم کی اولاد سے ہیں اور کیومرث جو منتہائے سلسلۂ نسب ہے وہ امیم ابن لاوذ کا لڑکا ہے۔ لیکن یہ قول بالکل ناقابل اعتبار اور غیر صحیح ہے اور انھیں کی نسل سے وبار ابن امیم بھی تھا جو کہ مابین یمامہ اور شحر کے قیام پذیر ہوا تھا، جس کی نسل کو باد صرصر نے ہلاک کیا و اللّٰہ اعلم۔

شجرۂ نسب عمالقہ

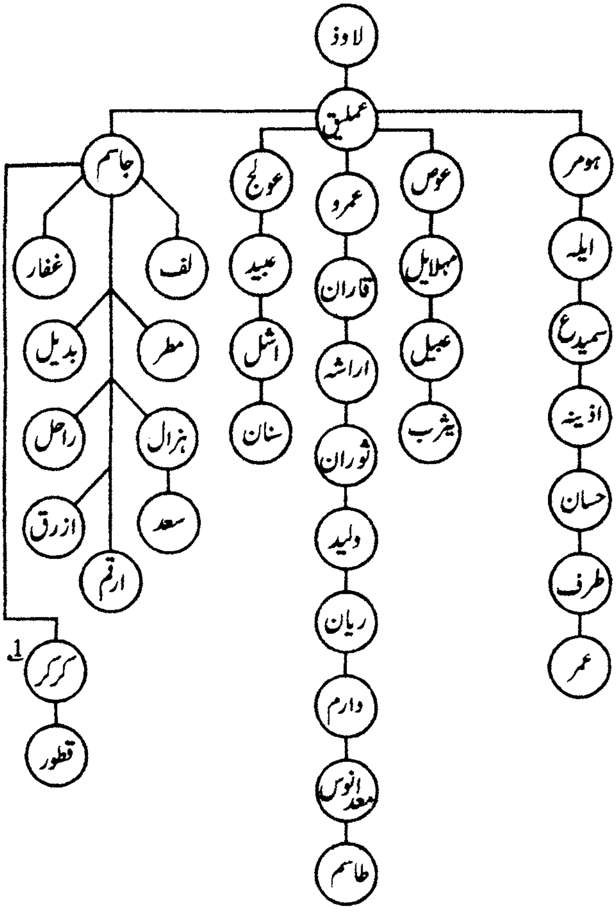

[1] اس شجرے سے معلوم ہوتا ہے کہ کرکر جاسم کی اولاد ہے جب کہ عربی نسخوں میں دیے گئے شجرے سے پتہ چلتا ہے کہ کرکر عملیق کا بیٹا ہے۔[م۔ص]

شعیبؑ

عرب بائدہ بنی ارفخشذ بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ سے نسباً تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نامی قبائل جرہم، حضور، حضرموت اور سلف تھے۔ حضور دیار رس میں رہتے اور اہل کفر و بت پرست تھے۔ ان کی طرف شعیبؑ بن ذی مہرع مبعوث ہوئے۔ ان کو ان لوگوں نے شامت اعمال سے جھٹلایا، ان پر ایمان نہ لائے، انجام یہ ہوا کہ اور گروہوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو گئے۔

[توضیح مترجم]

شعیبؑ کا نام تیرون تھا۔ ضیعون بن عنفا بن ثابت بن مدین بن ابراہیمؑ کے لڑکے تھے۔ بعضوں نے جناب موصوف کے باپ کا نام میکیل لکھا ہے، جو کہ اولاد مدین بن ابراہیمؑ سے تھا اور بعض کتابوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شعیبؑ ان لوگوں میں سے کسی کی اولاد سے ہیں، جو ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے۔ اور ان کے ہمراہ سرزمین شام میں ہجرت کر کے چلے آئے تھے۔ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں تحریر کرتا ہے کہ شعیبؑ کی ماں لوط بن ہاران بن تارح کی بیٹی تھیں۔ اس روایت کے اعتبار سے شعیبؑ و ابراہیمؑ یک جدی اور ایک ہی خاندان سے ہوئے، لیکن ہم اپنے حافظے پر بھروسہ کر کے کہہ سکتے ہیں کہ شعیبؑ ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے آگے چل کر ایک مقام پر صراحۃً شعیبؑ کی نسبت **وھوا بن نویل بن رعویل بن عیابن مدین** (وہ یعنی شعیبؑ بیٹے تھے نویل بن رعویل ابن عیابن مدین کے) تحریر کیا ہے۔

شعیبؑ حاضر جواب، لطیفہ گو، حق باتوں کے کہنے میں بالکل بے

جھجک تھے۔ کسی کو سوائے آپ کے باوجود نابینائی کے نبوت نہیں دی گئی۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے ان کی قوم کا یہ فقرہ ’’وانا لنراک فینا ضعیفا ‘‘ اے ضریر البصر (ہم بیشک تجھ کو اپنے میں ضعیف یعنی بے بصر دیکھتے ہیں۔) حکایۃً کلام پاک میں ذکر کیا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم شعیبؑ کے ذکر کے وقت [ان کے] بلیغ و فصیح ہونے کی وجہ سے اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ذالک خطیب الانبیاء یعنی یہ نبیوں کے خطیب ہیں۔ کتب تواریخ کی ورق گردانی سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ شعیبؑ اہل مدین اور اصحاب ایکہ اور اہل الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے، پہلے دو یعنی اہل مدین اور اصحاب ایکہ کا ذکر کلام مجید میں اس صراحت سے آگیا ہے کہ آپ ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ باقی رہے اصحاب الرس ان کا ذکر قرآن پاک میں موجود تو ہے۔ لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جناب موصوف ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ہاں کتب تواریخ دیکھنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شعیبؑ اصحاب الرس کی طرف بھی بھیجے گئے تھے۔ چنانچہ خود علامہ ابن خلدون نے اپنی معتبر تاریخ میں ایک مقام پر لکھا ہے وبعث الیھم نبی منھم اسمہ شعیبؑ (اور بھیجا ان کی طرف یعنی اہل رس کی طرف ایک نبی جو کہ شعیبؑ نامی انھیں میں سے تھے۔)

اہل مدین اور اصحاب ایکہ بد دیانتی کی طرف زیادہ مائل تھے۔ دو ترازو اور دو وزن رکھتے تھے۔ لینے کے وقت زیادہ لیتے اور دیتے ہوئے کم دیتے تھے۔ علاوہ اس کے بت پرستی بھی کرتے تھے۔ راستوں پر بیٹھے رہتے تھے، لوگوں کو شعیبؑ کے پاس آنے جانے سے روکتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لاتے تھے ان کو تنگ کرتے تھے۔ جب ان لوگوں کی شرارت سے شعیبؑ نے اپنا وعظ و پند نہ بند کیا اور کچھ لوگ آپ کی طرف مائل بھی ہو چلے، تو ایک روز دو چار سردار مل کر شعیبؑ کے پاس آئے اور یہ دھمکی دی

لنخرجنک یا شعیب و الذین امنوا معک من قریتنا او لتعودُنّ فی مِلّتِنا ۔[الاعراف:88] (بے شک ہم تم کو اے شعیبؑ مع ان لوگوں کے جو کہ تمھارے ساتھ ایمان لائے ہوئے ہیں اپنے گاؤں سے نکال دیں گے، یا تو تم ہمارے مذہب میں پھر لوٹ آؤ۔) شعیبؑ ان کی اس دھمکی کا کچھ خیال نہ کر کے برابر وعظ و پند کرتے رہے۔ اس وقت مجبور ہو کر ان لوگوں نے یہ کہنا اور اس طرح ڈرانا شروع کر دیا **ولو لا رھطک لرجمناک** ۔[ہود:91] (اگر تمھارے اعزہ اقارب زیادہ نہ ہوتے تو تجھ کو ہم سنگ سار کر ڈالتے۔) **وما[انت] علینا بعزیز** ۔[ہود:91] (اور تو ہم پر غالب نہیں ہے یا تو ہم سے بزرگ نہیں ہے۔) اس بحث و تکرار اور بت پرستی و کفر کا انجام یہ ہوا کہ اللہ جل شانہٗ وعلیٰ ذکرہ نے اس قوم پر عذاب یوم الظلہ نازل فرمایا۔ جس سے سوائے شعیبؑ اور ان لوگوں کے جو آپ پر ایمان لائے تھے کوئی جانبر نہ ہوا۔ عبداللہ ابن عباسؓ آیۂ کریمہ **فاخذھم عذاب یوم الظلۃ** [الشعراء:189] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے گرمی اور تمازت آفتاب اس قدر بڑھا دی کہ سب کے سب اپنے اپنے گھروں سے گھبرا کر باہر نکلے۔ دو ڈھائی میل کے فاصلے پر ایک ابر دکھلائی دیا، دو چار آدمی اس کی طرف دوڑ کر گئے، جب اس ابر کی وجہ سے آفتاب کی تمازت سے ان کو نجات ملی اور خنکی محسوس ہونے لگی تو ان لوگوں نے اپنی قوم کو بلایا، جب کل قوم اس ابر کے نیچے آ کر مجتمع ہو گئی تو اللہ جل شانہٗ نے ان پر اس ابر سے آگ برسا دی سب کے سب وہیں جل کر خاک ہو گئے۔ اور اہل مدین (جو کہ مدین ابن ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے۔) ان پر بہ وجہ بت پرستی و بددیانتی اللہ جل شانہٗ نے رجفہ (زلزلہ) کا عذاب نازل کیا تھا، جس سے بہ استثنائے مومنین اور شعیبؑ کے سب کے سب ہلاک ہو گئے اور اہل رس بت پرستی کرتے تھے۔ کفر والحاد میں ڈوبے ہوئے تھے، شعیبؑ نے مدتوں ان کو سمجھایا۔ آنے والے

عذاب سے ڈرایا لیکن چونکہ ان کی قسمت میں ہلاکت لکھی تھی محض شعیبؑ کے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا۔ اللہ جل شانہٗ نے ان کو بھی اسی طرح ہلاک و تباہ کر دیا جس طرح سے پہلا گروہ برباد کر دیا گیا۔ انتهى كلام المترجم. [مترجم کا کلام تمام ہوا۔]

جرہم

جرہم یمن میں رہتا تھا، اس کی زبان عربی[1] تھی۔ یعرب ابن قحطان کا جس وقت دور دورہ ہوا اس وقت جرہم تو بلاد حجاز کا والی مقرر کیا گیا اور عاد بن قحطان شحر وغیرہ کا حاکم ہوا اور عمان کی ولایت یقطن بن قحطان کے سپرد کی گئی۔ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ پہلے بنی جرہم، بعد اس کے اولاد قطور بن کرکر بن عملاق قحط کی وجہ سے یمن سے مکہ میں یکے بعد دیگرے چلے آئے تھے اور یہیں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اسمٰعیلؑ مکہ میں آئے اور جناب موصوف کو نبوت مرحمت فرمائی گئی۔ بنی جرہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کے بعد بیت اللہ کے وہ متولی رہے تا آنکہ ان پر بنی خزاعہ غالب آئے۔ بنی جرہم مکہ سے نکل کر یمن میں آ گئے اور یہیں ہلاک ہوئے۔

حضر موت

حضر موت زمانہ قریب ہونے کی وجہ سے عرب عاربہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ عرب بایدہ سے نہیں ہیں، کیونکہ ان کی نسلیں آئندہ گروہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس گروہ میں سے سب سے پہلے جس نے حکومت کی بنا ڈالی، جس کا ذکر آج تک صفحۂ تاریخ میں موجود ہے۔ وہ عمر والاشنب بن ربیعہ بن یُرام بن حضر موت تھا۔ اس نے مدتوں سلطنت کی، اپنے مقبوضہ ممالک کے حدود بڑھائے۔

اس کے بعد اس کا لڑکا، نمر الازج تخت حکومت پر بیٹھا۔ عمالقہ سے ایک زمانۂ دراز تک لڑتا رہا۔ اس نے سو برس تک بادشاہی کی، اس کے بعد کریب ذوکراب بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانۂ حکومت کا حال کچھ معلوم نہیں ہوا۔ پھر نمر الازج ثانی کریب ذوکراب کے بعد بادشاہ ہوا اور

---

1 دار الکتب العلمیہ بیروت 2:34 (ایڈیشن 1992) اور دار الفکر بیروت 2:32 (ایڈیشن 2000) کے نسخوں میں "عبرانی" ہے۔ [م۔ص]

[ایک سو تینتیس] 1 برس تک حکمراں رہا۔ چونکہ اس کی حالت حیات میں اس کے بھائیوں اور لڑکوں کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے اس کے بعد مرثد ذو مروان بن کریب بادشاہ ہوا اور ایک سو چالیس سال تک حکومت کرتا رہا۔ یہ پہلے مقام مارب میں رہتا تھا۔ بعدہ حضر موت میں آ گیا تھا۔

بعد اس کے علقمہ ذو قیعان بن مرثد ذی مروان تیس برس اور ذو عیل بن ذی قیعان دس برس یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے۔ ذو عیل بن ذو قیعان حضر موت کو چھوڑ کر صنعا میں چلا آیا تھا۔ اس نے فغفور 2 چین پر فوج کشی کی اور اس کو گرفتار کر کے قتل کیا۔

بعدہٗ ذو عیل بن ذو عیل حضر موت کا حکمراں ہوا۔ ملوک یمن سے یہ پہلا شخص ہے جو کہ رومیوں سے لڑا، اسی نے یمن میں حریر اور دیبا کو رائج کیا تھا۔ بعد اس کے بدعات بن ذو عیل نے چار برس حکومت کی، اس نے کوئی امر جدید ایجاد نہیں کیا اور نہ اس کو توسیع ملک کا خیال کبھی پیدا ہوا۔ بعد اس کے بدعیل بن بدعات تخت پر بیٹھا، یہ ایک قلعہ بنوا کر اور چند عمارتیں ناتمام چھوڑ کر مر گیا۔

حماد بن بدعیل نے اس کے بعد اسی سال تک حکومت کی۔ اس نے فارس پر سابور ذوالاکتاف کے عہد حکومت میں حملہ کیا اور اس کو ایسا پامال کیا کہ مدتوں حماد کی زیادتیوں کے آثار فارس کے کھنڈرات سے نمایاں رہے۔

بعد اس کے یشرح ذوالملک بن ودب بن ذی حماد بن عاد بلاد حضر موت پر ایک سو برس تک حکومت کرتا رہا۔ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے فوج میں جاں نثاروں کا ایک خاص دستہ مقرر کیا اور آداب شاہی مرتب کیے۔ بعد اس کے منعم ابن ذوالملک دثار بن جذیمہ بن منعم اور یشرح بن جذیمہ بن منعم اور نمر بن یشرح، بعدہ ساجن معروف بہ [ابن] نمر یکے بعد دیگرے حسب ترتیب مذکور حکومت کرتے رہے۔ اور ساجن کے زمانہ حکومت میں حبشہ یمن

---

1 اصل نسخے میں ایک سو تیس تھا، دار الفکر (32:2) اور دار الکتب العلمیہ (37:2) کے عربی نسخوں سے تصحیح کی گئی۔ [م۔ص]

2 فغفور = شاہان چین کا لقب [م۔ص]

پر غالب آئے۔

بنی جرہم سے متعلق ایک روایت

جرہم کی نسبت علامہ ابن سعید کی روایت یہ شہادت دے رہی ہے کہ جرہم کا ایک گروہ عاد کے زمانے میں گذرا ہے۔ جس کو علمائے نسب عرب عاربہ سے شمار کرتے ہیں۔ اور یہ جرہم جو یمن میں رہتا اور قحطان ابن عابر کا لڑکا تھا، اس کو یعرب بن قحطان نے اپنے زمانۂ حکومت میں حجاز کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد عبد یالیل اس کا لڑکا، بعدہ عبدالمدان بن جرہم اور نفیلہ بن عبدالمدان اور عبدالمسیح ابن نفیلہ اور مضاض ابن عبدالمسیح اور حرث۔ یکے بعد دیگرے حسب ترتیب مذکورہ والی حجاز ہوتے رہے۔ بعد ان لوگوں کے جرہم بن عبد یالیل بعدہٗ اس کا لڑکا عمرو ابن الحرث، بعد اس کے بشیر ابن الحرث اس کا بھائی اور مضاض بن عمرو بن مضاض حاکم حجاز ہوئے، اسماعیل علیہ السلام نے جو کہ عرب کے تیسرے گروہ کے مورث اعلیٰ ہیں جرہم ثانی میں نشو نما پائی تھی اور انھیں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اسی قبیلے میں آپ کی شادی ہوئی تھی۔

سبا سے متعلق حضورؐ کا ارشاد

اولاد سبا قبائل سابق کی طرح فنا نہیں ہوئی اور ان کی یادگار نسلیں یمن میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہی دوسرے طبقے کی بولتی چالتی، چلتی پھرتی تصویریں ہیں۔ کسی نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سبا کی نسبت دریافت کیا تھا کہ وہ مرد تھا یا کہ عورت یا کسی زمین کے ٹکڑے کا نام ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سبا ایک شخص تھا، جس کے دس لڑکے ہوئے تھے۔ منجملہ ان کے چھ یعنی مذحج، کندہ، ازد، اشعر، انمار، حمیر یمن میں سکونت پذیر رہے۔ اور چار یعنی لخم، جذام، عاملہ، غسان شام میں مقیم ہوئے۔

ابراہیمؑ

اس سے پیشتر ہم تحریر کر چکے ہیں کہ قحطان سے پہلے زمانۂ نوحؑ تک اس گروہ کے آباد

اجداد لغات عربیہ سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ جیسا بذاتہ قحطان نے جو عرب کے دوسرے طبقے کا مورث اعلیٰ ہے، گروہ سابق سے عربی زبان سیکھا اور رفتہ رفتہ وہی عربی لغت اس کی آئندہ نسلوں کی مادری زبان کے قائم مقام مانی گئی۔ اسی طرح اس کا بھائی فالغ ابن عابر اور اس کی اولاد ابراہیمؑ تک عجمی زبان بولتے تھے تا آنکہ اسماعیلؑ کا زمانہ آیا جو عرب کے تیسرے طبقے کے جدا کبر قرار دیے جاتے ہیں۔ اور انھوں نے جرہم سے زبان عربی کی تعلیم پائی اور وہی بنی اسماعیل کی مادری زبان سمجھی گئی۔ اقتضاے مقام اور مناسبت کلام کے خیال سے عرب کے اس تیسرے طبقے کا بھی نسب اسی مقام پر بیان کیے دیتے ہیں۔ تاکہ گروہ سابق اور لاحق میں ایک انتظامی سلسلہ قائم ہو جائے۔ اور انساب عالم پورا پورا احاطۂ بیان [میں] آجائے۔

حضرت ابراہیمؑ کا نسب

ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے آبا و اجداد عجمی تھے اور عجمی زبان بولتے تھے۔ لیکن چونکہ عالم میں آپ کا نسب کامل طریقے سے محفوظ رہا اور بہ خیال بعض مورخین بنی آدم کی آئندہ نسلیں آپ کے اعقاب و اخلاف سے شمار کی جاتی ہیں اور علاوہ بریں آپ کے اسلاف عرب کے اس طبقے کے معاصر بھی تھے، پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا نسب اور ان کی اولاد کے حالات حسب قرار داد شرط کتاب تحریر کیا جائے۔ لہٰذا ہم سب سے پہلے اسماعیل کا نسبی سلسلہ چھیڑا چاہتے ہیں اور اس کے امور متعلقۂ ضروریہ کا اظہار کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کے اخبار و حالات لکھیں گے۔

اسماعیل علیہ السلام، ابراہیمؑ کے خلف اکبر ہیں اور یہ [ابراہیمؑ] آزر (جس کو تارح یا تارخ کہتے ہیں اور آزر ایک بت کا نام تھا، جس کے نام سے یہ ملقب ہوئے۔) ابن ناحور[1] بن ساروخ (یا شاروخ یا ساروغ یا اشرغ) بن ارغو ابن فالغ (یا فالخ) بن عابر (یا عنبر) بن شالخ (یا شلیخ) بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام کے لڑکے ہیں۔ علامہ ابو محمد[2] کا یہ بیان ہے کہ

---

1 حضرت ابراہیمؑ کے دادا اور بھائی دونوں کا نام ''ناحور'' ہے۔ [م۔ص]

2 پیش نظر عربی نسخوں میں علامہ ابو محمد کے نام کی تصریح نہیں ہے۔ مترجم نے جو بیان علامہ ابو محمد کے نام سے درج کیا ہے، اس کی بھی وضاحت انھوں نے نہیں کی۔ واللہ اعلم [م۔ص]

میں نے اس نسب کو توریت میں دیکھا ہے۔ ہو بہو ایسا ہی پایا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ بجائے ساروخ (اشرغ) کے شاروغ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ طبری لکھتا ہے کہ شالخ اور ارفخشذ کے درمیان ایک پشت اور گذری ہے۔ جس کا نام قینن تھا۔ توریت میں اس کا ذکر اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ یہ ساحر تھا اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ ابن حزم کہتا ہے کہ فالغ اور عابر کے درمیان بھی ایک نام ترک ہو گیا۔ جو ملکیصدق کے نام سے مشہور تھا اور وہ عابر کا لڑکا فالغ کا باپ تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابراہیمؑ سے متعلق توریت کی روایت

توریت میں یہ ایک عجیب بات لکھی ہوئی ہے کہ نوحؑ کے انتقال کے وقت ابراہیمؑ ترپن (53) برس کے تھے، کیونکہ ارفخشذ صلب سام سے طوفان کے دو برس کے بعد پیدا ہوئے اور جب ارفخشذ کی عمر پینتیس (35) سال کی ہوئی تو شالخ پیدا ہوا۔ شالخ کی تیس (30) برس کی عمر تھی کہ عابر پیدا ہوا اور [چونتیسویں (34)] برس[1] [کی عمر میں] عابر سے فالغ اور فالغ کی تیس (30) برس کی عمر میں ارغو اور ارغو کی بتیس (32) برس کی عمر میں شاروغ اور شاروغ کی تیس (30) برس کی عمر میں ناحور اور ناحور کی انتیس (29) برس کی عمر میں تارح پیدا ہوا اور جس وقت تارح کی عمر پچھتر (75) برس کی ہوئی۔ جناب ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ اس حساب سے زمانۂ طوفان سے ولادت ابراہیمؑ تک دو سو ستانوے (297) برس ہوتے ہیں۔ اور نوحؑ بعد طوفان تین سو پچاس (350) برس زندہ رہے۔ پس وقت انتقال نوحؑ ابراہیمؑ ترپن (53) برس کے تھے اور آپ نے اپنے جد اعلیٰ کا زمانہ پایا ہے۔ بعض مورخین کی یہ رائے ہے کہ ابراہیمؑ کل بنی آدم کے جوان کے بعد ہوئے ہیں جد اعلیٰ ہیں۔ اس اعتبار سے جناب موصوف تیسرے جد اعلیٰ بعد نوح و آدم علیہ السلام کے قرار پائے۔

شہر بابل

علامہ ابن سعید کتاب البدء سے نقل کرتا ہے کہ پہلے جس نے اولاد حام ابن نوحؑ سے

---

1. اصل نسخے میں اس جگہ پینتالیسویں برس لکھا تھا۔ عربی نسخوں دارالکتب العلمیہ (39:2) اور دارالفکر (37:2) سے اس کی تصحیح کی گئی۔ [م۔ ص]

بادشاہت کی اور حکومت وسلطنت کی بناڈالی وہ کنعان بن کوش بن حام بن نوح تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ کنعان کس وجہ سے کس زمانے میں اپنے مرز بوم [1] شام سے زمین کے اس حصے کی طرف چلا آیا جس کو اب سرزمین بابل کہتے ہیں۔ اور ایک شہر اٹھارہ کوس مربع [بارہ فرسخ] [2] میں بابل نامی آباد کیا۔

نمرود

اس کے بعد نمرود نامی اس کالڑکا تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ بہت بڑا عظیم الشان بادشاہ ہوا۔ اس نے اکثر معمورات عالم پر قبضہ کرلیا، اس کی عمر نسبتۂ دوسروں سے زیادہ ہوئی۔ بنی حام سے یہ پہلا وہ شخص ہے کہ جس نے دین صابیہ اختیار کرلیا تھا۔ اسی کو دیکھا دیکھی تھوڑے دنوں بعد اولادسام بھی اس مذہب کی طرف مائل ہوگئی تھی۔

سام ابن نوح دجلہ کے شرقی جانب مقیم ہوا۔ یہ اپنے باپ کا وصی اور جانشیں تھا۔ بعد اس کے ارفحشذ ابن سام اس کے املاک کا وارث ہوا۔ ارفحشذ روشن چراغ کو کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑا عابد پرہیز گار متقی تھا۔ اس کے بعد شالخ ابن ارفحشذ اس کا جانشیں ہوا اور ایک مدت دراز تک زندہ رہا۔ بعدہٗ عابر ابن شالخ اس کی قائم مقامی پر مامور ہوا۔ یہی کلدانیوں کو لے کر نمرود سے مقابل ہوا تھا۔ لیکن نمرود اس پر غالب آیا اور اس کو کوثا سے نکال دیا۔ عابر مع ان لوگوں کے جو اس کے ساتھ تھے مجدل کی طرف جو فرات اور دجلہ کے درمیان میں واقع ہے چلا آیا۔

عابر عبرانیوں کا جد اعلیٰ ہے۔ اس کی صولت وحکومت مجدل میں قائم ہوئی، اس کے بعد فالغ ابن عابر اس کا وارث و جانشیں ہوا۔ یہ وہی ہے جس نے اولا دنوح پر ملک کو تقسیم کیا تھا۔ اسی کے زمانے میں نمرود نے بابل میں ایک بڑا محل بنوایا تھا۔ جس کا ذکر مصحف پاک میں آ گیا ہے۔ فالغ کے بعد بہ خیال اکثر مورخین اس کالڑکا ملکان جانشیں ہوا۔ اسی کے زمانے میں نبطی اور جرامقہ اس خاندان پر غالب آئے اور مجدل میں اپنے رعب وصولت کا سکہ چلایا۔ ملکان اسی

---

1 جائے پیدائش، حدود ملک [م۔ص]

2 عربی نسخے میں اسی طرح ہے۔ [م۔ص]

حالت میں ایک لڑکا اتیا نامی (جو خضر کہے جاتے ہیں۔) چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ باقی رہا ارغو ابن فالغ وہ اس واقعے کے بعد کلواذا کی طرف چلا آیا اور یہیں اس نے اپنے سچے دین کو خیر باد کہہ کر دین نبط یعنی صابئہ مذہب اختیار کیا اور ان میں اپنا نکاح کر لیا۔ اس کی نبطی بیوی سے اس کا لڑکا شاروخ، اور شاروخ سے ناحور اور ناحور سے تارح پیدا ہوا۔ تارح ابن ناحور ہی کو آزر کہتے تھے، نمرود نے اس کو کمال اخلاص سے اپنے بیت الاصنام (بت خانے) کا داروغہ مقرر کیا اور نمرود ملوک جرامقہ سے ہے۔ اس کا نام ہاصد، کوش ابن حام کا لڑکا تھا۔ **انتھیٰ کلام ابن سعید** (کلام ابن سعید کا تمام ہوا۔)

حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش

تارح جس کو آزر کہتے ہیں بہ روایت توریت اس کے تین لڑکے ابراہیمؑ، ناحور اور ہاران تھے۔ ہاران اپنے باپ کی حالت حیات میں اپنے لڑکے لوطؑ کو چھوڑ کر مر گیا۔ لوطؑ اس روایت کے مطابق ابراہیمؑ کے بھتیجے ہیں۔ مورخین ابراہیمؑ کے مولد (جائے پیدائش) میں اختلاف کرتے ہیں۔ طبری کہتا ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ اطراف کوثا (سرزمین سواد) میں پیدا ہوئے۔ اور یہ قول ابن اسحاق کا ہے اور کوئی یہ کہتا ہے کہ حران میں پیدا ہوئے تھے۔ اور کسی کا یہ خیال ہے کہ یہ بابل میں پیدا ہوئے۔ اور عامۂ سلف اس کے قائل ہیں کہ ابراہیمؑ نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔

درآں حال یہ کہ کہان (جمع کاہن) بتلا رہے تھے کہ ایک ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو دین شاہی کا مخالف ہوگا اور بتوں کو توڑ ڈالے گا۔ نمرود نے یہ سن کر لڑکوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ آپ کی ماں نے ایک گڈھے میں جا کر وضع حمل کیا۔ تا آنکہ آپ بڑے ہوئے اور عنفوانِ شباب میں پہنچے اور ستاروں کو دیکھا اور ان سے ذات باری کو پہچانا اور نبوت حاصل ہوئی۔ پس آپ اپنے باپ کے پاس آئے اور توحید کی طرف بلایا۔ اس نے انکار کیا اور آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اس جرم میں نمرود کے سامنے پکڑ لائے گئے۔ اور اس کے حکم سے آگ میں ڈالے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا ٹھنڈا کر دیا کہ جس سے ان کو مطلق اذیت نہ پہنچی۔ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے۔ نمرود نے یہ واقعۂ عجیب دیکھ کر قربانی کرنے کو کہا۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ اللہ

تعالیٰ تیرے کسی عمل کو قبول نہ کرے گا، جب تک تو ایمان نہ لائے گا۔ نمرود نے کہا یہی ایک امر مجھ سے نہ ہو سکے گا۔

[توضیح مترجم]

اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ ابراہیمؑ کے والد آزر نے اپنی بی بی سے وضع حمل کا حال دریافت کیا تھا اور انھوں نے بے پروائی سے یہ کہہ دیا تھا کہ "ہاں میرے لڑکا پیدا ہوا تھا لیکن اسی وقت مر گیا۔" آزر کو چونکہ بی بی پر زیادہ اعتماد تھا، اس وجہ سے اس واقعے کی اس نے زیادہ تفتیش نہ کی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آزر کو ابراہیمؑ کی پیدائش کا حال معلوم تھا لیکن اس نے نمرود کے خوف سے اس واقعے کو چھپایا۔ ابراہیمؑ جب تک گڑھے میں رہے اس وقت تک آپ کی والدہ اکثر آپ کو دیکھنے جایا کرتی اور دودھ پلا آیا کرتی تھیں۔

جناب موصوف ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے جس قدر اور لڑکے ایک مہینہ میں نشو ونما پاتے ہیں۔ تھوڑے دنوں میں آپ جوانی کے قریب پہنچ گئے اور اپنے باپ آزر کے ہمراہ شام کے وقت گڑھے سے نکل کر ویرانے سے مکان کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جو جانور ملتا تھا اس کو آپ دریافت کرتے تھے اور آزر کہہ دیا کرتا تھا کہ یہ بکری ہے وہ اونٹ ہے اور یہ گائے ہے، ابراہیمؑ یہ سن کر دل میں کہتے تھے کہ ان مخلوقات کا کوئی رب (پرورش کرنے والا) ضرور ہے، جب رات ہوئی اور آسمان کی طرف آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ستارہ [1] نظر آیا۔ آپ بے ساختہ کہہ اٹھے "ھــذا ربــی (یہ میرا رب ہے۔) جب وہ نظروں سے غائب ہو گیا تو آپ فرمانے لگے "لا احب الافلین" (میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔) پھر تھوڑی دیر کے بعد جب ماہتاب کا نور نظر آیا۔ اس کو ستارے سے زیادہ روشن پایا تو پھر بول اٹھے "ھذا رَبّی" [الانعام: 77] جب وہ بھی غائب ہو

---

1 علامہ ابن اثیر تحریر کرتا ہے کہ وہ ستارہ مشتری تھا۔ [مترجم]

گیا تو فرمانے لگے ''لئن لم یھدنی ربی لا کونن من القوم الضالین '' [الانعام:77] (یعنی اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا تو بے شک میں بھی گمراہ قوموں میں شامل ہو جاتا۔) غرض کہ یہ پہلی رات جو کہ حضرت ابراہیم کو آبادی میں ہوئی تھی، گذر گئی۔ اور صبح کو آفتاب کی تیز روشنی نظر آئی تو آفتاب کو دیکھ کر ''ھذا ربی ھذا اکبر '' کہا، جب شام ہوئی اور آفتاب بھی غروب ہو گیا تو آپ کے ذہن مبارک میں یہ خیال گذرا کہ جو متغیر ہے وہ ضرور ہے کہ حادث ہوگا اور جو حادث ہوگا وہ ہرگز قابل ربوبیت کے نہ ہوگا۔ علاوہ اس کے یہ سب چیزیں ظاہر و غائب ہوتی رہتی ہیں۔ تو ضروری ہے کہ ان کا ظاہر اور غائب کرنے والا کوئی اور ہوگا۔ اور وہی قابل پرستش اور لائق خدائی کے ہوگا، اسی وجہ سے آپ نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا ''یا قوم انّی بریٔ ممّا تشرکون' ' [الانعام:78] اے قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو ''انی وجھت وجھی للذی فطر السّمٰوٰتِ والارض حنیفًا وما انا من المشرکین '' [الانعام:78] (میں نے ان سبھوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس کی طرف رخ کیا جس نے کہ زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے ایک طرف کا ہو کر۔ اور میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو کہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔) ابراہیمؑ کا ستارہ، ماہتاب و آفتاب دیکھ کر بار بار ''ھذا ربی '' کہنا اور پھر اس سے گریز کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ اپنے خالق بیچوں کو نہ جانتے تھے یا مشکوک حالت میں تھے۔ جیسا کہ ہمارے اس دعوے کی شہادت کلام پاک کی یہ آیۂ کریمہ دے رہی ہے۔ ''ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہٖ عالمین '' [الانبیا:51] (اور بیشک ہم نے ابراہیمؑ کو دیا علم و فہم اس سے پہلے کہ وہ بالغ ہوتے۔ اور ہم اس بات کو جانتے تھے کہ وہ اس کا اہل

ہے۔) ہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جب آپ کو علم وفہم پہلے سے دے دیا گیا تھا، تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ ستارہ یا ماہتاب وآفتاب کو دیکھ کر بار بار ھذا ربی کہہ اٹھتے تھے، لیکن ساتویں پارے کی اس آیۂ کریمہ پر غور کرنے سے یہ شبہہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ "**وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰات والارض ولیکون من الموقنین**" [الانعام:75] (اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیمؑ کو سلطنت آسمانوں اور زمینوں کی تاکہ اس کو یقین ہوجائے۔ یعنی خطرات بشریہ رفع ہوکر اس کو یقین ہوجائے کہ اللہ جل شانہٗ واحد وخالق ہے۔)

ابراہیمؑ نے مدتوں اپنے اس خیال کو کسی پر ظاہر نہ کیا اور برابر جب آزر بت بنا کر آپ کو فروخت کرنے کے لیے دیتا تھا۔ بے تامل بازار میں بتوں کو بیچنے کے واسطے لے جاتے تھے اور آواز بلند سے فرماتے تھے "**من یشتری مالا یضرہ ولا ینفعہ**" (کون شخص ایسی چیز کو خریدے گا جو کہ نہ نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع) لوگ یہ سن کر متعجب ہوتے تھے اور ان کے پاس نہ جاتے تھے اور نہ ان سے بتوں کو خرید کرتے تھے۔ جب شام ہوتی تو آپ نہر کی طرف جاتے اور بتوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کے پانی میں ڈبوتے اور مذاقاً "**اشربی اشربی**" (پی لے پی لے) کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ باتیں مشہور ہوگئیں۔ کچھ زمانہ تو اس میں منقضی ہوا کہ لوگ ان باتوں کو ان کے بھولے پن اور لہو ولعب پر محمول کرتے رہے۔ لیکن جب یہ خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اور علانیہ توحید اور اللہ کی عبادت اور اس کے سچے دین کی تعلیم ودعوت کرنے لگے، اس وقت لوگوں کے کان کھڑے ہوئے اور آپس میں اکثر جلسوں میں ان کے خلاف مشورے کرنے لگے۔

سب سے پہلے جس کو ابراہیمؑ نے خدا کے سچے دین کی طرف بلایا، وہ آپ کا باپ آزر تھا۔ لیکن اس کی قسمت میں دولت ایمان نہیں تھی۔ اس نے آپ کے کہنے پر خیال نہ کیا۔ اللہ جل شانہٗ نے ان سوالات وجوابات کو جو

ابراہیمؑ اور ان کی قوم میں ہوئے تھے۔ سترھویں پارہ سورۂ انبیا میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ''اذ قال لابیه وقومه ما هٰذِهِ التماثیل التی انتم لها عاکفون '' [الانبیاء:52] (جس وقت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم یا نمرود بن کنعان اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ یہ کیا صورتیں ہیں جن کی تم مجاورت کرتے ہو؟) ''قالو اوجدنا اٰبائنا لها عٰبدین'' [الانبیاء:53] (ان لوگوں سے ابراہیمؑ کا وہ اعتراض تو اٹھ نہ سکا، بوکھلا کر کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انھیں کو پوجتے پایا ہے؛ اسی وجہ سے ہم بھی تقلیداً ان کو پوجتے ہیں۔) ''قال لقد کنتم انتم واٰباؤُ کم فی ضلالٍ مُّبین'' [الانبیاء:54] (ابراہیمؑ یہ ان کا لا طائل جواب سن کر بولے کہ جب تم لوگ ان بتوں کو تقلیداً پوجتے ہو تو بیشک تم اور تمھارے آبا و اجداد کھلم کھلا گمراہی میں تھے۔) ''قالو اجئتنا بالحق ام انت من اللّٰعبین'' [الانبیاء:55] (ان بت پرستوں کو ابراہیمؑ کے اس کہنے سے کہ ''تم اور تمھارے آبا و اجداد کھلم کھلا گمراہی میں تھے'' یہ شبہ پیدا ہوا کہ شاید مذاقیہ نہ کہتے ہوں، چنانچہ اس خطرے کو ان لوگوں نے ظاہر کر دیا اور گھبرا کر کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس یہ سچی بات لے کر آئے ہو یا مذاقاً کہہ رہے ہو۔) ''قال بل ربکم رب السمٰوٰت والارض الذی فطرهن وانا علیٰ ذالکم من الشّٰهدین '' [الانبیاء:56] (ابراہیمؑ چونکہ تعلیم و ہدایت کے لیے آئے تھے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کے اس خیال کو کہ آپ نے مذاقاً نہیں کہا، اس طرح رفع فرمایا کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ خدا نہیں ہیں۔ بلکہ تمھارا رب وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے۔ اور میں اسی بات کا قائل ہوں۔)

اس تقریر کے بعد ظاہراً وہ لوگ خاموش تو ضرور ہو گئے لیکن ادھر ان لوگوں کو یہ فکر ہوئی کہ ابراہیمؑ کو اپنے خداؤں (بتوں) کی عظمت دکھلانی

چاہیے؛ تا کہ اس کے خیالات اور خطرات رفع ہو جائیں۔

اور ادھر ابراہیمؑ کو یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ ان بتوں کی بیکسی اور بے بسی ان اندھوں پر ثابت کر دینی چاہیے، تا کہ یہ خدا کو بھولے ہوئے گمراہ اپنے بے ہودہ خیال سے باز آئیں۔ چنانچہ جب ان لوگوں کے عید1 کا دن آیا تو یہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ''ابراہیمؑ تم ہمارے خداؤں (بتوں) کو برا اور ذلیل کہا کرتے ہو۔ چلو آج ہم تم کو اپنے خداؤں (بتوں) کا جاہ و جلال دکھلائیں۔ ابراہیم نے ان لوگوں کو "انی سقیم" (میں بیمار ہوں۔) کہہ کر ٹال دیا۔ اور جب یہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس سے ناامید ہو کر جا رہے تھے، جناب موصوف نے دبی زبان سے فرمایا'' **وتاللّٰہ لا کیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین**" [الانبیاء: 57] (اور اللہ کی قسم ہے کہ میں تمہارے بتوں کا علاج کروں گا، جب کہ تم پیٹھ پھیر کر جا چکو گے۔) ان کلمات کو دو ایک آدمیوں نے ان میں سے سن لیا تھا۔

ابراہیمؑ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد بت خانے میں گئے بہت بڑی زینت اور آرائش نظر آئی، ایک بڑا بت ایک مکلّف تخت پر رکھا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے بت مناسب طریقے سے رکھے ہوئے تھے اور سبھوں کے سامنے عمدہ عمدہ کھانے چنے ہوئے تھے۔ پہلے تو آپ نے ان بتوں سے تعریضاً ''**الا تاکلون**" [الصّٰفّٰت: 91] (تم لوگ کیوں نہیں کھاتے ہو۔) جب اس کا جواب کچھ نہ ملا تو پھر دوبارہ آپ نے کہا ''**ما لکم لا تنطقون**" [الصّٰفّٰت: 92] (تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو۔) جب اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا تو آپ ان بتوں کے توڑنے میں

---

1 سال میں ایک دن یہ لوگ بتوں کو نہلاتے تھے اور اچھے کپڑے پہنا کر ان کے سامنے اچھے اچھے کھانے رکھتے تھے اور تکلف کا لباس پہن کر عید گاہ جاتے تھے اور جب لوٹ کر آتے تو بتوں کو سجدہ کر کے کھانے کو تبرکاً کھاتے تھے۔ (مترجم)

مصروف ہوئے۔ جیسا کہ آیۂ کریمہ ''فراغ علیھم ضربا بالیمین'' [الصّٰفّٰت: 93] (پھر متوجہ ہوا ان پر مارتا داہنے ہاتھ سے یا بہ قوت تمام) سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس بت خانہ میں جس قدر بت تھے سب کو توڑ ڈالا، سوائے اس ایک بت کے کہ جس کے کندھے پر آپ اپنا تیشہ رکھ کر چلے آئے تھے۔

جس وقت وہ لوگ عیدگاہ سے واپس آئے، بتوں کو اس خراب حالت میں دیکھ چلا اٹھے۔ ''من فعل ھٰذا بالھتنا انہٗ لمن الظالمین'' [الانبیاء: 59] (کس نے یہ کام ہمارے بتوں کے ساتھ کیا ہے، بیشک وہ ظالموں میں سے ہے۔) ایک نے ان میں سے کہا ''کل کا ذکر ہے کہ ایک جوان جس کو لوگ ابراہیمؑ کہتے ہیں، ان کی برائیاں کر رہا تھا۔ عجب نہیں کہ یہ فعل اسی کا ہو۔'' لوگوں نے اس واقعے سے نمرود کو مطلع کیا۔ اس نے ابراہیمؑ کو بغیر کسی حجت و دلیل کے دفعتہً گرفتار کر لینا معیوب سمجھ کر کہا: ''اچھا اس کو ہمارے سامنے لاؤ، شاید کچھ آدمی اس کی شہادت دے سکیں۔'' یہ سنتے ہی سب لوگ ابراہیمؑ کے پاس گئے اور ان کو نمرود کے دربار میں گرفتار کر لائے۔ نمرود نے دریافت کیا'' ءانت فعلت ھٰذا بالھتنا یا ابراھیم'' [الانبیاء: 62] (اے ابراہیمؑ کیا تو نے ہمارے خداؤں (بتوں) کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟) ابراہیمؑ نے اس کے جواب میں صریحاً انکار نہ کیا بلکہ ایہاماً فرمایا: ''بل فعلہ کبیرھم ھٰذا فاسئلوھم ان کانو ینطقون'' [الانبیاء: 63] (بلکہ کیا ہے یہ کام ان کے اس بڑے نے سو ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہوں۔) ابراہیمؑ کے اس خیال کے ظاہر کرنے سے بعض لوگوں کے چہروں پر فکر و تشویش کے آثار کسی قدر نمایاں ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے ''انکم انتم الظالمون'' [الانبیاء: 64] (بیشک تم ہی بے انصاف والوں میں ہو۔) پھر بعد چند لمحے کے چونکہ شیطان نے ان کی عقل

کی آنکھوں پر ناحق شناسی کے پردے ڈال دیے تھے۔ ابراہیمؑ سے مخاطب ہو کر کہا'' **لقد علمت ما ھٰو لاء ینطقون**'' [الانبیاء:65] (بیشک تجھ کو معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں۔) اسی وجہ سے ان بتوں سے دریافت کرنے کو کہتے ہو۔ دیکھو ابراہیمؑ سچ سچ بتلاؤ کہ یہ کس کا کام تھا۔

ابراہیمؑ ان لوگوں کی اس جہالت آمیز تقریر کو سن کر بولے'' **افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم شیئاً و لا یضر کم اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون**'' [الانبیاء:67] (کیا پھر تم سوائے اللہ کے کسی اور ایسے کو پوجتے ہو جو کہ تم کو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور اس پر جس کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے ہو۔)

پھر نمرود ابراہیمؑ سے مخاطب ہو کر بولا'' کیا تم نے اپنے اس رب کو دیکھا ہے جس کی عبادت کرتے ہو؟ اور وہ رب تمھارا کون ہے جس کی طرف تم لوگوں کو بلاتے ہو؟

ابراہیم:'' **ربی الذی یحی و یمیت** ''[البقرۃ:258] (میرا وہ رب ہے جو کہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔)

نمرود: یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں'' ابراہیمؑ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اور نمرود نے ان دو شخصوں کو طلب کیا جو واجب القتل ہو چکے تھے۔ ان دونوں میں سے ایک کے قتل کا حکم دیا اور دوسرے کی خطا معاف کر کے ابراہیمؑ سے متوجہ ہو کر کہا'' ابراہیمؑ تم نے دیکھا میں نے کیسے ایک کو مارا اور ایک کو زندہ کیا۔ اس اعتبار سے میں بھی مارنے اور زندہ کرنے والا ہوں۔ تمھارے رب میں مجھ سے زائد کوئی صفت نہیں ہے۔ وہ بات بتلاؤ جو تمھارے رب میں ہو اور مجھ میں نہ ہو۔'' ابراہیم نے کہا'' **ان اللّٰہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب**''[البقرۃ:258] (بیشک اللہ تعالیٰ

آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے پس تو مغرب سے اس کو نکال)

نمرود سے اس سوال کا جواب کچھ نہ بن آیا، اپنا سامنہ لے کر خاموش ہو گیا اور ابراہیمؑ نمرود کے دربار سے اٹھ کر چلے آئے، تب ان لوگوں میں مشورہ ہونے لگا۔ بعضوں نے قتل 1 کرنے کو کہا اور کسی نے شہر بدر کرنے کی طرف اشارہ کیا اور اکثر لوگ اس رائے پر متفق ہوئے کہ جناب موصوف جلا دیے جائیں۔

چنانچہ نمرود نے بھی اس رائے سے اتفاق ظاہر کیا اور لکڑی جمع کیے جانے کا حکم عام صادر کیا۔ ہمارے خیال ناقص میں نمرود کی سلطنت میں شاید ایسا کوئی شخص تھا نہ جس نے کم وبیش اس حکم کی تعمیل نہ کی ہو، اس وجہ سے نہایت قلیل مدت میں بے انتہا لکڑیاں جمع ہو گئیں۔ اور آگ مشتعل کی گئی، جس وقت ابراہیمؑ منجنیق میں رکھ کر اس آگ میں جس کو ایک عالم کے بت پرستوں نے مشتعل کیا تھا ڈالے گئے۔ اس وقت عجیب کیفیت تھی سوائے ثقلین (یعنی جن وانس) کے تمام عالم زبان حال سے جناب باری میں کہہ رہا تھا "اگر ابراہیم آج جلا دیے گئے تو کوئی شخص دنیا میں تیرا نام لینے والا نہ رہ جائے گا۔ تو اگر ہم کو اجازت دے تو ابراہیم کی مدد کریں۔" جناب باری سے حکم ہوا "ان استغاث بشیٔ منکم فلینصرہ وان لم یدع غیری فانا لہ" (اگر وہ تم میں سے کسی سے مدد چاہے تو اجازت ہے کہ اس کی مدد کرو اگر اس نے میرے سوا کسی دوسرے کو نہ بلایا تو ہم اس کی مدد کو موجود ہی ہیں۔) اس اجازت کے بعد بعض نے ابراہیمؑ سے کہا "الک حاجۃ" (کیا تم کو کچھ ضرورت ہے) لیکن ابراہیمؑ نے صاف یہی جواب دیا "اما الیک فلا" (ہاں ہے مگر تجھ سے نہیں۔) یہ ایک ایسا جواب تھا جو درحقیقت لاجواب

---

1 بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہیزن نامی ایک شخص ابراہیمؑ کے قتل پر مامور کیا گیا تھا۔ لیکن ہیزن جس وقت ابراہیمؑ کے قتل کو روانہ ہوا بالقضائے الٰہی زمین میں دھنس گیا واللہ اعلم۔ (مترجم)

اوران کی شان کے موافق تھا۔ کائنات سوائے جن وانس کے یہ تماشا حسرت وافسوس کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ جس وقت ابراہیمؑ انبار آتش کے قریب پہنچے، آسمان کی طرف سر اٹھا کر جناب احدیت میں عرض کیا "اللھم انت الواحد فی السماء وانت الواحد فی الارض حسبی اللہ ونعم الوکیل" (اے خدا تو اکیلا ہے آسمان میں اور تو اکیلا ہے زمین میں، کافی ہے مجھ کو اللہ اور بہت ہی اچھا وکیل ہے۔) ہنوز آگ کے شعلوں کا آپ کے مبارک بدن پر اثر بھی نہ پہنچنے پایا تھا کہ "یانارُ کُونِی بَرداً وَسَلاماً علی ابراھیم" [الانبیاء:69] (اے آگ سرد ہو جا اور سلامت رہ ابراہیمؑ کے لیے۔) کے خطاب نے اس نار کو گلزار بنا دیا جل جلالہ کی کیا شان ہے۔

مفسرین رحمہم اللہ اس امر پر اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہیں کہ اگر جل جلالہ عم نوالہٗ "سلاماً" کا لفظ "بَرداً" کے بعد نہ فرماتا تو ابراہیمؑ کو شدت برد (سردی سے) روحی صدمہ پہنچتا اور وہی باعث جدائی روح وتن ہوتا۔ اور اسی طرح اگر یہ حکم باری مطلق چھوڑ دیا جاتا اور "علیٰ ابراہیم" کے ساتھ مقید نہ کر دیا جاتا تو بیشک دنیا بھر کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی اور آج آگ کا کہیں نام و نشان نہ ملتا واللہ اعلم۔

نمرود کے دماغ میں مدتوں یہ خیال یقینی صورت میں مرتسم رہا کہ آگ نے ابراہیمؑ کا کام تمام کر دیا ہوگا۔ لیکن ایک روز اتفاقاً اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو جناب موصوف کو بیٹھا ہوا دیکھ کر متعجب ہوا۔ اور اس نے اسی وقت اپنی قوم کو طلب کر کے کہا "مجھ کو شبہ سا پیدا ہو گیا ہے کہ ابراہیمؑ زندہ ہے؛ اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے لیے ایک ایسا اونچا مکان بناؤ کہ جس سے میں ابراہیمؑ کو دیکھ سکوں۔"

نمرود کی زبان سے یہ فقرہ تمام ہونے بھی نہ پایا تھا کہ لوگ دوڑ پڑے اور مکان کے بنانے میں مصروف ہو گئے۔ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ

وہ مکان بن کر تیار ہو گیا اور نمرود اس مکان سے چڑھ کر آگ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کو اس مرتبہ پہلے سے زیادہ تعجب اس وجہ سے ہوا کہ اس نے ابراہیم کے پہلو میں ابراہیمؑ کی صورت و شکل کا ایک آدمی بیٹھا ہوا دیکھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کے عالم میں دیکھتا رہا۔ جب صبر نہ ہو سکا تو چلا کر کہنے لگا ''اے ابراہیمؑ تیرا خدا بہت ہی بڑا ہے، اس کی قدرت وعزت اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں اس [چیز] کو جو تجھ میں اور آگ میں حائل ہو گئی ہے۔ کیا تجھ کو اس قدر استطاعت ہے کہ اس آگ سے تو صحیح و سالم نکل آئے۔''

ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ ہاں ممکن ہے، جس خدا نے مجھ کو یہاں صحیح و سالم رکھا ہے اس کی قوت و مدد سے میں باہر بھی آ سکتا ہوں۔'' ابراہیمؑ یہ کہہ کر اٹھے اور بہت اطمینان سے خراماں خراماں آگ کے ڈھیر سے باہر آئے۔ نمرود نے دریافت کیا کہ ابراہیمؑ تمھارے پاس تمھاری ہی ہم شکل کون شخص بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ ملک الظل تھا۔ اللہ جل شانہٗ نے اس کو میرے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ مجھ سے باتیں کرے تا کہ تنہائی کی تکلیف مجھ کو نہ پہنچے۔ انتھیٰ کلام المترجم. [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

اس واقعے کے بعد نمرود نے ابراہیمؑ سے کہا ''میں بہ عوض اس کے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو تمھارے رب کے لیے قربانی کیا چاہتا ہوں۔'' ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ جب تک تو اس ذات واحد پر ایمان نہ لائے گا۔ اللہ جل شانہٗ تیری کسی عبادت کو قبول نہ کرے گا۔ نمرود نے کہا ''میں ایک یہی امر تو نہیں کر سکتا کیونکہ میری شان کے خلاف ہے۔'' بعد اس کے اس نے چار ہزار گایوں کی قربانی کی اور جناب موصوف کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی۔

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

پھر اللہ جل شانہٗ نے ابراہیمؑ کو ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ مع اپنے باپ تارح اور ناحور بن تارح اور ان کی بیوی ملکا بنت ہاران (تارح کے بھائی) اور لوط بن ہاران اور سارہؑ

زوجۂ ابراہیم ارض کلدانیین سے ہجرت کر کے حران 1 میں چلے آئے۔

حضرت سارہؑ

لوگوں نے کہا ہے کہ سارہ، ملکا بنت ہاران کی بہن تھیں، بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ شاہ حران کی بیٹی تھیں۔ جب دین ابراہیمی قبول کرنے کی وجہ سے ان کی قوم نے ان پر طعنہ زنی شروع کی، تو ابراہیمؑ نے ان سے اس شرط پر عقد کر لیا کہ ان کو کوئی کسی قسم کا آزار نہ دے گا۔ لیکن توریت میں ہے کہ سارہ ارض کلدانیین سے ابراہیمؑ کے ساتھ حران میں آئیں اور یہاں پر ابراہیمؑ سے ان کا عقد ہوا۔

سہیلی نے لکھا ہے کہ سارہ ہاران ابن ناحور کی بیٹی تھیں، جو ابراہیمؑ کے چچا تھے۔ اور جس ہاران کے لوط لڑکے ہیں وہ تارح ابن ناحور کا لڑکا ہے۔ اور زمانۂ قیام حران میں تارح (آزر) کا [دوسو 2 پانچ برس] کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

پھر ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارض کنعان کی طرف ہجرت کی جہاں پر ان کی نسلی ترقی [ہوئی۔] اور [یہ وہی سرزمین ہے] جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔ پچھتر برس کی عمر میں آپ نے وہاں آ کے قیام کیا جہاں اب بیت المقدس ہے۔ پھر تھوڑے دنوں بعد جب ارض کنعان میں قحط پڑا تو آپ مع اپنے اہل بیت کے مصر چلے آئے۔

اگر چہ ابراہیمؑ مع اپنے اہل بیت کے مصر میں ایسے مقام پر سکونت پذیر ہوئے تھے، جہاں پر آپ کو کوئی جانتا نہ تھا۔ لیکن سارہ کا حسن و جمال کچھ ایسا ویسا معمولی تو تھا نہیں، رفتہ رفتہ اس کی خبر فرعون مصر کو پہنچی، اس نے ابراہیمؑ کو طلب کر کے سارہ کے بارے میں استفسار کیا۔ ابراہیمؑ نے اس خیال سے کہ شاید یہ مجھ کو قتل کر کے سارہؓ کو بہ جبر نہ لے لے۔ یہ کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ لیکن فرعون نے اس پر کچھ خیال نہ کیا اور سارہ کو اپنے آدمیوں سے اپنی خلوت خاص میں گرفتار کر کے منگوالیا۔

---

1 طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے یہی شہر آباد کیا گیا تھا۔ قدیم شہروں میں یہ شمار کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

2 اصل نسخے میں دوسو پچاس برس تھا، جب کہ دار الکتب العلمیہ (41:2) اور دار الفکر (39:2) کے نسخوں میں دوسو پانچ ہے۔ اس لیے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے۔ [م۔ ص]

پس جب اس نے ایک بار بہ روایت بعض مورخین تین بار سارہ کا قصد کیا اور اس کے ہاتھ ہر بار خشک ہوگئے، یا کہ اس پر صرعی (مرگی والی) کیفیت طاری ہوگئی اور ہر مرتبہ سارہ کی دعا سے وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا تب چوتھی یا دوسری بار اس نے سارہ سے اپنی اس بیجا دلیری کی معافی چاہی اور ہاجرہ کو آپ کی نذر کر کے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیج دیا۔

حریت ہاجرہؑ [توضیح مترجم]

ہاجرہؑ مادر اسماعیلؑ کا نام زبان عبرانی میں ''ہاغار'' ہے، رقیون بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ یہ رقیون شہر بابل کا رہنے والا تھا، جو افلاس و تنگدستی کی وجہ سے بابل چھوڑ کر مصر چلا آیا تھا اور اپنی ذاتی لیاقت و دانشمندی سے اراکین سلطنت میں داخل ہوگیا، پھر رفتہ رفتہ مصر کا بادشاہ بن بیٹھا تھا، سب سے پہلے جس کا لقب فرعون ہوا وہ یہی شخص ہے، اس کے عہد حکومت میں ابراہیمؑ فلسطین سے بہ وجہ قحط مصر میں مع اپنے اہل بیت کے چلے آئے تھے۔ **ھکذافی سفر الیشاء** (سفر الیشا میں ایسا ہی ہے۔)

عام طور سے اکثر لوگ بے سمجھے بوجھے کہا کرتے ہیں ''ہاجرہ لونڈی تھیں۔'' لیکن وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہاغار ورقیون دونوں الفاظ عبرانی زبان کے ہیں اور عجب نہیں ہے کہ یہ [رقیون] اسی قبیلے سے ہو جس قبیلے کے ابراہیمؑ ہیں۔ گو اس کی شہادت کافی نہیں مل سکتی ہے اور بظاہر زمانہ قحط میں شاید اسی خیال سے کہ بادشاہ مصر ان دنوں آپ کی قوم و ملک کا ہے۔ ابراہیمؑ نے مصر جانے کا قصد کیا ہو جیسا کہ اکثر ہر شخص کو ایسے موقع پر اس قسم کے خیالات پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ مفسرین توریت نے ہاجرہ کو بادشاہ مصر کی بیٹی تحریر کیا ہے۔ چنانچہ وپی شلومو اسحاق نامی مفسر توریت مقدس کتاب پیدائش کے سولھویں باب کی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ ''وہ فرعون کی بیٹی تھی جب دیکھا ان کرامات کو جو بہ وجہ سارہ واقع ہوئیں، تب کہا بہتر ہے کہ میری بیٹی رہے خادمہ ہو کر ان [کے] گھر

میں، اس سے کہ رہے دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر۔"

علاوہ اس کے اس زمانے کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں لونڈی و غلام دو طرح پر ہوتے تھے۔ ایک تو خرید کرنے سے جس کو عبرانی میں "مقنش کسف" کہتے ہیں، دوسرے غنیمت جنگ سے اور وہ "شیبوث حرب" کہلاتے تھے۔ تیسری صورت یہ تھی کہ ان کی اولاد لونڈی غلام کہی جاتی تھی، جو درحقیقت تیسری قسم نہیں ہے بلکہ انھیں پہلی دونوں قسموں میں یہ داخل ہے اور اس قسم کے لونڈی غلام کو "یلید بایث" یعنی خانہ زاد کہا کرتے تھے۔ لیکن ہاجرہ ان کل باتوں سے پاک تھیں۔ اور اس وقت تک ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں ثابت ہوئی پھر ان کو لونڈی کہنا زیادتی نہیں ہے تو کیا ہے؟

اب باقی رہا کہ سارہؓ نے ان کو لونڈی کیوں کہا، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جب دو عورتوں علی الخصوص دو سوکنوں میں تکرار ہوتی ہے تو جس کی زبان زیادہ چلتی ہے وہ دوسرے کو حقارت سے کیا کچھ نہیں کہتی ہے۔ لیکن اس کہنے سے وہ درحقیقت وہی نہیں ہو جاتی جو دوسری کہتی ہے۔ اور اگر درحقیقت ہاجرہؓ لونڈی ہوئیں اور اسمٰعیلؑ لونڈی زادہ ہوتے تو سارہؓ ان دونوں ماں بیٹے کے نکال دینے یعنی طلاق دینے کی درخواست نہ کرتیں۔ کیونکہ شریعت میں لونڈی اور لونڈی زادہ کو بیوی اور بیوی کے لڑکے کے ہوتے ہوئے میراث نہیں ملتی تھی۔ سوائے اس کے کہ اس کا باپ اپنی حالت حیات میں کچھ دے گیا ہو اور اسی طرح زن مطلقہ اور اس کے لڑکے کو میراث پدر نہ ملتی تھی۔ پس اگر ہاجرہؓ لونڈی ہوتیں اور اسماعیلؑ لونڈی زادہ ہوتے تو اسحاقؑ کے پیدا ہونے کے بعد سارہؓ اس قدر ہاجرہؓ سے برہم نہ ہوتیں۔ یہ فطرتی [فطری] بات تھی کہ آپ کو یہ خیال پیدا ہو کہ املاک ابراہیمؑ کے مالک باوجود اسحاقؑ کے اسماعیلؑ بھی ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے ان کے نکال دینے کی درخواست کی

تھی۔ پھر جب ابراہیمؑ کو اس سے کچھ پس وپیش پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ سارہؓ نے ہاجرہ کو لونڈی کہا تھا حکایۃً فرمایا اور تسلی دی کہ ''اس لونڈی اور بچے کی طرف سے رنج مت کر، تو ان کو نکال دے۔ میں اس لونڈی کے بچے سے ایک قوم پیدا کروں گا'' کتاب مقدس اور اس کی تفسیروں سے ہاجرہؓ کا لونڈی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کما سبق (جیسا کہ بیان ہوا۔) [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

طبری نے لکھا ہے کہ جس فرعون نے سارہ کا ارادہ کیا تھا، وہ سنان بن علوان برادر ضحاک تھا، ظاہر ہے کہ یہ سنان ملوک قبط سے ہے۔ بعد اس واقعے کے ابراہیم مع اپنے اہل بیت کے [ملک] شام کو ارض کنعان کی طرف چلے گئے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ جس نے سارا کا قصد کیا تھا اور جس کے ہاتھ خشک ہو گئے یا وہ صرع میں مبتلا ہو گیا تھا، وہ شاہ اردن ہے اور اس نے بعد افاقہ ہاجرہؓ کو آپ کی خدمت کے لیے آپ کو دے کر رخصت کیا، جو بعض ملوک قبط کی لونڈی تھیں۔

کنعان میں آمد

پھر ابراہیمؑ مصر سے نکل کر مع اپنے متعلقین کے ارض کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مقام جیرون میں (جس کو اب مقام خلیل کہتے ہیں۔) پہنچ کر قیام کیا، یہ وہی مقام ہے جس کو صابئہ ہیکل مشتری اور زہرہ کہتے تھے اور متبرک سمجھ کر عود وغیرہ جلاتے تھے۔ عبرانیوں نے اسی کا نام ایلیا (اللہ کا گھر) رکھا۔ لوطؑ یہاں تک تو ابراہیمؑ کے ساتھ ساتھ رہے، لیکن اب یہ مویشیوں کی کثرت اور سبزہ زاروں کی قلت کی وجہ سے ابراہیمؑ سے علاحدہ ہو کر فلسطین کی طرف جانے والے ہیں۔

[توضیح مترجم]

اگر چہ ہمارے مورخ نے ان کی سرگذشت اسی مقام پر تحریر کی ہے۔ لیکن ہم ان کا حال مستقل طور سے آئندہ لکھیں گے۔ اس موقع پر اس دلچسپی کو جو کہ ابوالانبیاء ابراہیم علیہم السلام کے حال سے پیدا ہو رہی ہے ہاتھ سے نہیں دیا چاہتے۔

اسماعیلؑ

پیدائش

مراجعت مصر کے بعد دسویں برس سارہ نے ابراہیم کو ہاجرہؓ سے نکاح کرنے کی اجازت دی۔ اس خیال سے کہ شاید اللہ جل شانہٗ انھیں سے کوئی لڑکا مرحمت فرمائے۔ کیونکہ جناب موصوف نے لڑکے ہونے کی دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور سارہؓ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی۔ وہ لڑکا ہونے سے ناامید ہو چکی تھیں۔ پس جب ابراہیمؑ نے ہاجرہؓ سے عقد کیا تو آپ کی چھیاسی برس کی عمر میں اسماعیل ذبیح اللہ بطن ہاجرہؓ سے پیدا ہوئے۔ جناب باری سے یہ وحی نازل ہوئی کہ اس لڑکے کی بارہ اولادیں ہوں گی اور ہر ایک بڑے سلسلے کے رئیس ہوں گے۔ سارہؓ 1 کو بعد اس کے غیرت نے اس امر پر مجبور کیا کہ انھوں نے ابراہیم پر ہاجرہؓ کے نکالنے کا دباؤ ڈالا۔

ہاجرہؓ کی مکہ روانگی

ابراہیمؑ کو سخت تردد کا سامنا ہوا۔ اللہ جل شانہٗ نے تسلی دی اور ارشاد کیا کہ ''سارہؓ کی اس بارے میں اطاعت کر'' پس ابراہیمؑ سارہؓ کے کہنے سے ہاجرہؓ اور اسماعیلؑ کو ایک خچر پر سوار کر کے کچھ تھوڑا سا زادِ راہ لے کر روانہ ہوئے اور جناب باری کے حکم سے سرزمین مکہ مقام زمزم میں ٹھہرا کر واپس ہوئے۔

---

1 کامل ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ولادت اسماعیلؑ کے بعد سارہؓ کو بہت بڑا صدمہ ہوا، اس کے بعد اللہ جل شانہ نے ان کے بطن سے اسحاق کو پیدا کیا، جب یہ دونوں بھائی کسی قدر بڑے ہوئے تو آپس میں ایک روز کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی جس کی وجہ سے سارہ نے غصے میں آکر ان ماں بیٹوں کو نکالنے کا دباؤ ابراہیمؑ پر ڈالا اور یہ کہا کہ ان کو کسی شہر یا آباد قریے میں نہ ٹھہرانا۔ اللہ جل شانہ نے مکہ کی طرف لے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ (مترجم)

مراجعت کرنے پر ہاجرہؑ نے گھبرا کر ابراہیمؑ سے کہا ''من امرک ان تترکنا بارض لیس فیھا زرع ولا ماء'' (کس نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم ہم کو ایسی زمین میں چھوڑ جاؤ جہاں کوئی درخت ہے اور نہ پانی ہے۔) ابراہیمؑ نے کہا ''ربی امرنی '' (میرے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔) ہاجرہؑ نے جواب دیا ''فانہ لن یضیعنا '' (وہ بیشک ہم کو ضائع نہ کرے گا۔) اور خاموش ہو کر بیٹھ گئیں۔ ابراہیمؑ نے بہ وقت مراجعت تقاضائے بشریت یا الفت پدری سے مضطربانہ یہ دعا کی ''ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃً من الناسِ تھوی الیھم وار زقھم من الثمرات لعلھم یشکرون'' (اے رب میں نے اپنی ایک اولاد بسائی ہے ایسے میدان میں جہاں کھیتی نہیں ہے، ترے محترم گھر کے پاس، اے رب ہمارے تا کہ قائم رکھیں نماز کو، پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل رکھ اور ان کو روزی دے میووں سے شاید کہ وہ شکر کریں۔) اللہ جل شانہٗ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔

چشمۂ زمزم

ابراہیمؑ کے چلے جانے کے بعد بی بی ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ دونوں ماں بیٹے تنہا رہ گئے۔ ایک شب و روز میں یا اسی دن وہ پانی ختم ہو گیا۔ جس کو روانگی کے وقت جناب ابراہیمؑ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ اور اسماعیلؑ کو غلبۂ تشنگی نے بیتاب کیا۔ ہاجرہؑ بیتاب پریشان کبھی تو پانی کی تلاش میں کوہ صفا پر چڑھ جاتی تھیں۔ جب وہاں پانی کا کچھ نشان نہ ملتا تھا، اسی پریشانی کی حالت میں مروہ کی چوٹی پر پہنچ جاتی تھیں۔ تا آنکہ سات مرتبہ صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی چوٹیوں پر آئیں گئیں۔ آٹھویں بار شروع ہونے نہ پایا تھا کہ اپنے پیارے شیر خوار بچے کے رونے کی آواز سن کر دوڑ آئیں۔ اسماعیلؑ اس وقت رو رہے تھے۔ اور زمین پر پاؤں مار رہے تھے۔ جس سے بہ عنایت الٰہی چشمۂ زمزم ابل پڑا۔

سدی سے روایت کی جاتی ہے کہ اسماعیلؑ کو ہاجرہؑ مقام حجر میں چھوڑ گئی تھیں اور ان کے لیے ایک عریش[1] بنا دیا تھا اور جبرئیل نے آ کر ہاجرہ کے بعد چشمہ کھول دیا تھا۔ اور انھوں نے

---

[1] جھونپڑی، چھپر [م۔س]

ہی جا کر ہاجرہؑ کو اس سے آگاہ کیا اور یہ بتلایا کہ اسی چشمے سے اللہ کے مہمان سیراب ہوں گے۔ اور تھوڑے دنوں بعد اس لڑکے کا باپ آئے گا دونوں مل کر اللہ تعالیٰ کا گھر بنائیں گے۔

بنی جرہم کی آمد

پھر جرہم کا ایک گروہ یا ان کے اہل بیت اس طرف سے گذرے نشیبی مکہ میں قیام کیا۔ چڑیوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر تعجب سے کہنے لگے "اس وادی میں تو پانی نہیں ہے چڑیاں کیوں اڑ رہی ہیں۔" چند لوگ اس جستجو میں نکل کر چلے اور مقام حجر میں پہنچ کر ایک عورت اور ایک بچے اور چشمے کو دیکھا اور وہیں ان سبھوں نے قیام کیا۔ واللہ اعلم۔

الغرض ہاجرہؑ نے دوڑ کر اپنے بچے کو چپ کرایا۔ اور اس نے ابلتے ہوئے پانی کے چاروں طرف مٹی کی ایک مینڈ سی باندھ دی۔ آنحضرت صلعم اکثر بہ وقت تذکرہ فرماتے تھے **یرحمها الله لو ترکتها لکانت عیناً سائحة** (اللہ ہاجرہ پر رحم کرے۔ اگر وہ اس چشمے کو بحالہ چھوڑ دیتیں تو وہ ایک چشمہ جاری ہو جاتا۔)

پھر بنی جرہم جو پانی نہ ملنے سے اس غیر ذی زرع سر زمین میں حیران پریشان پھر رہے تھے۔ پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر اس طرف آئے جہاں پر ہاجرہؑ مع اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے بیٹھی ہوئی تھیں۔ بنی جرہم نے پہلے تو چشمے کو تعجب بھری نگاہوں سے دیکھا، بعد اس کے جب ان کی نظر بی بی ہاجرہؑ پر پڑی تو اور زیادہ متعجب ہوئے۔

تھوڑی دیر سکوت کے عالم میں رہے، بعد ازاں یہ لوگ بہ اجازت ہاجرہؑ اسی مقام پر قیام اختیار کیا اور ظاہراً یہی گروہ فی الحال ان کی تنہائی کے رفع کرنے کا باعث ہوا۔ اسماعیلؑ نے اسی گروہ میں پرورش پائی، جوان ہوئے اور انھیں لوگوں سے زبان عربی سیکھی۔ ان لوگوں نے اپنے خاندان میں سے ایک عورت کے ساتھ آپ کا عقد کر دیا۔ پھر ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔ اسماعیل نے ان کو مقام حجر میں دفن کر دیا۔

ولادت اسحاقؑ کی بشارت

جس وقت ابراہیمؑ بی بی ہاجرہؑ کو مکہ میں پہنچا کر شام کو واپس ہوئے اور بیت المقدس میں مقیم ہوئے۔ اہل موتفکہ جہاں کہ لوطؑ اپنے چچا ابراہیم سے علاحدہ ہو کر چلے گئے تھے، ارتکاب

فواحش میں حد سے بڑھ گئے۔ لوطؑ نے ان کو سمجھایا، اللہ کی طرف بلایا، ان کو لوگوں نے جھٹلانا شروع کیا۔ تب ان کے ہلاک کرنے کو اللہ جل شانہٗ نے ملائکہ کو بھیجا۔ اور یہ سب ابراہیمؑ کی طرف ہو کر گذرے۔ ابراہیمؑ نے ان کی دعوت کی، تعظیم و خدمت میں بہ جان و دل مصروف ہوئے۔ سارہؑ کے ہنسنے اور ملائکہ کی بشارتِ ولادتِ اسحٰق و یعقوبؑ کے واقعات پیش آئے۔ جیسا کہ قرآن[1] میں مذکور ہے۔

ولادت اسحاقؑ کی بشارت ملائکہ نے ابراہیمؑ کو اس وقت دی تھی جب ان کی عمر سو برس کی ہو چکی تھی۔ اور سارہؑ نوے برس کی تھیں۔

عمارہ سے اسماعیلؑ کی علاحدگی

اسحاقؑ کی ولادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے پیشتر جب اسماعیلؑ پندرہ برس کے ہوئے ہاجرہؑ کا انتقال ہو گیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد اسماعیل کا دل مکہ سے

1. قرآن شریف کے پارہ 12 سورۂ ہود میں یہ واقعہ اس طرح پر مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے ہلاک کرنے کو ملائکہ کو بھیجا اور وہ ابراہیم کی طرف سے ہو کر گذرے، ابراہیم نے ان کی دعوت کی۔ عمدہ فربہ دنبہ ذبح کیا، دستر خوان پر بیٹھے تو ان لوگوں نے ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا۔ ابراہیمؑ کو اس سے خوف پیدا ہوا۔ اس وجہ سے کہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جس سے دشمنی ہوتی یا دشمنی کرنی مقصود ہوتا تو اس کا کھانا نہ کھاتے تھے۔ ملائکہ نے ان کو خائف دیکھ کر کہا کہ ''تم نہ ڈرو ہم اللہ کے بھیجے ہوئے قوم لوطؑ پر جا رہے ہیں۔'' سارہ کھڑی ہوئی تھیں۔ ہنس پڑیں تب ملائکہ نے ولادت اسحاق اور بعد اسحاق کے یعقوب کی ولادت کی بشارت دی۔ سارہ کا سن اس وقت نوے (90) برس کا ہو چکا تھا۔ بہ ایں لحاظ کمال تعجب یا جوش مسرت سے استعجاباً بول اٹھیں۔ **یا ویلتیٰ ء الدوانا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا لشیٔ عجیب** [ہود: 72] (کیا مجھ سے لڑکا پیدا ہوگا اور درآنحالے کہ میں بوڑھی ہوں؟ اور میرا شوہر بوڑھا ہو گیا ہے بیشک یہ ایک بات تعجب کی ہے۔) جبرئیلؑ یا اور کسی فرشتے نے جواب دیا۔ **اتعجبین من امر اللّٰہ** [ہود: 73] (کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اور دوسرے مقام پر اس کے جواب میں ملائکہ نے کہا ''**کذالک قال ربک**'' [مریم: 21] (ایسا ہی تیرے رب نے کہا ہے۔) پھر ابراہیمؑ سے مخاطب ہو کر اس شبہ و استعجاب کو جو کہ سارہ کو پیدا ہو گیا تھا اس قول سے رفع کر دیا ''**بشرناک بالحق فلا تکن من القانطین** [الحجر: 55] (ہم نے تجھ کو سچی بشارت دی ہے تو خدا کے فضل سے ناامید نہ ہو۔) اس کے بعد ملائکہ اہل موتفکہ کی طرف چلے گئے۔ [مترجم]

اچٹ گیا۔ اور انھوں نے شام کی طرف چلے جانے کا قصد کیا لیکن بنی جرہم نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے اسماعیلؑ کو اس ارادے سے روکا اور ان کا نکاح عمارہ بنت سعید بن اسامہ بن اکیل سے خاندان عمالیقہ میں کر دیا۔

اس کے بعد ابراہیمؑ اپنی بیوی سارہؓ سے حسب دستور سابق اجازت لے کر مکہ کو آئے، اس وقت ہاجرہؑ انتقال کر چکی تھیں۔ اور اسماعیلؑ شکار کھیلنے کو تشریف لے گئے تھے۔ صرف عمارہ بنت سعید اسماعیل کی بی بی گھر میں موجود تھیں۔ ابراہیمؑ نے عمارہ سے یہی چند باتیں دریافت فرمائیں کہ "تم کون ہو؟ اسماعیلؑ کہاں گیا؟ ہاجرہؑ کا کب انتقال ہوا؟" عمارہ نے کچھ ایسی ترشروئی سے جواب دیا کہ ابراہیمؑ ان کی کج خلقی سے پریشان ہو گئے اور روانگی کے وقت کہہ گئے "اسماعیل آئیں تو کہہ دینا کہ اپنے گھر کا دروازہ تبدیل کر دو۔"

ابراہیمؑ کے چلے جانے کے [بعد] جس وقت اسماعیلؑ شکارگاہ سے واپس آئے اور عمارہ نے کل واقعات بیان کیے اور یہ ظاہر کیا کہ اس پیر مرد نے یہ کہا ہے کہ "تم اپنے گھر کا دروازہ بدل دو" اسماعیلؑ نے عمارہ سے کہا "وہ میرے باپ تھے۔ وہ مجھ کو ہدایت کر گئے ہیں کہ میں تم کو طلاق دے دوں۔ اس وجہ سے اب میں تم سے علاحدگی اختیار کرتا ہوں۔"

اسماعیلؑ کا عقد ثانی

عمارہ کے طلاق کے بعد اسماعیلؑ نے سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی سے عقد کیا۔ ایک عرصے کے بعد پھر ابراہیمؑ تیسری بار سارہؓ سے اجازت لے کر اسماعیلؑ کے دیکھنے کو آئے۔ اسماعیلؑ اتفاق سے اس دن بھی موجود نہ تھے۔ سیدہ بنت مضاض نے بہت خوشی سے استقبال کیا۔ پانی گرم کر کے وضو کرایا، دودھ گوشت جو کچھ اس وقت موجود تھا طیب خاطر سے پیش کش کیا۔ اور معذرت کی۔ "یہاں گیہوں وغیرہ نہیں پیدا ہوتا، ہم لوگ بھی دودھ اور خرما اور شکاری گوشت کھا کر گذران کرتے ہیں۔"

ابراہیمؑ بہت خوش ہوئے۔ اور دعائے برکت کی۔ سیدہ نے ہر چند روکا لیکن وہ کب رک سکتے تھے۔ بی بی سارہ کی ٹھہرنے کی تو اجازت ہی نہ تھی۔ خواہ مخواہ سیدہ سے رخصت ہو کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور وقت روانگی فرما گئے کہ "جب تمھارا شوہر آوے تو میرا سلام کہنا اور یہ کہہ

دینا کہ اب تمھارے مکان کا دروازہ اچھا ہے میں نے پسند کیا۔ اب اس کو کبھی تبدیل نہ کرنا۔''

اسماعیل جس وقت شکار کھیل کر واپس آئے سیدہ نے کمال تعظیم سے ابراہیم کا نام بتلایا اور کل ماجرا لفظ بہ لفظ کہہ سنایا۔ اسماعیلؑ 1 نے سن کر فرمایا'' وہ میرے باپ تھے، وہ مجھ کو ہدایت کر گئے ہیں کہ میں تم کو اپنے سے کبھی نہ جدا کروں۔''

تعمیر کعبہ

ان واقعات کے بعد خانہ کعبہ بنانے کا حکم ہوا، ابراہیمؑ شام سے اسماعیلؑ کے ساتھ مکہ میں آئے اور دونوں باپ بیٹوں یعنی ابراہیم و اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ اس طرح سے بنانا شروع کیا کہ ابراہیم تو جڑائی کا کام کرتے تھے اور اسماعیلؑ گارہ اور پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ بناتے وقت اپنے رب سے یہ دعا کرتے جاتے تھے'' **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم**[بقرہ:127] (اے ہمارے رب یہ کام ہمارا قبول کر بیشک تو سمیع و علیم ہے۔)

جس وقت دیوار کسی قدر بلند ہوئی اور ابراہیمؑ جڑائی سے مجبور ہوئے تو ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنے لگے۔ یہ وہی مقام ہے، جس کو اب مقام ابراہیم کہتے ہیں۔

خانہ کعبہ قریب تیاری کے تھا کہ ابراہیم نے اسماعیلؑ سے کہا کہ کسی اچھے پتھر کا ٹکڑا لاؤ تا کہ مقام رکن پر رکھ دوں، جس سے لوگوں کو امتیاز باقی رہے۔ علما کہتے ہیں کہ بوقبیس نے آواز دی تھی کہ'' میرے پاس تمھاری امانت رکھی ہے یہ لو'' اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے حجر اسود کا پتہ بتلایا تھا۔ غرض جو کچھ ہوا اسماعیلؑ اس پتھر کو اٹھا لائے اور 2 ابراہیمؑ نے اس کو اٹھا کر مقام رکن

---

1 آپ لوگوں کو جہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسماعیلؑ پہلے وہ شخص ہیں کہ جنھوں نے اپنے باپ کے کہنے سے اپنی بی بی کو طلاق دے دیا، وہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اس وقت اسماعیلؑ صاحب وحی نہ تھے، لیکن ابراہیم پیغمبر اور صاحب وحی تھے۔ ممکن ہے کہ ابراہیم کو وحی بہ ذریعۂ الہام والقا اس امر کی ہدایت کی گئی ہو اور اسماعیلؑ نے محض اس خیال سے کہ صاحب وحی و پیغمبر کا ارشاد ہے۔ تعمیل کیا ہو بہر کیف جو کچھ ہوا اسماعیلؑ کو ضرور اس امر میں سبقت کا اعزاز حاصل ہے۔ (مترجم)

2 علامہ ارزقی فاضل ابن اسحاق سے روایت کرتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو نو گز بلند بنایا تھا، جانب پیش دروازہ حجر اسود سے رکن شامی تک اس کا طول بتیس گز کا تھا۔ اور عرض (بقیہ حاشیہ ص 117 پر دیکھیے)

پر رکھ دیا۔ یہی حجر اسود ہے جس کا طواف کے وقت بوسہ لیا جاتا ہے۔

بیت اللہ کے بننے کے بعد ابراہیمؑ حسب حکم باری تعالیٰ مکہ مکرمہ کے نورانی پہاڑ کی بلند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) میزاب کی طرف سے رکن شامی سے رکن غربی تک جس کو اب رکن عراقی کہتے ہیں، بائیس گز کا تھا۔ جانب پشت اس کا طول رکن غربی سے رکن یمانی تک اکتیس گز اور عرضا رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس گز تھا۔ دروازہ اس کا بالکل زمین سے ملا ہوا تھا کواڑ اور بازو نہیں لگائے گئے تھے۔ اس مقدس مکان کے اندر جاتے ہوئے دائیں جانب ایک کنواں بنا دیا تھا۔ اس غرض سے کہ بیت اللہ کے تحائف جو اطراف و جوانب سے آئیں اس میں رکھے جائیں۔ اس پیمائش کے مطابق جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ ہم خانہ کعبہ کا نقشہ اس مقام پر ثبت کیے دیتے ہیں۔ جس سے اس کی قطع بخوبی سمجھ میں آجائے گی۔ دائیں طرف کا حصہ جو نقطوں سے گھرا ہوا ہے، وہ ابراہیم کے وقت میں کعبہ میں داخل تھا۔ لیکن قریش نے تعمیر کے وقت اس کو چھوڑ دیا تھا۔ اور اندر کعبہ جو چھ نقطۂ مستطیل ہیں وہ لکڑی کے ستون ہیں جن کو قریش نے قائم کیے تھے۔ اور یہ اب نہیں ہیں اور جو نقطے مدور ہیں وہ ستون عبداللہ بن زبیر کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں۔

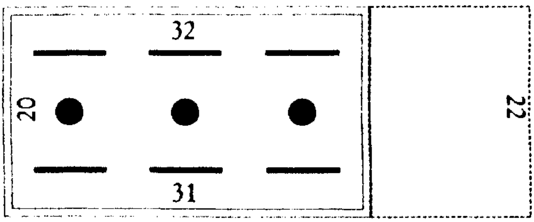

اسماعیلؑ کے انتقال کے بعد بنی جرہم اس خانہ خدا کے متولی ہوئے۔ ان کے زمانے میں ایک پہاڑی نالہ آیا اور کعبہ میں پانی چڑھ گیا۔ کعبہ منہدم ہو گیا۔ تب بنی جرہم نے اسی بنیاد پر کعبہ بنایا جس پر ابراہیمؑ نے تیار کیا تھا۔ اس کے بعد جب عمالقہ نے بنی جرہم کو مغلوب کر دیا اور خانہ کعبہ کے مختار ہو گئے تو غالباً سیلاب ہی کی وجہ سے پھر انھوں نے خانہ کعبہ بنایا۔ یہ عمالقہ، عمالقۂ اولیٰ نہیں ہیں، جو عرب البائدہ میں تھے۔ ان کی طرف تعمیر کعبہ کی نسبت کرنا نہایت نادانی ہے۔ اس وقت ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السلام پیدا تک نہیں ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے بعض مورخین نے غلطی سے لکھ دیا ہے کہ ''بنی جرہم سے پہلے عمالیق نے خانہ کعبہ بنایا ہے۔'' حالانکہ یہ روایت بالکل بے اصل ہے اور یہ تعمیر غالباً سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر واقع ہوئی تھی۔ پھر ان کے بعد قصی ابن کلاب نے کچھ بنایا، غالباً اس تعمیر کی وجہ سیلاب ہی ہوگی۔ یہ تعمیر جیسا کہ قیاس کیا جاتا ہے۔ دو سو برس قبل از ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی ہے۔ کیونکہ قصی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی پشت میں پڑتا ہے (بقیہ حاشیہ ص 118 پر

چوٹی پر چڑھ گئے۔اور بہ آواز بلند فرمایا" یا ایھا الناس ان اللہ قد بنا لکم بیتاً و دعاکم الیٰ حجہ فاجیبوہ. (اے لوگو بیشک اللہ نے تمھارے لیے گھر بنادیا ہے۔اور تم کو اس کے حج و زیارت کو بلایا ہے پس تم لوگ آؤ۔) اس کے بعد یہ دونوں بزرگ مع ان لوگوں کے جو آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ مقامات منیٰ وعرفات کی طرف گئے۔قربانی کی، خانۂ کعبہ کا طواف کیا، بعد ازاں ابراہیمؑ شام کی طرف چلے گئے اور تاحیات ہر سال خانۂ کعبہ کی زیارت وحج کو آتے رہے۔

حکم قربانی

خانۂ کعبہ بنانے کے بعد ابراہیمؑ کو بہ ذریعۂ خواب جو کہ درحقیقت وحی تھی لڑکے کے ذبح 1 کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ ابراہیمؑ نے اس کی تعمیل کی اور جنت سے اس کا فدیہ آیا اور وہ لڑکا بفضلہٖ بچ گیا، جیسا کہ کلام پاک کے نص صریح سے معلوم ہوتا ہے۔علما نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ اسماعیلؑ ذبیح اللہ تھے۔اور بعض کا یہ گمان ہے کہ اسحاقؑ کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ اختلاف صرف علمائے کرام تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ صحابۂ عظام اور تابعین

دیکھیے) (گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)اور ستون کا قائم کر کے کعبہ کو مسقف (چھت دار) بنایا تھا۔اس کے بعد قریش نے کعبہ کو تعمیر کیا۔اس وقت آنحضرت صلعم پیدا ہو چکے تھے۔اور پتھر ڈھونے میں آپ شریک تھے۔لیکن انھوں نے کعبہ کو بہ نسبت سابق کے دوچند مرتفع کیا اور چھ درع ایک بالشت کی کرسی بھی دے دی اور اس پر دروازہ قائم کیا تاکہ سیلاب کا پانی اندر نہ جانے پائے اور شاید لکڑی کی کمی کی وجہ سے حجر اسود کی طرف چھ درع ایک [بالشت] زمین چھوڑ دی اور اس طرف عرض میں ایک جدید بنیاد کھود کر دیوار چن لی، پھر اسلام میں سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر نے اس کی تعمیر ویسی ہی کی جیسا [کہ] ابراہیمؑ نے کی تھی۔لیکن انھوں نے دروازۂ جدید جانب غرب قائم کیا اور بلندی قریش کی بلندی سے بھی بڑھادی۔یعنی ستائیس درعہ کر دی اور تین ستون چھت پاٹنے کے لیے بنائے۔پھر ان کے بعد حجاج بن یوسف نے کعبہ کو بنوایا جیسا کہ کتب تواریخ میں ان دونوں کے بنانے کے اسباب وواقعات مذکور ہیں۔(مترجم)

1 تفصیل اس واقعے کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے نزدیک جب یہ امر متحقق ہوگیا (بقیہ حاشیہ ص 119 پر دیکھیے)

رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں شریک ہیں۔ ابن عباس، ابن عمر، الشعبی، مجاہد، حسن، محمد بن کعب القرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس امر کے قائل ہیں کہ اسماعیلؑ ذبیح اللہ ہیں۔ اس وجہ سے کہ جناب

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) کہ حکم ذبح حکم الٰہی ہے، وسوسۂ شیطانی نہیں ہے، تو آپ نے اپنے لڑکے اسماعیلؑ سے کہا کہ رسی اور تیر لے کر ہمارے ساتھ اس پہاڑی کی طرف آؤ تا کہ لکڑیاں کاٹ لائیں۔ اسماعیلؑ یہ سنتے ہی رسی اور تیر لے کر ابراہیمؑ کے پیچھے پیچھے چلے، شیطان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کسی طرح ان میں سے کسی کو اس راہ سے پھیر دینا چاہیے۔ اور اس خیال سے پہلے اسماعیلؑ کے پاس ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں متمثل ہو کر آیا اور کہنے لگا ''تم جانتے ہو کہ تم کو تمھارا باپ کہاں اور کس لیے لیے جا رہا ہے؟'' اسماعیلؑ نے فرمایا ''ہاں اس پہاڑی پر لکڑی کے لیے ہم کو لیے جا رہے ہیں۔'' شیطان افسوس اور حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھ کر بولا ''واللہ تم بھی کس قدر بھولے ہو! ارے صاحبزادے یہ تم کو ذبح کرنے کو لیے جاتے ہیں۔'' اسماعیلؑ نے دریافت کیا ''وہ مجھ کو کیوں ذبح کرنے کو لیے جاتے ہیں؟ حالانکہ مجھ پر ان سے زیادہ کوئی اور شفیق ہو نہیں سکتا۔'' شیطان نے کہا ''ابراہیمؑ کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم صادر فرمایا ہے۔'' اسماعیلؑ نے کمال بے اعتنائی سے فرمایا ''اگر ایسا ہی امر ہے تو مجھ کو یہ سرو چشم منظور ہے۔'' شیطان یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ پھر اس کو اسماعیلؑ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بعد اس کے ابراہیمؑ کے پاس آ کر کہنے لگا ''کیوں بڑے میاں تم کس خیال میں ہو بھلا خدا کو کیا غرض ہے کہ وہ لڑکے کے ذبح کرنے کو کہے تم اس خیال کو چھوڑ دو اور ناحق اس لڑکے کی جان نہ لو۔'' ابراہیمؑ نے فرمایا ''ملعون تو مجھ کو بہکانے آیا ہے۔ چل دور ہو یہ باتیں کسی نادان کو سمجھانا'' شیطان تو یہ باتیں سن کر ناکام یہاں سے واپس ہوا اور ابراہیمؑ نے کچھ دور آگے چل کر اسماعیلؑ سے کہا ''یابنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ [الصّٰفّٰت: 102] (اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھ کو خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں اس میں تمھاری کیا رائے ہے؟) اسماعیلؑ بھی چونکہ خلعت نبوت سے سرفراز ہونے والے تھے۔ بے تامل بول اٹھے۔ ''یا ابت افعل ما تومر ستجدنی ا ن شاء اللہ من الصابرین'' [الصّٰفّٰت: 102] (اے باپ جس پر تم مامور کیے گئے ہو وہ کرو مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ صابر پاؤ گے۔) دونوں باپ بیٹے یہی باتیں آپس میں کرتے ہوئے جس وقت منیٰ میں یا اس مقام پر جہاں اب قربانیاں کی جاتی ہیں۔ پہنچے اور ابراہیمؑ چھری لے کر ذبح کرنے پر مستعد ہوئے۔ تو اسماعیلؑ نے گذارش کی ''مناسب یہ ہے کہ آپ میرے چہرے کو زمین کی طرف کر دیجیے اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجیے، دامن کو سمیٹ لیجیے، ہاتھ پاؤں کو میرے رسی سے باندھ دیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی نظر ذبح کے وقت میرے چہرے (بقیہ حاشیہ ص 120 پر دیکھیے)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انا ابن الذبیحین[1] (میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں کا۔) فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث ان کے دعوے کو پورے طور سے ثابت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ مجازاً فخر و مباہات کے وقت عام طور سے لوگ چچا کو بھی باپ کہہ دیا کرتے ہیں۔ اور نیز ان کی یہ دلیل بھی قابل قبول عقل نہیں ہے کہ جناب باری نے ارشاد کیا "فبشرنا ھا باسحق و من وراء اسحق یعقوب" [ہود:71] (پس ہم نے اس کو یعنی سارہ کو اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور بعد اسحاقؑ کے یعقوبؑ کی پیدائش کی خوشخبری دی۔) اگر ذبیح اللہ اسحاقؑ ہی تسلیم کر لیے جائیں تو ان کے بعد یعقوبؑ کی بشارت کے کوئی معنی نہیں پیدا ہو سکتے۔ کیونکہ شروع شباب میں حکم ذبح صادر ہوا تھا، یہ حکم آئندہ یعقوبؑ کے پیدا ہونے کے منافی ہے۔ اس وجہ سے کہ بشارت کی علت وہی علم الٰہی ہے جو پہلے سے نہ ذبح ہونے کو تسلیم کر چکا تھا۔ اور یہ مان لیا تھا کہ یہ حکم محض بہ نظر امتحان ابراہیمؑ صادر کیا گیا ہے۔

اسحاقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کے بھی بڑے بڑے صحابۂ کرام قائل ہیں۔ عباس، عمر، علی، ابن مسعود، کعب احبار، زید بن اسلم، مسروق، عکرمہ، سعید بن جبیر، عطا، زہری، مکحول، سدی، قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی روایتیں شہادت دیتی ہیں کہ اسحاقؑ کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ اور

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) پر پڑے اور آپ کو محبت آجاوے۔ اور یہ باعث کمی ثواب یا حکم رب کی تعمیل میں تاخیر کا ہو۔ ابراہیمؑ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور نعم العون انت یا بنی علیٰ امر اللہ (اے میرے بیٹے تو بہت ہی اچھا معین ہے خدا کی تعمیل ارشاد میں۔) کہہ کر ایسا ہی کیا جیسا کہ اسماعیلؑ نے عرض کیا تھا۔ جس وقت یہ دونوں خدا کے برگزیدہ بندے اپنے سچے خدا کے حکم بجالانے پر مستعد ہوئے اور ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو زمین پر لٹا کر چھری کو گلے پر پھیرا۔ اسی وقت بحکم باری جبرئیل نے چھری الٹ دی اور جناب باری نے پکار کر کہا "تم نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا اس کی پوری پوری تعمیل کی یہ ذبیحہ (دنبہ) تمہارے لڑکے کا فدیہ ہے۔ اس کو بجائے اپنے لڑکے کے ذبح کرو۔ تم دونوں اپنے اپنے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ بہ روایت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ دنبہ اس واقعے سے چالیس برس پہلے سے جنت میں چر رہا تھا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (حقیقت حال سے اللہ بخوبی واقف ہے۔) (مترجم)

1 پہلے ذبیح اللہ اسماعیلؑ ہیں جو جناب رسالت مآب صلعم کے جد اعلیٰ ہوتے ہیں اور دوسرے ذبیح اللہ عبداللہ ہوئے جو آپ کے باپ تھے۔ (مترجم)

یہی ذبیح اللہ ہیں۔

علامہ طبری کا یہ خیال ہے کہ قول راجح یہی ہے کہ اسحاقؑ ذبیح اللہ ہیں؛ کیونکہ نص قرآن اس امر کا مقتضی ہے کہ مبشر بہ (جس کی بشارت دی گئی ہو۔) ذبیح ہو۔ اور بشارت سوائے اسحاقؑ کے ابراہیمؑ کے کسی اور لڑکے کے حق میں واقع نہیں ہوئی، جیسا کہ ہمارے اس دعوے کی شہادت آیۂ کریمہ "فبشرناہ بغلام حلیم" [الصّٰفّٰت: 101] (پس بشارت دی ہم نے اس کو ایک حلیم لڑکے کی۔) دے رہی ہے کیونکہ یہ آیت اصل میں اس دعا کی قبولیت کی خبر دے رہی ہے جو ابراہیمؑ نے ارض بابل سے ہجرت کرنے کے وقت جناب باری میں کی تھی۔ آپ لوگ یہ اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سب ماجرے ہاجرہ کے پہلے کے ہیں، کیونکہ ہجرت کے بعد ہاجرہ مصر میں سارہ کو دی گئیں اور بعد مراجعت مصر دس برس کے بعد ہاجرہ کو سارہ نے ابراہیمؑ کو دیا اور اس صورت میں مبشر بہ ابن سارہ یعنی اسحاقؑ ہوں گے نہ کہ اسماعیلؑ۔ اور وہی اس دلیل سے ذبیح اللہ ہوں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ ملائکہ نے جس وقت کہ وہ ابراہیمؑ کے یہاں مہمان تھے اور وہ قوم لوط کے ہلاک کرنے کو جا رہے تھے۔ سارہ کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی تھی۔ یہ اسی پہلی بشارت کی تجدید ہے جو کہ وقت ہجرت ابراہیمؑ کو دی گئی تھے۔ انتھی کلام الطبری (کلام طبری ختم ہوا۔)

تحقیق ذبیح [توضیح مترجم]

آپ لوگوں کے اذہان میں ضرور یہ خطرہ گذرا ہوگا کہ ذبیح اللہ اسحاق ہیں نہ کہ اسماعیلؑ، جیسا کہ مورخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کا طرز بیان شہادت دے رہا ہے۔ حالانکہ شہرت پذیر امر یہ ہے کہ اسماعیلؑ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور وہی مقام منیٰ میں ابراہیمؑ کے ساتھ ذبح ہونے کو گئے۔ بیشک یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ قرآن مجید کی نص صریح سے اگر اسماعیلؑ کا ذبیح اللہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا ہے تو اشارۃ النص سے ضرور ثابت ہو جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیے کہ نص صریح سے دونوں بزرگوں میں سے بالتخصیص ایک کا ذبیح اللہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ باقی رہا قول رسول صلی اللہ

علیہ وسلم، اس سے جہاں تک ثابت ہوتا ہے، یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیلؑ ذبیح اللہ ہیں۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ علامہ سا فاضل مورخ حدیث ''انا ابن الذبیحین'' کے جواب میں کیوں یہ جواب دے رہا ہے کہ ''لوگ عام طور سے فخر و مباہات کے وقت چچا کو بھی باپ مجازاً کہہ دیا کرتے ہیں درآنحالیکہ رسول مقبول صلعم نے اکثر فرمایا ہے۔'' انا سید ولد ادم ولا فخر'' (میں سردار اولاد آدم ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں ہے۔)

آپ لوگ یہ تو اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ اولاً جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ و الصلوٰۃ کو عام لوگوں میں شامل کرنا ہی جادۂ اعتدال سے منحرف ہونا ہے۔ ثانیاً جو شخص سرداری اولاد آدم کو مابہ الفخر نہ سمجھے وہ کیسے چچا کو باپ فخریہ کہہ سکتا ہے۔ دوسری دلیل میں جس طرح علامہ نے اپنا خیال یہ ظاہر کیا ہے کہ بشارت یعقوبؑ، بعد اسحاقؑ باوجودیکہ ان کے ذبح کرنے کا حکم عالم شباب میں صادر ہو چکا تھا، اس وجہ سے صحیح ہو سکتی ہے کہ علم الٰہی میں یہ امر مکنون[1] تھا کہ اسحاقؑ کے ذبح کرنے کا حکم حکم واقعی نہیں ہے بلکہ جانچ اور امتحان کا ہے۔ بایں لحاظ یہ حکم بشارت یعقوبؑ کا منافی نہیں ہو سکتا۔

علامہ طبری نے اپنے دعوے کی یہ شہادت پیش کی ہے کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت ہاجرہؑ کے پہلے دی گئی تھی۔ اس وجہ سے مبشر بہ ابن سارہ ہوگا نہ کہ ابن ہاجرہ۔ اور چونکہ علم الٰہی میں یہ امر مکنون تھا کہ اسحاقؑ ذبح نہ کیے جائیں گے۔ صرف امتحاناً یہ حکم دیا گیا ہے۔ بایں نظر یعقوبؑ کی بھی بشارت صحیح ہو جائے گی۔

اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم الٰہی میں یہ امر مستور تھا کہ ابراہیمؑ سرزمین شام سے مصر میں جائیں گے اور یہ یہ واقعات پیش آئیں گے۔ ہاجرہؑ

---

1 پوشیدہ۔ [م۔ص]

کو سارہؑ لے کر ابراہیمؑ کے پاس واپس آئیں گی اور بعد دس برس کے سارہؑ بی بی ہاجرہ کو ابراہیم کو دے دیں گی۔ اور ان کے بطن سے اسماعیلؑ پیدا ہوں گے۔ اور وہی ذبیح اللہ ہوں گے۔ اس صورت میں پہلی بشارت اسماعیلؑ کی ولادت سے متعلق ہوگی اور دوسری اسحاقؑ کے ساتھ۔ اور ذبیح اللہ پہلا مبشر بہ ہوگا نہ کہ دوسرا۔

علاوہ اس کے ایک یہ امر قابل لحاظ ہے۔ جناب باری عز اسمہ نے تیئسویں پارہ سورۂ الصافات میں ابراہیمؑ کے قصے کو اس ترتیب سے بیان کیا ہے کہ پہلے جناب موصوف کے ابتدائی حالات کو بیان کرتے ہوئے بتوں کے توڑنے اور آگ میں ڈالے جانے کا حال ظاہر کیا ہے۔ ازاں بعد یہ ظاہر کیا ہے کہ ابراہیمؑ نے ہجرت کے وقت لڑکے کی دعا مانگی تھی اور جناب باری نے اس کو قبول فرما لیا تھا۔ چنانچہ بعد ہجرت ایک مدت کے بعد وہ لڑکا پیدا ہوا۔ اور جب وہ بڑا ہوا تو اس کے ذبح کا حکم صادر ہوا۔ جب یہ دونوں باپ بیٹے تعمیل ارشاد الٰہی کے لیے مستعد ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فدیہ بھیج کر اس لڑکے کو بچا لیا۔

بعد ان واقعات کے صریحاً اسحاقؑ کی ولادت کی بشارت دی جیسا کہ کلام پاک کی آیۂ کریمہ شہادت دیتی ہے۔ " **وبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین**" [الصّٰفّٰت :112] (اور ہم نے خوش خبری دی اس کو یعنی ابراہیمؑ کو اسحاقؑ کی جو کہ نبی ہوگا نیک بختوں میں۔) کیا اس طرز بیان سے کسی کو مجال کلام رہ جاتی ہے؟ یہ بات نہایت قرین قیاس ہے کہ جب ابراہیمؑ اپنے پہلے لڑکے کے ذبح پر حسب حکم الٰہی مستعد ہو گئے اور امتحان میں پورے اتر گئے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے فدیہ بھیج کر ان کو بچا لیا اور کمال عنایت والطاف سے ایک اور لڑکے کی ولادت کی بشارت دی۔ [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

سارہ کی وفات

بعد ان واقعات کے ایک سو ستائیس برس کی عمر میں بی بی سارہ کا قریہ جیرون بلاد کنی

حبیب کنعانیین میں انتقال ہوا۔ ابراہیمؑ نے عفرون بن صحر سے ایک قطعہ زمین باوجود یکہ وہ بلا قیمت دینے پر راضی تھا چار سو مثقال چاندی کے دے کر خرید کی اور اس میں سارہؑ کو دفن کیا۔

اولادِ ابراہیمؑ

بعد ان کے ابراہیمؑ نے قطورا (یا قنطورا) بنت یقطن [یقطان] کنعانیہ سے عقد کیا۔ حسب روایت توریت اس کے بطن سے چھ لڑکے زمران یقشان، مدان، مدین، اشبق، شوخ پیدا ہوئے۔ توریت میں لکھا ہے کہ یقشان کے دو لڑکے سبا، دڈان پیدا ہوئے اور دڈان سے اشور ولطوسیح، لامیم پیدا ہوئے اور مدین سے پانچ لڑکے، عیفا، عیفین، حنوخ، افیداع، الزاعا وجود میں آئے۔

علامہ سہیلی کا یہ خیال ہے کہ علاوہ ان لڑکوں کے ابراہیمؑ کی ایک تیسری بی بی حجین یا حجون بنت اہیب نامی سے اور پانچ لڑکے، کبسان، فروخ، امیم، لوطان، نافس پیدا ہوئے تھے۔ علامہ طبری بنی قطورا کا ذکر کرتے ہوئے یقشان کو لکھ کر تحریر کرتا ہے۔ ''اور باقی سب ابراہیمؑ کی بی بی رعوہ نامی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔'' ابراہیمؑ کے لڑکوں کی صحیح تعداد اس بنا پر تیرہ ہوئی۔

اسماعیلؑ جو سب لڑکوں سے بڑے تھے بی بی ہاجرہؑ سے اور اسحاقؑ بطن سارہ سے اور چھ قطورا سے جیسا کہ توریت میں ہے اور پانچ لڑکے بہ روایت سہیلی حجین اور بہ خیال طبری رعوہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

وفاتِ ابراہیمؑ

چونکہ ابراہیمؑ نے اسحاقؑ سے اس امر کا اقرار لے لیا تھا کہ کنعانیوں میں وہ شادی نہ کریں گے، اس وجہ سے وہ مقام حران میں جو آپ کی اول ہجرت گاہ تھی۔ اور جہاں آپ کے قبیلے وقوم کے لوگ رہتے تھے، اسحاقؑ کو لے کر آئے اور رفقا بنت بتویل بن ناحور بن آزر سے اسحاقؑ کا عقد کر دیا۔ اسحاقؑ اس وقت چالیس برس کے تھے۔ ابراہیمؑ کی حالت حیات ہی میں یعقوبؑ اور عیصو توام پیدا ہو گئے تھے۔ بعد اس کے ایک سو پچہتر برس کی عمر میں ابراہیمؑ[1] کا سرزمین شام میں انتقال ہوا۔ اور سارہ بی بی کے پاس اسی زمین کے قطعے میں دفن کیے گئے۔ اب

---

1. مناسب تو یہی تھا کہ جہاں اول اول ابراہیمؑ کا ذکر خیر آیا تھا۔ وہیں ہم جناب (بقیہ حاشیہ ص 125 پر دیکھیے)

اسی کو مقام خلیلؑ کہتے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے ان کی آئندہ نسلوں کو نبوت اور کتاب سے آخر زمانہ تک سرفراز فرمایا۔

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) موصوف کے وہ حالات جن کو ہمارے مورخ نے بہ خیال اطالت مقال ترک کر دیا ہے، لکھ دیتے۔ لیکن اس مقام پر بھی تحریر کرنا چنداں نامناسب نہیں ہے۔ اول یہ آخر نسبتے دارد ایک مشہور قول ہے۔ ابراہیمؑ اولوالعزم انبیا سے ہیں، یہی ابوالانبیا ہیں۔ ان پر بیس صحیفے نازل ہوئے تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے مہمانداری کی رسم نکالی ہے، آپ ہی نے اول اول ننانوے برس کی عمر میں اپنا ختنہ کرایا اور پانی سے استنجا کیا، مسواک کی اور ناک کو پانی سے صاف کیا، مصافحہ اور معانقہ کے بھی آپ ہی موجد ہیں، پاجامہ بھی آپ ہی نے بہ الہام ربانی سب سے پہلے بنایا، یہ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے بہ خیال حفظ ایمان و اطاعت حق تعالیٰ اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کی۔ سبائک الذہب اور کامل ابن اثیر میں آپ کی عمر دو سو برس کی لکھی ہے۔

آپ کے انتقال کا قصہ موخر الذکر فاضل نے اس طرح بیان کیا ہے کہ چونکہ ابراہیمؑ نے خدائے تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ بغیر میری خواہش کے میری روح نہ قبض کی جائے، اس وجہ سے جب مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ ابراہیمؑ کی روح قبض کی جائے تو اللہ جل شانہ نے ملک الموت کو ایک بوڑھے مسلوب القوی شخص کی صورت میں ابراہیمؑ کے پاس بھیجا۔ جناب موصوف اس وقت لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ جناب موصوف نے اس بوڑھے (ملک الموت) کو بھی دستر خوان پر بٹھلایا۔ ضعف و ناتوانی نے اس بوڑھے کو اس قدر مجبور کر دیا تھا کہ جس لقمے کو وہ اٹھا کر منہ میں رکھنے کا قصد کرتا تھا وہ پہلے آنکھ تک پہنچ جاتا تھا۔ پھر وہاں سے چھوٹ کر کان میں داخل ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد منہ تک بہ ہزار خرابی پہنچتا تھا۔

ابراہیمؑ یہ ماجرا دیکھ کر سخت متعجب ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا، اس بڈھے نے کہا کہ ضعیفی نے میرا یہ حال کر رکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے اس کی عمر دریافت کی، اس بڈھے نے اپنے کو ابراہیمؑ سے دو برس بڑا بتلایا۔ ابراہیمؑ نے اپنے دل میں کہا ''اللہ اکبر میری اور اس کی عمر میں صرف دو برس کی چھوٹائی بڑائی ہے۔ دو برس کی بڑائی میں اس کا یہ حال ہو رہا ہے غالباً دو برس کے بعد میری بھی یہی کیفیت ہوگی۔'' تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد یہ دعا کی اللّٰھم اقبضنی الیک (اے خدا مجھ کو اپنی طرف کھینچ لے۔) وہ بڈھا (ملک الموت) اٹھا اور اس نے روح قبض کر لی۔ فیہ ما فیہ فتدبر۔ [اس میں بہت سی اہم باتیں ہیں، غور کرو۔][مترجم]

بنی اسماعیلؑ

اسماعیلؑ1 جیسا کہ قبل انتقال ابراہیمؑ مکہ میں رہتے تھے، ویسے ہی بعد انتقال بھی مکہ میں رہے۔ اور انھیں بنی جرہم میں نشو ونما پا کر ان کی اور نیز ان عمالقہ کی طرف جو اطراف مکہ میں رہتے تھے اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان میں سے کچھ لوگ تو ایمان لائے اور بعض بدستور کفر والحادہی کے راستے پر رہے۔ وقت انتقال جیسا کہ توریت میں مذکور ہے۔ آپ بنی جرہم میں بارہ لڑکے بنایوت (جس کو عرب نابت یا نبت کہتا ہے۔) قیذار، ادبیل، بسام، مشمع، ذوما، مسا، حراہ، قیما، بطور، نافس، قدما چھوڑ گئے۔

ابن اسحاقؒ کی روایت شہادت دیتی ہے کہ اسماعیلؑ کی عمر ایک سوتیس (130) برس کی ہوئی اور اپنی ماں کے پاس میزاب اور حجر اسود کے درمیان میں دفن کیے گئے۔ توریت میں ان کی عمر ایک سوسینتیس (137) سال کی لکھی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ ان کی اولاد حویلا سے شُور قبالۂ مصر تک اثور کی جانب آباد ہوگئی اور اہل توریت کے نزدیک حویلا سے جنوب برقہ اور شور سے ارض حجاز اور اثور سے بلاد موصل وجزیرہ مراد ہے۔

اسماعیلؑ کے بعد نابت ابن اسماعیل بیت اللہ کا متولی ہوا اور مکہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مقیم رہا۔ تا آنکہ ان کی نسل کی اس درجہ ترقی ہوئی کہ مکہ میں نہ سما سکے اور اطراف وجوانب میں حجاز کے پھیل گئے۔ بطون عدنان کی نسبت اکثر علما کا یہ خیال ہے کہ یہ نابت ابن اسماعیلؑ کی طرف منسوب ہیں۔ اگرچہ بعض نے اس قول سے اختلاف بھی کیا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ عدنانی عرب کل قیذار ابن اسماعیلؑ کی اولاد سے ہیں۔ حالانکہ علمائے نسب نے سوائے نابت کے اسماعیلؑ کے کسی اور لڑکے کی اولاد کا کچھ تذکرہ نہیں کیا۔ اکثر اہل علم کا یہ خیال بھی ہے کہ قحطانی عرب بھی اسماعیلؑ کی کسی اولاد کی نسل سے ہیں۔ بنابراس کے اسماعیلؑ کل عرب کے (جو ان کے بعد ظہور میں آئے۔) مورث اعلیٰ اور جداکبر ہوئے۔ واللہ اعلم۔

---

1 اسماعیلؑ اور اسماعین دونوں لغتیں مروی ہیں۔ یہ عجمی نام ہے اس کے معنی مطیع اللہ ہیں۔ آپ ہی کی طرف نور نبی منتقل ہوا۔ (مترجم)

یعقوب علیہ السلام

یعقوبؑ وعیصو میں مخاصمت

باقی رہے اسحاقؑ وہ فلسطین میں رہے اور بڑی عمر پائی اخیر میں آپ نابینا بھی ہو گئے تھے۔ چونکہ آپ نے یعقوبؑ کے لیے دعائے برکت 1 کی تھی، اس وجہ سے عیصو برہم ہو کر یعقوبؑ کے قتل کے درپے ہوا۔ رفقا بنت بتویل نے یعقوبؑ کو اس سے آگاہ کر کے حران کی طرف چلے جانے کی رائے دی۔ چنانچہ یعقوبؑ رات کو گھر سے نکل کر حران کی طرف روانہ ہوئے۔ شام سے صبح تک سفر کرتے تھے۔ جب صبح ہو جاتی تھی تو ٹھہر جاتے تھے، اسی وجہ سے اللہ جل شانہٗ نے ان کو اسرائیل کے لقب سے یاد کیا ہے۔ رفتہ رفتہ تھوڑے دنوں کے بعد حران میں اپنے ماموں لابان بن بتویل کے پاس پہنچ کر مقیم ہوئے۔

یعقوبؑ کی اولاد

لابان بن بتویل نے اپنی بڑی لڑکی لیّا نامی کا عقد یعقوبؑ سے کر دیا اور خدمت کے

---

1 تفصیلی ماجرا اس کا یہ ہے کہ اسحاقؑ نے نابینا ہونے کے بعد ایک روز عیصو سے کہا ''اگر آج تم مجھ کو شکار کا گوشت کھلاؤ تو میں تمھارے حق میں وہ دعا کروں جو میرے باپ نے میرے حق میں کی تھی۔'' عیصو تو یہ سن کر شکار کو چلے گئے اور یعقوبؑ سے ان کی ماں نے کہا ''بیٹا تم اپنی بکری ذبح کر کے کباب بنا کر اپنے باپ کے سامنے رکھ کر ان سے اپنے حق میں دعائے برکت لے لو۔'' یعقوبؑ نے اپنی ماں کے کہنے کے مطابق عمل درآمد کیا۔ اسحاقؑ نے بہت شوق سے کھایا اور دعا دی: ''اللہ تعالیٰ تیری نسل میں انبیا و ملوک پیدا کرے۔'' اس کے بعد عیصو شکار لے کر واپس آئے۔ اسحاقؑ نے فرمایا کہ یعقوبؑ تم سے سبقت لے گیا۔ لیکن تاہم میں تمھارے حق میں یہ دعا کرتا ہوں کہ تمھاری نسل کی اس درجہ ترقی ہو گی کہ وہ ریت کے ذروں سے بھی شمار میں زیادہ سمجھی جائے گی۔ عیصو اسی وجہ سے یعقوبؑ سے کشیدہ ہو گئے اور ان کے قتل کی فکر میں ہوئے۔ اسحاقؑ کو عیصو سے زیادہ محبت تھی اور یعقوبؑ سے ان کی ماں رفقا بنت بتویل کو۔ (مترجم)

لیے زلفہ کو دیا۔ بعد اس کے چھوٹی لڑکی راحیل نامی کو اپنے بھانجے یعقوب کے نکاح میں دیا اور جہیز میں بلہا کو دیا۔

سب سے پہلے لیا سے روبیل، بعد ازاں شمعون، بعدہ لاوی، زاں بعد یہودا [یہوذا] یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ چونکہ راحیل سے اس وقت تک کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اس نے اپنی بلہا خادمہ کو یعقوب کو ہبہ کر دیا۔ جس کے بطن سے دان اور نفتالی پیدا ہوئے۔ لیا نے بھی یہ دیکھ کر اپنی زلفہ خادمہ کو یعقوبؑ کو دے دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس کے بطن سے کاد اور آشر پیدا ہوئے۔ اس کے بعد پھر لیا کے بطن سے یساخر اور زبولون ظہور میں آئے۔ یعقوبؑ کے دس لڑکے پورے ہو چکے تھے کہ راحیل نے جناب باری میں لڑکے کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کے بطن سے یوسفؑ صدیق پیدا ہوئے۔

یعقوبؑ کی کنعان واپسی

یعقوبؑ بیس برس تک حران میں رہے۔ بعد ازاں بحکم الٰہی ارض کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ اگر چہ لابان (یعقوب کا ماموں) اس عزیمت کا مخالف تھا، چنانچہ واپس لانے کی غرض سے دو ایک منزل تک یعقوبؑ کے ساتھ ساتھ آیا۔ لیکن جب اس نے یعقوبؑ کو واپس ہوتے نہ دیکھا تو ناچار ایک گلہ بھیڑ بکریوں کا دے کر حران کی طرف واپس ہو گیا۔ اور یعقوبؑ منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ تا آنکہ عیصو کے شہر کے قریب پہنچے۔ عیصو ان دنوں جبل یسعین جو کہ سرزمین کرک اور شوبک [1] میں واقع ہے، رہتا تھا۔ عیصو نے بھیڑ بکریوں کا گلہ دیکھ کر چرواہوں سے دریافت کیا ''یہ بھیڑ بکریاں کس کی ہیں؟'' چرواہے چونکہ پہلے ہی سے سکھا دئے گئے تھے۔ ایک زبان بول اٹھے، ''یہ بکریاں یعقوب نامی عیصو کے چرواہے کی ہیں۔'' عیصو یہ سن کر خاموش ہو کر چلا گیا۔ اس کے بعد یعقوبؑ نے کچھ بکریاں اور کچھ بھیڑ عیصو کے پاس ہدیۃً بھیجیں۔ جس سے عیصو کا دل یعقوبؑ کی طرف سے صاف ہو گیا۔

---

1 کرک وشوبک یہ دونوں مشہور شہر سرزمین شام میں عمان وایلہ کے درمیان واقع ہیں۔ (مترجم)

حضرت اسحاقؑ کی وفات

اسی زمانے میں اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کو بہ ذریعۂ وحی مطلع کیا کہ ''آج سے تمہارا نام اسرائیل ہوا'' بعد اس کے یعقوبؑ نے ارشالیم (یروشلیم بیت المقدس) میں پہنچ کر ایک مزرعہ خرید کرلیا اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔ اس مقام پر راحیل پھر حاملہ ہوئیں اور بعد انقضاے مدت حمل بنیامین کا بارہواں لڑکا یعقوبؑ پیدا ہوا اور راحیل نے زچہ خانے میں انتقال کیا اور بیت اللحم میں دفن کی گئیں۔ اس کے بعد یعقوبؑ قریۂ جیرون میں اپنے بزرگ باپ اسحاقؑ کے پاس چلے آئے اور یہیں مقیم رہے تا آنکہ اسحاقؑ 1 کا ایک سو اسی برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ اور اپنے باپ ابراہیمؑ کی قبر کے پاس دفن کیے گئے۔

حضرت یوسفؑ

[بعدۂ] یعقوبؑ اپنے باپ کے قائم مقام ہوئے۔ اور ان کے کل لڑکے ان کے پاس رہے تا آنکہ یوسفؑ بڑے ہوئے اور خواب کا حال بیان کیا۔ پھر بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے کو گئے۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا۔ مسافروں نے نکال کر عرب کے ہاتھ بیس مثقال پر فروخت کیا۔ اور عرب سے عزیز مصر نے خرید لیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ عزیز مصر کا نام اطفیر بن رجیب تھا اور فرعون مصر ان دنوں عمالقہ سے ریان بن ولید بن دومغ تھا۔ الغرض یوسفؑ نے عزیز مصر کے یہاں پرورش پائی۔ پھر زلیخا کے ساتھ چند واقعات پیش آئے، قید میں رہے۔ قیدیوں کے خواب کی تعبیر بیان کی، پھر بادشاہ مصر نے ان کو بہ خوف قحط زمانہ قحط میں خزائن زراعت کا منتظم بنایا اور ملکی انتظام کل ان کے سپرد کر دیا، جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ یوسفؑ کی عمر اس وقت تیس برس کی ہو چکی تھی۔ بعضے کہتے ہیں کہ اطفیر کی معزولی کے بعد اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد یوسفؑ متولی

---

1 علامہ ابوالحسن علی ابن ابوالکرم محمد شیبانی معروف بہ ابن اثیر جزری صاحب تاریخ کامل کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحاقؑ کا وقت انتقال ایک سو ساٹھ برس کا سن مبارک تھا اور یعقوبؑ اس وقت ایک سو سینتالیس برس کے تھے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

وزارت ہوئے۔ پس زلیخا سے عقد کرلیا اور اس کے کل املاک کے مالک ہوگئے۔

یہی امور ان کے سب بھائیوں اور باپ کے ایک جا ہونے کے اسباب ظاہری سے ہیں۔ کیونکہ جب ارض کنعان میں قحط پڑا تھا تو ان کے بعض بھائی غلہ وجنس لینے کو مصر میں آئے۔ یوسفؑ نے ان کی قیمت ان کو واپس کردی تھی اور کل بھائیوں کو بلوایا تھا۔ اور یہی سبب ان کے کل بھائیوں اور باپ کے اجتماع کا ہوا۔ بعد اس کے کہ یعقوبؑ مسن اور نابینا ہو گئے تھے۔

یوسف صدیقؑ [توضیح مترجم]

یوسفؑ کی عمر بارہ برس کی ہو چکی تھی کہ آپ نے ایک شب کو یہ خواب دیکھا ''گیارہ ستارے [1] اور آفتاب و ماہتاب مجھ کو سجدہ کررہے ہیں۔'' صبح ہوتے یوسفؑ نے اپنے عالی قدر باپ یعقوبؑ سے بیان کیا۔ یعقوبؑ نے اس خواب کی تعبیر تو بیان کردی لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی تاکیداً کہا ''دیکھو خبردار اس خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وہ لوگ حسد کی وجہ سے تمھارے ہلاک کرنے کا حیلہ ڈھونڈھیں گے۔'' پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا ''**کذلک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ویتم نعمته علیک**'' [یوسف: 6] (یعنی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے تجھ کو اس خواب کے ساتھ برگذیدہ کیا ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ نبوت اور امور اہم کے انصرام کے لیے ممتاز اور مختص کرے گا اور سکھلائے گا تجھ کو احادیث کی تاویل یعنی خوابوں کی تعبیر اور پوری کردے گا اپنی نعمت کو تجھ پر یعنی دینی اور دنیاوی دونوں نعمتوں کو ملا دے گا۔) یعقوبؑ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ باتیں تنہائی میں ہو رہی ہیں۔ اور یوسفؑ کو منع کردیا ہے۔ لیکن بعد کو یہ معلوم ہوا کہ یوسفؑ کی سوتیلی ماں لیّا یہ باتیں سن رہی تھیں۔

چنانچہ انھوں نے چراگاہ سے واپس ہونے کے بعد یوسفؑ کے

---

[1] وہ گیارہ ستارے جو یوسفؑ نے خواب میں دیکھے تھے۔ جربان، الطارق، الذیال، قابس، عمودان، الفلیق، المصبح، الفروح، الفرغ، وثاب، ذوالکتفین تھے۔ (مترجم)

سوتیلے بھائیوں سے کل ماجرا بیان کر دیا۔ ان لوگوں نے سن کر کہا ''یوسفؑ نے آفتاب سے باپ کو تعبیر کیا ہے اور ماہتاب سے تجھ کو مراد لیا اور ستاروں سے سوائے ہمارے اور کس کو مراد لے گا؟ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابن راحیل ہم پر اپنی فضیلت ثابت کیا چاہتا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہم سے زیادہ ہمارا باپ یوسفؑ اور اس کے بھائی کو پیار کرتا ہے۔ حالانکہ وہ چھوٹے چھوٹے بچے کسی کام کے نہیں ہیں اور ہم قوی اور تن آور ہیں۔ بیشک ہمارا باپ غلطی میں پڑا ہوا ہے۔ مناسب ہے کہ یوسفؑ کو قتل کر ڈالو یا ایسی زمین میں اس کو چھوڑ آؤ کہ باپ سے وہ بالکل علاحدہ ہو جائے۔ اس کے بعد ہم سب باپ کے نزدیک محبوب ہو جائیں گے۔''

یہودا نے جو سب بھائیوں میں عقلاً و فضلاً بڑا تھا کہا ''یوسف کو قتل نہ کرو کیونکہ قتل ایک گناہ کبیرہ ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس کو کسی اندھے کنویں میں لے جا کر ڈال دو۔ راہ گیر اس کو نکال کر لے جاویں گے۔'' سبھوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور آپس میں معاہدہ کر کے دسوں [10] بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس گئے اور کہنے لگے **یا ابانا مالک لا تامنّا علیٰ یوسف وانا له لنا صحون** [یوسف: 11] (اے باپ ہمارے تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ یوسفؑ پر ہمارا بھروسہ نہیں کرتا حالانکہ ہم اس کے محافظ ہیں۔) **ارسله معنا یرتع ویلعب وانّا له لحافظون** [یوسف: 12] (یوسف کو ہمارے ساتھ صحرا کی طرف بھیج دو چرائے گا اور کھیلے گا۔ درحالیکہ ہم اس کے نگراں رہیں گے۔) حضرت یعقوبؑ ان کی چالاکیاں سمجھ کر بولے **ا [نّ]ی لیحزننی ان تذهبوا به واخاف ان یاکله الذئب وانتم عنه غافلون** [یوسف: 13] (مجھ کو یہ خیال رنج دے رہا ہے کہ تم اس کو لے جاؤ۔ اور مجھ کو خوف ہے کہ شاید تمھاری غفلت سے اس کو بھیڑیا کھا جائے۔) یعقوبؑ نے یہ جواب اس بنا پر دیا تھا کہ آپ نے خواب میں

دیکھا تھا کہ گویا یوسفؑ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں اور ان کو دس بھیڑیوں نے گھیر لیا ہے اور عنقریب ان کو کھایا چاہتے ہیں۔ دفعتاً ایک بھیڑیے نے انھیں میں سے یوسفؑ کی حمایت کی، ناگاہ زمین شق ہوگئی اور یوسفؑ اس میں سما گئے۔ پھر تین دن کے بعد آپ زمین سے نکلے۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے جس وقت اپنے باپ کا جواب مذکور سنا، اک زبان ہوکر بول اٹھے یہ عجیب بات ہے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم قوی اور توانا ہوں۔ اگر ایسا امر ہو تو ہم سے بڑھ کر کون بے حمیت ہوسکتا ہے۔ یعقوبؑ کو اس جواب سے کسی قدر اطمینان ہوا۔ اور یوسفؑ نے بھی بہ مقتضائے سن جانے پر اصرار کیا۔ ناچار یعقوبؑ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ یوسفؑ کپڑے پہن کر بھائیوں کے ساتھ چراہ گاہ کو تشریف لے گئے۔

جس وقت یہ دسوں [10] بھائی یوسفؑ کو ہمراہ لیے ہوئے ایک سنسان میدان میں پہنچے، سبھوں نے آستین چڑھا چڑھا کر مارنا شروع کردیا۔ جب ایک ان میں سے آپ پر حملہ کرتا تو دوسرے سے پناہ مانگتے تھے اور جب وہ بھی مارنا شروع کرتا تھا تو تیسرے سے پناہ مانگتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو قریب المرگ کردیا۔ اس وقت یہودا نے کہا "تم نے تو عہد کیا تھا کہ ہم کسی قسم کی تکلیف نہ دیں گے اور نہ ماریں گے اب یہ کیا کر رہے ہو۔ اپنی اس حرکت سے باز آؤ۔" سبھوں نے مارنے سے ہاتھ روک لیا اور کنویں پر لے جا کر آپ کی قمیص اتاری، بازو باندھے، یوسفؑ نے کہا یا اخوتاہ ردوا علیّ قمیصی اتواری به فی الجب (اے بھائیو میرا قمیص مجھ کو دے دو تاکہ اس کو کنویں میں میں پہنے رہوں۔) بھائیوں نے جواب دیا کہ آفتاب و مہتاب اور گیارہ ستاروں کو بلا وہی تجھے چھپائیں گے۔ یوسفؑ نے کہا بھائی میں نے کچھ نہیں دیکھا مجھ کو معاف کرو۔ لیکن انھوں نے ایک بھی نہ سنی اور کنویں میں آپ کو رسی باندھ کر کچھ دور تک تو آہستہ آہستہ اتارا جب

نصف کے قریب رہ گیا تو رسی چھوڑ دی۔ قدرت الٰہی سے ایک ٹکڑا پتھر کا پانی کے اوپر نکلا ہوا تھا۔ جس پر یوسفؑ پہنچ کر ٹھہر گئے۔ اور یہی ظاہری سبب ان کی جانبری کا ہوا۔

پھر بھائیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ یوسفؑ کنویں میں گرانے سے پہلے نیم جان ہو چکا تھا۔ اور اب تو غالباً اس کی روح ضرور فنا ہو گئی ہوگی۔ اور اس خیال کی تصدیق کے لیے یوسفؑ کو پکارا۔ یوسفؑ نے یہ سمجھ کر کہ شاید اب بھائیوں کو میرے حال پر رحم آیا ہے۔ مجھ کو اس تکلیف سے نجات دیں گے۔ اور کنویں سے نکال لیں گے، جواب دیا۔ نامہربان بھائیوں نے پتھر مارنے کا قصد کیا لیکن یہودا نے ان کو اس فعل سے روکا اور ایک سکوت کے عالم میں سب کے سب واپس ہوئے۔

اِدھر تو برادرانِ یوسفؑ اپنی بکریوں کے گلّے کی طرف واپس ہوئے۔ اُدھر جناب باری نے یوسفؑ پر وحی نازل فرمائی ''ایک وہ دن بھی آئے گا کہ تو ان کو ان کے ان افعال کی خبر دے گا۔ اور تیرا ایسا مرتبہ بڑھ جائے گا کہ تجھ کو نہ جانیں گے کہ تو یوسفؑ ہے۔'' یوسف کے بھائی بکریوں کے گلّے کے پاس آئے اور ایک بکری کو مار کر اس کے خون سے یوسفؑ کے پیراہن کو رنگا اور تقریباً عشاء کے وقت روتے ہوئے یعقوبؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے **یآ أبانا انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب وما انت بمومن لنا ولو کنا صادقین** [یوسف: 17] (اے ہمارے باپ ہم آگے بڑھ گئے اور یوسفؑ کو کپڑوں کے پاس چھوڑ گئے۔ بھیڑیے نے اس کو کھا لیا۔ ہم ہر چند سچ کہیں گے لیکن تجھ کو یقین نہ ہوگا۔) یعقوبؑ کو یہ سن کر سکتہ سا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے محزون قلب کو سنبھال کر فرمایا ''یہ ایسا واقعہ نہیں ہوا بلکہ تم نے یہ کام اپنی طبیعت سے کیا ہے میں صبر کرتا ہوں۔ صبر کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ اچھا لاؤ اس کی قمیص مجھے

دکھاؤ۔'' یوسفؑ کے بھائیوں نے جس وقت قمیص دکھلائی۔ یعقوبؑ غور سے دیکھ کر بولے، ''تاللہ ما رایت ذئباً احلم من ھذا اکل ابنی ولم یشق قمیصہ '' (خدا کی قسم میں نے اس بھیڑیے سے کسی کو حلیم نہیں دیکھا کہ اس نے میرے لڑکے کو تو کھالیا اور اس کی قمیص کو نہ پھاڑا۔) اور چیخ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو بہت روئے۔ اور قمیص کو بار بار اٹھا کر دیکھتے تھے۔ اور آنکھوں سے لگا کر سونگھتے رہے۔

تین روز تک یوسفؑ کنویں میں رہے اس اثنا میں ایک فرشتے نے آکر باز و کھول دیے۔ چوتھے روز ایک قافلہ عرب کا مصر کو جا رہا تھا۔ وہ اتفاقاً اس کنویں کے قریب پہنچ کر ٹھہرا اور دو شخصوں کو جن میں سے ایک کا نام مالک بن زعر اور دوسرے کا نام بشریٰ تھا پانی لینے کو بھیجا۔ مالک ابن زعر نے پانی کھینچنے کی غرض سے کنویں میں ڈول ڈالا۔ یوسف اس کے ڈول و رسی کو پکڑ کر کنویں سے نکل آئے۔ جس وقت مالک ابن زعر کی آنکھ یوسفؑ پر پڑی۔ پہلے کچھ جھجکا لیکن بعد کو سنبھل کر چلا اٹھا یابُشریٰ ھذا غلام'' [یوسف: 19] (اے بشریٰ یہ تو ایک لڑکا ہے۔)

علمائے تاریخ نے بشریٰ میں اختلاف کیا ہے، بعض کا تو یہ خیال ہے کہ بشریٰ مالک ابن زعر کے ساتھی کا نام تھا۔ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اکثر یہ فرماتے ہیں کہ بشریٰ سے مقصود کوئی شخص معین نہیں ہے اور نہ مالک ابن زعر کے ساتھی کا نام بشریٰ تھا۔ آیہ کریمہ میں بشریٰ کے معنی بشارت یعنی خوش خبری کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

الغرض مالک اور بشریٰ یوسفؑ کو امیر قافلہ کے پاس لائے، قافلے والے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ اس اثنا میں یہودا آپہنچا اور یوسفؑ کو امیر قافلہ کے پاس بیٹھا ہوا دیکھ کر اپنے بھائیوں کو اس ماجرے سے آگاہ کیا۔ چنانچہ دسوں [10] بھائی امیر قافلہ کے

پاس آئے اور کہنے لگے کہ ''یہ تو ہمارا غلام ہے، اس کو تم لوگوں نے کہاں پایا دو چار روز ہوئے کہ بھاگ آیا ہے۔'' یوسفؑ ڈر کے مارے کچھ نہ بولے اور ان لوگوں نے امیر قافلہ کے ہاتھ ان کو بیس [20] یا بائیس [22] یا چالیس [40] درہم کے عوض فروخت کر دیا۔ اور دام کھرے کر کے چلتے پھرتے نظر آئے۔

یوسفؑ قافلے کے ساتھ مصر پہنچے۔ مالک بن دعر بن واین بن عیفا بن مدین جس نے آپ کو آپ کے بھائیوں سے خرید کیا تھا۔ نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنا کر فروخت کرنے کی غرض سے بازار میں پیش کیا۔ اطفیر بن رجیب یا قوطفیر نے جو فرعون مصر کا وزیر عزیز مصر کے لقب سے مشہور تھا، خرید کر لیا۔ اور اپنے مکان پر لا کر اپنی بی بی زلیخا یا راعیل سے کہا'' **اکرمی مثواہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدًا**'' [یوسف: 21] (اس کو آرام وعزت سے رکھو۔ عجب نہیں کہ آئندہ یہ ہم کو نفع دے یا اس کو ہم اپنا لڑکا بنا لیں۔)

ان دنوں مصر کی فرعونیت عمالقہ کے خاندان میں تھی۔ ریان بن ولید بن ددمغ مصر کا فرعون تھا۔ علامہ ابن اثیر کا یہ بیان ہے کہ یہ فرعون مصر یوسفؑ پر جب کہ ان کو نبوت عطا ہوئی تھی، ایمان لایا تھا۔ اور آپ کی حالت حیات میں انتقال بھی کر گیا۔ اس کے بعد قابوس بن مصعب مصر کا فرعون ہوا اور یہ باوجود دعوت ایمان، یوسفؑ پر ایمان نہ لایا۔ بعضے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ قابوس ہی موسیٰ کے زمانے میں فرعون مصر تھا اور اس کی چار سو برس کی عمر ہوئی تھی۔ اس دلیل سے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:'' **ولقد جاء کم یوسف من قبل بالبینات.**'' [المومن: 34] (اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسفؑ دلائل لے کر آئے۔) اس بنا پر اگر یوسفؑ اور موسیٰ کا فرعون ایک نہ ہوگا تو اس آیت کے معنی درست نہ ہوں گے۔ میرے نزدیک ان کا خیال ان کی نافہمی پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ قرآن پاک میں یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اولاد کو ان کے آباو اجداد کے حال سے

مخاطب کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

یوسفؑ جس وقت سن شباب کو پہنچے ہنوز تیس برس سے آپ کا سن متجاوز نہ ہوا تھا۔ اور علم وحکمت ونبوت سے سرفراز نہیں کیے گئے تھے کہ زلیخا آپ پر مائل ہو گئیں۔ اور ایک دن خلوت میں بلا کر اپنا خیال ظاہر کیا۔ یوسفؑ نے فرمایا: "معاذ اللّٰہ انه ربی ۔" [یوسف:23] (خدا سے پناہ مانگتا ہوں بیشک وہ یعنی تیرا شوہر میرا مربی ہے۔) "انه لا یفلح الظالمون۔" [یوسف:23] (بیشک اللہ ظالموں کو یعنی خیانت کرنے والوں کو فلاح نہیں دیتا۔) زلیخا نے چونکہ دروازے پہلے سے بند کرا دیے تھے، مطمئن ہو کر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ کبھی تو کہتی تھیں۔ "یا یوسف ما احسن شعرک ۔" (اے یوسف تمھارے کیا اچھے بال ہیں۔) اور یوسفؑ فرماتے تھے: "هو اول ما ینتثر من جسدی۔" (وہی سب سے پہلے میرے بدن سے پراگندہ ہوگا۔) اور کبھی کہتی تھیں: "یا یوسف ما احسن عینک۔" (اے یوسفؑ تیری آنکھیں کیا اچھی ہیں۔) اور آپ یہ جواب دیتے تھے۔ "هی اول ما یسیل من جسدی" (یہی میرے جسم سے سب سے پہلے بہہ جائیں گی۔) زلیخا اسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد یوسفؑ کی پاک طبیعت پر بھی میلان کا اثر نمایاں ہوا۔ لیکن فضل الٰہی شامل حال تھا، آپ پاک وصاف بچ گئے۔

ہمارے اس بیان سے کہ "یوسفؑ کی پاک طبیعت پر بھی میلان کا اثر نمایاں ہوا" ہرگز ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ (عیاذاً باللہ) یوسفؑ بھی زلیخا کے ساتھ کسی فعل کے کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ لیکن جبرئیل کی وجہ یا کسی اور ذریعے سے بچ گئے۔ کیونکہ کلام ربانی کا طرز بیان اس کے خلاف شہادت دے رہا ہے۔ یوسفؑ ہرگز ہرگز زلیخا کی طرح آمادہ وتیار نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ انھوں نے ازار بند کی گرہوں کو کھولنا شروع کیا تھا۔ جیسا کہ بعضوں نے

غلطی سے لکھ دیا ہے اور نہ پاجامے کے کھولنے پر مستعد ہوئے تھے اور نہ زلیخا نے ہفت خانہ اس غرض کے لیے بنوایا تھا اور نہ اس مکان میں کوئی بت رکھا ہوا تھا، جس پر زلیخا نے شرم وحجاب کی وجہ سے چادر ڈال دی تھی۔ اور نہ یوسف کے دل میں کسی فعل کے کرنے کا خطرہ گذرا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور ہوئی تھی کہ زلیخا کی چھیڑ چھاڑ سے ایک قسم کا خیال پیدا ہو گیا تھا، جس کو آپ میل طبع سے تعبیر کیجیے اور چاہے قصد وارادے سے تفسیر کیجیے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یوسف کا یہ قصد اختیاری (یعنی عزم) نہ تھا بلکہ اس خیال کے ساتھ ان کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف بھی اپنا رنگ جمانا چاہتا تھا اور دونوں میں منازعت ہو رہی تھی کہ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کی اور آپ بالکل اس سے مبرا رہے۔ یہ لوگوں کی ایسی من مانی گڑھی ہوئی کہانیاں ہیں کہ جن سے سلب ایمان کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

علمائے تفسیر نے ''وَهَمَّ بها'' کے معنی ''قصد بها'' (یعنی انھوں نے بھی اس کا قصد کیا۔) تحریر کیا ہے۔ ''عزم بها'' نہیں لکھا۔ کیونکہ قصد اور عزیمت میں بہت بڑا فرق ہے۔ عزیمت کو دل سے تعلق ہے۔ اس کا درجہ قصد سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ اور قصد امور قلبیہ سے نہیں ہے۔ علاوہ اس کے آیۂ کریمہ "ولقد همت به وهم بها لو لا ان را برهان ربه" سے یہ معنی مستفاد ہوتے ہیں کہ بیشک اس نے یعنی زلیخا نے قصد کیا اور یوسفؑ بھی اسی کا قصد کرتے، لیکن انھوں نے اپنے رب کا برہان دیکھ لیا اور اس سے باز رہے۔ برہان کی نسبت لوگوں کے مختلف خیال ظاہر کیے جاتے ہیں۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ یوسف صدیق نے یعقوبؑ کو انگشت بہ دنداں افسوس کرتے ہوئے دیکھا اور بعضوں کا یہ خیال ہے کہ یوسفؑ صدیق نے یعقوبؑ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ ایک غیبی ندا سنی کہ'' یا یوسف تزنی وانت نبی '' (اے یوسف تو زنا کے لیے آمادہ ہوا چاہتا ہے، حالانکہ تو نبی ہے۔)

کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ یوسف صدیق آیت ''لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا'' [بنی اسرائیل:32] لکھی ہوئی دیوار پر دیکھ کر اس قصد غیر اختیاری سے باز رہے۔ لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ یوسفؑ صدیق نے نہ یہ دیکھا تھا، نہ وہ دیکھا تھا، اگر چہ تقدیر الٰہی سے ایسے اسباب کا ظاہر و پیدا ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔ لیکن اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوسفؑ صدیق کے خیال میں زلیخا کی چھیڑ چھاڑ سے جو ایک وسوسہ پیدا ہو رہا تھا۔ اور ان کا وہ نورانی قلب جو آئندہ نور نبوت سے معمور ہونے والا تھا، اس کے دفع کرنے میں سعی کر رہا تھا کہ بہ تائید غیبی والہام الٰہی اس میں کامیاب ہو گیا۔ ایک سیدھی بات کو ایسے پیرایے سے ظاہر کرنا جس کی فہم سے ظاہر بینوں کو تر ددہو۔ دور اندیش عقل جائز نہیں رکھتی۔

الغرض یوسفؑ صدیق اپنے دامن عصمت کو زلیخا کے ہوا و ہوس کے ہاتھوں پاک وصاف بچا کر بھاگے، زلیخا نے یوسفؑ صدیق کے پکڑنے کی کوشش کی اور اس تگ ودو میں یوسفؑ صدیق کا پچھلا دامن قمیص کا پھٹ گیا۔ اتفاق یہ کہ دروازہ جو کھلا تو اطفیر (زلیخا کا شوہر) زلیخا کے چچازاد بھائی سے کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ زلیخا اور یوسفؑ دیکھ کر جھیپ سے گئے۔ یوسفؑ صدیق دل میں سوچ رہے تھے۔ ہنوز کوئی بات منہ سے نہ نکلنے پائی تھی کہ زلیخا بول اٹھی: ''ماجزاء من اراد باھلک سوءً الا ان یسجن او عذاب الیم'' [یوسف:25] (کیا تعزیر اس شخص کی ہے جو تیرے اہل کی رسوائی کا خواہاں ہو سوائے اس کے کہ وہ قید اور عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔) یوسفؑ نے جواب دیا: ''ھی راودتنی عن نفسی'' [یوسف:26] (اس نے خود مجھ کو معصیت کی طرف بلایا تھا۔)

عزیز مصر یوسفؑ و زلیخا کی تقریر سن کر خاموش ہو گیا۔ زلیخا کے چچازاد بھائی نے کہا ''اس میں سکوت و تامل کس امر کا ہے، ان دونوں کی

صداقت کی تحقیق بہت ہی آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یوسفؑ کا قمیص آگے سے پھٹا ہو تو زلیخا کا دعویٰ سچ اور قابل التسلیم ہے اور یہ جھوٹا ہے اور اگر قمیص کا پچھلا دامن چاک ہو گیا ہو تو وہ جھوٹی ہے اور یوسفؑ کا دعویٰ سچا ہے۔'' تحقیق و معائنے سے یوسفؑ صدیق صادق ٹھہرے۔ زلیخا شرما گئیں۔ عزیز مصر نے یوسف کو اخفائے راز کی ہدایت کی اور زلیخا سے استغفار کرنے کو کہا۔

اس موقع پر بھی دلچسپی کے لیے یہ قصہ اختراع کیا گیا ہے کہ یوسفؑ صدیق کی صفائی کی گواہی ایک شیر خوار بچے نے دی تھی، لطف یہ ہے کہ اس بے اصل واقعے پر آیت کریمہ'' **وشھد شاھدٌ من اھلھا**'' [یوسف:26] سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اس آیت سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کے خاندان میں سے کسی نے شہادت دی۔ اس سے نہ تو بچہ مفہوم ہوتا ہے اور نہ بوڑھا، پھر اس پر ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ منجملہ ان شیر خوار لڑکوں کے تھا جو حالت شیر خوارگی میں بہ حکم الٰہی بولے تھے، گو قدرت خداوندی سے یہ امر بعید نہیں ہے لیکن اصل واقعہ وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

رفتہ رفتہ جب زلیخا کا عشق و راز افشا ہوا تو عورتوں [1] نے طعنہ زنی شروع کی۔ چند دنوں تو زلیخا ان کے طعنوں کا خاموشی سے جواب دیتی رہیں۔ جب ان کی چھیڑ چھاڑ حد سے متجاوز ہو گئی تو ایک روز مصری عورتوں کی دعوت کی۔ کھانا کھانے کے بعد کچھ خرپزے [خربوزے]، ترنج، سیب، امرود منگوائے، عورتیں چھریوں سے ترنج و سیب کو چھیلنے اور کاٹنے لگیں اور یوسفؑ صدیق خوشنما لباس پہنے ہوئے زلیخا کے کہنے سے ان کی طرف ہو کر گذرے۔ وہ عورتیں جمال یوسفی دیکھ کر ایسی محو تماشا ہوئیں کہ بجائے ترنج و

---

1 مفسرین تحریر کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پانچ عورتوں نے طعنہ زنی شروع کی تھی، ایک حاجب کی بی بی دوسری کوتوال کی تیسری خانساماں کی چوتھی آبدار کی پانچویں سپہ سالار کی بی بی تھی۔ واللہ اعلم (مترجم)

سیب کے انھوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بیتابانہ ایک زبان ہو کر بولیں ''حاش لله ما هذا بشرا ان هذا الا ملک کریم'' [یوسف: 31] (حاشاللہ یہ آدمی نہیں ہے بیشک یہ فرشتہ نیک خصلت ہے۔) تب زلیخا نے ان سے مخاطب ہو کر کہا فذالکن الّذی لمتننی فیه (وہ یہی ہے جس کے لیے مجھ کو تم لوگ ملامت کرتی تھیں۔)

اس واقعے کے بعد زلیخا نے یوسفؑ سے پھر دوبارہ اپنی خواہش پوری کرنے کی التجا کی۔ اور یہ دھمکی دی کہ ''اگر ہمارے حکم کی تعمیل نہ کرو گے تو تم کو قید خانے میں بھیج کر سخت ذلیل و رسوا کروں گی۔'' یوسفؑ صدیق نے قید میں جانے کو اس فعل پر ترجیح دی اور جناب باری میں بہ خیال اقتضائے بشریت گذارش کی: ''والا تصرف عنی کیدهن اصب الیهن و اکن من الجاهلین'' [یوسف: 33] (اے پروردگار عالم اگر ان عورتوں کے مکر سے مجھ کو محفوظ نہ رکھے گا تو میں عجب نہیں کہ ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور ناحق جاہلوں میں اپنے کو داخل کر دوں اس وجہ سے کہ میں بہ وجہ بشریت اپنی ذات پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔)

جناب باری نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ان کے مکر سے بچانے کی غرض سے یوسفؑ صدیق قید خانے بھیج دیے گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد اسی قید خانے میں فرعون مصر کے دو ملازم [1] (ایک خان ساماں اور دوسرا شراب دار۔) خود بادشاہ کے [2] زہر خورانی کے جرم میں ماخوذ ہو کر داخل کیے گئے۔

[1] خان ساماں کا نام مخلب اور شراب دار کا نام نبوش تھا۔ [مترجم]

ابن اسحاق کے بقول شراب دار کا نام نبوا اور خانساماں کا نام مجلث تھا۔ تفسیر ابن کثیر 2:621 مطبوعہ دارالاشاعت دیو بند۔ [م۔ص]

[2] قیصر روم نے فرعون مصر کو زہر دلانے کی غرض سے ایک شخص کو بھیجا تھا۔ پہلے اس نے شراب دار کو ملانا چاہا لیکن جب اس میں وہ ناکام رہا تو اس نے خان ساماں کو ملا لیا۔ زہر دینے کی نوبت نہ آئی تھی کہ ان واقعات کی اطلاع فرعون مصر کو ہو گئی۔ شراب دار و خان ساماں دونوں مشتبہ ہونے کی وجہ سے قید کر دیے گئے۔ (مترجم)

یوسفؑ صدیق قید خانے میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہتے تھے۔ کبھی نماز پڑھنے میں مصروف رہتے تھے اور کسی وقت قیدیوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ اور گاہے گاہے قیدیوں کے خوابوں کی تعبیریں بتلا دیا کرتے تھے۔ جس وقت شراب دار اور خان ساماں قید خانے میں داخل ہوئے یوسفؑ صدیق سے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر دریافت کرنی چاہی۔

چنانچہ پہلے شرابدار نے کہا ''آج میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کا خوان ہے اور پرند اس کو کھائے لیتے ہیں'' یوسفؑ نے شرابدار کے خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ شرابدار تو اپنی ملازمت پر بحال کر دیا جائے گا اور خانساماں جس نے کہ روٹیوں کا خوان اپنے سر پر رکھا ہوا اور چڑیوں کو کھاتے ہوئے دیکھا ہے وہ دار پر کھینچ دیا جائے گا۔ ان دونوں نے جس وقت یہ تعبیر سنی معذرت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے یہ جھوٹے خواب بیان کیے ہیں۔ یوسفؑ صدیق نے کہا جس بارے میں تم مجھ سے دریافت کرتے تھے خواہ وہ سچ ہو یا کہ جھوٹ ہو یہی حکم ہوا ہے۔ اتفاق یہ کہ بعد تفتیش و تحقیق حال یہی امر ظہور پذیر ہوا کہ شراب دار بحالہ اپنی ملازمت پر مقرر کیا گیا اور خان ساماں کو سولی دی گئی۔

قبل از رہائی یوسفؑ صدیق نے شرابدار سے کہا تھا کہ جس وقت تم بحال ہو جانا اس وقت اپنے ولی نعمت سے میرا ذکر خیر ضرور کرنا۔ لیکن مشیت ایزدی اس وقت اس کے خلاف تھی شرابدار اپنا وعدہ بھول گیا۔ یوسفؑ صدیق کا اسے خیال تک نہ رہا۔

مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مقام پر یہ نکتہ تحریر فرماتے ہیں کہ یوسفؑ صدیق قید خانے میں زیادہ مدت تک اس وجہ سے رہے کہ آپ نے مسببِ حقیقی کو بھلا کر ظاہری سبب کو وسیلۂ نجات بنا لیا تھا۔ ورنہ یہ کب ممکن تھا کہ

زلیخا ان کو قید خانے میں بھیج کر ایسا بھول جاتی کہ سات سات برس تک یہ قید خانے ہی میں رہتے۔ اور شرابدار بھی ان کو فراموش کر جاتا۔ جناب باری تعالیٰ کو یوسفؑ صدیق کے اس خیال پر جو بہ مقتضائے انسانیت ان سے ظاہر ہو گیا تھا۔ تنبیہہ کرنی تھی۔ اس وجہ سے زلیخا اور آبدار [شراب دار] دونوں بھول گئے۔ اور یہ سات برس تک قید خانے میں رہے۔

آٹھواں سال جب شروع ہوا تو مسبب حقیقی نے وہ سبب پیدا کیا کہ جو یوسفؑ صدیق کا نہ تو اکتسابی تھا اور نہ ان کے خیال میں گذرا ہوگا۔ اور وہ یہ تھا کہ فرعون مصر نے ایک شب کو یہ خواب دیکھا کہ ''سات گائیں فربہ ایک نہر سے نکلیں پھر ان کے بعد ہی دوسری سات گائیں دبلی پتلی اسی نہر سے آئیں اور ان پہلی موٹی تازی گایوں کو کھا لیا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ سات خوشئہ سرسبز جن میں دانے بھرے تھے، ان پر سات سوکھے خوشے جو ان کے بعد نمایاں ہوئے تھے غالب آ گئے۔''

صبح ہوتے ہی حکماء و منجمین سے تعبیر دریافت کی گئی، وہ یہ تو کہہ نہ سکے کہ ہم اس کی تعبیر سے عاری ہیں۔ یک زبان ہو کر بولے ''**وما نحن بتاویل الا حلام بعالمین**'' [یوسف:44] (اور ہم لوگ منامات باطلہ (جھوٹے خوابوں) کی تعبیر نہیں جانتے) یہ رویائے صادقہ (سچے خواب) نہیں ہیں بلکہ خیالات فاسدہ ہیں، جو حالت بیداری میں انسان کے دماغ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر وہی سونے میں خواب کی صورت دکھلائی دیتے ہیں۔

فرعون مصر کی اس جواب سے تشفی نہ ہوئی، اس کے چہرے پر جیسا کہ اس سے پہلے تردد کے آثار نمایاں تھے۔ ویسا ہی اس غیر شافی جواب کے بعد ظاہر رہے۔ شراب دار کو اس ماجرے سے یوسفؑ صدیق یاد آ گئے۔ وہ فرعون مصر کی اجازت سے قید خانے میں آیا اور جناب موصوف سے خواب کی

تعبیر دریافت کی۔ یوسفؑ صدیق نے اس کی یہ تعبیر کی کہ ''سات برس تک حسبِ دستور تم لوگ کاشتکاری کرو گے، فصل اچھی ہوگی، پیدائش غلے کی زیادہ ہوگی۔ یہ تعبیر تو سات فربہ گایوں کی ہے۔ پھر بعد اس کے سات سال قحط کے ایسے سخت و دشوار گذار آئیں گے۔ جس میں تم لوگ اپنا یہ ذخیرہ کھا ڈالو گے۔ یہ تعبیر ان سات گایوں کی ہے جو دبلی پتلی تھیں اور ان سات فربہ گایوں کو کھا لیا تھا۔ پھر ان سالوں کے بعد ایسے سال آئیں گے، جس سے تم لوگ مستفید ہو گے۔ شراب دار خواب کی تعبیر سن کر الٹے پاؤں فرعون مصر کے پاس آیا اور تعبیر بیان کی۔

فرعون مصر اپنے خواب کی تعبیر سن کر یوسفؑ کا ایسا مشتاق ہوا کہ اسی وقت شراب دار کو یوسفؑ کے بلانے کو بھیجا۔ یوسفؑ نے شراب دار سے کہا ''**ارجع الیٰ ربک فسالهٔ ما بال النسوة اللاتی قطعن ایدیهن ان ربی بکیدهن علیم**'' [یوسف:50] (تو اپنے مالک کی طرف الٹے پاؤں لوٹ جا اور اس سے دریافت کر کہ (مجھ کو کس جرم میں قید کی سزا دی گئی۔) کیا حال ہے (یعنی کیا بیان ہے) ان عورتوں کا جنھوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے، میرا پروردگار ان کے مکر کو خوب جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بری ہوں جس کے جرم میں میں گرفتار مصیبت ہوں۔) شراب دار نے یوسفؑ صدیق کا یہ پیام فرعون مصر سے جا کر کہہ دیا۔ اس نے اسی وقت عزیز مصر کی عورتوں کو طلب کر کے اس واقعے کی حقیقت دریافت کی۔ ان عورتوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا ''**حاش لله ما علمنا علیه من سوءٍ** (حاشاللہ یوسفؑ کی کسی برائی سے اس وقت تک ہم آگاہ نہیں ہوئے۔) فرعون مصر نے زلیخا کی طرف دیکھا، زلیخا دبی زبان سے بولیں ''**انا راودته عن نفسه وانه لمن الصادقین**'' [یوسف:51] (میں نے از خود یوسف کی خواہش کی تھی اور بیشک وہ سچا ہے۔) اس کے بعد فرعون نے شراب دار کو بھیج کر

زندان سے یوسفؑ صدیق کو بلوایا اور عزیز مصر سے یوسفؑ کو خرید کر کے آزاد کردیا۔ جیسا کہ اس آیہ کریمہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ ''**وقال الملک ائتونی به استخلصه لنفسی**'' [یوسف:54] (اور فرعون مصر نے کہا کہ اس کو (یعنی یوسفؑ کو) میرے پاس لاؤ تا کہ اس کو میں اپنے لیے خلاص (آزاد) کروں۔)

الغرض یوسفؑ صدیق فرعون مصر کے امین و معتمد بنائے گئے اور ہفت سالہ آئندہ قحط کا انتظام آپ کے سپرد کیا گیا۔ یوسفؑ صدیق انبار کے انبار ہر قسم کی غلے کی خرید کر لیتے تھے اور اس کو بغیر مالش کیے ہوئے رکھا دیتے تھے۔ پھر دو برس کے بعد عزیز مصر کا انتقال ہو گیا۔ فرعون نے بجائے اس کے یوسفؑ کو مقرر کر کے زلیخا سے ان کا نکاح کر دیا۔ بعض لوگوں نے اس موقع پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ ''زلیخا اس وقت بوڑھی ہوگئی تھیں۔ خدائے تعالیٰ نے بعد نکاح کے پھر جوان کر دیا۔'' یہ بات اگر چہ بہ لحاظ تقدیر الٰہی ممکن الوقوع ہے۔ لیکن اصلی واقعے کو چھپا کر ایک نئی بات بتلا دینی خلاف عقل ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ عزیز مصر عنین تھا، اس وجہ سے بوقت نکاح یوسفؑ صدیق، زلیخا دوشیزہ تھیں اور یہی معنی جوان ہو جانے کے ہیں۔ جیسا کہ کتب تواریخ ہمارے اس دعوے کی شہادت دے رہی ہیں۔ واللہ اعلم

الغرض ساتوں سال فراخی اور پیداوار کے گذر گئے اور دوسرے سات سال قحط کے آئے۔ پہلا سال تو جوں توں گذر گیا، دوسرے سال سے تمام عالم قحط سے مرنے لگا۔ یوسفؑ صدیق نے نہایت سرگرمی سے اس کا انتظام شروع کر دیا۔ لوگ جوق در جوق مصر میں غلہ لینے کو آنے لگے۔

یعقوبؑ کے بھی دسوں [10] لڑکے مصر میں غلہ لینے کو آئے یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا۔ کیونکہ ان کی حالت میں زمانے نے کسی قسم کا تغیر نہیں پیدا کیا تھا۔ برخلاف یوسفؑ کے کہ زمانے کی رفتار نے یوسفؑ کو بظاہر یوسفؑ نہ

رکھا تھا، نہ تو ان کا وہ لباس تھا اور نہ وہ صورت وشکل تھی۔ بلکہ ایک دوسری حالت پیدا ہوگئی تھی۔ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے ان کا حال دریافت کیا، پہلے تو انھوں نے ادھرادھر کی باتیں بتلائیں۔لیکن جب یوسفؑ نے ان کی حالت کی تکذیب شروع کی تو انھوں نے اس طرح سے بیان کیا: ''اے عزیز مصر! دراصل ہم اپنے باپ کے بارہ بیٹے تھے ایک روز ہم اپنے ساتھ اس بھائی کو بھی چراگاہ لے گئے۔جس کو ہمارا باپ زیادہ عزیز رکھتا تھا۔اتفاقات سے اس کو بھیڑیا نے کھالیا۔'' شمعون آگے کچھ اور کہنے کو تھا کہ یوسفؑ بول اٹھے''فالیٰ من سکن ابو کم بعدہٗ'' (پھر اس کے بعد تمھارے باپ کو تسکین کس سے ہوئی) شمعون نے کہا''الیٰ اخ لنا اصغر منه'' (جو اس سے ہمارا چھوٹا بھائی ہے۔) یوسفؑ یہ سن کر کچھ دیر تک خاموش رہے، بعدہٗ سر اٹھا کر بولے'' آئندہ جب تم ہمارے پاس آنا تو اس کو اپنے ساتھ لانا ورنہ تم کو یہاں سے کچھ نہ دیا جائے گا۔'' شمعون نے کہا'' شاید ہمارا باپ اس کی مفارقت نہ گوارا کرے۔ اس وجہ سے ہم حتمی وعدہ نہیں کر سکتے۔'' یوسف بولے'' اچھا بہتر ہوگا کہ تم میں سے کوئی ہمارے پاس رہ جائے، اس پر بنی یعقوبؑ خاموش ہو گئے، یوسفؑ نے واپسی کے وقت ان کی قیمتیں بھی انھیں کے اسباب میں رکھادیں، اس خیال سے کہ ان کی امانت داری و دیانت اس کے واپس کرنے پر ضرور مجبور کرے گی۔اور یہی یہاں دوبارہ ان کے آنے کا باعث ہوگا۔''

چنانچہ جس وقت برادران یوسفؑ، یعقوبؑ کے پاس پہنچے۔عزیز مصر (یوسفؑ) کی بہت تعریف کی اور یہ کہا عزیز مصر (یوسفؑ) نے کہا ہے کہ اگر تم اپنے اس بھائی کو آئندہ اپنے ہمراہ نہ لاؤ گے جس کو تمھارا باپ زیادہ عزیز رکھتا ہے،تو پھر تم کو یہاں سے کچھ نہ دیا جائے گا۔

یعقوبؑ نے کہا کہ کیا تم اس کی ویسی ہی حفاظت کرو گے جیسی کہ اس

سے پہلے اس کے بھائی یوسفؑ کی حفاظت کی تھی۔

برادران یوسفؑ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ جب اسباب کو کھولا اور اس میں قیمتیں رکھی ہوئی دیکھیں تو سب کے سب بول اٹھے۔ "**یا ابانا ما نبغی ھٰذہ بضاعتنا ردت الینا ونمیر اھلنا ونحفظ اخانا ونزداد کیل بعیر**" یعنی عزیز مصر نے ہماری بہت بڑی وقعت وعزت کی، اس نے کتنی بڑی یہ رعایت کی کہ ہماری قیمتیں ہم کو واپس کر دیں۔ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجیے تاکہ اور غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے۔ یعقوبؑ نے ان کے کہنے کا خیال نہ کیا۔ لیکن جب انھوں نے جناب موصوف کے کہنے سے عہد و میثاق دیا تو بنیامین کو شمعون وغیرہ کے ساتھ کر دیا اور چلتے وقت یہ وصیت کر دی کہ تم سب کے سب ایک ہی دروازے سے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے جانا، چنانچہ یہ گیارہوں [11] بھائی متفرق دروازوں سے یوسفؑ کے پاس گئے۔

یوسفؑ نے اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو پہچان لیا اور ان سبھوں کو بہت خوشی اور کشادہ پیشانی سے ٹھہرایا۔ کھانے کے وقت دو دو بھائی ایک ایک خوان پر بٹھلائے گئے۔ جب بنیامین تنہا رہ گئے اور ان کی آنکھوں میں اس خیال سے آنسو بھر آئے کہ اگر میرا بھائی یوسفؑ آج زندہ ہوتا تو مجھ کو بھی اپنے ساتھ بٹھلاتا۔ جناب یوسفؑ نے ان کو آب دیدہ دیکھ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور کہا "میں تمھارا بھائی ہوں۔"

رات کو باتوں بات میں یوسفؑ نے بینامین سے کہا کہ کیا تم اس بات کو پسند کر سکتے ہو کہ میں تمھارے اس بھائی کا جو غائب ہو گیا ہے۔ قائم مقام ہو جاؤں۔ بنیامین نے جواب دیا۔ واقعی آپ سے بڑھ کر بھائی اور کیا سلوک کر سکتا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یعقوبؑ اور راحیل سے نہیں پیدا ہوئے، یوسفؑ کا دل پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا۔ بنیامین کی زبان سے یہ کلمے سن

کر روا ٹھے اور ان کو گلے سے لگا کے ظاہر کر دیا، میں ہی یوسفؑ ہوں۔ لیکن خبر دار ان باتوں کو بھائیوں سے نہ ظاہر کرنا۔

صبح کے وقت یوسفؑ جب اپنے نامہربان بھائیوں کو غلہ دینے لگے تو پیانہ (جس سے غلہ ناپ کر دے رہے تھے۔) بنیامین کے اسباب میں رکھ دیا 1 تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ رخصت ہو کر چلے تو ایک منادی نے ندا کی کہ تم لوگ ٹھہر و بے شک تم لوگ چور ہو۔ ابنائے یعقوبؑ نے جواب دیا، ہم لوگ نہ چور ہیں اور نہ فساد کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔ خدام نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہو تو کیا سزا؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ جس کے اسباب میں وہ پایا جائے وہی بہ جرم سرقہ گرفتار کر لیا جائے۔ یوسفؑ نے تفتیش شروع کی، یکے بعد دیگرے تلاشی دینے لگے۔ رفتہ رفتہ بنیامین کی باری آئی اور انھیں کے اسباب میں سقایا (پیانہ یا پانی پینے کا برتن۔) نکلا اور یہی روک لیے گئے۔

ابنائے یعقوب نے ہر چند شور وغل مچایا اور یہ چاہا کہ بجائے بنیامین کے ان میں سے کوئی روک لیا جائے۔ لیکن یوسفؑ نے ایک بھی نہ مانی۔ بنیامین تو اس بہانے سے روک لیے گئے۔ اور شمعون یہ کہہ کر مصر میں ٹھہر گیا کہ کیا تم بھول گئے ہو جو اپنے باپ سے عہد کر آئے ہو۔ میں تو یہاں سے اس وقت تک حرکت نہ کروں گا جب تک میرا باپ نہ کہے گا۔ یا اللہ تعالیٰ حکم نہ دے گا۔ تم لوگ جاؤ اور یہ ماجرا بیان کرو۔

بقیہ ابنائے یعقوب جس وقت ارض مصر سے واپس ہو کر یعقوبؑ کے پاس پہنچے اور یہ ماجرا بیان کیا، اس وقت یعقوبؑ کے محزون قلب پر جو کچھ اس کا اثر ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ ناظرین بخوبی کر سکتے ہیں۔ اس کے ظاہر کرنے اور بیان کرنے کی ہم کو حاجت نہیں ہے۔ البتہ جناب یعقوبؑ نے

---

1 بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ بنیامین کو جب معلوم ہوا کہ عزیز مصر میرا بھائی یوسفؑ ہے، اس نے مفارقت سے انکار کیا تو یوسفؑ نے بنیامین کے روکنے کا یہ حیلہ نکالا۔ بنیامین اس حال سے آگاہ تھے۔ (مترجم)

جوکلمات تسلی دہ قلب حزیں کوفرمائے تھے وہ یہ ہیں "عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا ء انہ ھو العلیم الحکیم" (شاید اللہ ان سبھوں کو میرے پاس لائے بیشک وہ دانا اور حکمت والا ہے۔)

اس کے بعد یعقوبؑ کی آنکھیں اسی رنج وصدمے میں جاتی رہیں۔ ناتوانی حد سے بڑھ گئی، اٹھنا بیٹھنا جبر گذرنے لگا۔ اکثر آپ یوسفؑ کو یاد کر کے رویا کرتے تھے اور لڑکے بجائے تسلی اور تشفی دینے کے کہتے تھے "خدا کی قسم تم یوسفؑ کا تذکرہ اس وقت تک نہ ترک کرو گے جب تک تم قریب ہلاکت نہ پہنچ جاؤ گے، یا جاں بحق تسلیم نہ ہو گے۔" اور یعقوبؑ ان کی باتوں کا یہ جواب دیتے تھے "میں اپنا رنج وغم اللہ ہی سے کہتا ہوں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ جانتا ہوں، جس کو تم نہیں جانتے۔"

بعد چندے یعقوبؑ نے پھر اپنے لڑکوں کو دوبارہ مصر کی طرف روانہ کیا۔ ابنائے یعقوبؑ نے جن کو قحط اور فاقے نے ناکارہ کر دیا تھا۔ مصر میں پہنچتے ہی عزیز مصر (یوسفؑ) سے کہا "یا ایھا العزیز مسنا واھلنا الضر" [یوسف:88] (اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو قحط وفاقے نے تباہ کر دیا ہے۔) "وجئنا ببضاعۃ مُزجاۃ (اور ہم سب بہت ہی [1] کم سرمایہ لے کر آئے ہیں۔) "فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان اللہ یجزی المتصدقین" (ہم کو بھر کر پیمانہ بہ نظر صدقہ دو اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ صدقہ دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔) یوسفؑ [2] کا دل یہ سن

---

1 بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ برادران یوسفؑ اس مرتبہ چند کھوٹے دراہم لے کر آئے تھے۔ اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ اس مرتبہ نقدی تو کچھ لے کر آئے نہ تھے بلکہ کچھ گھی اور اون وغیرہ لائے تھے۔ (مترجم)

2 بعض علمائے تاریخ یہ بیان کرتے ہیں کہ یوسفؑ کا قلب اس واقعے سے رقیق نہیں ہوا تھا بلکہ یعقوبؑ کا خط دیکھ کر رو اٹھے اور اپنے کو ظاہر کر دیا۔ اس مقام پر بہ نظر اطالت کلام اس خط کو ہم نقل نہیں کیا چاہتے۔ ناظرین معاف فرمائیں۔ (مترجم)

کر بھر آیا آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ بیتابانہ بول اٹھے"هل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیه "(کیاتم جانتے ہو(یعنی کیاتم کو یاد ہے) کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے؟)" اذ انتم جاهلون" [یوسف:89](اب تم اس سے جاہل ہو یعنی آگاہ نہیں ہو۔) یوسفؑ کے بھائیوں نے غور سے دیکھا تو پہچان گئے اور مزید اطمینان کے لیے تعجب کے لہجے میں بولے"انک لأنت یوسف"(کیا بیشک تو ہی یوسف ہے؟)

یوسفؑ نے کہا"ہاں میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ(بنیامین) میرا بھائی ہے۔تم لوگ اپنے دل میں کچھ خیال نہ کرو، اللہ تعالیٰ تمھاری خطاؤں سے درگذر کرے گا۔ یہ مشیت ایزدی تھی جو کچھ واقع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا، یہ اس کے احسانات کا ایک نمونہ ہے کہ میں اس درجۂ عالی پر پہنچ گیا ہوں۔" یوسفؑ کے بھائیوں کو اس کے سننے سے ندامت ہوئی لیکن یوسفؑ کی تسلی وتشفی سے وہ خیالات رفع ہو گئے۔ بعد اس کے یوسفؑ نے اپنے نامہربان بھائیوں سے اپنے باپ یعقوبؑ اور خاندان کی کیفیت دریافت کی اور روانگی کے وقت غلہ دیا اور اپنے بزرگ باپ کے اطمینان کے لیے اپنی قمیص دی۔ اور یہ ہدایت کی کہ جاتے ہی ہمارے بزرگ باپ کے منہ پر ڈال دینا، ان کی بینائی رفتہ پھر آ جاوے گی اور تم لوگ کنعان سے مع اہل وعیال کے مصر میں چلے آؤ۔

ادھر تو ابنائے یعقوبؑ قافلے کے ساتھ مصر سے روانہ ہوئے، ادھر کنعان میں جو مصر سے بارہ سو کوس کے فاصلے پر تھا۔ یوسفؑ کے پیراہن کی بو یعقوبؑ کے دماغ میں بحکم الٰہی پہنچی۔ چنانچہ یعقوبؑ نے ان لڑکوں سے جو اس وقت موجود تھے۔ فرمایا:"انی لاجد ریح یوسف"[یوسف: 94](میں بیشک بوئے یوسفؑ سونگھتا ہوں۔)"لولا ان تفندون" [یوسف:94](اگر تم لوگ عقل رفتہ و بدحواس مجھ کو نہ کہو۔) لڑکوں نے اپنے

پچھلے کردار چھپانے کی غرض سے جواب دیا "تاللّٰہ انک لفی ضلالک القدیم" [یوسف:95] (خدا کی قسم تم اپنے اسی پچھلے خیال کے پابند ہو رہے ہو۔) چالیس برس کا عرصہ گذرا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ اس کی ہڈیوں کا بھی نشان ڈھونڈھے نہ ملے گا۔ اور آپ آج کہتے ہیں کہ اس ہوا سے بوئے یوسفؑ آ رہی ہے۔ یعقوبؑ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد قافلہ کنعان میں داخل ہوا۔ اور یہودا[1] پیراہن یوسفؑ لیے ہوئے اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حق رسالت ادا کی۔ یعقوبؑ پھولے نہ سمائے آنکھیں روشن ہو گئیں۔ سارا رنج وغم آن واحد میں ایسا دفع ہو گیا کہ گویا تھا ہی نہیں۔

بعد اس کے جناب موصوف نے لڑکوں سے مخاطب ہو کر کہا "الم اقل لکم انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون" [یوسف:96] (کیا میں تم سے یہ نہیں کہتا تھا کہ میں منجانب اللہ وہ جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے ہو۔) ابھی (کل ہی) کا ذکر ہے کہ تم لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور صریحاً آفتاب پر خاک ڈال کر کہتے تھے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ لڑکوں کو یہ سن کر بہت بڑی ندامت ہوئی، شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں، معافی چاہی، استغفار کی، خواستگاری کی۔

بعد اس کے آپ نے یہودا سے دریافت کیا۔ "کیف ترکت یوسف؟" (تو نے کس حال پر یوسف کو چھوڑا۔) یہودا نے کہا "اس کو مصر کی شاہی کرتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں" یعقوبؑ نے جھنجھلا کر کہا" ما اصنع بالملک علی ای دین ترکتہ" (مجھ کو شاہی سے کیا غرض ہے اس کو کس

---

1. مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ پیراہن خون آلودہ یہودا ہی چراگاہ سے لایا تھا اور [اسی نے یہ] خبر بد یعقوبؑ کے کانوں تک پہنچائی تھی۔ اسی وجہ سے وہ خوشی کے موقع پر بھی آپ ہی پیراہن لے کر یعقوب کے پاس گیا، اسی کو قرآن مجید میں جناب باری نے "بشیر" سے یاد فرمایا ہے بشیر کسی دوسرے کا نام نہ تھا۔ (مترجم)

مذہب پر چھوڑ آیا ہے۔) یہودا نے گذارش کی۔"علی الاسلام" (مذہب اسلام کا پابند چھوڑ آیا ہوں۔) یعقوبؑ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ جناب باری میں سجدۂ شکرادا کر کے کہا" الآن تمت النعمة" (اب نعمت الٰہی پوری ہوئی۔) کہ دینی اور دنیاوی نعمتیں خاطر خواہ ملیں۔

الغرض یعقوبؑ اوران کے لڑکے سامان سفر مہیا کر کے منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے مصر کے قریب پہنچے، یوسفؑ مع عمائدین مصر استقبال کے لیے مصر سے باہر آئے، یعقوبؑ شاہی جلوس دیکھ کر یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔ یہودا سے دریافت کیا۔" کیا یہ فرعون مصر ہے؟" یہودا نے کہا" نہیں یہ آپ کا لڑکا یوسفؑ ہے۔" یعقوبؑ نے آگے بڑھ کر کہا" السلام علیک یا مذهب الاحزان" (اے رنج والم کے دفع کرنے والے تجھ پر خدا کی رحمت نازل ہو۔) یوسفؑ جواب دے کر اپنے باپ سے لپٹ گئے۔ بعد اس کے یوسفؑ نے سبھوں سے خطاب کر کے فرمایا" ادخلوا مصر انشاء الله امنین" [یوسف:99] (تم لوگ مصر میں چلو انشاءاللہ تعالیٰ قحط و گرسنگی[1] سے محفوظ رہو گے۔) اور اپنے باپ و ماں کو عزت و تکریم کے مقام میں ٹھہرایا۔ یوسف کی ماں اور باپ اور گیارہوں بھائیوں نے یوسفؑ کو چونکہ عزیز مصر تھے۔ تحیۃً اور تکریماً سجدہ کیا، یوسفؑ نے شکریہ ادا کر کے کہا" یا ابت هٰذا تاويل روياى من قبل" [یوسف:100] (اے باپ یہ تاویل (تعبیر) اس خواب کی ہے جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا۔)

یعقوبؑ اس کی تصدیق کر کے ماجرائے گذشتہ دریافت کرنے لگے۔ یوسفؑ نے ادب سے گذارش کی" یا ابتی لا تسالنی عن صنع اخوتی ولكن اسالنی عن صنع الله بی" (اے میرے باپ اس کو نہ

---

1. گرسنگی = بھوک [م۔ص]

دریافت کرو جو کہ بھائیوں نے میرے ساتھ کیا بلکہ اس کو استفسار کیجیے جو خدا نے میرے ساتھ کیا۔) یہ کہہ کر کنویں سے نکلنے اور مصر میں آنے اور عزیز مصر کے عہدے پر پہنچنے کے حالات تفصیلاً یکے بعد دیگرے ترتیب وار کہہ سنائے۔

یوسف و یعقوب علیہا السلام کے زمانۂ مفارقت کو اگر چہ بعض مورخین نے اسی [80] سال تحریر کیا ہے اور اس طرح سے حساب کا اندازہ کیا ہے کہ سترہ [17] برس کی عمر میں یوسفؑ کنویں میں ڈالے گئے اور ستانوے [97] برس کی عمر میں اسی [80] برس کے بعد اپنے باپ سے ملے۔ بعد اس کے [تیئیس 23] برس اور زندہ رہ کر [ایک سو بیس 120] برس کی عمر میں انتقال کیا اور بعضوں نے یوسفؑ و یعقوبؑ کے زمانۂ مفارقت کو اٹھارہ [18] برس میں محدود کیا ہے۔ بعضے مورخین کے خیالات یہ شہادت دے رہے ہیں کہ یوسفؑ مصر میں سترہ [17] برس کی عمر میں داخل ہوئے اور تیرہ [13] برس کے بعد فرعون مصر کے وزیر ہوئے۔ اور بائیس [22] برس کے بعد یعقوبؑ و یوسفؑ سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد یعقوبؑ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر میں سترہ [17] برس اور زندہ رہے۔ لیکن محققین علمائے تاریخ یوسفؑ کے خواب دیکھنے اور یعقوبؑ کے مصر میں آنے کے زمانے کی مدت چالیس [40] برس بتلاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ انتھیٰ کلام المترجم۔ [مترجم کا کلام تمام ہوا۔]

یعقوبؑ کی وفات

بعد قطع منازل و طے مراحل یعقوبؑ بلبیس کے قریب پہنچے یوسفؑ یہ سن کر بہ خیال بعض علمائے تاریخ مع فرعون مصر اپنے باپ کے استقبال کی غرض سے مصر سے باہر آئے اور سرزمین بلبیس اپنے بھائیوں کو رہنے اور منتفع ہونے کی غرض سے دے دیا۔

یعقوبؑ کے ساتھ علاوہ ان ستر [70] آدمیوں کے جو آپ کے خاندان سے تھے،

ایوبؑ [1] نبی بن برحما بن زبرج بن رعویل بن عیصو بھی تھے۔ یہ سب کے سب مصر مقام بلبیس میں مقیم ہوئے۔ اس واقعے کے سترہ [17] برس کے بعد ایک سو چالیس [140] برس کی عمر میں یعقوبؑ کا انتقال ہوا۔ یوسفؑ بہ اجازت فرعون مصر مع روسائے مصر یعقوبؑ کا تابوت (جنازہ) مصر سے لے کر روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں کنعانیوں سے کچھ بحث و تکرار ہوئی لیکن بہ خیریت تمام سرزمین شام مدفن ابراہیمؑ و اسحاق میں لے جا کر دفن کیا اور الٹے پاؤں مصر واپس آئے۔

یوسفؑ کی وفات

یعقوبؑ کے انتقال کے بعد ابنائے یعقوبؑ مصر میں یوسفؑ کے پاس قیام پذیر رہے، تا آنکہ یوسفؑ کا ایک سو بیس [120] برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ آپ کی نعش کو ایک تابوت میں رکھ کر بند کیا اور اس کو نیل کے بعض مجاری [2] میں دفن کر دیا۔ یوسفؑ نے بہ وقت وفات یہ وصیت کی تھی کہ جس وقت بنی اسرائیل ارض موعودہ [ارض الیفاع] کی طرف روانہ ہوں، اس وقت آپ کا تابوت بھی نکال کر ساتھ لے جائیں اور وہیں اس کو لے جا کر دفن کریں۔ چنانچہ یہ وصیت برابر محفوظ چلی آئی تا آنکہ بہ وقت خروج بنی اسرائیل، موسیٰؑ مصر سے نکال لے گئے۔

بعد انتقال یوسفؑ، اسباط [3] سے آپ کے بھائی اور لڑکے فراعنۂ مصر کے سایۂ عاطفت میں باقی رہ گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی نسلی ترقی اس حد تک پہنچی کہ اراکین دولت مصر نے ان کی کثرت سے ڈر کر ان کو دبانا اور ان سے خدمتی کام لینا شروع کر دیا۔

بنی یعقوبؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ یعقوبؑ اپنے لڑکوں اور پوتوں کے ساتھ جس وقت یوسفؑ کے

---

1 نصر کے بقول ایوبؑ سے مراد ایوب بن موص بن رازح بن عیص ہیں۔ حاشیۂ تاریخ ابن خلدون دار الفکر بیروت 46:2۔[م۔ص]

2 مجاری = گذرگاہ، دھارا، واحد مجری۔[م۔ص]

3 سبط کی جمع ہے، یہ لفظ پوتے یا نواسے کے لیے استعمال ہوتا ہے، یعنی اولاد در اولاد، ''سبط'' کا استعمال یہودیوں کے یہاں اسی معنی میں ہوتا ہے جس معنی میں ''قبیلہ'' عرب کے یہاں مستعمل ہے۔[م۔ص]

پاس مصر میں آئے تھے ستر [70] آدمی تھے۔ لیکن جب موسیٰ کے ساتھ بعد دو سو دس برس کے مصر سے نکلے ہیں اور ان کو تیہ میں شمار کیا ہے، تو صرف ان لوگوں کی تعداد جو مسلح ہو سکتے تھے، چھ لاکھ یا اس سے کچھ زائد تھی۔ ہم نے اس کی بابت مقدمۃ الکتاب میں بحث کی ہے۔ اس مقام پر اس قصے کو چھیڑ کر طول نہیں دیا چاہتے۔ توریت میں اس تعداد کے منصوص ہونے سے یہ تعداد محقق و متیقن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مقام مبالغہ میں اظہار کثرت مقصود ہوتا ہے، نہ کہ نص اعداد۔

یوسفؑ کے بہت سے لڑکے تھے۔ لیکن ان میں سے مشہور دو ہیں۔ ایک افرائیم 1 دوسرے منشی اور یہ دونوں اسباط میں شمار کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے یعقوبؑ کا زمانہ پایا تھا۔ اور جناب موصوف نے ان کو اپنی اولاد میں شمار کیا تھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی تھی۔

مصر میں یوسفؑ کی حیثیت

بعض وہ مورخین جن کو تحقیق سے سروکار نہیں ہے، یہ خیال کر رہے ہیں کہ یوسفؑ آخر الامر مصر کے بادشاہ ہو گئے تھے۔ لطف یہ ہے کہ اس کی تائید میں بعض ضعفائے مفسرین یوسفؑ کا یہ قول پیش کرتے ہیں۔ ''**رب قد آتیتنی من الملک**'' [یوسف: 101] (اے رب تو نے مجھ کو ملک دیا ہے۔) حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز پر قبضہ کر لیتا ہے، گو وہ کسی خصوصیت کی وجہ سے ہو، وہ بہ اعتبار استیلا و غلبہ بادشاہ کہلاتا ہے۔ مکان، گھوڑے خادم کے قابضین کو بھی ملک سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے کوئی معنی نہیں ہیں کہ ملک تصرف کا لحاظ نہ ہو اگرچہ وہ ایک شاخ اور ایک ہی کے لیے ہو اس کو بھی بادشاہ کہہ دیں گے۔ عرب کا یہ دستور قدیم الایام سے چلا آتا ہے کہ اہل قریٰ (گاؤں والوں) اور اہل مدائن (شہر والوں) کے رؤسا کو ملوک کہا کرتے ہیں۔ پس اس زمانے میں تم وزیر مصر کی نسبت کیا خیال کر سکتے ہو کہ عرب کے سادہ لوح آدمی ان کو بادشاہ کیسے نہ کہیں گے۔ خلافت عباسیہ میں اطراف بلاد کے عمال کو ملوک کہتے تھے۔ اس صورت میں یہ استدلال کافی نہ ہوا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''**وکذلک مکنا لیوسف فی الارض**'' [یوسف: 56] لیکن یہ آیت بھی ان کی مستند نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ تمکین بغیر ملک کے بھی ہو سکتی ہے۔ چونکہ یوسفؑ امور زراعت اور اس کے انتظام

1 عربی نسخوں میں افرائیم ہے۔ [ص۔م]

کے متولی ہوئے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے "اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم" [یوسف:55] اس وجہ سے مساق قصہ سے یہ قرائن حال معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ سلطنت فرعون کے ناظم تھے، نہ کہ جیسا لفظ ملک سے جو کہ ان کی دعا میں ہے، بادشاہ ہو گئے تھے۔ ہم اس نص سے جو کہ قرائن سے ثابت ہو گئی ہو، ایسے متوہمات و موضوعی قصہ جات کی طرف مائل نہیں ہو سکتے۔ اور توریت میں یہ صریح لکھا ہے کہ یوسفؑ نہ تو بادشاہ ہوئے تھے اور نہ مصر کے وہ مالک بنے تھے۔ اور یہ امر طبعی ہے کہ شوکت و تصرف کے لحاظ سے جس وقت یوسفؑ کے بھائی آئے تھے یوسفؑ نے اپنے اظہار اجلال کے لیے ملک کا لفظ کہہ دیا ہو۔ جیسا کہ مقدمۃ الکتاب میں ہم لکھ آئے ہیں۔ و اللہ اعلم۔

بنی عیصو

عیصو ابن اسحاق جبال بنی یسعین (بنو جویٰ قبائل کنعان) میں مقیم ہوا، جو جبال شرات کے نام سے معروف اور مابین تبوک و فلسطین واقع ہے۔ اور جس کو ان دنوں بلاد کرک اور شوبک کہتے ہیں۔ بہ روایت توریت ان کی نسلی شاخوں سے بنو لوطان، بنو شوبال، بنو صمعون، بنو عنا، بنو دیشوق، بنو یصد اور بنو دیسان کی سات شاخیں اور بنو دیشون سے اشبان موجود تھے۔

عیصو نے پہلے عنا بن یسعین (بنی جویٰ) کی لڑکی اہلیقاما سے نکاح کیا بعد اس کے عاذا بنت ایلول اور باسمت بنت اسماعیلؑ سے عقد کیا، عاذا کے بطن سے الیفاز عیصو کا [بڑا لڑکا] پیدا ہوا۔ بعد اس کے بطن باسمت بنت اسماعیلؑ سے رعویل اور بطن اہلیقاما سے یعوش، یعلام، قورح تین لڑکے پیدا ہوئے۔

الیفاز خلف اکبر کے چھ لڑکے پیدا ہوئے۔ تیمال، اومار، صفو، کعتام، قتال، عمالق، اور یہ چھٹا لڑکا سریہ کے بطن سے ہے، جس کا نام تمناع تھا۔ اور رعویل بن عیصو کے چار لڑکے ناحتہ، زیدم، شتما، مزا پیدا ہوئے۔

توریت میں لکھا ہے کہ عیصو کا نام ارومـ1 تھا اور اسی وجہ سے بنی عیصو کو بنی اروم کہتے

1. اس موقع پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ دار الفکر بیروت کے عربی نسخے میں اروم ہی ہے۔ لیکن دار الکتب العلمیہ بیروت کے ایڈیشن میں "اروم" کی جگہ "ادوم" ہے۔ [م۔ص]

ہیں۔ بعض اسرائیلین کا یہ خیال ہے کہ اروم اس پہاڑ کا نام ہے جہاں عیصو آ کر مقیم ہوا تھا۔ اور اروم عبرانی زبان میں جبل احمر کو کہتے ہیں۔ جہاں نباتات کا نام ونشان نہ پایا جاتا ہو۔ اسی اروم کے لفظ نے بعض مورخین کو اس مغلطہ میں ڈال رکھا ہے کہ قیاصرۂ روم عیصو کی اولاد سے ہیں۔ طبری کہتا ہے کہ روم اور فارس رعویل ابن باسمت کی اولاد سے ہیں۔ لیکن یہ کل روایتیں صحت اور صدق سے منزلوں دور ہیں۔ میرے نزدیک [اہل] روم رومس بانی رومہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں نہ کہ اروم (عیصو) کی جانب۔

الغرض بنی عیصو نے سرزمین یسعین میں اس قدر نمایاں ترقیاں کیں کہ تھوڑے دنوں میں بنی جوئی (کنعانی) اور بنی مدین پران کے بلاد میں ایلہ تک غالب آ گئے۔ اوران میں تمدن و معاشرت کی بو آ گئی۔ ملوک اور امراان میں ہوئے، از انجملہ فالغ بن ساغور اور بعد اس کے یودب بن زیدح تھا پھر اس کے بعد ہدّ ادبن مدّ اد ہوا ہے۔ جس نے بنو مدین کو ان کے بلاد سے نکالا ہے۔ ہداد کے بعد بنو عیصو میں نسلاً بعد نسل حکومت ودولت چلی آئی اور یکے بعد دیگرے بادشاہ ہوتے رہے تا آنکہ یوشعؑ نے شام پر فوج کشی کی اور اریحا کو فتح کر لیا۔ اور کل بنو عیصو سے سلطنت وحکومت چھین لی۔ اس واقعے کے بعد بختنصر نے بہ وقت قبضۂ بیت المقدس پھر ان کو پامال کیا۔ ان میں سے بعض یونان اور بعض افریقہ چلے گئے۔ عمالق بن الیفاز کی نسل سے بہ خیال اسرائیلین عمالقۂ شام ہیں۔ لیکن نسابین عرب اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عمالقۂ شام عملاق بن لاوذ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

آل مدین

مدین ابن ابراہیمؑ نے لوطؑ کی لڑکی سے نکاح کیا، اللہ جل شانہٗ نے ان کی نسل میں ایسی برکت عنایت فرمائی کہ شام کے بڑے بڑے قبائل انھیں کی نسل اور لواحقین سے ہیں۔ اس کے پانچ لڑکے عیفا، عیفین، حنوخ، انیداغ، الزاعا تھے۔ اور اطراف شام میں بحیرہ قوم لوطؑ اور ارض حجاز کے قریب سرزمین معان میں رہتے تھے اور اس سرزمین کے بھی لوگ مالک تھے۔ چند دنوں بعد جب بت پرستی اور خیانت کی طرف مائل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں میں سے شعیبؑ بن نویل بن رعویل ابن عیا ابن مدین کو مبعوث کیا۔

[علامہ مسعودی[1]] کہتا ہے کہ یہ اہل مدین محضر بن جندل بن یعصب بن مدین کی اولاد سے ہیں۔ اور شعیبؑ ان کے نسبی بھائی ہیں اور ان کے متعدد ملوک گذرے ہیں جو کلمات ابجد سے موسوم تھے۔ وفیہ نظر۔ ابن حبیب کتاب البدء میں شعیبؑ کو نویب بن احزم بن مدین کا لڑکا تحریر کرتا ہے۔ اور سہیلی ان کو ابن عیفا تحریر کرتا ہے۔

بہرکیف یہ وہی شعیبؑ ہیں جن کے پاس موسیٰؑ ہجرت کرکے گئے تھے اور جن کی لڑکی سے آپ کا نکاح ہوا تھا اور جن سے آداب کتاب و نبوت کی آپ نے تعلیم لی تھی، جس کا تفصیلی بیان موسیٰؑ کے تذکرے میں آئے گا۔

علامہ صیمری کہتا ہے کہ جس سے موسیٰؑ نے مزدوری کرنے کا اجارہ لیا تھا اور جس نے موسیٰؑ کا عقد کیا تھا وہ یثر بن رعویل ہیں اور توریت میں آیا ہے کہ ان کا نام یبثر تھا اور رعویل ان کا باپ یا چچا تھا جو عقد نکاح کا متولی و وکیل ہوا تھا۔ اور اسی مدین سے شام میں بنی اسرائیل لڑے تھے۔ اور ان کو مغلوب کرکے ان کی حکومت چھین لی تھی۔

لوط علیہ السلام

لوطؑ ہاران برادر ابراہیمؑ کے لڑکے تھے اور بعد ہلاکی قوم فلسطین میں اپنے چچا ابراہیمؑ کے پاس چلے آئے، تا آنکہ یہیں ان کا انتقال ہوا۔ حسب تحقیق محققین ان دنوں موتفکہ میں سدوم کے پانچ بڑے قریے تھے اور وہ سب خلاف وضع فطرت فواحش کے مرتکب ہوتے تھے۔ لوطؑ نے ان کو خوب سمجھایا لیکن ان میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ تا آنکہ سب کے سب ہلاک کر دیے گئے۔ الا ماشاء الله (مگر یہ کہ جس کو اللہ نے چاہا۔)

[توضیح مترجم]

لوطؑ کی قوم کے حالات علامہ ابن خلدون نے اختصار کے ساتھ اوپر

---

1. اصل نسخے میں اس جگہ ''علامہ سہیلی'' تھا۔ مترجم سے یہاں سہو ہو گیا ہے، دار الفکر (49:2) اور دار الکتب العلمیہ (51:2) کے عربی نسخوں میں سہیلی کی جگہ مسعودی ہے۔ [م۔ص]

بیان کر دیا ہے اور ہم حسب وعدہ اب تحریر کرتے ہیں۔ اہل مؤتفکہ جب معصیت اور بت پرستی میں بے حد منہمک ہو گئے اور لوطؑ کے وعظ و پند سے متاثر نہ ہوئے، بلکہ وقتاً فوقتاً جناب موصوف کو سخت وست کلمات سے یاد کرنے لگے، تو جناب باری نے بہ دعائے حضرت لوطؑ اس قوم ناعقبت اندیش کے ہلاک کرنے کو چار فرشتے بھیجے۔ یہ فرشتے انسانی شکل میں متمثل ہو کر مؤتفکہ جاتے ہوئے ابراہیمؑ کے یہاں مہمان ہوئے، جب دستر خوان پر بیٹھے تو ان ملائکہ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ابراہیمؑ کے دل میں ان کی طرف سے ایک خاص قسم کا خیال پیدا ہوا، جس کو ان ملائکہ نے جو آدمیوں کی شکل میں دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے اپنے اس کلام سے رفع کر دیا "**لا تخف انا ارسلنا الیٰ قوم لوط**" [ہود:70] (تو کچھ خوف نہ کر ہم سب قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔)

اس کے بعد ملائکہ نے ولادت اسحاقؑ اور بعد اسحاقؑ کے ولادت یعقوبؑ کی بشارت دی۔ بی بی سارہ کو یہ سن کر تعجب ہوا۔ کیونکہ اس وقت ان کا سن اسی [80] برس سے متجاوز ہو چکا تھا۔ ملائکہ نے کہا " تیرے رب نے ایسا ہی کہا ہے۔"

پھر ابراہیمؑ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اسی قوم میں کہ جس کے ہلاک کرنے کو یہ ملائکہ جا رہے ہیں۔ لوطؑ بھی ہیں، اس وقت ملائکہ نے کہا" **نحن اعلم بمن فیھا لننجینه و اھله**" [عنکبوت:32] (ہم جانتے ہیں، جو اس میں رہتے ہیں ہم لوطؑ اور اس کے اہل کو نجات دے دیں گے۔) اور ابراہیمؑ سے رخصت ہو کر موتفکہ میں پہنچ کر لوطؑ کے مکان پر مقیم ہوئے۔

لوطؑ ان مہمانوں (فرشتوں) کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب اہل موتفکہ کی بد افعالیوں کا خیال آیا تو دل ہی دل میں سوچنے لگے۔ ہنوز غور و فکر سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ لوطؑ کی بی بی نے لوگوں کو آگاہ

کردیا۔ چنانچہ ان میں سے دس آدمی لوطؑ کے پاس آئے اور ان مہمانوں کو طلب کیا۔ لوطؑ نے اولاً ان کو نصائح و پند سے سمجھانا چاہا۔ لیکن جب وہ سمجھتے نہ نظر آئے تو مجبوراً فرمایا "**یا قوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللّٰہ ولا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید**" [ہود:78] (یہ لڑکیاں میری تمھارے لیے مباح ہیں۔ (یعنی اپنے نکاح میں لاؤ۔) اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان مہمانوں کے لیے مجھ کو رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی آدمی سمجھ دار نہیں ہے۔) یہ دسوں آدمی لوطؑ کا یہ پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس آئے۔ انھوں نے ان کو الٹے پاؤں پھر لوٹا دیا اور پیغام بھیجا "**لقد علمت ما لنا فی بناتک من حق وانک لتعلم ما نرید**" [ہود:79] (تو بیشک اس امر کو جانتا ہے کہ ہم کو تیری لڑکیوں سے مطلقاً رغبت نہیں ہے اور تو ہمارے ارادوں کو خوب جانتا ہے کہ ہم کو عورتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔) بہتر یہ ہے کہ ان مہمانوں کو تم اپنے مکان میں نہ ٹھہرنے دو، یا ان کو ہمارے حوالے کردو۔"

لوطؑ یہ پیغام سن کر سخت کشمکش میں پڑ گئے۔ نہ ان کو اپنے گھر سے نکال سکتے تھے اور نہ ان کو ان کے حوالے کر سکتے تھے۔ اسی پس و پیش میں تھے کہ ان دسوں میں سے کسی نے ان مہمانوں (فرشتوں) کی طرف ہاتھ بڑھایا اور جبراً لے جانا چاہا۔ اللہ جل شانہٗ کے حکم سے یہ دسوں اندھے ہوئے۔ اور اپنا سا منہ لے کر اپنی قوم کے پاس آئے اور یہ ظاہر کیا کہ لوط کے مہمان جادوگر ہیں۔ انھوں نے ہم کو اندھا کر دیا۔ قوم لوطؑ سن کر غصے کے مارے جامے سے باہر ہوگئی۔ اسی وقت لوطؑ کے پاس کہلا بھیجا کہ "اگر تم اپنے مع اہل و عیال کے آج ہی شب کو ہمارے شہر سے نہ چلے جاؤ گے تو صبح ہم آ کر تمھارے کل اہل بیت کو اندھا کر دیں گے۔ تم نے آج تک جو کچھ کیا اچھا کیا اب تم نے یہ شیوہ اختیار کر لیا ہے کہ جادوگروں کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے ہو اور ہماری قوم کو نقصان

پہنچاتے ہو۔

لوطؑ یہ سن کر بہت ڈرے تب فرشتوں نے کہا "**انا رسل ربک لن یصلوا الیک**" (ہم لوگ تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ لوگ تجھ تک نہ پہنچ سکیں گے۔) یعنی تم کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ ''**جئنٰک بما کانوا یمترون**'' [الحجر:63] (ہم تیرے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ان سے مجادلہ کریں۔) ان پر ہم عذاب الٰہی لے کر آئے ہیں'' **اسر باھلک بقطع من اللیل واتبع ادبارھم**'' [الحجر:65] (اپنے اہل کو جب تھوڑی سی رات گذر جائے تو روانہ کردو۔ اور ان کے بعد تم بھی چلے جاؤ۔ ہم صبح ہوتے ہی ان سب کو عذاب الٰہی میں مبتلا کردیں گے۔ ان کو اس قدر مہلت نہ دیں گے کہ وہ صبح کو اٹھ کر تمھارے مکان تک آئیں۔)

لوطؑ یہ سن کر مطمئن ہوگئے اور وقت کے منتظر رہے۔ جس وقت شب کا ایک حصہ گذر گیا، تب مع اپنے اہل وعیال کے مؤتفکہ کو خیر آباد کہہ کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور ان مہمانوں ''فرشتوں'' نے صبح ہوتے ہی مؤتفکہ کو الٹ پلٹ دیا۔ جیسا کہ کلام ربانی کی اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ "**فلما جاء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا**" (پس جب کہ ہمارا عذاب آگیا، ہم نے اس کے عالی کو اس کا سافل بنادیا یعنی الٹ دیا۔) یہ واقعہ تو ان پر گذرا جو شہر مؤتفکہ میں تھے، باقی رہے وہ لوگ جو کسی ضروری کام سے شہر کے باہر قریب قریب کے دیہاتوں میں یا اپنے باغات میں گئے تھے، ان پر آسمان سے سنگ باری ہوئی، جس سے وہ بھی جانبر نہ ہوئے۔

لوطؑ مع اپنے اہل وعیال ومومنین کے چلے جارہے تھے اور آپ کی بیوی جو ملحدوں سے درپردہ ملی ہوئی تھی، مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی تھی، بہ حکم خدا آسمان سے اس پر بھی ایک ایسا پتھر گرا کہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی اور وہیں اس کی روح پرواز کر گئی۔ **کما قال اللہ عز و جل "لا یلتفت**

منکم احد الا امراتک انہ مصیبھا ما اصابھم" [ہود: 81] (جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی مؤتفکہ کی طرف نہ ملتفت ہوگا ۔سوائے تیری عورت کے اور بیشک اس پر وہی (عذاب) نازل ہوگا جس میں اہل مؤتفکہ گرفتار ہوئے تھے۔)

لوطؑ ایک شبانہ روز کی مسافت طے کرنے کے بعد اپنے چچا ابراہیمؑ کے پاس سرزمین فلسطین میں پہنچے اور وہیں تازمانۂ وفات مقیم رہے۔آپ کے مزاج میں بے انتہا سادگی تھی، حلیم تھے۔ گندمی رنگ، موزوں قد تھا، آنکھیں چمکدار بڑی بڑی تھیں۔ بدن پر گوشت نہ زیادہ موٹا اور نہ زیادہ دبلا تھا۔ **انتھی کلام المترجم** [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

بنی لوطؑ

حسب روایت توریت لوطؑ کے دولڑکے عمون اور موآئی تھے۔ان دو کی نسلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت مرحمت فرمائی کہ شام کے اکثر قبائل انھیں کی شاخ و پیوند سے ہیں۔ آخرالامران کی آئندہ نسلوں نے سرزمین فلسطین چھوڑ کر اطراف بلقا میں سکونت اختیار کر لی تھی اور بنی اسرائیل سے یہ اکثر ہم نبرد رہے تھے۔ جس کو ہم بنی اسرائیل کے تذکرے میں بیان کریں گے۔انھیں میں سے بلعام بن باعور ابن رسیوم بن برسیم بن موآئی مشہور زاہد تھا ،جس کا قصہ اور اس کی وہ دعا جو شاہ کنعان اور بنی اسرائیل کی لڑائی کے زمانے میں شاہ کنعان کے کہنے سے کی تھی۔توریت میں مذکور ہے اور جس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کے موقع پر تحریر کریں گے۔

بنی ناحور

ناحور بن آزر برادر ابراہیمؑ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ابراہیمؑ کے ساتھ بابل سے ہجرت کر کے حران میں آئے۔ اور حران سے ارض مقدسہ (بیت المقدس) آ گئے اور وہیں مقیم رہے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی ملکا ہمشیرۂ سارہ زوجہ ابراہیم بھی تھیں۔ حسب تصریح توریت بطن ملکا سے ان کے [ناحور کے] آٹھ لڑکے تھے۔عوص، بوص، قموئیل (یہ

ابوالارمن ہے۔) کاس (اس کی نسل سے کلد انمین [1] ہیں جن میں سے بخت نصر اور ملوک بابل تھے۔) حذو، بلداس، بلداف، یثویل، اوبطن ادوما سے جو ناحور کی حرم تھی چار لڑکے طابح، کاحم، تاخش، ماعخا ہیں۔ یہ سب ناحور برادر ابراہیمؑ کے لڑکے ہیں۔ جن کا ذکر توریت میں بھی آ گیا ہے۔ لیکن اس میں سے اب صرف ارمن قمویل بن ناحور برادر ابراہیمؑ بن آزر کی اولاد ممالک ارمینہ جانب شرق قسطنطنیہ مذہب نصرانیت پر موجود ہے۔ اور باقی کا زمانہ درہم و برہم ہو گیا اور دولت وحکومت بھی جاتی رہی۔ "**واللّٰہ وارث الارض و من علیھا وھو خیر الوارثین.**" (اللہ تعالیٰ زمین کا اور اس پر موجود تمام اشیا کا وارث ہے اور وہ خیر الوارثین ہے۔)

یہاں تک تو عرب کے طبقۂ اولیٰ اور ان کے معاصرین کے حالات میں ہم نے خامہ فرسائی کی۔ اب ہم عرب کے طبقۂ ثانیہ یعنی عرب مستعربہ کے انساب واحوال کی طرف آتے ہیں۔ **واللہ سبحانہ و تعالیٰ الکفیل بالاعانة۔** [اور اللہ تعالیٰ ہی مدد کا ضامن ہے۔]

●●●

---

1. اصل نسخے میں ''کسد انمین'' تھا، عربی نسخوں (مطبوعہ دارالفکر 50:2 اور دارالکتب العلمیہ 53:2) سے تصحیح کی گئی اور متن میں ''کلد انمین'' بنا دیا گیا ہے۔ [م۔ص]

شجرۂ نسب بنی ابراہیم

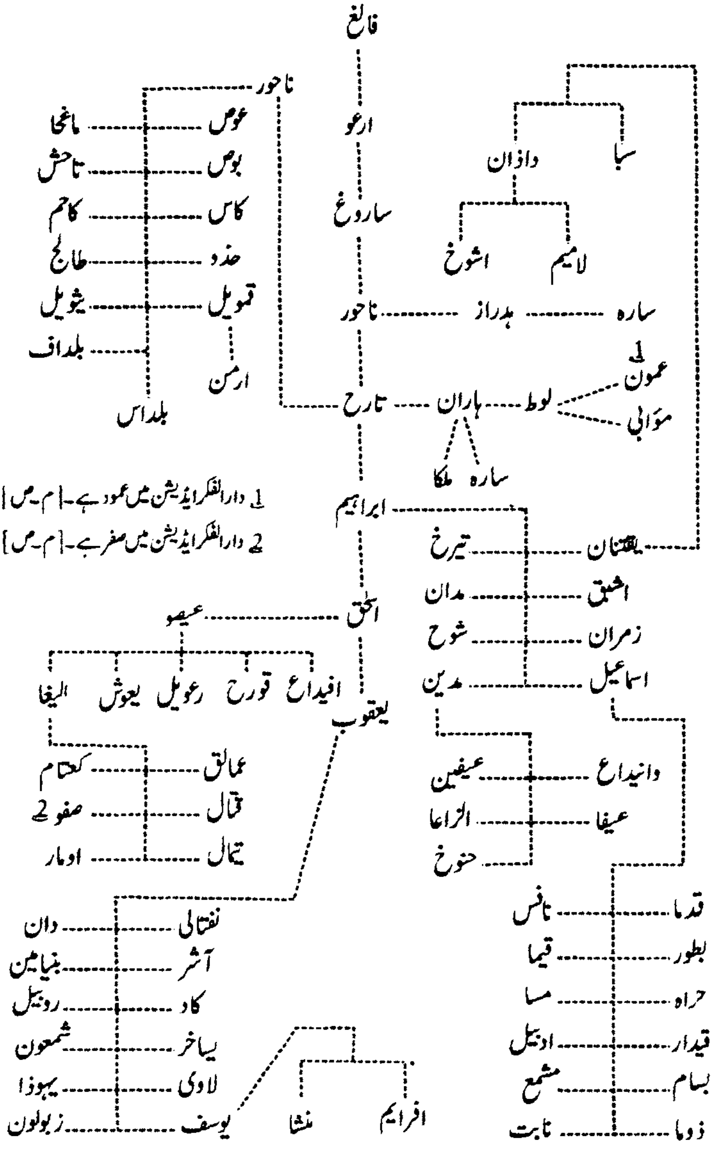

1 دارالفکرایڈیشن میں عمود ہے۔[م۔ص]

2 دارالفکرایڈیشن میں صفر ہے۔[م۔ص]

طبقۂ ثانیہ
عرب مستعربہ

عرب مستعربہ کی وجہ تسمیہ

عرب کے اس طبقے کو اس نام سے اس وجہ سے موسوم کرتے ہیں کہ کل اسماولغات عربیہ ان میں عرب کے طبقۂ اولیٰ سے منقول ہو کر آئے ہیں، گویا یہ اب ایسے حال میں ہو گئے ہیں کہ اس سے پیشتر اس حال پر ان کے اہل نسب نہ تھے۔ اور چونکہ عرب کا طبقۂ اولیٰ بہ نسبت ان کے مقدم ترین گروہ سے تھا، بہ ایں لحاظ لغت عربیہ ان کی اصلی زبان مانی گئی۔ تم کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عرب کا یہ گروہ دو قسم پر منقسم ہے، ایک یمنیہ دوسرا سبائیہ اور اوپر ہم لکھ آئے ہیں کہ بنی اسرائیل کے علمائے نسب عرب کے اس طبقے کو نسباً سبا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو کوش بن کنعان کی اولاد سے تھا۔ لیکن عرب کے نسابین اس کی مخالفت ظاہر کرتے ہیں۔ اور صحیح وہ ہے جو عام نسابین عرب کے بیان کر رہے ہیں کہ عرب کے اس طبقے کا مورث اعلیٰ قحطان ہے اور سبا یشجب بن یعرب بن قحطان کا لڑکا ہے۔

بنی قحطان

قحطان کے نسب میں علمانے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعضے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام کا لڑکا اور فالغ اور یقطن کا بھائی تھا۔ لیکن توریت میں اس کا کچھ تذکرہ نہیں ہے، ہاں فالغ اور یقطن کا ذکر آ گیا ہے۔ اور بعض یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قحطان یقطن کا معرب ہے اور عرب اسمائے عجمیہ میں بہ تقدیم وتاخیر وتبدیل حروف ایسے تغیرات وتصرف کر لیتے ہیں۔ اور کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قحطان یمن بن قیذار [قیدار] کا لڑکا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں

قحطان جناب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے۔ اور صحیح ان سب روایتوں میں یہ ہے کہ قحطان یمن بن قیذار [قیدار] کا لڑکا ہے۔

بہ خیال بعض ہمیسع بن یمن بن قیذار [قیدار] کا لڑکا ہے اور اسی کے نام سے یمن کا نام یمن ہوا۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ یعرُب ابن قحطان کو یمن بھی کہتے تھے اور اسی کے نام سے یمن کا ملک بھی موسوم ہوا۔ پس اس اعتبار سے کہ قحطان اولاد اسماعیلؑ سے ہے، کل اہل عرب بنی اسماعیلؑ ہوئے؛ کیونکہ عدنان اور قحطان عرب کی کل نسلی شاخوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔

بعض وہ علما جو قحطان کو اسماعیل کی اولاد سے شمار کرتے ہیں، اپنے اس دعوے کے ثبوت میں جناب رسول اکرم نبی معظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پیش کرتے ہیں۔ جو آپ نے رُماۃ[1] انصار کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ ''ارمو یابنی اسمٰعیل فان أبا کم کان رامیا۔ ''(اے بنی اسماعیل تیر پھینکو کیونکہ تمھارا باپ تیر انداز تھا۔) اور انصار سبا کی اولاد سے ہیں۔ جو قحطان کا لڑکا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان لوگوں سے یہ فرمایا تھا، جو چند لوگ اسلم (قبیلۂ قصی برادر خزاعہ بن حارثہ) سے ایمان لائے تھے، اس بنا پر کہ ان کا سلسلۂ نسب سبا تک منتہی ہوتا ہے۔

سہیلی کہتا ہے کہ اس سے اس کی تردید نہیں ہو سکتی، کیونکہ کل عرب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارمویا بنی اسماعیلؑ تا آخر اسلم سے ارشاد کیا تھا، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور خزاعہ سے مقصود وہ ہے جو معد بن الیاس بن مضر سے تھا۔ اور وہ نہ تو سبا سے تھا اور نہ قحطان سے کما ھو الصحیح فی نسبھم [علی ما یأتی]۔ [جو بحث آگے آرہی ہے اس کے مطابق ان کے نسب کے سلسلے میں یہی روایت صحیح ہے۔]

اور لوگوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ چونکہ قحطان کا توریت میں کچھ ذکر نہیں ہے۔ اس بنا پر وہ عابر کی اولاد سے بھی نہیں ہے۔ پس لزوماً اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے۔ لیکن یہ قول غیر قابل التفات و نامقبول ہے۔ کیونکہ قحطان یقطن کا معرب ہے۔ اور یہی صحیح ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں ہے کہ قحطان کل یمنی قبائل کا جد اعلیٰ ہے۔

---

1. رماۃ = تیر انداز، واحد رامی۔ [م۔ص]

بہر کیف بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے۔ باہم دونوں میں کبھی کبھی چل بھی جایا کرتی تھی۔ گو یہ رتبۂ سلطنت سے منزلوں دور تھے اور ہمیشہ بادیہ گرد [اور] صحرانشین رہتے۔ لیکن نہایت کم مدت میں انھوں نے ایسی ترقی کی کہ ان کے نفوس کی تعداد بھی بڑھ گئی، دولت و حکومت میں بھی سر برآوردہ ہو گئے۔

یعرب بن قحطان

یعرب بن قحطان ان کے نامی اور عظیم الشان بادشاہوں میں سے تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے بادشاہوں کے تحیہ (سلام) کے لیے الفاظ مخصوص مقرر کیے، اس کے بعد یشجب اس کا لڑکا جس کو بہ خیال بعض یمن بھی کہتے تھے۔ تخت نشیں ہوا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں باوجود یہ کہ خانہ جنگیوں میں وقت بہت ضائع ہوا لیکن بہ ایں ہمہ اس کی فتوحات ملکی اور اس کی آبادی بڑھتی گئی، اس کے بعد اس کا لڑکا عبد شمس۔ اور بعضے کہتے ہیں عابر بادشاہ ہوا ، جو سبا کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس نے شہر سبا آباد کیا اور بہ روایت بعض مورخین اس نے اقلیم مصر میں شہر عین شمس آباد کیا اور اپنے لڑکے بابلیون کو اس کا والی مقرر کیا۔ اس کے بہت سے لڑکے تھے۔

بنی حمیر اور بنی کہلان

از آنجملہ حمیر اور کہلان زیادہ مشہور ہیں، جو یمن کے دو بڑے گروہ کے مورث اعلیٰ اور ذی عزت و صاحب حکومت و دولت تھے اور بہ نسبت کہلان کے حمیر زیادہ مشہور ہے۔ اور اس کی اولاد عظیم الشان و ذی عزت شمار کی جاتی ہے۔ اسی قبیلے سے ملوک تبابعہ ہیں جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

سبا کے بعد حمیر ملک و تخت کا مالک ہوا، اس کو عرنجج بھی کہتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے سونے کا تاج بنوایا تھا۔ اس نے پچاس برس حکومت کی۔ سہیلی کہتا ہے کہ اس کے چھ لڑکے وائل، زید، عامر، عوف، سعد، مالک تھے۔ ابو محمد بن حزم کہتا ہے کہ اس کے آٹھ لڑکے تھے، جن کے یہ نام ہیں۔ ہمیسع، مالک، زید، وائل، مشروح، معدیکرب، اوس، مرہ، سہیلی لکھتا ہے کہ حمیر کی تین سو برس کی عمر ہوئی۔

بعد اس کے وائل بن حمیر بادشاہ ہوا اور اس کا بھائی مالک بن حمیر بلاد عمان پر مستولی ہو گیا۔ اور دونوں میں مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ علامہ ابن سعید کہتا ہے کہ حمیر کے بعد اس کا بھائی کہلان بادشاہ ہوا تھا۔ اس کے بعد وائل بن حمیر، بعد اس کے سکسک بن وائل نے یکے بعد دیگرے حکومت کی اور مالک بن حمیر کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا قضاعہ عمان پر متصرف ہوا۔ سکسک بن وائل اور قضاعہ بن مالک میں معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سکسک نے قضاعہ کو ناکامی کے ساتھ عمان سے نکال دیا۔

سکسک کے بعد یعفر بن سکسک تخت نشین ہوا۔ اور پھر اس سے اور مالک بن الحاف بن قضاعہ سے لڑائی ہوئی۔ اور مدتوں یہ آگ مشتعل رہی۔ اسی اثنا میں یعفر اپنے لڑکے نعمان کو جس کو کہ معافر بھی کہتے ہیں حالت حمل میں چھوڑ کر مر گیا۔

ماران بن عوف بن حمیر جس کو ذی ریاش بھی کہتے ہیں، بحرین کا حاکم تھا۔ اس نے مالک بن الحاف بن قضاعہ سے مقابلہ کیا۔ جب نعمان سن شعور کو پہنچا اس نے کل کاروبار سلطنت اپنے قبضے میں کر لیا اور ذی ریاش کو قید کر دیا۔ نعمان نے بہت بڑی عمر پائی۔ حکومت بھی اچھی کی، انتظام ملکی بھی قابل تعریف رہا۔

اس کے بعد [اسجم] بن معافر بادشاہ ہوا۔ اسی کے آخر زمانہ سے بنی حمیر کے حالات دگر گوں ہونے شروع ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں طوائف الملو کی شروع ہو گئی۔ تا آنکہ رائیش اور ابنائے رائیش (تبابعہ) میں دولت وحکومت نے قیام اختیار کیا۔ جیسا کہ آئندہ ہم بیان کریں گے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بنی کہلان ہمیشہ مسبوق الذکر حمیر سے ملکی لڑائیاں لڑتے رہے۔ ان میں سے جبار بن غالب بن کہلان اور قحطان کی شاخوں میں سے بخران بن زید بن یعرب بن قحطان، بعدہ بنی ہمیسع بن حمیر سے ابین بن زہیر بن الغوث بن ابین بن ہمیسع اور عبد شمس بن وائل بن الغوث بن حیران بن قطن بن عریب بن زہیر بن ابین بن ہمیسع بن حمیر، پھر شداد بن ملطاط [مطاط][1] بن عمرو بن ذی ہرم بن صوان بن عبد شمس۔

---

1 دار الفکر کے نسخے میں ملطاط ہے اور دار الکتب العلمیہ کے نسخے میں مطاط ہے۔ [م۔ص]

بعدۂ اس کے بھائی لقمان، ذو شدد، ہداد، مداثر، بعد ازاں اس کا لڑکا صعب (بیان کیا جاتا ہے کہ یہی ذوالقرنینؑ تھے۔) بعدۂ اس کا بھائی حرث بن ذو شدد جس کو رائش بھی کہتے ہیں، بادشاہ ہوا۔ یہی بنی حمیر کی طوائف الملو کی کا خاتم اور ملوک تبابعہ کا جد اعلیٰ ہے۔ اور بنو ہمیسع بنی عبد شمس سے حمیر میں حسان بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس نے بھی بادشاہت کی۔

علامہ ابوالمنذر ہشام بن کلبی کتاب الانساب میں لکھتا ہے۔ اور میں نے اس کو پرانے نسخے سے جو قاضی محدث ابوالقاسم بن عبدالرحمٰن بن حُبیش کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا نقل کیا ہے کہ علامہ کلبی روایت کرتا ہے ایک شخص سے جو بنی حمیر کے قبیلے ذی کلاع سے تھا۔ وہ کہتا ہے کہ قیس یمن میں ایک مقام پر پہنچا، جہاں ظاہرا ایک عمارت نہایت مختصر بنی ہوئی تھی اور اندرونی حصہ اس کا بہت وسیع تھا۔ اس مکان کے پچھم کے دالان میں ایک تخت رکھا ہوا تھا۔ اس پر ایک مردہ پڑا ہوا تھا۔ سر پر اس کے تاج تھا اور اس میں ایک قیمتی یاقوت سرخ لگا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک گرز تھا اور اس کے سامنے ایک لوح تھی، جس پر عبارت ذیل کندہ تھی۔

"بسم اللّٰہ رب حمیر، انا حسان بن عمرو القیل، مات فی زمان ھیدو ما ھید ھلک فیھا اثنا عشر الف قبیل، فکنت آخرھم قبیلا فابتنیتُ ذاشعبین لیجیرنی من الموت فاھلکنی۔"

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو حمیر کا رب ہے، میں ہوں حسان بن عمرو القیل۔ زمانہ ہیدو ماہید [1] میں انتقال کیا۔ اسی زمانے میں بارہ ہزار قبیلے ہلاک ہوئے تھے، میں ان میں کا پچھلا قبیلہ تھا، میں نے ذو شعبین بنوایا تھا تاکہ مجھ کو موت سے نجات ملے۔ لیکن انجام یہ ہوا کہ اس نے مجھ کو ہلاک کیا۔)

ملوک تبابعہ

بہ اتفاق علمائے نسب یہ ملوک عبد شمس بن وائل بن الغوث کی اولاد سے ہیں۔ اور اس کا

---

[1] زمانہ ہیدو ماہید = شورش کا زمانہ۔ [م۔س]

نسبی سلسلہ حمیر تک اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں، ان کا دارالحکومت صنعا و مارب میں تھا۔ ملکہ بلقیس اسی قوم و گروہ کی بادشاہ تھی۔ اس نے دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک دیوار بنوادی تھی۔ جس سے چشموں اور تمام بارش کا پانی سمٹ کر ایک ہی جگہ پر رکا رہتا تھا۔ موقع و محل سے کھڑکیاں رکھیں تھیں۔ بقدر احتیاج اس سے وقتاً فوقتاً اہل شہر پانی لیتے تھے۔ اور اسی کا نام عرم تھا۔ جعدی کہتا ہے۔

من سبأ الحاضرين مارب اذ يبنون من دون سيله العرما

[قوم سبا کے آثار میں سد مارب ہے، ان لوگوں نے اس کو سیلاب سے
پہلے بطور بند بنایا تھا۔][1]

اور بعضوں نے اس سد[2] کی بنیاد کی نسبت حمیر یمن کے مورث و جد اعلیٰ کی طرف کی

ہے۔

اعشیٰ کہتا ہے۔

ففی ذلک للموتسی اسوة مآرب غطّی علیه العرم

رخام بناه لهم حمیر اذ جاء من رامه لم یرم

[بعد والوں کے لیے اس میں نمونہ ہے، یہ سد مارب ہے جس کو سیلاب
نے چھپادیا۔ یہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے، جس کو حمیر نے بنایا تھا، اگر کوئی اس
کو توڑنے یا فتح کرنے کے ارادے سے آتا تو کامیاب نہ ہوتا۔][3]

اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کو لقمان اکبر ابن عاد نے بنوایا تھا۔ جیسا کہ مسعودی نے کہا ہے کہ اس نے اس کو ایک فرسخ مربع بنایا تھا۔ اور تیس شعبے رکھے تھے۔ اور اکثر یہ کہتے ہیں اور قرین قیاس و اقرب الی الصواب یہی ہے کہ اس سد کی سبا ابن یشجب نے بناڈالی تھی۔ اور اس نے اس میں بڑی صناعی صرف کی تھی۔ لیکن قبل اتمام اس سد کے وہ خود مر گیا۔ بعد اس کے ملوک حمیری

---

1 شعر کا ترجمہ اضافہ ہے۔[م۔ص]

2 سد=درمیان میں حائل ہونے والی چیز، باندھ وغیرہ۔[م۔ص]

3 اعشیٰ کے ان اشعار کا ترجمہ اضافہ ہے۔[م۔ص]

نے اس کو تمام و کمال کو پہنچایا1۔ اور ہم اس قول کی تائید اس وجہ سے کیا چاہتے ہیں کہ ایسی عظیم الشان یادگاریں اور مستحکم بنائیں2۔ ایک شخص تمام و کمال کو نہیں پہنچا سکتا۔ ہم نے کتاب الاول (یعنی مقدمۂ تاریخ) میں بیان کیا ہے۔

ان دنوں یہ بلاد آباد و سرسبز ترین بلاد سے شمار کیے جاتے تھے۔ اس میں دو رویہ عمارتیں سنگین و خوش نما بنی ہوئی تھیں، اس کو لوگ جنت سے تعبیر کرتے تھے۔ جس وقت اس قوم نے گمراہی و بے دینی میں انہماک پیدا کیا، اللہ جل شانہٗ نے گھونس3 کو ایسی قوت دی کہ اس نے اس سد میں جو پانی کو روکے ہوئے تھا سوراخ کر دیا، جس کی وجہ سے کل شہر اور باغات غرق ہو گئے۔ اور ان کے وہ باغات جو سرسبزی و شادابی میں جنت کے ہم پلہ ہو رہے تھے، بنجر اور زمین شور سے بدل دیے گئے۔ کما وصف4 فی القرآن ۔ (جیسا کہ قرآن میں اس کا بیان آ گیا ہے۔)

---

1 سد مارب کا بانی کون ہے؟ اس سلسلے میں مورخین کی مختلف آرا ہیں۔ ابن خلدون نے بھی تعمیر سد سے متعلق مختلف بیانات درج کیے ہیں۔ یورپین سیاح ارناؤ نے بھی سد مارب کے سلسلے کی تفصیلات جمع کی ہیں اور اس کے پورے احوال و کوائف کو قلم بند کیا ہے۔ ارناؤ کا مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں شائع ہوا تھا۔ بانی سد مارب کے سلسلے میں ارناؤ کی رائے کو نقل کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''عام مسلمان مورخین چونکہ ہر قدیم عمارت کو 'بنائے سلیمانی' کہنے کے عادی ہیں۔ اس لیے اس سد کا بانی وہ بلقیس ملکہ یمن و حرم سلیمانی کو قرار دیتے ہیں، لیکن سد مارب کے بقیہ حصے پر جو کتبات ہیں، ان میں بانیوں کے نام بھی خوش قسمتی سے باقی رہ گئے، ان میں سے یثع امر بین ابن سمہ علی نیوف مکارب سبا، سمہ علی نیوف بن ذمر علی مکارب سبا، کرب ایل بین بن یثع امر مکارب سبا، ذمر علی ذرح ملک سبا اور یدع ایل وتار کے نام پڑھے گئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سد ایک زمانہ ممتد میں مختلف سلاطین یمن کے عہد میں تعمیر ہوا ہے، اس کا پہلا بانی یثع امر تھا جو آٹھویں صدی ق م میں تھا۔'' (تاریخ ارض القرآن۔ سید سلیمان ندوی 1:208-207 مطبوعہ سنابل کتاب گھر، دیو بند 2004)۔ [م۔ص]

2 بنائیں = عمارتیں۔ [م۔ص]

3 گھونس = ایک قسم کا بڑا چوہا۔ [م۔ص]

4 قرآن مجید کے بائیسویں پارے سورہ سبا میں اس قوم کا قصہ اس طرح پر مذکور ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ملوک تبابعہ متواتر عصور اور متعاقب دھور میں گذرے ہیں، جن کا حصر کسی قدر غیر ممکن سا نظر آ رہا ہے۔ کبھی یہ ملوک حدود یمن سے نکل کر عراق اور ہند اور سرزمین مغرب کی طرف بڑھ جاتے تھے اور کامیابی اور فتح نصیبی کا سکہ عالم میں چلا دیتے تھے۔ اور کبھی یمن ہی کے سرزمین پر اکتفا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کے احوال مختلف اور پریشان وغیر مجتمع پائے جاتے ہیں۔ ویسا ہی ان کے ناموں کی نقل میں بھی غلطیاں ہوگئی ہیں۔ اور متعدد ملوک کے متحد نام ہونے کی وجہ سے زمانہ بھی ادھر کا ادھر ہوگیا ہے۔ لیکن ہم حتی الامکان نہایت غور و فکر سے وہی حالات تحریر کیا چاہتے ہیں جن پر اصولاً اعتماد ہو سکتا ہے۔ و اللہ المستعان.

تبابعہ کی وجہ تسمیہ

سہیلی کہتا ہے کہ تبّع کے معنی ہیں الملک المتّبع۔ اور صاحب محکم کہتا ہے کہ تبابعہ ملوک یمن

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) لقد کان لسبا فی مسکنهم اٰیۃ ط جنتٰن عن یمین وشمال ط کلوا من رزق ربکم واشکروا لہٗ ط بلدۃ طیبۃ وربٌّ غفور فاعرضوا فارسلنا علیهم سیلَ العرم وبدلنهم بجنّتیهم جنتین ذواتی اُکلٍ خمطٍ واثلٍ وشيءٍ من سدرٍ قلیلٍ ذٰلک جزینٰهم بما کفروا وھل نجزیٓ الا الکفور [سبا: 15,16,17 بالترتیب] (بیشک قوم سبا کے لیے ان کے وطن میں ایک نشانی تھی، دو باغ دائیں اور بائیں تھے۔ (کہا گیا تھا کہ) اپنے رب کی روزی کھاؤ اور اس کا شکر یہ ادا کرو۔ شہر عمدہ، پاکیزہ ہے اور رب معاف کرنے والا ہے۔ (اگر سہواً تم سے کوئی لغزش ہوگی۔) پس انھوں نے نافرمانی کی (یعنی بجائے شکر، کفران نعمت پر کمر بستہ ہوگئے۔) اس وجہ سے ہم نے ان پر عرم (بند) کا پانی چھوڑ دیا اور ان کے دو باغوں کے بدلے دوسرے دو باغ دیے، جن میں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور کسی قدر بیریں تھیں۔ یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ دیا اور ہم ناشکروں ہی کو بدلہ دیتے ہیں۔) اگرچہ اس آیہ کریمہ سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس بند میں گھونس نے سوراخ کر دیا تھا، یا کسی اور ذریعے سے وہ بند ٹوٹ گیا تھا، جو باعث عذاب وقہر الٰہی ہوا۔ لیکن یہ بات ضرور ثابت ہو رہی ہے کہ اس بند کے ٹوٹنے کی وجہ سے وہ شہر خراب اور باغات ویران ہوئے ممکن ہے کہ وہ بند گھونس کے کھودنے سے ٹوٹا ہو جیسا کہ مورخین تحریر کر رہے ہیں، ہم کو اس امکان عقلی کے تسلیم کر لینے میں جب کہ وہ کلام اللہ کے مخالف نہ ہو کچھ عذر نہ ہونا چاہیے۔ اور نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قوم سبا سے مراد یہی ملوک تبابعہ حمیری کہلاتے ہیں۔ جناب باری نے ان کو ان کے مورث وجد اکبر کی طرف اس آیت میں منسوب کر دیا ہے۔ (مترجم)

کو کہتے ہیں۔ اوران کے ایک کو تبع کہیں گے۔ کیوں کہ ملوک یمن ایک دوسرے کے تابع ہوتے تھے۔ جب ایک بادشاہ مر جاتا تو دوسرا جو اس کا قائم مقام ہوتا تھا وہ سیرۃً وعادۃً اپنے ماسبق کا تابع ہوتا تھا اور تبابعہ میں ایک ''ب'' محض بہ خیال ارادۂ نسب زیادہ کردیا ہے۔ زمخشری کہتا ہے کہ ملوک یمن کو تبابعہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے تابع ہوتے ہیں۔ مسعودی کا یہ بیان ہے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کو اس وقت تک تبع نہ کہتے تھے جب تک وہ یمن، شحر، حضرموت کا بادشاہ نہ ہو جاتا تھا۔ اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ تبع کہلائے جانے کی ایک یہ شرط بھی تھی کہ بنی جشم بن عبد شمس اس کے تابع ہو جائیں اور جس میں ان دونوں صفتوں میں سے ایک بھی نہ پائی جاتی تو وہ ملک (بادشاہ) کہلاتا تھا نہ کہ تبع۔

حرث رائش

بہ اتفاق مورخین ملوک تبابعہ میں سے سب کے پہلے حرث رائش نے حکومت وسلطنت کی۔ رائش اس کو اس وجہ سے کہتے تھے کہ اس نے عام طور سے انعام واکرام کو عام کر رکھا تھا۔ نسابین نے اس کے نسب میں اختلاف کیا ہے بعد اس کے کہ انھوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ یہ (حرث رائش) وائل بن الغوث بن حیران بن قطن بن عُریب بن زہیر ابن ایمن بن ہمیسع بن حمیر کی اولاد سے ہے۔

حرث رائش نے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے، ایک سو پچیس برس حکومت کی۔ یہ تبع کے نام سے موسوم اور بہ روایت سہیلی خدا پرست تھا۔

ابرہہ ذوالمنار

اس کے بعد اس کا لڑکا ابرہہ ذوالمنار ایک سو اسی برس بادشاہت کرتا رہا۔ مسعودی کہتا ہے کہ ابن ہشام کا یہ قول ہے کہ ابرہہ ذوالمنار، صعب بن ذومداثر بن ملطاط کا لڑکا ہے۔ اور ذوالمنار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس نے ایک مینار بنوایا تھا، جس سے راستے کا پتہ چلتا تھا۔

افریقش بن ابرہہ

اس کے بعد افریقش بن ابرہہ تخت نشین ہوا اور اس نے ایک سو ساٹھ برس حکومت کی۔

ابن حزم لکھتا ہے کہ افریقش، قیس بن صیفی کا لڑکا اور حرث رائش کا بھائی ہے۔ اور یہ وہی ہے جو قبائل عرب کو ہمراہ لے کر افریقہ پر حملہ آور ہوا تھا اور اسی کے نام سے افریقہ موسوم ہوا ہے۔ اور بربریوں کو بھی اسی نے ارض کنعان سے نکال کر افریقہ میں پہنچا دیا ہے۔ اور جب کہ ان پر یوشع غالب آئے تھے ان کے بادشاہ جرجیر کو بھی قتل کر ڈالا۔

بربر کی وجہ تسمیہ

مشہور یوں ہے کہ اہل بربر کو اسی نے بربر کے نام سے موسوم کیا۔ بربرہ لغت عرب میں اختلاط اصوات غیر مفہومہ کو کہتے ہیں۔ افریقش بوجہ عربی نژاد ہونے کے جس وقت اس نے ملک مغرب کو فتح کیا۔ ان کے کلام کو نہ سمجھ سکا اور بیساختہ ''ما اکثر بربرتھم'' بول اٹھا۔ اسی روز سے اس گروہ کو بربری اور برابرہ کہنے لگے۔ جنگ افریقہ سے واپسی کے وقت قبائل حمیر سے صنہاجہ اور کتامہ کو وہیں چھوڑ آیا اور اس وقت تک ان کی اولاد وہاں موجود ہے۔ وہ ہرگز بربریوں سے نہیں ہیں جیسا کہ طبری و جرجانی و مسعودی و ابن کلبی و سہیلی اور کل نسابین نے کہا ہے۔

عبد بن ابرہہ

پھر افریقش کے بعد اس کا بھائی عبد بن ابرہہ تخت نشین ہوا اور پچیس برس تک حکومت کرتا رہا۔ یہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے زمانے میں اور کسی قدر ان سے پہلے تھا۔ اس نے بھی ممالک مغرب پر چڑھائی کی تھی۔ کیکاؤس بن کنعان شاہ فارس اس کے ملک پر چڑھ آیا تھا۔ دونوں میں خوب لڑائی ہوئی۔ بالآخر کیکاؤس کو ذوالاذعار[1] نے گرفتار کرلیا۔ ایک مدت کے بعد اس کے وزیر رستم نے کل لشکر فارس لے کر حملہ کیا اور کئی لڑائیوں کے بعد کیکاؤس کو قید سے چھڑا لایا۔ جیسا کہ آئندہ ہم ملوک فارس کے تذکرے میں بیان کریں گے۔ طبری کہتا ہے کہ ذوالاذعار کا نام عمرو بن ابرہہ ذی المنار بن حرث رائش بن قیس بن صیفی بن سبا اصغر ہے۔ اور یہ روایت

---

1. ذوالاذعار سے مراد عبد بن ابرہہ ہے، ذوالاذعار اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس کے ظلم و تشدد سے دہشت زدہ رہتے تھے۔ (تاریخ ابن خلدون 60:2) [م۔ص]

ابن ہشام ذوالاذعار کو ملکہ بلقیس نے زہر دے دیا تھا۔ بعد ذوالاذعار کے ہدہاد بن شرحبیل بن عمرو بن ذوالاذعار تخت حکومت پر بیٹھا۔ ہدہاد کو ذوالصرح بھی کہتے تھے۔ یہ چھ یا دس برس تک حکومت کرتا رہا۔

ملکہ بلقیس

بعد اس کے اس کی لڑکی ملکہ بلقیس تخت حکومت پر جانشین ہوئی۔ سات برس تک اس کی حکومت رہی۔ بعد ازاں یمن پر سلیمانؑ غالب آئے۔ طبری تحریر کرتا ہے کہ بلقیس کا نام یلقمہ تھا اور یشرح بن حرث بن قیس کی لڑکی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس سے نکاح کر لیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جناب موصوف نے اس کو معزول کر دیا تھا اور اس نے سدد بن زرعہ بن سبا سے اپنا عقد کیا تھا۔ اس کا تخت نہایت قیمتی اور تیس گز کا مربع تھا، یہ بہت بڑی ذی شعور عورت تھی۔

سلیمانؑ کا یمن پر تسلط

اس واقعے کے بعد اہل یمن چوبیس برس تک سلیمانؑ اور ان کے لڑکے کے ماتحت رہے۔

ناشر بن عمرو

بعد ازاں ان میں ناشر بن عمرو ذوالاذعار بادشاہ ہوا۔ اس کو ناشر النعم بھی کہتے تھے، ہشام بن کلبی بیان کرتا ہے کہ بلقیس کے بعد ناشر بن عمرو بن یعفر جس کو یاسر النعم بھی کہتے تھے، یمن کا بادشاہ ہوا۔ اہل یمن کا یہ خیال ہے کہ اس نے اہل مغرب پر حملہ کیا تھا اور وادی رمل تک جہاں کہ کوئی نہیں جا سکتا، پہنچ گیا تھا۔ پھر آگے بوجہ کثرت ریگ نہ بڑھ سکا۔ لیکن اس کے بعض ہمراہی وادی رمل عبور کر گئے اور پھر واپس نہ ہو سکے۔ ناسر النعم [یاسر انعم] [1] نے اس وادی کے کنارے ایک بت تانبے کا بنوا کر رکھوا دیا تھا اور اس کے سینے پر جلی خط سے عبارت ذیل کندہ کرا دی تھی۔

---

1. دار الکتب العلمیہ (61:2) اور دار الفکر (60:2) کے عربی نسخوں میں یاسر انعم ہے۔ [م۔ص]

"هٰذا الصنم [لیاسر انعم][1] الحمیری لیس ورائهٗ مذھب، فلا یتکلف احدٌ ذالک فیعطب."

[یہ یاسر انعم حمیری کا بت ہے، آگے راستہ نہیں ہے، کوئی آگے جانے کی زحمت نہ کرے ورنہ ہلاک ہوگا۔[2]]

شمر مرعش

اس کے بعد شمر مرعش (اس کا لڑکا) تخت پر بیٹھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے عراق، فارس، خراسان کے اکثر بلاد کو فتح کیا اور دریائے جیحون سے گذر کر شہر صغد کو ویران کر کے اس کے قریب ایک دوسرا شہر آباد کیا۔

سمرقند کی وجہ تسمیہ

عجمی اس شہر کو ویران کرنے سے شمر کند (شمر نے خراب کیا۔) کہنے لگے، جس کو عرب نے معرب کر کے سمرقند کر دیا۔ اور بعضوں نے بیان کیا ہے کہ یہ قباد بادشاہ فارس سے لڑا تھا اور اس کو قید کرلایا تھا۔ بہر کیف شمر مرعش ایک سو ساٹھ برس تک تخت حکومت پر رہا۔

سہیلی کی تحریر یہ شہادت دیتی ہے کہ شمر مرعش جس کی طرف سمرقند کا قصہ منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ شمر بن مالک تھا اور مالک وہی ہے جس کو املوک بھی کہتے تھے۔ اور یہ شمر یاسر النعم کا لڑکا ہے۔ لیکن سہیلی کی یہ غلطی ہے؛ اس وجہ سے کہ مورخین نے اس امر پر اتفاق کرلیا ہے کہ اُملوک حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں تھا اور شمر ذوالاذعار کی اولاد سے ہے جو حضرت سلیمانؑ کے وقت میں تھا۔ **واللہ اعلم۔**

تبان بن اسعد

بعد شمر مرعش تبابعہ میں تُبّع الاقرن جس کا نام زید تھا بادشاہ ہوا۔ سہیلی کہتا ہے کہ یہ شمر

---

[1] اصل نسخے میں "لناسر النعم" تھا، عربی نسخوں سے تصحیح کی گئی ہے۔ یہاں عربی متن کے پیش نظر تصحیح کی گئی ہے ورنہ یاسر انعم کو ناشر النعم بھی کہا جاتا ہے۔ متن میں اس کی وضاحت خود ابن خلدون نے کی ہے۔ [م۔ص]

[2] عربی عبارت کا ترجمہ اضافہ ہے۔ [م۔ص]

مرعش کالڑکا تھا۔ اور طبری کا یہ بیان ہے کہ عمرو ذوالاذعار اس کا باپ تھا۔ اس نے ترپن (53) برس تک اور بہ روایت مسعودی ترسٹھ (63) سال تک حکمرانی کی۔ بعدہٗ اس کا لڑکا کلکیکرِب بادشاہ ہوا۔ یہ بڑا بزدل تھا۔ لڑائی سے جان چھپاتا تھا، نہ تو اس نے کسی ملک پر حملہ کیا اور نہ کسی سے لڑنے پر آمادہ ہوا تا آنکہ مرگیا۔ اور اس کے بعد اس کا لڑکا تبان بن اسعد1 ابوکرب تخت نشین ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب سے پچھلا تبع ہوا اور یہ ملوک تبابعہ میں بہ نسبت اوروں کے زیادہ مشہور ہے۔

اس نے یمن سے بہ قصد ملک گیری خروج کیا، مقام حیرہ میں پہنچ کر راستہ بھول جانے سے اس کا لشکر متحیر ہوا اور اس مناسبت سے اس مقام کا نام حیرہ رکھا۔ اور چند لوگوں کو قبائل ازد، لخم، جذام، عاملہ، قضاعہ کو چھوڑ کر آگے بڑھا۔ ان لوگوں نے اس مقام پر ڈیرے ڈال دیے۔ چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنا کر قیام کر دیا، پھر کچھ لوگ قبائل، طیرہ، کلب، سکون، ایاد وحرث بن کعب کے ان میں آ ملے۔

پھر تبان اسعد انبار ہوتا ہوا موصل میں پہنچا اور وہاں سے نکل کر آذربائیجان والوں سے اپنی قوت و مردانگی کی داد لیتا ہوا ترکوں سے معرکہ آرا ہوا۔ اور ان کو شکست دے کر مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر یمن کی طرف واپس ہوا۔ اطراف و جوانب کے ملوک اس کی سطوت سے ڈر گئے۔ ملوک ہند نے مصالحت کر لی۔

بعد اس کے تبان اسعد نے اپنے ایک لڑکے حسان کو صُغد کی طرف اور دوسرے لڑکے یعفر کو روم کی طرف اور اپنے برادرزادے شمر ذی الجناح کو فارس کی جانب فوجیں لے کر روانہ کیا۔ شمر نے کیقباد بادشاہ فارس سے جنگ کر کے اس کو شکست دی اور سمرقند پر قبضہ حاصل کر کے چین کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر اس کا بھائی حسان اس جانب پہنچ گیا تھا۔ دونوں نے مل کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر اپنے باپ کے پاس واپس آئے۔

پھر تبان اسعد نے اپنے لڑکے یعفر کو قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا۔ بادشاہ قسطنطنیہ نے

---

1 عربی نسخے میں تبان اسعد ہے۔ [م۔ص]

خراج دے کر صلح کرلیا۔ بعدازاں جعفر نے رومہ پر پہنچ کر محاصر کرلیا، اثنائے محاصرہ میں اس کے لشکر میں طاعون پھوٹ نکلا۔ رومیوں نے موقع پا کر حملے شروع کر دیے۔ جب جعفر کی فوج کا حصۂ کثیر برباد ہوگیا، اس وقت وہ مجبور ہو کر باقی ماندہ فوج کو لے کر یمن کی طرف لوٹا۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ ملوک تبابعہ میں سے جو تبع مشرق کی طرف بڑھا تھا وہ تبان اسعد ابو کرب بن ملکیکرب بن زید الاقرن ابن عمرو ذوالاذعار تھا۔ اور تبان اسعد کا نام حسان بن تبع تھا اور اسی نے بہ خیال بعض علمائے تاریخ سب کے پہلے خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھایا اور بنی جرہم کو اس کا متولی کیا اور کعبہ میں دروازہ لگایا۔ مفتاح مقرر کی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر یہ یہودی ہوگیا اور اس کی یہودیت کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ جس وقت تبان اسعد یمن سے نکل کر حدود مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یثرب ہو کر گذرا اور اس پر قبضہ کر کے اپنے لڑکے کو بجائے اپنے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اہل یثرب نے آپس میں مشورہ کر کے اس کے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ ان دنوں بنی نجار کا ایک مشہور شخص عمرو بن طلہ نامی ان کا رئیس و سردار تھا۔ تبان اسعد کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو بہت برہم ہوا۔ اور اسی وقت لڑائی اور آگے کا بڑھنا موقوف کر کے مدینہ کی طرف متوجہ ہوا۔ دو دو دن کا راستہ ایک ایک روز میں طے کرتا ہوا یثرب کے قریب پہنچ کر یثرب کا محاصرہ کرلیا، کل ابنائے قیلہ نے یکجا ہو کر مقابلہ کیا، اثنائے جنگ میں یہود بنی قریظہ کے دو عالم متبحر تبان اسعد کے پاس آئے اور اس سے کہا ''تو اپنے اس فعل سے باز آ، تو اپنے اس خیال کے پورا کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا اور نہ یثرب کسی صورت سے خراب و ویران ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ نبی آخر الزماں کا جو قریش میں پیدا ہوگا، مہاجر (جائے ہجرت) ہے اور یہیں وہ آ کر قیام پذیر ہوں گے۔''

تبان اسعد ان کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے لڑائی موقوف کر دی۔ اور دین یہودیت قبول کرلیا اور ان کو ہمراہ لیے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ جس وقت مکہ کے قریب پہنچا غالباً ایک منزل باقی رہی تھی کہ بنی ہذیل کے چند آدمی اس کے پاس آئے اور اس کو کعبہ کے مال و جواہرات اور خزائن کے طمع میں مبتلا کرنا چاہا۔ لیکن ان دونوں عالموں نے اس کو اس فعل سے روک دیا اور اس پر یہ امر ظاہر کیا کہ بنی ہذیل تیرے قتل کی فکر میں ہیں۔

تبان اسعد نے یہ سنتے ہی ان کو قتل کر ڈالا اور خود مع ان دونوں عالموں کے مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ ان علما نے جو اس کے ہمراہ تھے، اس کو طواف کرنے کی ہدایت کی چنانچہ تبان اسعد نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور اس کو پوشش پہنائی اور بنی جرہم کو اس کا متولی مقرر کر کے یہ حکم دیا کہ حائضہ اور نفسا (حیض اور نفاس والی عورتیں) اس کے قریب نہ آنے پائیں۔ خانۂ کعبہ کا دروازہ بھی اس نے قائم کیا اور کنجی بھی مقرر کی۔ بعد اس کے یمن کی طرف روانہ ہوا۔ یمن میں اس کی کل قوم بت پرست تھی۔ وہ مطلع ہو کر اس کی یہودیت سے محاکمہ کرنے پر آمادہ ہوئی۔ چنانچہ اس زمانے کے دستور کے موافق آگ مشتعل کی گئی۔ بنی حمیر اپنے بتوں کو لیے ہوئے اور یہود کے وہ دونوں عالم توریت کو گلے میں حمائل کیے ہوئے آگ میں داخل ہوئے۔ حمیریوں کو آگ نے جلا دیا اور یہ دونوں عالم جن کی نورانی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، صحیح و سالم نکل آئے۔ اس واقعے سے بنی حمیر بھی یہودی ہو گئے اور یہودیت نہایت کم دنوں میں ایسی پھیل گئی کہ گویا ان کا یہی اصلی مذہب تھا۔

علامہ مسعودی اس تبع کے اخبار میں تحریر کرتا ہے کہ اسعد ابو کرب نے فتوحات ملکی میں ناموری پیدا کی تھی۔ اس نے اکثر ممالک عجم پر بزور تیغ قبضہ کر لیا تھا۔ سرزمین عراق میں قباد سے لڑا اور اس کو شکست دی یہ قباد، قباد بن فیروز نہیں ہے۔ بلکہ ملوک الطوائف سے تھا۔ بعد اس کے ابو کرب عراق و شام و حجاز پر قابض ہو گیا۔ اسی مضمون کو خود تبع ابو کرب کہہ رہا ہے۔

اذ [illegible]سينا جياد نامن دماء ثم سرنا بها مسيرا بعيداً
واستجبنا بالخيل خيل قبّا ذ وابن اقليد جائنا مصفوداً
وكسونا البيت الذى حرم الله ملاء منضد او برودا
واقمنا به من الشهر عشرًا وجعلنا لبابه اقليداً

(جب ہم نے خون اعدا اپنے گھوڑوں کو پلا دیا، پھر گئے ہم ان پر دور دراز تک اور مباح کر دیا ہم نے اپنے سواروں کو قباد کے سواروں کا خون۔ اور ابن اقلید ہمارے پاس آیا بندھا ہوا اور پہنایا ہم نے اس مکان کو جس کی اللہ نے عزت کی ہے۔ ڈھنکی ہوئی تہہ پر تہہ چادریں اور ٹھہرے ہم وہاں دس مہینہ تک اور

اس کے دروازے کی کنجی ہم نے بنادی۔)

اس سے اور کندہ سے اکثر لڑائیاں ہوتی رہیں بالآخر حجر بن عمرو بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ (قبیلۂ کہلان کا بادشاہ) فتح یاب ہوا۔ اور ابو کرب یمن میں لوٹ آیا، بنی حمیر نے یہ سمجھ کر کہ یہ بزدلی سے بھاگ آیا ہے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کا زمانہ حکومت تین سو [300] برس[1] تک رہا۔

ربیعہ بن نصر

بہ روایت ابن اسحاق ابو کرب کے بعد ربیعہ بن نصر بن حرث بن نمارہ بن لخم برادر جذام یمن کا بادشاہ ہوا۔

طبری بہ روایت ابن اسحاق بہ اسناد بعض اہل علم تحریر کرتا ہے کہ اس نے ایک خوفناک خواب دیکھا تھا، جس کی تعبیر کے لیے دو کاہنوں کو بنی ایاد و غسان سے بلوایا، جو اس زمانے میں فن کہانت و نجوم میں عدیم النظیر تھے۔ ان میں سے ایک کا نام شق ابو صعب شکر بن وہب بن امول بن یزید بن قیس بن عبقر بن ایاد[2] اور دوسرے کا نام سطیح ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذیب بن عدی بن مازن بن غسان تھا۔ ان کاہنوں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ ربیعہ اور قحطان کے ستر برس کے بعد حبشہ یمن کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ بعد اس کے ابن ذی یزن عدن سے خروج کرے گا اور ان کو یمن سے نکال باہر کرے گا۔ اور خود یمن کا بادشاہ ہو جائے گا۔ بعد اس کے بنی غالب بن فہر قریش میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ ربیعہ کے دل میں یہ باتیں ایسی جاگزیں ہوئیں کہ اس نے فوراً اپنے اہل و عیال کو اعراق [عراق] کی طرف روانہ کر دیا۔ اور سابور بن خرداذ شاہ فارس کو سفارشی خط لکھ دیا۔ اس نے اس کی اولاد کو مقام حیرہ میں ٹھہرایا۔ اسی کے خاندان سے نعمان نامی بادشاہ حیرہ ہوا تھا، جس کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

---

1. عربی متن میں ابو کرب کا زمانہ حکومت تین سو بیس [320] برس لکھا ہے۔ عربی نسخے (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 63:2 اور دار الفکر 62:2) دیکھیے۔ [م۔س]

2. عربی نسخے میں شق کا سلسلۂ نسب اس طرح لکھا ہے: شق ابو صعب شکر بن وہب بن امول بن یزید بن قیس عبقر بن انمار۔ [م۔س]

''نعمان بن منذر بن عمرو بن عدی بن ربیعہ بن نصر۔''

حسان بن تبان

ابن اسحاق تحریر کرتا ہے کہ ربیعہ بن نصر کے بعد مملکت یمن کا مالک حسان بن تبان اسعد ابوکرب ہوا۔ اور ملوک تبابعہ کی طرح جہانگیری کے قصد سے اہل یمن کو لے کر نکلا۔ لیکن بنی حمیر اور یمن کے قبائل نے اس کی ہمراہی کو ناپسند کیا اور مراجعت پر تل گئے اور اس کے بھائی عمرو نامی سے یہ کہا ''تو اپنے بھائی کو قتل کر ہم تجھ کو بادشاہ بنائیں گے۔'' عمرو ناانجام بینی سے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ ذورُعین نے بنی حمیر کی اس رائے سے اختلاف کیا اور عمرو کو بھی اس کام سے روکا۔ لیکن اس کے دماغ میں بادشاہی کی بوسمائی ہوئی تھی۔ اس نے اس کے کہنے پر کچھ لحاظ نہ کیا تب ذورُعین نے یہ دو شعر ایک کاغذ پر لکھ کر اس کے پاس بطور امانت رکھ دیا۔

الا من یشتری سھراً بنوم

سعید من یبیت قریر عین

فاما حمیر غدرت و خانت

فَمَعذِرۃ الالہ لذی رعین

(وہ کون شخص ہے جو بیداری کو خواب کے بدلے فروخت کرتا ہے۔ نیک بخت وہ ہے جو ٹھنڈی آنکھیں سوئے۔ چونکہ حمیر نے غداری کی اور خیانت کی پس ذورعین کا اللہ حافظ ہوئے۔)

عمرو بن تبان

جس وقت عمرو اپنے بھائی کو قتل کر کے مع بنی حمیر یمن کی طرف واپس آیا تو بیداری نے اس کی نیند کو بالکل اڑا دیا۔ اطبا اور کاہنین سے بے خوابی کی شکایت کی۔ ان سب نے بہ اتفاق یہ کہا ''جو شخص اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے اس پر بے خوابی مسلط کی جاتی ہے۔'' عمرو یہ سن کر بہت برہم ہوا اور جو شخص یہ کہتا تھا کہ اس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا ہے اس کو عمرو قتل کر ڈالتا تھا۔ ایک روز اس کے ذہن میں ذورعین کا خیال گذرا، فوراً طلب کر لیا۔ لیکن ذورعین کو اس کے ان دو شعروں نے بچا لیا جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ اور اس عمرو کو موثبان بھی کہتے تھے۔ طبری اس کی وجہ

تسمیہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اس وجہ سے اس کو موثبان بھی کہتے تھے اور ابن قتیبہ کہتا ہے کہ بوجہ قلت جنگ اور اکثر نرم بچھونے پر پڑے رہنے سے اس نام سے موسوم ہوا۔ بہر حال اس نے اپنی حکومت کے ترسٹھ برس بعد انتقال کیا۔

عبد کلال کا تسلط

جرجانی اور طبری لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ملوک حمیر کا کارخانہ درہم و برہم ہو گیا۔ احسان تبع کے لڑکے چھوٹے چھوٹے تھے۔ جن میں ملک داری کی قابلیت نہ تھی۔ اور جو بڑا لڑکا تھا وہ مخبوط ہو گیا تھا؛ اسی وجہ سے ملک تبابعہ پر عبد کلال مستولی ہو کر چورانوے سال تک حکومت کرتا رہا، یہ دین عیسویت کا پابند تھا۔ پھر ابن حسان باہوش وحواس ہوا۔ اور تبابعہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ بہ روایت جرجانی اس نے بہتر [72] برس [1] حکمرانی کی۔ یہی تبع اصغر ذوالمغازی والآثار ہے۔

اس کے بعد مدثر بن عبد کلال اس کا مادری بھائی تخت نشین ہوا۔ یہ اکتالیس سال تک بادشاہت کرتا رہا۔ اس کے بعد ولیعہ بن مدثر سینتیس برس تک، ابرہہ بن الصباح بن لہیعہ بن شیبہ بن مدثر وقیلف بن یعلق بن معد یکرب بن عبداللہ بن عمرو بن ذی اصبح الحرث بن مالک برادر ذورعین اور کعب پدر سبا اصغر یکے بعد دیگرے حسب ترتیب حکمراں رہے۔

جرجانی لکھتا ہے کہ بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ ابرہہ بن الصباح صرف تہامہ کا حکمراں تھا، اس کے بعد عمرو [2] بن تبع بن کلیکرب ستاون برس تک تخت حکومت پر رہا۔

بعد ازاں لخنیعہ [لخیعہ] بادشاہ ہوا۔ یہ خاندان شاہی سے نہ تھا، اس کے جبر وظلم کی کوئی حد نہ تھی۔ اس نے حمیر کے نیک اور اچھے اچھے آدمیوں کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ خاندان سلطنت کو نیست ونابود کر دیا۔ ستائیس برس تک اسی حالت وکیفیت سے حکمرانی کرتا رہا۔ تا آنکہ ذونواس

---

1 عربی نسخوں میں ابن حسان کی مدت حکومت بہ روایت جرجانی تہتر [73] برس لکھی ہے۔ [م۔ص]

2 عربی متن کے مطابق ابرہہ بن الصباح کے بعد حسان بن عمرو بن تبع تخت حکومت پر بیٹھا، یعنی عمرو بن تبع حکمراں نہیں ہوا بلکہ اس کا بیٹا حسان حکمراں ہوا۔ ترجمے میں درمیان کی ایک کڑی ''حسان'' چھوٹ گئی ہے۔ دیکھیے تاریخ ابن خلدون مطبوعہ دار الکتب العلمیہ (66:2) دار الفکر (65:2)۔ [م۔ص]

زرعہ تبع بن تبان اسعد ابو کرب لختیعہ [لختیعہ] پر ٹوٹ پڑا اور اس کو قتل کر کے آپ شاہ یمن ہو گیا۔

ذونواس زرعہ بن تبان

ابن اسحاق تحریر کرتا ہے کہ جس وقت حسان قتل کیا گیا تھا، یہ [زرعہ] بچہ تھا جب یہ جوان ہوا تو اس نے لختیعہ کو خلوت میں جب کہ وہ ایک فعل شنیع کا مرتکب ہو رہا تھا قتل کر ڈالا اور بنی حمیر و قبائل یمن کو اس حال سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے متفق ہو کر اس کو یمن کے تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ اس کی تخت نشینی سے تبابعہ کی حکومت گویا از سر نو قائم ہو گئی۔ یہ یوسف کے نام سے مشہور تھا۔ بہ روایت ابن اسحاق اڑسٹھ سال تک یہ تخت حکومت پر متمکن رہا۔ ذونواس کے اور اس کے بعد کے یہ واقعات ہیں۔ بہ اتفاق اہل اخبار ذونواس تبان اسعد کا لڑکا اور اس کا نام زرعہ ہے۔ جب یہ اپنے آبائی ممالک پر مستولی و متصرف ہوا تو یوسف کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ یہودی تھا۔ اس نے اکثر قبائل یمن کو یہودی بنا ڈالا تھا۔ اور ہمیشہ یہودیت پھیلانے میں کوشش کرتا رہتا تھا۔ لیکن بہ ایں ہمہ دیار عرب میں نصرانیت کا بھی زور تھا۔

اہل نجران کل نصرانی المذہب تھے۔ وجہ اس کے [نصرانیت] شیوع کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ میمون نامی ایک شخص جو اصحاب حوارئین عیسیٰؑ کا پیرو تھا، مع ایک دوسرے آدمی کے جس کا نام صالح تھا شام سے یہودیوں کے خوف سے نکل کھڑا ہوا اثنائے راہ میں راہ گیروں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور نجران میں لا کر فروخت کر ڈالا۔

اہل نجران ان دنوں ایک درخت کی پرستش کرتے تھے۔ عیدوں میں اس کو کپڑے پہناتے اور اس کے سامنے کھانے رکھتے تھے۔ یہ دونوں غریب جس وقت نجران میں پہنچے اور اپنے مذہب کے موافق عبادت کرنے لگے، اہل نجران جدید طرز عبادت دیکھ کر سخت متعجب ہوئے اور اپنے رئیس عبداللہ بن الثامر سے بیان کیا۔ اس نے ان کو طلب کر کے ان کے مذہب کو دریافت کیا۔ میمون نے کہا میرا مذہب عیسائی ہے جس میں شرک کی ممانعت ہے، تم لوگ درخت کی پرستش کرتے ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کو منع فرمایا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ اگر ہمارا یہ مذہب باطل اور اس درخت کی پرستش شرک ہے اور تمہارا مذہب سچا ہے تو تم دعا کرو کہ یہ درخت خشک ہو جاوے۔ ہم تمہارا دین بے تامل قبول کر لیں گے۔ میمون نے دعا کی۔ مشیت ایزدی سے وہ

خشک ہو گیا اہل نجران مع اپنے رئیس عبداللہ کے یہ واقعہ دیکھ کر فوراً عیسائی ہو گئے۔

ذونواس کا نجران پر حملہ

ابن اسحاق نے اس واقعے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ میمون، نجران کے ایک گاؤں میں آ کر ٹھہرا تھا۔ اور اسی طرف سے اہل نجران کے لڑکے ایک ساحر کے پاس سحر سیکھنے جاتے تھے۔ منجملہ ان لڑکوں کے عبداللہ بن الثامر بھی تھا۔ یہ اکثر میمون کے پاس بیٹھ جاتا تھا اور اس کی باتیں غور سے سنتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں اس کی باتیں اثر پذیر ہو گئیں۔ اور یہ عیسائی ہو گیا۔ شاہ نجران یہ واقعہ دیکھ کر اس کے قتل کی فکر میں ہوا۔ لیکن وہ اپنے اس ارادے میں ناکام رہا۔ چند دنوں کے بعد جب یہ مر گیا اور عبداللہ نجران کا حکمراں ہوا، کل اہل نجران عیسائی ہو گئے۔ اور یہی مذہب ان میں پھیل گیا۔ اہل نجران ایک مدت تک عیسائیت پر قائم رہے۔ لیکن بعد چندے ان میں طرح طرح کی بدعتیں پیدا ہو گئیں۔

ذونواس نے ان کو دین یہودیت کی طرف بلایا ان لوگوں نے اس سے انکار کیا۔ تب ذونواس اہل یمن کو لے کر ان پر چڑھ گیا۔ بہ روایت ابن اسحاق بیس ہزار سے کچھ زائد آدمیوں کو قتل کر کے جلا ڈالا۔ صرف ایک شخص سبا سے بچ گیا، جس کو دوس ثعلبان [1] کہتے تھے۔ یہ اپنے تیز گھوڑے پر سوار ہو کر ریگستان کو طے کرتا ہوا نکل گیا۔ اور ذونواس کے سپاہی بہ مجبوری تعاقب نہ کر سکے۔

●●●

---

1 عربی نسخوں میں دوس ذو ثعلبان ہے۔ [م۔ص]

ملوک حبشہ

نجران پر فوج کشی کا سبب

ہشام ابن محمد کلبی ذونواس اور اہل نجران کی لڑائی کا یہ سبب ظاہر کرتا ہے کہ ''نجران میں ایک یہودی رہتا تھا، اس کے دو لڑکے تھے، اہل نجران مذہبی اختلاف کی وجہ سے اس سے عداوت رکھتے تھے۔ ایک روز اس سے اور ایک عیسائی سے جو اس کے پڑوس میں تھا تکرار ہوئی۔ چونکہ عیسائیوں کو اس سے کچھ خلش پہلے سے چلی آ رہی تھی، ایک یہ حیلۂ جدید پیدا ہو جانے سے اس کے دونوں لڑکوں کو مار ڈالا، غریب و مظلوم یہودی افتاں و خیزاں یمن میں ذونواس کے پاس پہنچا اور اپنا ماجرا بیان کیا۔ ذونواس یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اسی وقت نجران پر فوج کشی کر دی۔ اہل نجران ایک تو بہ نسبت اس کے کمزور تھے اور دوسرے غافل بھی تھے۔ اسی وجہ سے ان میں سے سوائے دوس ذو ثعلبان کے اور کوئی جانبر نہ ہوا۔

دوس ثعلبان نجران سے نکل کر قیصر روم کے دربار میں پہنچا۔ اور ذونواس کے نا برداشتی ظلم اور زیادتیوں کو بیان کیا اور انجیل کے اوراق جلے پھٹے ہوئے دکھلائے۔ قیصر روم کو ذونواس کا یہ فعل بہت ناگوار گذرا۔ اس نے اسی وقت نجاشی والی حبشہ کو اس کی اعانت کو لکھا اور امداد کی سفارش کی۔

یمن پر نجاشی کا حملہ

چنانچہ نجاشی ستر ہزار حبشیوں کو ہمراہ لے کر یمن کی طرف بڑھا۔ بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ دوس [ذو ثعلبان] پہلے نجاشی کے پاس گیا تھا اور نجاشی نے جنگی جہازوں کی کمی کی وجہ سے

قیصر کے پاس جلی پھٹی ہوئی انجیل بھیج دی۔ جب قیصر روم نے کشتیاں بھیجیں تو نجاشی نے لشکر حبشہ کو بسر گروہی ارباط یمن کی طرف یمنیوں کے قتل و غارت وقید کی قسم لے کر روانہ کیا۔ ارباط کے ہمراہ اس مہم میں ابرہتہ الاشرم بھی تھا، جو حبشیوں کا ایک نامی جنرل تھا۔ ارباط اور ابرہہ کے جنگی جہاز نہایت کم مدت میں ساحل یمن پر لنگر زن ہوئے۔

چونکہ ذونواس کو اس سے آگاہی نہ تھی اور غافل بیٹھا ہوا تھا۔ اس وجہ سے حبشیوں کو دریا سے خشکی پر اترنے میں کچھ تردد نہیں کرنا پڑا۔ ورنہ خواہ مخواہ کسی قدر دقت ضرور اٹھانی پڑتی۔

ذونواس کا خاتمہ

الغرض جس وقت ذونواس کو اس واقعے سے آگاہی ہوئی، کف افسوس ملنے لگا۔ لیکن پھر اس نے نہایت تیزی سے جس قدر یمن کے قبائل نے اس کا ساتھ دینا پسند کیا، ان کو ہمراہ لے کر لشکر حبشہ کا مقابلہ کیا۔ میدان جنگ میں زیادہ سے زیادہ دو پہر تک یمنیوں کو ہمراہ لیے ہوئے لڑتا رہا۔ بعد دو پہر جب لڑائی کا رنگ بدلتا نظر آیا اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ چند لمحوں کے بعد میں ضرور گرفتار ہو جاؤں گا۔ اس وقت اس نے اس خواری کی گرفتاری سے موت کو کہیں افضل سمجھ کر فوراً اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا۔ موج کے تھپیڑوں نے نہایت عجلت سے بنی حمیر کے اس آخری بادشاہ کو قعر دریا میں پہنچا دیا۔ ارباط مظفر و منصور یمن میں داخل ہوا اور یمنیوں کو جہاں تک ممکن ہوا ذلیل وخوار و گرفتار کر کے نجاشی کو لڑائی کے آخری نتیجے سے مطلع کیا۔ اور یمن کے کچھ تحائف بھیجے اور خود یمن ہی میں مقیم رہا۔

ابرہہ اور ارباط

ہشام بن محمد کلبی کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ''نجاشی کے پاس جس وقت قیصر نے کشتیاں بھیج دیں۔ اس وقت اس نے ابرہہ کو امیر لشکر کر کے یمن کی طرف بھیجا۔ پس جس وقت ابرہہ صنعا میں پہنچا، ذونواس منہ چھپا کر بھاگا اور دریا میں ڈوب کر جان دے دی۔ ابرہہ بلا مزاحمت ومخاصمت یمن پر قابض ہو گیا۔ لیکن اس نے خلاف عہد نجاشی کو تحائف نہ بھیجے۔ اس وجہ سے نجاشی نے دوبارہ ارباط کو ایک بڑے اور قوی لشکر کا افسر بنا کر ابرہہ کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ جس وقت ارباط ساحل یمن پر پہنچا۔ ابرہہ نے ارباط سے سازش کی کوشش کی۔ لیکن جب اس میں اس

کو ناکامی ہوتی نظر آئی تو چار و ناچار مقابلے پر آیا اور دھوکے میں ارباط کو اس نے مار ڈالا۔

نجاشی اس واقعے سے بہت برہم ہوا اور اس نے اس کے قتل کی قسم کھالی۔ لیکن ابرہہ نے اپنی چالاکیوں سے اس کو راضی کر لیا۔ اور فاضل ابن اسحاق کا یہ خیال ہے کہ یمن میں سب سے پہلے ارباط آیا تھا اور ابرہہ اس کی ماتحتی میں تھا۔ بعد فتح یمن ابرہہ اور ارباط میں کچھ تکرار ہو گئی، دونوں میں سخت لڑائی ہوئی، بالآخر ارباط مارا گیا۔ نجاشی کو ابرہہ کا یہ فعل ناگوار گذرا۔ لیکن ابرہہ نے راضی کر لیا اور یمن کا حاکم بنا رہا۔ **واللہ اعلم**

بنی حمیر پر ظلم و تشدد

ابرہہ نے یمن پر مسلط ہونے کے بعد حمیریوں کو ذلیل و خوار کرنا شروع کر دیا۔ ان کے رؤسا اور امرا کی تحقیر کرنے لگا۔ ریحانہ بنت علقمہ بن مالک بن زید بن کہلان کو اس کے شوہر ابی مرہ بن ذی یزن سے ناجائز دباؤ ڈال کر چھڑا کر اپنی زوجیت میں لے لیا بطن ریحانہ سے ابومرہ کا ایک لڑکا معد یکرب پیدا ہوا تھا۔ بعد ازاں صلب ابرہہ سے ایک لڑکا مسروق اور ایک لڑکی بسباسہ نامی پیدا ہوئے۔

ابرہہ اور اس کا غلام [عمدہ1] جو اکثر اطراف یمن کا حاکم تھا۔ ہر ایک دوسرے سے بدافعالیوں میں بڑھے چڑھے تھے۔ دنیا کا کوئی ناجائز فعل ان کے ہاتھوں نہیں بچا۔ بنی حمیر جس قدر اس سے پہلے معزز تھے۔ اس سے بدرجہا اس زمانے میں ذلیل و خوار ہو رہے تھے۔ ان کی عورتوں کو اپنے لیے مباح کر رکھا تھا اور مردوں سے غلامی کا کام لیتا تھا۔ بنی حمیر یا خثعم کے ایک شخص نے اس کو موقع پا کر قتل کر ڈالا۔ ابرہہ نے اس کا خون مباح کر دیا۔

ابرہہ کی بدنیتی

بعد چندے ابرہہ نے اس شکریے میں کہ حکومت یمن کی اس کو بالاستقلال مل گئی تھی۔ صنعا میں ایک کلیسا2 بنوایا جس میں قیمتی پتھروں کی پچی کاری کرائی اور شیشہ و آلات سے بھی

1. اصل نسخے میں عددہ تھا، لیکن دار الفکر کے عربی نسخے (71:2) سے متن میں تصحیح کی گئی ہے۔ [م۔ص]
2. اس کلیسے کا نام قلیس تھا۔ اس سے پہلے اس جیسا کلیسا نہیں دیکھا گیا۔ (تاریخ ابن خلدون 71/2)۔ [م۔ص]

خوب سجایا۔ نجاشی اور قیصر روم کو اس کی اطلاع دی اور یہ تحریر کیا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ عرب کو حج کعبہ سے روکوں اور اس کے [کلیسا] طواف کی طرف مائل کروں۔ چنانچہ اسی خیال سے اطراف عرب میں آدمیوں کو روانہ کیا۔ جس وقت یہ داعی (بلانے والا) بنی کنانہ کے شہر (مکہ) میں پہنچا ،عرفہ بن عیاض نے اس کو ایک ایسا تیر مارا کہ اس نے دوبارہ دم تک نہ لیا۔ اس کا دوسرا ہمراہی بہ حال پریشان گرتا پڑتا ابرہہ کے پاس پہنچا اور کل ماجرا بیان کیا۔ ابرہہ کو یہ امر ناگوار گذرا اور اس قدر برافروختہ ہوا کہ اسی وقت ایک جرار اور کثیر فوج لے کر مع ہاتھیوں کے مکہ کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبہ کو منہدم کر دے اور بنی کنانہ (قریش) کو قتل کر ڈالے۔

حجاز پر ابرہہ کی فوج کشی

جس وقت ابرہہ سرزمین یمن سے نکل کر ارض حجاز میں پہنچا، ذونفر حمیری دو ہزار عرب ہمراہ لے کر اس کے مقابلے پر آیا، اگرچہ ذونفر حمیری فی نفسہٖ توانائی اور قوت میں سو دو سو سے کم نہ تھا۔ لیکن ایک طرف معدودے چند آدمی اور دوسری طرف ٹڈی دل۔ بھلا دونوں میں مساوات کیسے ہوسکتی۔ آخر الامر ذونفر حمیری کو ہزیمت ہوئی، ابرہہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور راہبری کے لیے اپنے ہمراہ رکھا۔

ابن اسحاق تحریر کرتا ہے کہ طائف میں داخل ہونے پر ابرہہ کے مقابلے پر مسعود بن معتب ثقفی بنی ثقیف کو لے کر ابرہہ کے پاس آیا اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔ بنی ثقیف نے ابورغال نامی ایک شخص کو رہبری کی غرض سے اس کے ہمراہ کر دیا۔ اس نے ابرہہ کو طائف اور مکہ کے درمیان مُغمس میں ٹھہرایا جو مکہ سے ایک منزل کی مسافت پر ہے۔ پھر ابورغال کا اسی مقام پر انتقال ہوگیا۔ بعد ازاں عرب نے اس کی قبر کو سنگسار کیا۔ جریر کہتا ہے۔

اذامات الفرزدق فارجموه

کما ترمون قبر ابی رغال

فرزدق جب مرے تو اس کی قبر پر پتھر برساؤ جس طرح تم ابورغال کی قبر کو سنگسار کرتے ہو۔[1]

---

1. مترجم علام نے اس شعر کا ترجمہ نہیں کیا تھا۔ [م۔ص]

بعد اس کے ابرہہ نے ایک دستہ سواروں کا بسر گروہی اسود ابن مقصود حبشی مکہ کی طرف روانہ کیا۔ اس غرض سے کہ اونٹ وغیرہ بار برداری کے لیے اور کچھ آدمی اسباب وغیرہ کے اٹھانے اور لادنے کی غرض سے گرفتار کر لاویں۔ چنانچہ اسود ابن مقصود اطراف مکہ میں گیا اور اہل مکہ کے کچھ مویشیان اور اونٹ جس میں دو سو اونٹ عبدالمطلب (جد نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے تھے، پکڑ لایا۔

ابرہہ سے عبدالمطلب کی ملاقات

عبدالمطلب ان دنوں قریش کے سردار اور مکہ کے سربرآوردہ آدمیوں میں تھے۔ پہلے ان کا قصد لڑائی کا ہوا۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے تو خاموش ہو رہے۔ ابرہہ نے دوسرے دن حناط حمیری کو مکہ کی طرف روانہ کیا؛ تا کہ اہل مکہ کو اس کے ارادے سے آگاہ کرے۔ اور اگر اہل مکہ انہدام کعبہ سے کچھ چون وچرا کریں تو لڑائی پر آمادہ ہو جائیں۔

عبدالمطلب نے یہ پیام سن کر جواب دیا۔ واللّٰہ مانرید حربه وهذا بیت الله فان یمنعه فهو بیته وا ان یخلی عنه فما لنا نحن من دافع[1] اور چند رؤسائے قریش کو ہمراہ لے کر ابرہہ کے پاس گئے۔ پہلے ذونفر حمیری سے ملاقات کی، جس کو ابرہہ نے قید کر رکھا تھا۔ ذونفر نے فیل بان کے ذریعے سے ابرہہ کو عبدالمطلب کے آنے کی اطلاع کرا دی۔ ابرہہ نے ان کا بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ تخت سے اتر کر فرش پر ان کے ساتھ بیٹھا۔ اثنائے کلام میں عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کی سفارش کی۔

ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا "بڑے تعجب کی بات ہے کہ کعبہ کے بارے میں تم نے مجھ سے کچھ التجا نہ کی یہ تو تمہارا اور تمہارے آبا و اجداد کا مذہبی مکان ہے۔ اور اونٹوں کا سوال کیا۔" عبدالمطلب نے جواب دیا "انا ربُّ الابل وللبیت رب سَیَمْنَعه" (میں اونٹوں کا مالک ہوں، اونٹوں کو مانگتا ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ غالباً روکے گا) ابرہہ نے سن کر

1 خدا کی قسم ہے ہم اس سے لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے۔ یہ اللہ کا گھر ہے پس اگر وہ (خدا) اس کو روکے تو یہ اس کا گھر ہے اور اگر وہ اس سے کچھ تعرض نہ کرے تو ہم اس کو دور نہیں کر سکتے۔ (مترجم)

تھوڑی دیر تک سکوت اختیار کیا۔ بعد اس کے بے تامل عبدالمطلب کو ان کے اونٹ واپس کردیے۔

علامہ طبری تحریر کرتا ہے کہ اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ عمرو بن لُعابہ بن عدیٰ بن رمل سردار کنانہ اور خویلد ابن واثلہ سردار بنی ہذیل گئے تھے۔ اور ابرہہ سے یہ درخواست کی تھی کہ "تہامہ کی ثلث آمدنی خراج میں دی جائے گی۔ بشرطیکہ کعبہ منہدم نہ کیا جائے۔" لیکن جب ابرہہ نے اس سے انکار کیا تو عبدالمطلب مع اپنے ہمراہیوں کے واپس آئے اور قریش اور کل اہل مکہ کو ہدایت کی کہ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں اور خود وقت روانگی خانۂ کعبہ کا دروازہ پکڑ کے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ان کے پاس قریش کے چند منتخب آدمی موجود تھے اور سب گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے اور عبدالمطلب یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

لا ھمّ ان العبد یمنع حلہ فامنع حلالک[1]

لا یغلبن صلیبھم ومحالھم ابداً محالک

وانصر علی آل الصلیب وعابدیہ الیوم الک

(اے خدا بیشک بندہ اس کو روکتا ہے جو اس کے محل میں آتا ہے۔ تو بھی منع کر اس کو جو تیرے مکان پر آئے۔ ہرگز ان کی صلیب اور ان کا غصہ کبھی تیرے غصے پر غالب نہ آئے گا۔ اور مدد کر اہل صلیب اور اس کے پرستش کرنے والوں پر آج اپنے اہل کو۔)

ابابیل کی آمد

بعد اس کے عبدالمطلب مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور ابرہہ کعبہ کے گرانے کی غرض سے مکہ کی طرف بڑھا۔ اللہ جل شانہٗ نے ان پر چڑیوں کا ایک جھنڈ دریا سے بھیجا، جو اس ناہنجار لشکر پر سنگ باری کرنے لگا۔ جس پر وہ پتھر پڑتا تھا وہ اسی مقام پر رہ جاتا تھا۔ اور مقام حجر میں ان کے اجسام پر چیچک کے سے دانے بھی نکل آئے تھے۔ جس سے اکثر ہلاک

---

1. پیش نظر عربی نسخوں میں پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں "حلہ" کی جگہ "رحلہ" اور "حلالک" کی جگہ "رحالک" ہے۔ دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہے۔ [م۔ص]

ہو گئے۔ ابر ہہ کے بدن پر بھی چند دانے نکل آئے، جس کی وجہ سے کل اعضا اس کے یکے بعد دیگرے کٹ کٹ کر گر گئے۔ لشکریوں کا جب یہ حال ہوا تو ہاتھیوں کو آگے کیا، جو ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا وہ بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا تھا۔ آخر الامر ہاتھیوں کے اجسام پر بھی چیچک کی طرح دانے نکل آئے اور وہ سب مر گئے۔ تب اللہ جل شانہٗ نے ایک سیل بھیجا، جو ان سب کو دریا میں بہالے گیا۔

حبشی حکومت کا خاتمہ

بعد ہلاکی ابر ہہ اس کا لڑکا یکسوم تخت حکومت پر بیٹھا۔ اس نے بھی بنی حمیر اور قبائل یمن کی ذلت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کے مردوں کو قتل کر ڈالا اور ان کی عورتوں کو جبراً گھر میں ڈال لیا۔ ان کے لڑکوں کو غلامی میں رکھ لیا۔ یکسوم کے مرنے پر اس کا بھائی مسروق تخت نشین ہوا۔ جب اس نے یکسوم سے زیادہ بدعتیں شروع کر دیں۔ اور اپنے متقدمین سے ظلم و بدعت و ستم میں بدرجہا بڑھتا نظر آیا تو سیف بن ذی یزن نے خروج کیا۔ اور کسریٰ (شاہ فارس) کے پاس گیا۔ اور وہاں سے لشکر لے کر یمن میں آیا اور مسروق کو قتل کر کے حبشیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ بعد اس کے کہ حبشیوں میں سے یمن میں بہتر برس میں چار شخصوں نے حکومت کی۔ پہلا ارباط، دوسرا ابر ہہ، تیسرا یکسوم ابن ابر ہہ، چوتھا مسروق ابن ابر ہہ۔

[توضیح مترجم]

ہم اس سے پہلے کہ سیف ابن ذی یزن کے نسب میں گفتگو کریں یا کسریٰ فارس کے پاس اس کے جانے کی تفصیلی کیفیت تحریر کریں۔ مناسب یہ سمجھتے ہیں کہ اس مقام پر طیر ابابیل کے قصے کو چھیڑ کر اس پردے کو اٹھا دیں جس نے ایک زمانے کو غلطاں و پیچاں کر رکھا ہے۔ ہمارا اصلی مقصود یہ ہے کہ دلچسپی کے ساتھ واقعات کی تحقیق بھی ہوتی جائے۔ ہم عام مترجموں اور مورخوں کی طرح بے پر کی نہیں اڑایا چاہتے۔ آیئے! ذرا غامض نظروں سے طیراً ابابیل کی تحقیق کو ملاحظہ فرمایئے۔

متقدمین مورخین اور علمائے تفسیر نے اس واقعے میں ذرہ برابر بھی اختلاف

نہیں کیا۔ اور وہ متفق الکلمہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے اصحاب فیل پر چڑیوں کا ایک جھنڈ بھیجا تھا۔ جنھوں نے ان پر سنگ باری کی تھی۔ صاحب جامع البیان فی تفسیر القرآن اس قصے کو سورۂ فیل کی تفسیر میں یوں تحریر کرتا ہے۔

فلما وصلوا قرب مكة تهيأوا للدخول ارسل الله طيرا من البحر امثال الخطاطيف مع كل فى منقاره و رجليه ثلثة احجار اصغر من حمصة فر متهم۔

(پس جب کہ ابرہہ مکہ کے قریب پہنچا اور مکہ میں داخل ہونے کا قصد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کی جانب سے چمگادڑوں کی طرح چڑیاں بھیجیں ہر ایک کے ساتھ ان کی چونچ اور دونوں پاؤں میں تین تین سنگریزے تھے، جو چنے سے چھوٹے تھے۔ وہ ان پر سنگریزوں کو پھینک (مار) رہی تھیں۔

اور تفسیر تبصیر الرحمٰن وتیسر المنان میں اس طرح مذکور ہے۔

(وارسل عليهم طيراً) يعنى طيراً كثيرة متفرقة يتبع بعضها بعضا خرجت من شاطئ البحر سوداء او خضراء او صفراء فى منقار كل طير حجرو فى رجليه حجران "ابابيل" اى جماعات متفرقة فى الطرق، اذ هربوا متفرقين فجعل لهم اُضعَفَ الاسلحة (ترميهم بحجارة) اكبر من العدسة او اصغر من الحمصة.

(اور بھیجا اصحاب فیل پر بہت سی چڑیاں متفرق جو ایک دوسرے کے پیچھے تھیں اور نکلی تھیں دریا کی جانب سے، سیاہ رنگ کی یا زرد رنگ یا سبز رنگ کی تھیں۔ ہر چڑیا کے منقار میں ایک سنگ ریزہ اور دونوں پاؤں میں دو سنگ ریزے تھے۔ (ابابیل) یعنی متفرق جماعتیں تھیں راہوں پر، جب کہ وہ متفرق ہو کر بھاگتے تھے۔ پس وہ ان کو اضعف الاسلحہ کر دیتی تھیں (**ترميهم بحجارة**)

مارتی تھیں وہ ان کو سنگ ریزوں سے جو مسور سے بڑے اور چنوں سے چھوٹے تھے۔

علاوہ ان دو تفسیروں کے اور تفاسیر بیضاوی و مدارک و تفسیر کبیر وغیرہ بھی بہ آواز بلند کہہ رہی ہیں کہ سورۂ فیل میں ''حجارہ'' کے معنی سنگ ریزے اور ''طیر'' کے معنی چڑیا کے ہیں۔ اور اصحاب فیل پر فی الواقع چڑیوں نے سنگباری کی تھی ''طیر'' کے معنی بلا اور 'حجارہ' کے معنی بیماری کے نہیں، جیسا کہ آج کل بعض وہ لوگ جن کے دماغ میں مغربی متعفن ہوا سما رہی ہے، قائل ہو رہے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ محال عقلی اور عادی کے ظہور پذیر ہونے کے وہ قائل ہی نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر بعض معجزات سے انکار اور بعض کی تاویل کرتے ہیں۔ حالانکہ محال عادی یا عقلی کے ظہور پذیر ہونے کا کسی حالت میں نہ قائل ہونا قدرت باری سے انکار کرنا ہے۔ قطع نظر اس سے معجزہ نام ہی اس کا ہے کہ جس کے کرنے سے عامۂ بشر عاجز ہوں اور اس کو خدا کا ایک بندہ (نبی یا رسول) کر دکھائے۔ اگر عام فیل میں ہمارے نبی آخر الزماں صلعم یا کوئی اور نبی موجود ہوتا تو ہم بے تکلف تحریر کر دیتے کہ یہ اس کا معجزہ تھا۔

لیکن اس امر کے مفقود ہونے سے ہم یہ تحریر کرنے سے بھی باز نہیں رہ سکتے کہ یہ ارہاصات (علامات) نبوت جناب رسالت مآب صلعم سے تھا۔ جس کو جناب باری نے سورۂ فیل میں ذکر فرمایا ہے، تاکہ منکرین رسالت کو عبرت ہو کہ خانۂ خدا کی ہتک حرمت سے ابرہہ پر یہ قہر الٰہی نازل ہوا تھا۔ اور اگر اس کے دین اور نبی کی ہتک حرمت کی جائے گی تو جو عذاب نازل نہ ہو وہ کم ہے۔ اسی کی برکت سے خدائے علیم نے یہ غیبی مدد بھیجی تھی۔ کیا اس واقعے کا اعتراف نہ کرنے والوں کو اب بھی کوئی انکار کا مقام باقی ہے؟

ہمارے اس دعوے کی شہادت صاحب تفسیر خازن ان الفاظ سے دے رہا ہے۔ اور ہمارے خیال کی پوری پوری تائید کرتا ہے وہ تحریر کرتا ہے۔

”وفی قصة اصحاب الفیل دلالة عظیمة علیٰ قدرة اللہ تعالیٰ وعلمه وحکمه اذ یستحیل عند العقل ان طیراً تاتی من قبل البحر تحمل حجارة ترمی بھانا سا مخصوصین وفیھا دلالة عظیمة علیٰ شرف محمد وذالک ان اللہ تعالیٰ انما فعل ذلک لنصرة من ارتضاہ وھو محمد الداعی الیٰ توحیدہ واھلاک من سخط علیه ولیس ذالک لنصرة قریش فانھم کانوا کفارا لا کتاب لھم والحبشة لھم کتاب فلا یخفی علی عاقل ان المراد بذالک نصر محمد فکانه تعالیٰ قال انا الذی فعلت ما فعلت باصحاب الفیل تعظیماً لک وتشریفاً لقدومک واذ قد نصرتک قبل قدومک فکیف اترکک بعد ظھورک.“

(اور اصحاب فیل کا قصہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وعلم وحکمت پر دلالت کرتا ہے؛ کیوں کہ یہ عقلاً محال ہے کہ دریا کی جانب سے چڑیاں آئیں، جو سنگریزے لیے ہوئے ہوں اور وہ مخصوص آدمیوں کو ماریں اور یہ بہت بڑی دلیل ہمارے نبی محمد صلعم کی شرافت کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے محض اس کی مدد کے لیے کیا، جس کو اس نے برگزیدہ کرلیا ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں جو اس کی توحید کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اور اس کی ہلاکت کی بھی یہی حجت ہے، جس پر اللہ ناراض ہوا ہے اور اس میں قریش کی مدد نہ تھی کیونکہ وہ اس وقت کفار تھے۔ ان کے پاس کتاب نہ تھی اور حبشہ اہل کتاب تھے۔ پس ہر ذی شعور پر یہ امر مخفی نہ رہے گا کہ مقصود اس سے نصرت جناب محمد صلعم تھی، پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ہی کیا جو کچھ کیا کہ اصحاب فیل کے ساتھ تری تعظیم اور تری تشریف آوری کی غرض سے اور جب کہ میں نے ترے آنے سے پہلے تری مدد کی ہے تو اب کیسے ترے ظہور کے بعد تجھ کو چھوڑ دوں گا

یعنی مدونہ کروں گا۔)

واقعی اس واقعے سے یہ چند امور ظہور میں آئے جو جناب رسالت مآب صلعم کی شرافت وعظمت پر دال ہیں۔ اول فیلوں کا مکہ کی جانب رخ نہ کرنا اور وہ جب دوسرے ممالک کی طرف پھیر دیے جاتے تھے تو بے تکان دوڑتے تھے اور مکہ کی طرف بجائے چلنے کے بیٹھ جاتے تھے۔ دوسرے پرندوں کا دریا کی طرف سے آنا جو ظاہرا پرندوں کی سکونت کی جگہ نہیں ہے اور پھر بعد اس واقعے کے وہ پرند نہ دکھلائی دیے۔ تیسرے یہ کہ ان سنگریزوں کا معدن معلوم نہیں ہے۔ چوتھے ان سنگریزوں میں یہ تاثیر قوی تھی کہ جس پر وہ پڑتے تھے وہ جانبر نہ ہوتا تھا۔

مورخین اس واقعے کو تحریر کرتے ہوئے اور دو امر تحریر کرتے ہیں ایک یہ کہ پہلے لشکر ابرہہ پر پرندوں کا ایک جھنڈ آیا تھا۔ جو ان پر سنگباری کرتا تھا اور دوسرے یہ کہ ان کے اجسام پر چیچک کے سے دانے نکل آئے تھے اور اسی پچھلی صورت کا آج کل کے نئے روشنی کے مقلد مغربی تعلیم کے پابند اعتراف کرتے ہیں۔ اور یہ امر ان کی بے بصیرتی پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ ابرہہ کے لشکر پر سنگباری مقام مغمس میں ہوئی تھی اور چیچک کے سے دانے مقام حجر میں نکلے تھے۔ یہ دونوں واقعے دو مختلف مقام پر واقع ہوئے تھے نہ کہ ایک مقام پر۔

البتہ تفسیر کشاف کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ ان سنگریزوں کی یہ تاثیر تھی کہ جس کے بدن پر وہ پڑتے تھے اس کے بدن پر چیچک کے سے دانے پیدا ہو جاتے تھے اور وہی باعث ہلاکت ہوتے تھے۔ چنانچہ اس روایت کی شہادت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ "عن عکرمة من اصابته جدرته" (عکرمہ سے مروی ہے کہ جس پر وہ سنگریزے پڑتے تھے وہ مجدور یعنی چیچک والا ہو جاتا تھا۔) لیکن اس شہادت

سے بھی نئی روشنی والوں کا کام نہ چلا، کیونکہ اس روایت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حبشیوں کے بدن پر خود بخود چیچک کے دانے نکل آئے تھے۔ بلکہ اس سے یہ امر ظاہر ہو رہا ہے کہ ان سنگریزوں کی یہ تاثیر تھی کہ جس پر وہ پڑتے تھے وہ مجدور ہو جاتا تھا۔اور یہ فرار علیٰ مامنه الفرار ہے۔

علاوہ اس کے کہ علمائے تفسیر و تواریخ نے واقعۂ فیل میں اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ اصحاب فیل پر چڑیوں کے ذریعے سے سنگباری کی گئی تھی۔ شعرائے جاہلیت بھی اپنے اپنے قصائد میں اس کا ذکر کر رہے ہیں، جو اس واقعے میں موجود تھے۔ اگر اطالت کلام کا خیال ہم کو مجبور نہ کرتا تو ہم ضرور کل شعرا کے کلام فرداً فرداً اس موقع پر شہادتاً پیش کرتے؛ اس وجہ سے کہ یہی عرب کی تاریخ کا اصل ماخذ ہے۔ تاہم بہ غرض اثبات مدعا و اسکات خصم صرف عبدالمطلب (جد رسول) کے چند اشعار ذیل میں تحریر کرتے ہیں، جو اس واقعے میں موجود تھے۔

صرمتُ وما لک لا تصرِم وراسک من کبر اشیم
ویبدولک الشیب بعد الشباب فما لک من خلة مزعم
فدع عنک ذکرلیال الوصال فانک من ذکره احلم
وعد القوافی ذات الصواب بجیش اتاک به الاشرم
ارادوا به دحص بیت الاله لیترک بنیانه یهدم
فردهم الله عن هدمه واعیاهم الفیل لا یقدم
بطیر ابابیل ترمیهم کان مناقیرُها العندم

(میں منقطع تعلق ہو گیا اور تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تو منقطع نہیں ہوا۔ اور سر تیرا پیری سے ابلق ہو گیا ہے۔ اور ظاہر ہو گا تجھ پر بڑھاپا جوانی کے بعد، پس تو عشق و دوستی سے کیا گمان رکھتا ہے، وصل کی راتوں کا ذکر ترک کر دے؛ کیونکہ تو اس کے ذکر سے زیادہ دانا ہے۔ اور ان اشعار کو پڑھو جو کہ سچے ہوں

اور جس میں اس لشکر کا ذکر ہو جس کو اشرم (ابرہہ) لے کر آیا تھا۔ اس کے ذریعے سے خانۂ خدا کو گرانا چاہا تھا۔ تا کہ ویران و خراب پڑا رہ جائے۔ پس اللہ نے ان کو گرانے سے روک دیا اور ان کے ہاتھوں کو ایسا تھکا دیا کہ آگے نہ بڑھ سکے۔ چڑیوں کی ایک جماعت سے جو ان کو مار رہی تھیں گویا کہ ان کی چونچ وم الاخوین ہے۔)

ہم کو بخوبی یاد ہے کہ ابو طالب نے بھی اپنے اس قصیدے میں اس کا تذکرہ کیا ہے، جس کو انھوں نے بازار عکاظ میں پڑھا تھا۔ جس وقت کفار مکہ نے جناب رسالت مآب صلعم کی ایذا رسانی کا باہم عہد و پیمان کر لیا تھا۔ جس طرح آج کل بعض لوگوں نے اپنی غلط فہمی سے اس واقعے کا صریحی انکار کر دیا ہے۔ اس طرح عوام الناس بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ جن پرندوں نے اصحاب فیل پر سنگباری کی تھی وہ یہی ''ابابیل'' ہیں۔ حالانکہ آیۂ کریمہ میں ''ابابیل'' کے معنی گروہ کے ہیں نہ کہ پرند مخصوص کے۔

سیف بن ذی یزن [توضیح مترجم]

سیف بن ذی یزن یمن کا رہنے والا تھا۔ اسی سرزمین پر اس کے آبا و اجداد حکومت کرتے تھے۔ یہ عافر بن اسلم بن زید بن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن زید کا لڑکا تھا۔ افسوس! ایک وہ زمانہ تھا کہ ملوک حمیری کا (جس کی نسل سے سیف بن ذی یزن ہے۔) لوگ رعب سے نام نہ لے سکتے تھے۔ اور ایک یہ زمانہ آ گیا کہ ان کی پچھلی نسلیں تخت حکومت پر بیٹھنے کے عوض خاک مذلت پر آسن مارے بیٹھی ہیں۔ عجیب کس مپرسی کی حالت ہے، نہ کوئی یار ہے نہ یاور ہے۔ انیس ہے تو ذلت و رسوائی ہے، مونس ہے تو بیکسی و بے نوائی ہے۔ ابرہہ اور اس کے لشکر کے ہاتھوں یہ خاندان سلطنت برباد ہو گیا ہے۔ کوئی نام کا لینے والا باقی نہیں رہا ہے۔ ہاں سیف بن ذی یزن معلوم نہیں کس وجہ سے اسی سرزمین پر چلتا پھرتا دکھائی دیتا ہے۔ باوجود یہ کہ تباہ و خراب

حال ہو گیا ہے۔ لیکن اپنے آباواجداد کے گرے پڑے کھنڈروں کو چھوڑ نا نہیں پسند کرتا۔ اس کے آباواجداد اور خاندانی جاہ وجلال کے دیکھنے والے جو دو چار زندہ باقی رہ گئے ہیں وہ اس کو عبرت اور افسوس کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس کی بے کسی اور کس مپرسی دیکھ کر ان کا دل بھر آتا ہے۔ لیکن حبشیوں کے خوف سے کوئی اس کی ہمدردی نہیں کر سکتا۔ انتھی کلام المترجم [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

سیف بن ذی یزن کی امداد طلبی

اگر سیف بن ذی یزن اسی مسکنت و مذلت میں رہنے پاتا تو بھی وہ یمن چھوڑ کر کہیں نہ جاتا لیکن غضب یہ ہوا کہ ابرہہ نے اس کی بی بی ریحانہ کو جبراً گھر میں ڈال لیا، اسی وجہ سے سیف ابن ذی یزن یمن سے نکل کر اولاً قیصر روم کے پاس گیا۔ اور اس ماجرے کو بیان کر کے مدد طلب کی۔ جب اس نے اتحاد مذہبی کی وجہ سے مدد دینے سے انکار کیا تو کسریٰ فارس کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے نعمان بن منذر والیٔ حیرہ کے پاس گیا اور اس سے اپنی سرگذشت بیان کی۔

نعمان بن منذر نہایت رحم دل، خدا ترس تھا۔ اس نے فوراً اپنے دامان مرحمت سے اس کے آنسو پونچھے۔ اور اپنے ساتھ کسریٰ کے دربار میں لے گیا اور حبشیوں کے ظلم کی شکایت اور سیف بن ذی یزن کی ذلت و رسوائی کا حال عرض کر کے امداد کا خواستگار ہوا۔ کسریٰ نے کہا ''یمن ہمارے ملک سے بہت دور دراز راستے پر ہے۔ قطع نظر اس سے عرب کی سرزمین میں سوائے بکریوں اور اونٹوں کے اور کیا ہے۔ ہم کو اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہم کو یمن کی تسخیر کی ضرورت نہیں ہے۔ کسریٰ نے یہ کہہ کر سیف بن ذی یزن کو ایک خلعت اور ایک توڑا اشرفیوں کا دیا۔ سیف بن ذی یزن نے دربار سے نکل کر اشرفیوں کے توڑے کو پھینک دیا، لوگوں نے اس کو لوٹ لیا۔

کسریٰ کو جب اس کی اطلاع ہوئی، تو دوسرے روز سیف بن ذی یزن کو بلا کر تعریضاً اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کمال ادب سے عرض کیا ''مجھ کو ان اشرفیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ملک میں سونے اور چاندی کے پہاڑ ہیں۔ میں اس غرض سے نہیں آیا تھا بلکہ میرا

مقصود یہ تھا کہ مجھ کو آپ حبشیوں کے ظلم سے بچالیں گے۔"

کسریٰ کی فوج کشی

کسریٰ نے یہ سن کر تھوڑی دیر سکوت کے بعد اعیان دولت سے مشورہ طلب کیا۔ سبھوں نے بہ اتفاق یہ رائے ظاہر کی کہ "جو قیدی واجب القتل قید خانے میں ہیں، وہ اس مہم پر روانہ کیے جائیں اگر وہ مارے گئے تو شاہی حکم یہی تھا اور اگر وہ کامیاب ہو گئے تو بے محنت و مشقت ایک ملک ممالک محروسہ میں شامل ہو جائے گا۔" کسریٰ نے اس رائے کو پسند کیا اور وہرز دیلمی کو (جو ایک شریف المنسب امیر کبیر تھا۔) بسر گروہی آٹھ سو قیدیوں اور چار سو سپاہیوں [1] کے یمن کی طرف روانہ کیا۔

مسعودی اور ہشام بن محمد وسہیلی کا یہ خیال ہے کہ سیف بن ذی یزن نے کسریٰ سے امداد کی درخواست کی تھی اور کسریٰ نے وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے وعدے کو وفا کرتا قیصر روم کی لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ تا آنکہ سیف بن ذی یزن بہ انتظار امداد آنکھیں کھولے ہوئے اس جہاں سے راہی ہو گیا۔ جب معدیکرب نے ہاتھ پاؤں نکالے، جوان ہوا تو اس کی ماں ریحانہ نے ایک روز کل حالات بتلائے۔ اس وقت معدیکرب اپنی ماں سے رخصت ہو کر فارس کو روانہ ہوا۔ اور دربار کسریٰ میں حاضر ہو کر اس امداد کا خواستگار ہوا، جس کا وعدہ اس کے باپ سے کیا گیا تھا۔ کسریٰ نے اس کو اشرفیاں دیں۔ اس نے باہر نکل کر پھینک دیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

وہرز دیلمی اور مسروق بن ابرہہ کی جنگ

الغرض وہرز دیلمی مع سیف بن ذی یزن کے جنگی جہازوں کا بیڑا ہمراہ لیے ہوئے ساحل پر پہنچا۔ مسروق کے نکبت [2] کے ایام قریب آ گئے تھے۔ وہ آنے والے دن سے بے خبر قوت وملک کے نشے میں مست پڑا ہوا تھا۔ وہرز نے سیف سے کہا "تمھاری کیا رائے ہے؟"

1 عربی متن میں اس جگہ قیدیوں کی تعداد آٹھ سو بتائی گئی ہے، مزید چار سو سپاہیوں کی وضاحت نہیں ہے، یہ مترجم کی طرف سے اضافہ ہے۔ نسخۂ دار الکتب العلمیہ 74:2، نسخۂ دار الفکر 73:2۔ [م۔ص]

2 نکبت = مصیبت، بدحالی [م۔ص]

سیف نے جواب دیا۔ ''یہ تلوار ہے اور میں ہوں، نہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ سے چھوٹے گا نہ میں تمھارا ساتھ چھوڑوں گا۔ لڑائی کے میدان میں جو سب سے پہلے لڑنے کو جائے گا، وہ میں ہوں گا ، میری قوم والے بھی تمھارا ساتھ دیں گے۔'' وہزر دیلمی نے کہا'' انصفت '' بعد اس کے ایرانی فوجیں دوسرے روز خشکی پر اتریں اور مرتب ہو کر آگے بڑھیں۔ مسروق بن ابرہہ ایک لاکھ حبشیوں کو ہمراہ لے کر مقابلے پر آیا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ مسروق نے ہر چند کوشش کی کہ لشکر مخالف کو منتشر کر کے ساحل تک راستہ صاف کر لے۔ لیکن فارس کے تیر اندازوں کے تیر سے اس کو کوئی چیز بچا نہ سکتی تھی۔ اس کا لشکر جب ایک قدم بھی آگے بڑھنے کا قصد کرتا تھا، ایرانی تیر اندازوں کے حملوں سے دس دس قدم پیچھے ہٹ آتا تھا۔

اثنائے جنگ میں وہزر نے سیف سے مسروق کو دریافت کیا، سیف نے مسروق کو اشارے سے بتلایا یہ اس وقت ہاتھی پر سوار تھا، اس کے بعد مسروق ہاتھی سے اتر کر ایک خچر پر سوار ہوا۔ وہزر دیلمی اس کے اس عبث فعل سے بہت ہنسا اور تفاؤلاً 1 کہہ اٹھا'' رکب بنت الحمار ذل وذل ملکہ ۔'' (سوار ہوا مسروق بنت الحمار 2 پر، یہ ذلیل ہوا اور اس کا ملک بھی ذلیل ہوا۔) پھر وہزر دیلمی نے ترکش سے تیر نکال کر کمان سے جوڑ کر ایسا نشانہ مارا کہ مسروق کا خود توڑ کر دماغ سے ہوتا ہوا نکل گیا۔ مسروق زخم کھا کر زمین پر گرا اور لشکر حبشہ بھاگ نکلا۔ چاروں طرف سے کشت وخون کا بازار گرم ہوگیا۔ حبشیوں کو بھاگتے جگہ نہ ملتی تھی۔ دس دس پندرہ پندرہ حبشیوں کو ایک یمنی فارسی سپاہی گرفتار کر لیتا تھا۔ اور بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالتا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر یمن کی سرزمین حبشیوں سے ایسی پاک وصاف ہوگئی، گویا وہ کبھی وہاں نہ تھے۔

سیف بن ذی یزن کی امارت یمن

وہزر دیلمی نے کسریٰ کو اس فتحیابی کی اطلاع دی اور حسب حکم کسریٰ سیف کو یمن کے تخت حکومت پر بٹھلایا اور اپنا ایک نائب یمن میں چھوڑ کر کسریٰ کی طرف واپس گیا۔

سیف بن ذی یزن اس خداداد کامیابی کے بعد یمن کی مستقل حکومت کرنے لگا اور

1 تفاؤل = فال نکالنا، شگون لینا۔ [م ص]

2 عرب والے بنت الحمار بہ نظر استعارہ خچر کو کہتے ہیں۔ (مترجم)

مقررہ سالانہ خراج کسریٰ کو بھیجتا رہا۔ عرب کے نامی نامی شعرا نے تہنیت کے قصائد لکھے۔ امراو عظمائے قریش اس سے ملنے کو آئے اور اس غیبی امداد پر اس کو مبارکباد دی۔ منجملہ ان کے قریش کے نامی سردار عبدالمطلب (جد رسول صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تھے۔ سیف بن ذی یزن نے ان کی سب سے زیادہ تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھلایا اور کمال عزت سے ان کو رخصت کیا۔

طبری لکھتا ہے کہ وہزر کے مرنے کے بعد کسریٰ نے یمن پر اس کے لڑکے مرزبان کو گورنر بنایا، پھر جب مرزبان مرگیا تو اس کے پوتے [خر[1]] خسرو بن تیجان بن مرزبان کو مامور کیا۔ بعد چندے کسی وجہ سے اس پر شاہی عتاب ہوا اور یہ قید کر کے دربار شاہی میں بھیج دیا گیا۔ اور بجائے اس کے باذان یمن کی گورنری پر متعین ہوا۔ اور یہی تا زمانہ بعثت یمن کا گورنر رہا۔ تا آنکہ آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے۔ اور باذان مسلمان ہوگیا اور یمن میں اسلام کا شیوع ہوا۔ جیسا کہ آئندہ بیان کریں گے۔ **هٰذا آخر الخبر عن ملوک التَّبابِعة من اليمن ومَنْ ملک بعدهم من الفرس** ۔[یمن کے ملوک تبابعہ اور ان کے بعد فارس کے ملوک کا تذکرہ یہاں ختم ہوتا ہے۔]

ہرگاہ کہ ہم کو عرب کے طبقۂ اولیٰ وثانیہ کے حالات واخبار کی تحریر سے فراغت حاصل ہوئی۔ لہٰذا ہم حسب قرار داد شرط کتاب ان کے معاصرین ملوک عجم کے حالات احاطۂ تحریر میں لائیں؛ تا کہ اخبار عالم پورے ہو جائیں۔ اور اجیال عرب ہر طرح سے اور لوگوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اور جو لوگ عرب کے طبقۂ اولیٰ وثانیہ کے معاصر تھے، وہ نبط، سریانی، اہل بابل، پھر جرامقہ، اہل موصل پھر قبط پھر بنو اسرائیل و فارس و یونان و روم تھے۔ اب ہم ان میں سے ایک ایک کا تذکرہ اختصاراً پیش نظر کرتے ہیں۔ **واللّٰه ولى العون والتوفيق لا رب غيره ولا مامول الا خيره** ۔[اللہ ہی مدد کرنے والا ہے، سوائے اس کے کوئی رب نہیں، اس سے بس خیر کی ہی توقع ہے۔]

---

1 اصل نسخے میں خسر تھا، عربی نسخوں سے تصحیح کی گئی۔ [م۔ص]

ملوک بابل وموصل ونینویٰ

کنعان بن کوش بن حام

اس سے پہلے یہ امر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ نوحؑ کے بعد کنعان بن کوش بن حام تخت حکمرانی پر رونق افروز ہوا۔ بعد اس کے اس کا لڑکا نمرود بادشاہ ہوا اور یہ بدعت صابیہ کا مقلد تھا۔ اور بنی سام خالص موحد تھے۔ اور اس توحید کے پابند تھے، جو ان سے پہلے کلدانیوں میں رائج تھی۔ ابن سعید کہتا ہے کہ کلدانئین کے معنی ''موحدین'' کے ہیں۔ توریت میں نمرود کو کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے اور کنعان بن کوش کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم.

واقعۂ بلبلہ

ابن سعید کہتا ہے کہ عابر بن شالخ بن ارفخشذ خروج کر کے اطراف بلاد پر مستولی ہو گیا۔ اور کوثا سے ارض جزیرہ وموصل کی طرف چلا آیا۔ اور یہیں اس نے ایک شہر مجدل نامی آباد کیا اور تاحینِ حیات مقیم رہا۔ بعد اس کے اس کا لڑکا فالغ اس کا وارث وقائم مقام ہوا۔ اور نمرود اور اس کی قوم پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بَلْبَلَہ آیا، بلبلہ ایک مشہور واقعہ ہے اس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ لیکن اس کے معنی ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اور یہ کہنا کہ کل بنی آدم کی ایک زبان تھی، وہ سب کے سب شب کو سوئے اور صبح کو جب اٹھے تو ان کی زبانیں مختلف ہو گئیں۔ بالکل خلاف قیاس اور عادتاً بعید ہے۔ مگر یہ کہ اس کو ہم خوارق انبیا سے شمار کریں اور اس وقت یہ معجزے میں داخل ہو جائے گا۔ حالانکہ اس کی روایت کسی نے نہیں کی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس خرق عادت اور اختلاف اَلسِنہ (زبانوں) کو تقدیر الٰہی کا ایک نمونہ اور اس کی کبریائی کا کرشمہ تصور

کر لیں اور سوائے اس کے بلبلہ کے اور کوئی معنی نہیں مفہوم ہو سکتے۔

حکومت جرامقہ کا قیام

ابن سعید کا یہ بیان ہے کہ سوریان بن عبیط نے فالغ کو بابل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ لیکن اس نے نقض عہد کیا اور اس سے لڑا اور جب فالغ مر گیا اور اس کا لڑکا ملکان حکمراں ہوا تو سوریان نے ارض جزیرہ کو لے لیا، اور بنی عابر (ملکان) کو ارض جزیرہ سے نکال باہر کر کے جزیرہ کی حکومت اپنے ہمشیر زادہ موصل بن جرموق کو دے دی۔ ملکان مع اپنے اہل وعیال کے پہاڑ پر چلا گیا اور وہیں اس نے سکونت اختیار کر لی۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ خضر اسی کی نسل سے ہیں۔ اس واقعے کے بعد موصل اپنے ماموں سوریان بن عبیط سے باغی ہو کر بابل کا مستقل حاکم بن بیٹھا۔ اسی کے زمانے سے ایک حکومت بنام نہاد جرامقہ علاحدہ قائم ہو گئی اور ملوک جرامقہ ملوک عبیط [نبط] سے ممتاز ہو گئے۔

نینویٰ، سنجار اور شہر خضر کی تعمیر

موصل کے بعد اس کا لڑکا راتق تخت حکومت پر بیٹھا۔ بنی نبیط [نبط] سے اکثر یہ لڑتا رہا۔ اس کے بعد اثور بن راتق نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ بعد ازاں نینویٰ بن اثور بادشاہ ہوا۔ اس نے موصل کے مقابلے میں ایک شہر اپنے نام کا آباد کیا، پھر اس کی اولاد سے سنجاریف بن اثور بن نینویٰ بن اثور حکمراں ہوا، اس نے شہر سنجار آباد کیا۔ اور بنی اسرائیل سے لڑا۔ پس اس کو ان لوگوں نے بیت المقدس میں سولی پر چڑھایا۔ بیہقی روایت کرتا ہے کہ سنجاریف کے قتل کے بعد اس کا بھائی ساطرون جزیرہ کا بادشاہ ہوا، اس نے سنجار کے میدان میں نہر ترتار کے کنارے شہر خضر آباد کیا۔

زان بن ساطرون

اس کے بعد زان بن ساطرون تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ صابیہ مذہب[1] رکھتا تھا۔ بیان

---

[1] سورۂ بقرہ آیت نمبر 62 کی تفسیر میں مذہب صابیہ کے بارے میں مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ "یہود کہتے ہیں حضرت موسیٰ کی امت کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی امت کو، صابئین ایک (بقیہ اگلے صفحے پر)

کیا جاتا ہے کہ یونس بن متیٰ اسی کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یونس بن متیٰ جرامقہ سے بنیامین بن اسرائیل کے سبط سے ہیں۔ زان بن ساطرون آپ پر ایمان لایا، پھر اس کے بعد جب بخت نصر نے بابل پر حملہ کیا تو اس کو پھر دین صابئہ کی دعوت دی اور جزیرہ اور بابل کی حکومت پر اس کو برقرار رکھنے کا وعدہ کیا۔

زان نے بخت نصر کی یہ دعوت قبول کر لی اور جزیرہ پر قابض رہا، تا آنکہ ارتاق سپہ سالار فارس نے جزیرہ پر چڑھائی کی۔ اور اس نے کامیابی کے بعد دین مجوسی قبول کر لینے کی شرط پر جزیرہ و بابل پر قابض رہنے دینے کا اقرار کیا اور بہمن شاہ فارس کو لکھ بھیجا۔ بہمن نے ارتاق کو لکھا کہ ''یہ شخص غیر قابل اعتماد ہے اور ادیان کے ساتھ مذاق کرتا ہے؛ اس وجہ سے اس کو زندہ رکھنا قرین مصلحت نہیں ہے۔'' ارتاق نے بہمن کا یہ حکم پاتے ہی زان کو قتل کر ڈالا۔ تیرہ سو برس کے بعد جزیرہ جرامقہ کے ہاتھوں سے جاتا رہا اور ملوک فارس اس پر قابض ہو گئے۔

سنجاریف

اسرائیلین کا یہ خیال ہے کہ سنجاریف ملوک نینویٰ سے ہے۔ اور وہ سب موصل بن اشوذ بن سام کی اولاد سے ہیں۔ اس سے پہلے موصل میں انھیں میں سے فول، تلفات، بلناص وغیرہ بادشاہت کر چکے ہیں۔ انھیں لوگوں نے اسباط عشرہ کے مشہور شہر شورون[1] (جس کو سامرہ کہتے ہیں۔) لے لیا تھا۔ اور اسباط کو شورون (سامرہ) سے نکال کر اطراف اصفہان و خراسان کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اور اہل کومہ (کوفہ) کو شمورون میں آباد کیا۔ اللہ جل شانہٗ نے اس قدر درندہ حیوان پیدا کر دیے کہ جس طرف نظر جاتی تھی۔ دس پانچ آدمی زخمی و مردہ دکھائی دیتے تھے۔ لوگوں نے اسکی شکایت سنجاریف سے کی اور اس سے یہ دریافت کیا کہ شورون [شمورون] کس

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کر لیا ہے اور حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔'' [م۔ص]

1 دارالکتب العلمیہ کے نسخے میں ''شورون'' ہی ہے (79:2) لیکن دارالفکر کے نسخے میں ''شمورون'' ہے (72:2)۔[م۔ص]

ستارے کے حصے میں ہے؛ تا کہ صابئہ کے طریقے سے اس ستارے کی روحانیت اتاری جائے۔

سنجاریف نے اس سے اعراض کر کے دو یہودی کاہنوں کو بھیج دیا۔ انھوں نے اہل شورون [شمورن] کو دین یہودیت کی تعلیم دی۔ اور سنجاریف نے شورمون [شمورن] پر مستولی ہونے کے بعد بیت المقدس پر چڑھائی کی اور کثرت لشکر پر مغرور ہو کر بنی اسرائیل سے کہا ''تمھارا رب کہاں ہے، جو تم کو میرے ہاتھوں سے نجات دے۔''

بنی اسرائیل کا بادشاہ یہ سن کر اپنے زمانے کے نبی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے دعا کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ اس کی دعا سے سنجاریف کے لشکر پر ایسا وبال آیا اور وہ ایسی سماوی آفت میں گرفتار ہوا کہ صبح کو اس کے ایک لاکھ پچاسی ہزار سپاہی مردہ پائے گئے۔ بہ مجبوری سنجاریف، نینویٰ کو واپس آیا۔ اور اپنے لڑکوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ جس وقت کہ وہ اپنے معبود (کوکب) کو سجدہ کر رہا تھا۔ سنجاریف کے قتل کے بعد ایسر حدون ابن سنجاریف نینویٰ کا بادشاہ ہوا۔ بعد ازاں بخت نصر ان پر غالب آیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ اس کے حالات میں بیان کریں گے۔

نمرود

ملوک بابل نبط ہیں۔ اور وہ نبط [نبیط] بن اشوذ بن سام کی اولاد سے ہیں۔ مسعودی ان کو نبط [نبیط] بن ماش بن ارم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ ارض بابل میں رہتے تھے۔ ان میں سے سب سے پہلے شوریان [سوریان] بن نبط [نبیط] نے بادشاہت کی۔ مسعودی کہتا ہے کہ اس کو فالغ نے بابل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ فالغ کے انتقال کے بعد اس نے بدعت صابئہ ظاہر کی اور اسی مذہب کا پابند ہوا۔

بعدہٗ اس کا لڑکا کنعان ملقب بہ نمرود تخت حکومت پر بیٹھا اور اس نے اس مذہب کو خوب پھیلایا۔ بعدہٗ اس کا لڑکا کوش بادشاہ ہوا، جو ابراہیم علیہ السلام کا نمرود ہے۔ اور جس نے آزر (پدر سیدنا ابراہیمؑ) کو طلب کر کے بیت الاصنام (بت خانے) کا داروغہ مقرر کیا تھا۔ کیونکہ ارغو [ارعو] بن فالغ بعد انتقال فالغ کوثا میں چلا آیا اور نماردہ کے ساتھ مذہب صابئہ اختیار کر لیا۔ یہی مذہب اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسل آزر ابن ناحور تک برابر چلا آیا۔ پس ہاجر بن کوش نے

آزر کو بیت الاصنام کا داروغہ مقرر کیا اور ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ ان کے حالات جو کچھ صحیح اور ثقات کے نقل کے موافق تھے ان کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

بیت المقدس پر بخت نصر کا حملہ

الغرض بابل میں نمارده (نمرودوں) کی حکومت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور بخت نصر انھیں میں سے تھا۔ جیسا کہ بعضوں نے لکھا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ جرامقہ (اہل نینویٰ) نے بابل پر فوج کشی کی۔ چنانچہ سنجاریف اس پر مستولی ہوا اور اس نے اپنے امرا میں سے بخت نصر کو اس کا گورنر بنایا۔ پھر بعد چندے اہل بیت المقدس نے نقض عہد کیا۔ تب بخت نصر نے بنی اسرائیل سے بیت المقدس میں معرکہ آرائی کی اور بعد محاصرہ وقتل وقید کے بنی اسرائیل کے بادشاہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کی مسجد کو ویران کر دیا۔

نمارده کی حکومت کا خاتمہ

پھر جب بخت نصر مر گیا تو اس کا لڑکا نشبت نصَّر بادشاہ ہوا۔ بعدۂ بنیصر حاکم ہوا۔ اس سے اور ارتاق مرزبان کسریٰ سے لڑائی ہوئی۔ ارتاق نے اس کو مار ڈالا اور بابل اور اطراف بابل کا حاکم بن بیٹھا۔ بعد اس کے نبیط [نبط] اور جرامقہ دولت فارس کی رعیت میں شمار کیے جانے لگے۔ اور دولت وحکومت نمارده کی بابل سے منقطع ہوگئی۔ **ھکذا ذکر ابن سعید ونقله عن داھر مورخ دولة الفرس**۔ (ایسا ہی ابن سعید نے ذکر کیا ہے۔ اور اس کو نقل کیا ہے داہر مورخ دولت فارس سے۔)

سریانیین سے متعلق مسعودی کا بیان

ابن سعید نے سریانیین اور نبیط کو ایک گروہ اور ایک ہی دولت قرار دیا ہے۔ لیکن مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ دو دولتیں تھیں سریانیین کی نسبت وہ کہتا ہے کہ ’’بعد طوفان جہاں میں سب کے پہلے سریانیین نے بادشاہت کی۔ ایک صدی یا کسی قدر اور زیادہ زمانے میں ان کے نو بادشاہوں کے نام بہ اسماء عجمیہ تحریر کیا ہے، جس کو ہم بوجہ قلت وثوق وعدم اعتبار صحت نقل تحریر نہیں کیا چاہتے۔ ہاں شوشان کے بارے میں وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اپنے

سر پر تاج رکھا تھا اور یہی تاج کا موجد ہوا ہے اور چوتھے بادشاہ نے قلعے بنوائے۔شہر آباد کیے اس کے زمانے میں ہند کا بادشاہ رتبیل تھا اور اس نے اکثر ملوک مغرب کی سلطنتیں چھین لیں اور ان کی دولت وحکومت کا خاتمہ کر دیا۔آٹھویں کا نام ماروت بتلاتا ہے اور اپنے آخر کلام میں ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ موصل اور بابل کے حاکم تھے۔ملوک یمن ان سے اکثر مغلوب اور کبھی غالب رہتے تھے۔نویں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ غیر مستقل تھا، اس کے مزاج میں تلون حد سے زیادہ پایا جاتا تھا۔اور اس کے بھائی نے سلطنت تقسیم کر لی تھی۔غرضیکہ اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خمر (شراب) کھینچی وہ فلاں شخص تھا، جس نے شطرنج کا کھیل ایجاد کیا وہ فلاں تھا۔ جو سب سے پہلے بادشاہ ہوا وہ فلاں تھا الٰی غیر ذالک۔حالانکہ ہمارے نزدیک یہ سب خلاف قیاس باتیں اور صحت سے منزلوں دور ہیں۔اصل بات یہ ہے چونکہ سریانیین اقدم الخلیقہ (خلقت میں سب سے مقدم) ہیں۔اسی وجہ سے کل قدیم چیزیں مثلاً لغت، سحر، خط وغیرہ ان کی جانب منسوب کیے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

نبط سے متعلق مسعودی کا بیان

نبط کی نسبت مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ بابل سے تھا۔وہ لکھتا ہے کہ ان کا پہلا بادشاہ نمرود جبار تھا۔اور یہ ماش بن ارم بن سام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔اس نے بابل میں محل بنوایا تھا اور کوفہ کی نہر کھدوائی تھی۔اور دوسرے مقام پر اسی نمرود کو کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے۔ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ دونوں نمرود ایک تھے یا کہ دو، پھر نمرود کے بعد چودہ سو برس کے اندر چھیالیس بادشاہوں کے نام بہ اسمائے عجمیہ تحریر کرتا ہے، جن کو ہم بوجہ دقت وعدم صحت نقل نہیں کیا چاہتے۔لیکن ''الموفی'' میں نو صدی کے اندر بیس بادشاہوں کے نام تحریر کرتا ہے۔اور لکھتا ہے کہ نویں صدی میں ملوک بابل اہل فارس سے لڑے تھے اور چودھویں صدی میں بیان کرتا ہے کہ اس صدی میں سنجاریف بادشاہ تھا۔یہی بنی اسرائیل سے لڑا تھا اور ان کو بیت المقدس میں گھیر رکھا تھا۔اور ان سے اس نے جزیہ لیا تھا اور اس کا سب سے پچھلا بادشاہ داریوش تھا جو دارا کے لقب سے مشہور تھا جس کو سکندر نے قتل کیا۔جب کہ اس نے بابل پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔اس نے اپنے اس سلسلۂ کلام اور ملوک بابل کے بیان میں خلیل علیہ السلام کے نمرود کا کچھ ذکر نہیں کیا۔حالانکہ

ان نمارده (نمرودوں) کی سکونت ارض بابل بتلاتا ہے۔ واللّٰہ اعلم

نمرود سے متعلق طبری کا بیان

طبری کہتا ہے کہ نمرود [نمروذ] بن کوش بن کنعان ابن حام ابراہیم الخلیل علیہ السلام کے عہد میں تھا۔ پہلے عادارم کہا جاتا تھا۔ جب وہ گروہ ہلاک ہوگیا تو ثمودارم کہے جانے لگے۔ جب یہ بھی ہلاک ہوگئے تو نمرودارم کے نام سے مشہور ہوئے۔ جب یہ بھی ہلاک ہوگئے تو کل اولا دارم کوارمان کہنے لگے۔ پس یہ سب نبط ہیں اور یہ موحد تھے۔ اور بابل میں رہتے تھے۔ تا آنکہ نمرود بادشاہ ہوا اور اس نے ان کو بت پرستی سکھلائی۔ انتھی کلام الطبری۔ [طبری کا کلام ختم ہوا۔]

بابل

ہروشیوش مورخ رومہ کہتا ہے کہ جس نے اہل بابل کو بت پرستی کی طرف مائل کیا وہ نمرود الجسیم تھا۔ اور بابل مربعتہ الشکل آباد کیا گیا تھا۔ اس کی شہر پناہ اسی [80] میل کی تھی۔ دیوار اس کی دوسو گز بلند اور پچاس گز عریض اور اینٹ اور چونے سے بنائی گئی تھیں۔ شہر پناہ کے سو دروازے تھے۔ جن میں تانبے کے کواڑے لگے ہوئے تھے اور اس کے اوپر محافظین کے رہنے کے لیے مقامات بنے ہوئے تھے۔ جنگی سپاہیوں کا فصیلوں اور دیواروں پر پہرہ رہتا تھا۔ شہر پناہ کے باہر خندق تھی اور خندق کے بعد ایک عمیق نہر تھی۔ اس شہر پناہ کو ملک جیرش (کسریٰ اول) بادشاہ فارس نے مسمار کیا۔ جب کہ اس کو بابل پر قبضہ مل گیا تھا۔ انتھی کلام ھروشیوش۔ [ہروشیوش کا کلام ختم ہوا۔]

نمرود سے متعلق ایک روایت

ان لوگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود لقبی نام ہر بادشاہ بابل کا ہے۔ اس وجہ سے کہ انساب مختلفہ میں کبھی سام کی طرف اور کبھی حام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

بعض مورخین یہ گمان کرتے ہیں کہ خلیل علیہ السلام کا نمرود، نمرود بن کنعان بن سنجاریف

بن نمرود الاکبر تھا۔ اور بخت نصر اس کی نسل سے ہے اور یہ ابن برازاد [برزاد] بن سنجاریف بن نمرود ہے اور شاہان کیانی (فارس والے) بابل پر چڑھ آئے تھے اور بخت نصر کو مغلوب کر دیا تھا۔ لیکن پھر اس کو بحال رکھا اور کسی قدر اس سے خراج مقرر کر لیا تھا اور بنی ساسان سے کسریٰ اول نے شہر بابل کو ویران کیا ہے اور اسرائیلین اپنے انبیا دانیالؑ اور ارمیاؑ کی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ بخت نصر کاسِد بن حادر کی نسل سے ہے اور یہ ابراہیم الخلیلؑ کا بھائی ہے۔ بنو کاسد ملوک بابل سے شمار کیے جاتے ہیں اور ان کو کسد انئین بھی کہتے ہیں۔ انھیں میں سے بخت نصر بھی تھا۔ جو اکثر معمورات عالم پر قابض ہو گیا تھا۔ اور بنی اسرائیل کو مغلوب کر دیا تھا۔ اور ان کی حکومت چھین لی تھی۔ اور بیت المقدس کو ویران کر دیا تھا۔ اس کی حکومت مصر سے متجاوز ہو گئی تھی۔ پینتالیس برس تک یہ سلطنت کرتا رہا۔

بعدہٗ اس کا لڑکا اوبل [اویل1] مَر وَدا ابن بخت نصر تیس برس تک حکومت کی کرسی پر بیٹھا رہا۔ بعد ازاں بلیتصَّر ابن اوبل مَر وَد تین برس تک حکمراں رہا۔ اسی کے اخیر زمانے میں دارا (شاہ فارس) اور اس کے داماد کورُش نے بابل پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ بعض اسرائیلین کا یہ خیال ہے کہ بخت نصر اور ملوک بابل، کسدیم کی اولاد سے ہیں اور کسدیم، عیلام بن سام (برادر اشوذ) کی نسل سے ہے اور اشوذ سے ملوک موصل ہیں۔ **انتھیٰ الکلام فی ملوک الموصل و ملوک بابل. و ھذا غایة ما ادی الیه البحث من اخبارھم و انسابھم.** [شاہان موصل و بابل سے متعلق کلام ختم ہوا، ان کے اخبار و انساب کے سلسلے کی بحث یہاں تمام ہوئی۔]

ملوک بابل و موصل کا مذہب

ملوک بابل و موصل ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اس کی روحانیت کو بذریعۂ طلسم اور سحر اتارتے تھے۔ اسی طریقے کا نام صابیہ ہے۔ طلسمات اور سحر میں ان کو بڑا دخل تھا۔ ستاروں کی حرکات اور آثار کے خوب ماہر تھے۔ کبھی اس دعوے پر آیت "**وما انزل علی الملکین**"

1۔ دار الکتب العلمیہ (82:2) کے نسخے میں "اوبل" ہے اور دار الفکر (82:2) کے نسخے میں "اویل" ہے۔ [م۔ص]

[البقرة:102] بکسر اللام کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ ہاروت [1] و ماروت ملوک سریانئین سے تھے اور یہی اول ملوک بابل ہیں۔ اور یہ قرائت مشہور یہ دونوں (ہاروت و ماروت) فرشتے تھے۔ اس صورت میں اس فتنے کا اختصاص ارض بابل کے ساتھ اس امر کو بتلا رہا ہے کہ اہل بابل سحر و طلسمات میں بہ نسبت باشندگان عالم کے ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اور منجملہ ان دلائل کے جو ان کی نجومیت اور ساحریت پر پیش کیے جا سکتے ہیں، یہ ہیں کہ ہم نے یہ علوم (نجوم و سحر) اہل مصر سے پایا ہے اور اہل مصر ان کے ہمسایہ تھے۔ ملوک مصر کو بھی اس فن کی طرف خاص توجہ تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے معارضے کو ساحرین مجتمع کیے گئے تھے۔ صعید مصر میں اب تک زبان حال سے بقایائے آثار سحریہ اس دعوے کی شہادت دے رہے ہیں۔ و اللہ اعلم۔

●●●

---

[1] ہاروت اور ماروت کے واقعے میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے ان کو فرشتہ لکھا ہے اور بعضے ان کو بابل کا بادشاہ کہتے ہیں۔ (مترجم)

شجرۂ نسب ملوک بابل وموصل ونینویٰ

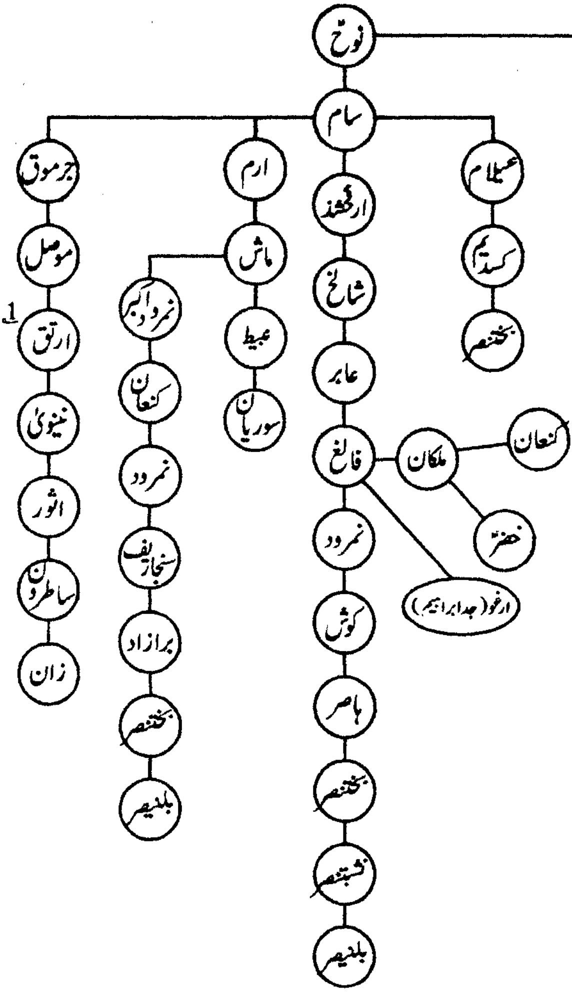

1 عربی نسخوں میں راتق ہے۔[م۔ص]

ملوک قبط

قبطیوں کی اصل

یہ گروہ بھی قدیم الخلقت تسلیم کیا گیا ہے۔ اور بہ اعتبار حکومت کے اس کا زمانہ دراز گذرا ہے۔ انھوں نے اپنی سکونت کے لیے مصر اور اطراف مصر کو پسند کیا تھا۔ یہ ابتدائے عالم سے وہیں رہے اور اسی مقام پر ان کی دولت وحکومت رہی، تا آنکہ آفتاب اسلام کی روشنی نے ان کی چمک ودمک کو ماند کر کے ان کی دولت وحکومت کا خاتمہ کر دیا۔

کبھی یہ اپنے معاصرین (عمالقہ، فرس، روم) سے مغلوب ہو جاتے تھے۔ جبکہ یہ کمزور ہو جاتے تھے اور گاہے یہ ان پر غالب آ جاتے تھے۔ اور ان کو اپنے ممالک سے نکال دیتے تھے۔ تا آنکہ مملکت اسلام نے دولت وحکومت ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ کتب قدیمہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مصر اپنے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے۔ بعد چند زمانے کے لغات متغیر ومختلف ہو جانے کی وجہ سے یہ اسم مجہول المعنی رہ گیا۔

مشہور قول تو یہ ہے کہ یہ نسباً حام بن نوح کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ مگر مسعودی ان کو بنصر بن حام کی نسل سے بتاتا ہے۔ حالانکہ توریت میں بنصر بن حام کا کچھ ذکر نہیں آیا ہے۔ البتہ مصرایم، کوش، کنعان، قوط کا تذکرہ آیا ہے۔ سہیلی کہتا ہے کہ قبطی کنعان بن حام کی اولاد سے ہیں۔ کیونکہ قبطی مصر کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ اور مصر نبیط یا قبط بن نبیط کا لڑکا ہے۔ اور نبیط، کوش بن کنعان بن حام کی اولاد سے ہے۔ ہروشیوش بیان کرتا ہے کہ قبطی قبط بن لایق بن مصر کی اولاد سے شمار کیے جاتے ہیں۔ اور اسرائیلین کا یہ خیال ہے کہ یہ قوط ابن حام کے اخلاف

سے ہیں اور بعضوں کے نزدیک یہ کفتوریم بن قبطقائین کی نسل سے ہیں۔ اور قبطقائین کے معنی قبط کے ہیں۔

مصر بن بنصر

مسعودی کی تحریرات سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بنصر بن حام، نمرود بن کنعان کے عہد حکومت میں ارض مصر کی حکومت وسرداری کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس نے وہیں سکونت اختیار کی اور وقت انتقال ارض مصر کی حکومت کی وصیت اپنے لڑکے مصر کے حق میں کی۔ اس نے اپنے دائرہ حکومت کو اسوان وبمین وعریش وایلیہ وفری سیسہ[1] تک بڑھا لیا۔ اسی کی طرف یہ سرزمین منسوب کی گئی اور مصر کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی جہات اربعہ میں جانب جنوب، نوبہ اور جانب شرق شام اور شمال میں بحر زقاق اور غرب میں برقہ ونیل ہیں۔

ابوالاقباط قبط بن مصر

مصر نے بڑی عمر پائی تھی۔ اس کی حالت حیات میں اس کے لڑکے جوان ہو گئے تھے۔ اس نے ملک وحکومت کی وصیت اپنے بڑے لڑکے قبط کے حق میں کی۔ قبط بن مصر بھی طویل العمر ہوا۔ یہی ابوالاقباط (قبطیوں کا باپ) ہے۔ اس کے بعد اشمون بن مصر، بعدازاں صاثم، بعدازاں اتریب یکے بعد دیگرے بادشاہ ہوئے۔ بعد اتریب کے اور ملوک کے نام بہ اسماء عجمیہ تحریر کیے ہیں۔ جن کو ہم بوجہ عجمیت احاطۂ تحریر میں نہیں لا سکتے۔ اتریب کے بعد چھ کو ذکر کر کے تحریر کرتا ہے۔ ''پس بنصر بن حام کی کثرت اولاد ہوئی اور اس کی نسلیں متعدد شاخوں میں پھیل گئیں۔ اور جب ان پر عورتیں حکومت کرنے لگیں تو بادشاہ شام عمالقہ سے ولید بن دومع نے ان پر حملہ کیا اور ان کی خودمختاری چھین کر کے ان کو اپنا باج گذار اور مطیع بنالیا۔

شداد بن مداد کی مصر پر فوج کشی

علامہ ابن سعید بہ استشہاد کتب مشارقہ تحریر کرتا ہے کہ مصر کے بعد اس کا لڑکا قبط بادشاہ

---

1. دارالکتب العلمیہ کے نسخے میں ''فرسیہ'' ہے۔ (85:2) دارالفکر کے نسخے میں ''فریسیہ'' ہے۔ (84:2) [م-ص]

ہوا۔اس کے زمانۂ حکومت میں شداد بن مداد بن شداد بن عاد نے ملک مصر پر فوج کشی کی اور نشیبی مصر پر قبضہ کرلیا۔

اتریب بن مصر

جب قبط اثنائے لڑائی میں مارا گیا تو اس کا بھائی اُتریب تخت حکومت پر بیٹھا۔اس نے اپنی قوم کی گئی ہوئی قوت کو پھر مجتمع کیا اور بہ اعانت بر برو سوڈان عرب کو مصر سے نکال کر شام کی طرف کردیا۔اتریب نے بہت اچھی حکومت کی۔اس نے اپنے زمانۂ حکومت میں دو شہر آباد کیے۔ایک تو اپنے نام کا اور دوسرا شہر عین شمس۔

بعد اس کے بودشیر بن قبط ،مصر کا بادشاہ ہوا۔اس کی تحریک سے ہرمس مصری جبل القمر کی طرف گیا اور اس نے بلاد الواحات وغیرہ آباد کیے۔

بعدہٗ عدیم بن بودشیر ،زاں بعد شدات بن عدیم ،پھر اس کا لڑکا منذوش بن شدات (اس نے شہر عین شمس کو از سر نو آباد کیا۔اس کو سحر وطلسمات میں بڑا توغل[1] تھا۔) پھر مقلاوش بن مقناوس ،عبد البقر ،مرقیس یکے بعد دیگرے حسب ترتیب تحریر بادشاہ ہوئے۔مرقیس اس سلسلے کا آخری بادشاہ ہے۔

اشمون بن قبط

اس کے زمانے میں اشمون بن قبط اس کے چچا نے حملہ کرکے مصر کی عنان حکومت اپنے قبضے میں لے لی اور ایک شہر اشمون نامی آباد کیا۔بعدہٗ اشاد بن اشمون ،پھر صا بن قبط (یہ اشاد کا چچا تھا۔اس نے بھی ایک شہر اپنے نام کا آباد کیا۔) ندراس (یہ بہت بڑا حکیم تھا،اس نے ہیکل زہرہ بنایا ،جس کو بخت نصر نے مسمار کیا۔) پھر مالیق بن ندراس تخت حکومت پر بیٹھے۔مالیق اس خاندان میں ایک ایسا بادشاہ ہوا۔جو صابیہ دین کو چھوڑ کر موحد ہوگیا۔بربر اور اندلس کی طرف بڑھا اور فرنج (فرانس) سے لڑا۔اس کے بعد اس کا لڑکا حربیا بن مالیق بادشاہ ہوا۔اس نے اپنی بدقسمتی سے صابیہ مذہب پھر اختیار کرلیا۔بلاد ہند وسودان وشام پر چڑھائی کی۔

---

1. توغل=شغف ،لگاؤ ،دخل۔[م۔ص]

حکیم الملوک کلکی بن حربیا

اس کے بعد کلکی بن حربیا حکومت کی کرسی پر بیٹھا۔ اس کو قبطی، حکیم الملوک کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اس نے ہیکل زحل بنایا۔ یہ اپنے بھائی مالیا بن حربیا کو ولی عہد کر کے لہو ولعب میں مصروف ہو گیا۔

فرعون اول

اس کو اس کے لڑکے خرطیش نے حالت غفلت میں مار ڈالا۔ اور خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ یہ بہت بڑا سفاک و بے رحم و قاتل و ظالم تھا۔ قبطی اس کو خلیل علیہ السلام کا فرعون کہتے ہیں۔ اور اس کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ یہی اول الفراعنہ (فرعونوں کا اول) ہے۔

حوریا بنت خرطیش

جب اس نے اپنے اعزہ و اقارب پر دست درازی شروع کی تو اس کی لڑکی حوریاؔ نے اس کو زہر دے کر مار ڈالا۔ اور خود قبطیوں کی بادشاہ بن بیٹھی۔ ابراحس جو اس کے چچا اتریب کی اولاد سے تھا، وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر ابراحس شام کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔

پھر کنعانیوں کی امداد سے ان کے سپہ سالار جیرون کو اپنے ہمراہ لے کر مصر پر چڑھائی کی، جس وقت مصر کے قریب پہنچا، حوریا جیرون کے پاس آئی۔ جیرون اس کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ حوریا نے کہا ''میں اس شرط پر تجھ کو اپنی شوہریت کا اعزاز دے سکتی ہوں کہ تو ابراحس کو قتل کر ڈال اور اسکندریا کو بنا دے۔'' جیرون کے نرم دل پر اس کا عشق غالب آچکا تھا۔ اور وہ اس پر مفتون ہو چکا تھا۔ اس نے اس کی دونوں شرطیں قبول کر لیں اور دونوں کو اتمام کو پہنچا دیا۔ لیکن حوریا نے جیرون کو بھی زہر دے دیا اور آپ بے غل و غش مستقل طور سے حکومت کرنے لگی۔ اس نے منارۂ اسکندریہ بنوایا اور اپنے زمانہ حیات میں اپنی عم زادی دلیقیہ کو ولی عہد کیا۔

ولید بن دومع

جب حوریا کا انتقال ہو گیا۔ اور دلیقیہ تخت حکومت پر بیٹھی تو اتریب کی اولاد سے ایمین

[ایمن] نامی ایک شخص نکلا اور وہ ابراحس کے خون کا بدلہ لینے کو مستعد ہوا۔ اور اسی غرض سے عمالقہ کے بادشاہ ولید ابن دومع سے جا کر ملا اور اس سے مدد چاہی۔ ولید ابن دومع ایمین [ایمن] کے ساتھ مصر کی طرف بڑھا اور نہایت کم مدت میں اس پر قبضہ کر لیا۔ اسی کے زمانے میں قبطیوں کے ہاتھ سے مصر کی حکومت جاتی رہی۔ اور عمالقہ اس پر قابض ہو گئے۔

اطفیر عزیز مصر

ولید ابن دومع عیش وعشرت میں زیادہ منہمک رہتا تھا۔ اطفیر اس کا وزیر کل کاروبار حکومت وانتظام کر رہا تھا۔ یہ عزیز مصر کے لقب سے مشہور تھا۔

حضرت یوسفؑ کی وزارت

اور اسی کی قائم مقامی یوسفؑ صدیق نے کی اور وحی والہام کے ذریعے سے قحط اور خزائن کا انتظام کیا۔ ولید ابن دومع کے بعد دارم بن ریان بادشاہ ہوا۔ اس کو قبط و یموص کہتے ہیں۔ یوسفؑ نے اس کی بھی وزارت کی تھی۔ اسی کے زمانے میں آپ کا انتقال ہوا۔ بعد انتقال یوسفؑ صدیق اس کا کارخانہ بالکل درہم برہم ہو گیا۔ کج خلقی، ظلم اور ہزارہا بدعتوں کا بانی ہوا۔ آخر کار نیل میں ڈوب کر مر گیا۔

معدانوس بن دارم

بعد اس کے اس کا لڑکا معدانوس بن دارم تخت حکومت پر بیٹھا اور اس نے رہبانیت کی بنا ڈالی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا کاشم تخت نشین ہوا۔ اس نے بنی اسرائیل کو ذلیل کیا۔ اسی کے وقت سے بنی اسرائیل کا شمار اراذل میں ہونے لگا، اس کو اس کے دربان نے مار ڈالا اور اس کی جگہ پر اس کے لڑکے لاطش کو تخت نشین کیا۔ لاطش تخت حکومت پر بیٹھتے ہی لہو لعب میں مشغول ہو گیا۔

لہوب

اراکین سلطنت نے اس کو تخت سے اتار کر ندراس کی نسل سے ایک دوسرے شخص لہوب (لاہب) نامی کو تخت حکومت پر بیٹھایا۔ یہ بہت بڑا جابر تھا۔ قبط کا یہ خیال ہے کہ یہ موسیٰ

علیہ السلام کا فرعون ہے۔ اور اہل اثر کہتے ہیں کہ فرعون موسیٰ ولید بن مصعب تھا اور یہ نجار تھا۔ رفتہ رفتہ جان نثاروں کی فوج میں شامل ہو گیا۔ پھر ترقی کر کے وزارت تک پہنچا اور وزارت سے بادشاہت کے رتبے پر پہنچ گیا۔ لیکن یہ بعید از قیاس ہے جیسا کہ ہم کتاب الاول (مقدمۂ تاریخ) میں لکھ آئے ہیں۔

دلوکہ

مسعودی کہتا ہے کہ موسیٰ کا فرعون قبطیوں میں سے تھا۔ بعد ہلاکی فرعون قبطیوں پر ملوک شام کا خوف غالب ہوا، انھوں نے دلوکہ نامی ایک عورت کو شاہی خاندان سے اپنا بادشاہ بنایا۔ جس نے ارض مصر پر ایک دیوار کھینچی۔ جو حائط العجوز کے نام سے مشہور ہے۔ دلوکہ کے بعد مسعودی نے آٹھ بادشاہوں کے نام بہ اسمائے عجمی لکھے ہیں۔ اور آٹھویں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ فرعون الاعرج ہے۔ اس کے سایۂ امن میں بنی اسرائیل آئے تھے۔ جب کہ بخت نصر نے ان پر حملہ کیا تھا۔ پس بخت نصر مصر میں داخل ہوا اور اس کو قتل کر کے ہیاکل صابیہ کو منہدم کر کے آتش کدہ بنوایا۔

مسعودی کہتا ہے کہ ابن عبدالحکم روایت کرتا ہے کہ اس بڑھیا دلوکہ نے تدورہ نامی ساحرہ کو بلوایا اور اس کے ذریعے سے وسط شہر منف میں ایک طلسمی مکان بنوایا۔ جس میں حیوانات ناطق (انسان) اور اعجم (غیر ناطق) کی تصویریں بنائیں۔ جو حادثات ان تصویروں پر واقع ہوتے تھے، وہ اثر بعینہ جو خارج طلسم انسان یا حیوان تھے، ان پر پڑتا تھا۔ اس ذریعے سے اہل مصر اپنے ہر مخالف کے شر و فساد سے محفوظ رہتے تھے۔ اس نے بیس برس حکومت کی۔

بعد اس کے درکون بطلوس نامی ایک لڑکا تخت نشین کیا گیا۔ اس کے بعد بردیس بن درکون بطلوس پھر نقاس بن نقراس بعدہٗ مرینا بن مرینوس بعدہٗ آران استمارس بن مرنیا یکے بعد دیگرے بادشاہ ہوئے۔ استمارس کے زمانے میں سلطنت بہت ضعیف ہو گئی تھی۔ اکثر مقامات میں بلوہ اور بغاوتیں آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔ خاص مصر میں چند سپاہیوں نے بہ سازش بعض امرا بلوہ کیا اور استمارس کو قتل کر کے بلوطیس بن منا کیل کو تخت نشین کیا۔ اس نے چالیس برس حکومت کی۔ اس کے بعد مالوس بن بلوطیس، بعدہ اس کا بھائی منا کیل۔

فرعون الاعرج

بعدہ برکت بن منا کیل یکے بعد دیگرے تخت حکومت کے مالک رہے۔ برکت بن منا کیل نے ایک سو بیس [120] برس سلطنت کی۔ اسی کو فرعون الاعرج کہتے ہیں۔ اسی نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا اور اہل قدس کو اپنا تختۂ مشق بنایا تھا۔ جیسا اس کا ابتدائی زمانہ بہ اعتبار امن و عدل کے قابل تعریف تھا۔ ویسا ہی آخری زمانہ ظلم وتعدی کے لحاظ سے لائق نفریں ہے۔

ابن عبدالحکم کہتا ہے کہ اس کے بعد مرینوس بن برکت تخت حکومت پر بیٹھا، بعدۂ فرقون بن مرینوس بادشاہ ہوا اور اس نے ساٹھ برس حکومت کی۔

اس کے بعد نقاس بن مرینوس بادشاہ ہوا۔ نقاس کے زمانے میں دلوکہ کا وہ طلسمی مکان جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ قریب منہدم ہونے کے ہوگیا۔ کیونکہ دلوکہ کے بعد پھر کسی شخص میں ایسی صلاحیت اور قابلیت باقی نہ رہی، جو اس کو وقتاً فوقتاً درست کرتا جاتا۔ نقاس کے بعد قومس بن نقاس بادشاہ ہوا۔ اور ایک مدت تک حکومت کرتا رہا۔

بنی اسرائیل پر بخت نصر کا تشدد

بعدازاں بخت نصر نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔ اور بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم وستم کیے۔ بنی اسرائیل بیت المقدس سے بھاگ کر قومس کے پاس چلے آئے۔ قومس نے ان کو پناہ دی۔

مصر پر بخت نصر کا حملہ

بخت نصر نے قومس کو اس سے منع کیا۔ لیکن جب قومس نے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو بخت نصر مصر کی طرف بڑھا اور پہلے ہی حملے میں قومس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ مصر کو لوٹ لیا۔ چالیس برس تک مصر ویران پڑا رہا۔ بعدۂ ارمیا نے مصر میں سکونت اختیار کی۔ اور اہل مصر پھر آباد کیے گئے۔ بعدازاں سلاطین فارس وروما تمام دنیا پر غالب آئے۔ اور پھر روم اور اہل مصر میں لڑائیاں ہوئیں۔ اہل مصر نے خراج دینا منظور کیا۔ اور فارس وروم نے مل کر مصر کو تقسیم کرلیا۔

ایک زمانۂ دراز تک نوابین فارس وروم مصر پر حکومت کرتے رہے۔ تا آنکہ اسکندر

یونانی کا مصر پر قبضہ ہوا۔ اس نے اسکندریہ اور آثار قدیمہ کو از سر نو بنوایا۔ بعد ازاں قیاصرۂ روم، مصر و شام پر غالب آئے اور مصر کی حکومت اپنی طرف سے قبط کو دی۔ یہاں تک کہ اسلام کا پھریرا کامیابی کی ہوا میں اڑتا نظر آیا۔

ان دنوں اسکندریہ اور مصر میں قبطیوں کا آخری فرماں روا مقوقس حکومت کر رہا تھا۔ اس کا نام بہ روایت سہیلی جریج بن مینا تھا۔ جیسا کہ سہیلی نے نقل کیا ہے۔ جناب رسالت مآب صلعم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو نامۂ مبارک دے کر اس کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ پس یہ اسلام قبول کرنے پر مائل ہو گیا اور رسول مقبول صلعم کی خدمت میں چند چیزیں ہدیتاً روانہ کیں۔ جن کو اہل سیر نے ذکر کیا ہے منجملہ ان کے ایک خچر تھا۔ جس پر رسول مقبول صلعم اکثر سوار ہوا کرتے تھے۔ جس کا نام دلدل رکھا گیا تھا۔ اور ایک گدھا تھا جو یعفور کے نام سے مشہور تھا۔ اور ماریہ قبطیہ والدہ جناب ابراہیم ابن رسول مقبول صلعم اور ان کی والدہ اور ہمشیرہ شیریں بھی تھیں۔ جناب رسول مقبول صلعم نے شیریں کو حسان بن ثابت کو مرحمت فرمایا۔ اور چند پیالے شیشے کے تھے، جو اکثر رسول مقبول صلعم کے استعمال میں رہتے تھے۔ اور شہد مصری جو عسل الطیب کے نام مشہور ہے، بھیجا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل روم کو جب مقوقس کے ان ہدایا کی اطلاع ہوئی تو اس نے مقوقس کو متہم بالاسلام کر کے ریاست مصر سے معزول کر دیا۔

اہل مصر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

مسلم نے اپنی صحیح میں بروایت ابوذر غفاریؓ بیان کیا ہے کہ:

''اِنَّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم قال اذا افتتحتُمْ مصراً وانکم مستفتحون مصر فاستو صوابا ھلھا خیرا فان لھم ذمۃ ورحما او صھراً۔''

(بیشک رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے کہ جب تم مصر کو فتح کرنا اور بیشک مصر کو تم فتح کرو گے پس اہل مصر کے ساتھ نیکی کرنا کیونکہ ان کو ذمہ اور رحم ہے یا صہر (دامادی) ہے۔)

علامہ ابن اسحاق زہری سے روایت کرتا ہے کہ میں نے زہری سے کہا کہ ''مَا الرَّحِم

الـلتـي ذكـر؟ ''(وہ کون سا رحم ہے جس کا ذکر کیا گیا۔) زہری نے جواب دیا کہ حضرت ہاجرہ مادر اسماعیلؑ انھیں میں سے تھیں۔ اور بعض رواۃ حدیث صہر کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ مادر ابراہیمؑ ابن رسول اللہ صلعم انھیں میں سے تھیں۔ جن کو مقوقس نے جناب رسول مقبول صلعم کو ہدیۃً بھیجا تھا۔

مصر پر عمرو بن العاص کا قبضہ

طبری کہتا ہے کہ عمرو ابن العاصؓ نے جس وقت مصر پر قبضہ کیا تو لوگوں نے جناب رسول صلعم کی وصیت سے ان کو آگاہ کیا۔ عمرو ابن العاص نے کہا'' یہ ایسا نسب ہے کہ جس کے حق کی نگہداشت سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا؛ کیونکہ یہ نسب بعید ہے اور اہل مصر نے عمرو ابن العاصؓ سے بیان کیا کہ ہاجرہ لونڈی نہ تھیں، بلکہ خاندان سلطنت سے تھیں، وہ ہمارے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی بیوی تھیں۔ ہم سے اور اہل عین شمس سے لڑائیاں ہوئیں، اہل عین شمس ہم پر غالب آئے۔ ان کے بادشاہ نے ہمارے شاہی محل کو لوٹ لیا۔ بادشاہ کو قتل کر ڈالا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ انھیں عورتوں میں ہاجرہ بھی تھیں۔ جو ابراہیمؑ تمھارے باپ کو دی گئیں۔

الغرض جس وقت مصر و اسکندریہ کی فتح اتمام کو پہنچی اور قیصر روم نے قسطنطنیہ میں جا کر جان چھپائی، مقوقس اور بقیہ قبط ان شرائط صلح پر راضی ہو گئے جن کو عمرو ابن العاصؓ نے طے کیا تھا۔ اور اس جزیہ کا دینا قبول کر لیا جو ان پر قائم کیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے مقوقس اپنی قوم کی سرداری پر بحال و قائم رکھا گیا۔ وہ اپنے ہر کام میں اسلامیوں سے مشورہ کرتا تھا۔ کبھی وہ اسکندریہ میں رہتا تھا اور گاہے منف (اعمال مصر) میں جا کر مقیم ہوتا تھا۔

قبطیوں کا زوال

عمرو ابن العاصؓ نے مقام فسطاط پر اپنا خیمہ نصب کرایا تھا۔ اور اسی مقام سے مصر کا محاصرہ کیا تھا۔ مسلمانوں نے اسی مقام پر سکونت اختیار کر لی اور اس شہر کو چھوڑ دیا، جہاں مقوقس رہتا تھا۔ تا آنکہ وہ شہر ویران و خراب ہو گیا۔ اس شہر کے ویران ہونے اور مقوقس کے مرنے سے قبطیوں کی دولت و حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ان کی پچھلی نسلیں اب تک باقی ہیں۔ جن کو اہل

دول اسلامیہ اپنے مالی وانتظامی محکموں میں ملازم رکھتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ سلطان وقت کے نزدیک ان کی قدر ومنزلت بڑھ جاتی ہے اور سب سے بڑا رتبہ مصر میں مرتبۂ وزارت ہے۔ ان کے عوام الناس اسی نصرانی مذہب پر ہیں، جس پر کہ پہلے تھے اور اکثر ان کی قوم اطراف صعید اور اعمال مصر میں حرفت وصناعت کرتی ہے۔ واللّٰہ غالب علی امرہ.

شہر عین شمس

عبدالرحمٰن بن شماسہ کی روایت بہ استشہاد شیوخ مصر اس امر کو ظاہر کر رہی ہے کہ شہر عین شمس ہیکل شمس تھا، اس میں بنائیں اور ستونیں اور لہولعب کی چیزیں اس کثرت سے تھیں کہ کسی اور قدیم شہر میں نہیں ہیں۔

شہر منف

شہر منف ہمیشہ ملوک وسلاطین مصر کا دارالسلطنت رہا۔ فراعنۂ مصر کے پہلے کے ملوک بھی وہیں رہتے تھے۔ اور بعد فراعنۂ مصر بھی اسی شہر کو شاہان عظام کے دارالسلطنت ہونے کا اعزاز حاصل رہا تا آنکہ بخت نصر نے اس کو ویران ومسمار کیا۔ جیسا کہ قومس بن نقاس کے عہد حکومت کے ضمن میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ فرعون مدینہ منف میں رہتا تھا۔ اس شہر کی شہر پناہ کے ستر [70] دروازے تھے۔ اس کی شہر پناہ لوہے کی تھی اس میں چار نہریں تھیں۔ جو فرعون کے تخت کے نیچے سے جاری تھیں۔ ابوالقاسم بن خردازبہ ''کتاب المسالک و الممالک'' میں تحریر کرتا ہے کہ شہر منف کا طول بارہ میل کا تھا۔ مصر کا خراج اٹھارہ کروڑ دینار فرعونی تھا۔ دینار فرعونی تین مثقال کا ہوتا ہے اور ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا۔

مصر کی وجہ تسمیہ

مصر کو مصر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسی شہر میں مصر بن بیصر بن حام نے سکونت اختیار کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نوح کے ساتھ کشتی میں تھا۔ جناب نوحؑ نے اس کے حق میں دعائے برکت فرمائی تھی۔ اللہ جل شانہٗ نے ان کی دعا مقبول کر لی اور برکت مرحمت فرمائی۔ مصر کی حد

طولاً برقہ سے ایلہ تک اور عرضاً اسوان سے رشید تک ہے۔ پہلے اس کے کل باشندے صابیہ مذہب رکھتے تھے۔ بعدازاں قیاصرۂ روم نے اس پر قبضہ کر لیا تو قسطنطین نے ان کو نصرانیت کی طرف مائل کر لیا۔ پس انھوں نے اپنے ہمسایہ جلالقہ وصقالبہ و برجان وروس وقبط وحبشہ ونوبہ کو نصرانیت کی تعلیم دی۔ پھر جب پاک مذہب اسلام کا آفتاب مطلع دنیا میں نکلا تو اس نے ان کو اپنے نور ایمان سے منور کر کے اسلام کی راہ راست دکھلائی۔ واللّٰہ وارث الارض ومن علیھا وھو خیر الوارثین۔ [اللہ تعالیٰ اس روئے زمین کا اور جو بھی مخلوق اس پر رہتی ہے، ان سب کا وارث ہے، اور وہ بہترین وارث ہے۔]

●●●

ملوک قبط کا شجرۂ نسب

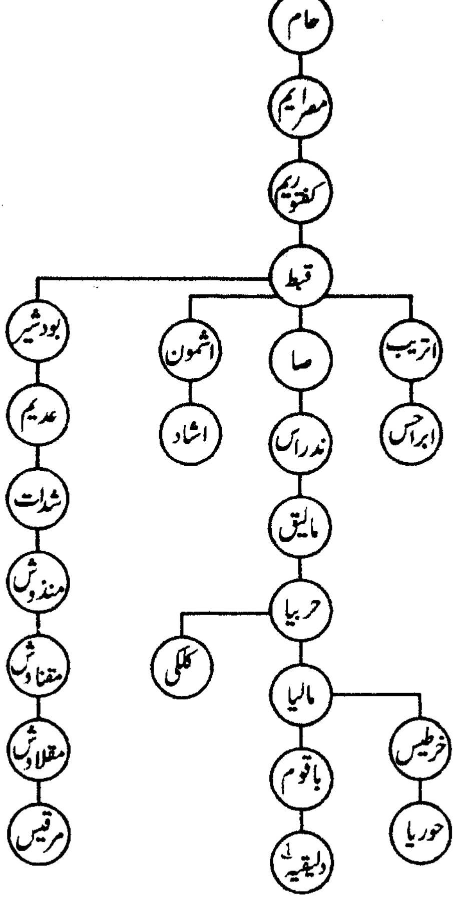

[1] اس کے زمانے میں عمالقہ مصر پر غالب آئے۔ ملوک مصر از عمالقہ جنھوں نے مصر کو قبطیوں سے لے لیا:۔
لاطش۔ کاشم۔ معدانوس۔ دارم۔ ریان۔ ولید۔ ددمع۔ ثوران۔ اراشہ۔ قاران۔ عمود۔ [عمرو] عملیق۔

بنی اسرائیل

اسرائیل کا مفہوم

اس سے پہلے ہم حضرت ابراہیمؑ کے تذکرے میں لکھ چکے ہیں کہ یعقوبؑ بن اسحاق مع اپنے اسباط کے مصر میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ توریت میں مذکور ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کو اسرائیل کے نام سے یاد فرمایا تھا۔ ایل کے معنی عبد کے ہیں اور اسر اللہ جل شانہٗ کے اسمائے صفاتی سے ہے۔ چونکہ زبان عجم میں مضاف ہمیشہ متاخر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ایل آخر کلمہ ہوا اور مضاف الیہ مقدم ہوا۔

حضرت یوسفؑ کی وصیت

یعقوبؑ کا انتقال ایک سو ستاسی برس کی عمر میں مصر میں ہوا۔ اور یوسفؑ نے حسب وصیت آپ کی بہ اجازت فرعون فلسطین میں آپ کے آبائی مقبرے میں لا کر دفن کیا۔ بعد فراغ تجہیز و تدفین یوسفؑ مصر میں پھر واپس چلے آئے اور وہیں مقیم رہے۔ تا آنکہ ایک سو بیس برس کی عمر میں آپ نے بھی انتقال کیا۔ اور مصر میں دفن کیے گئے۔ آپ نے وقت انتقال وصیت کی تھی کہ جب بنی اسرائیل مصر سے ارض موعود (یعنی بیت المقدس) کی طرف نکل کر روانہ ہوں تو اپنے ہمراہ آپ کا تابوت بھی لے لیں۔

بنی اسرائیل پر فرعون کا عتاب

یوسفؑ کے انتقال کے بعد اسباط نے مصر میں سکونت اختیار کی۔ تھوڑے دنوں میں ان

کی نسلی ترقی اس قدر ہوئی کہ قبطی ان کو رشک وحسد کی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔

توریت میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ فراعنۂ مصر سے بعد یوسف کے تخت نشین ہوا اور وہ بنی اسرائیل کی قدر ومنزلت سے ناواقف تھا۔ وہ نہ ان کو پہچانتا تھا اور نہ ان کے آباواجداد سے آگاہ تھا اس نے ان کا خون مباح کر دیا اور ان سے خدمت کا کام لینے لگا۔ اس کے بعد کاہنوں نے یہ ظاہر کیا کہ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک نبی ہونے والا ہے۔ جو تمھارے ملک کا مالک اور تمھاری بربادی کا باعث ہوگا۔ علی ہذا اسی طرح اور جو کچھ اس واقعے کے متعلق ان کو معلوم تھا، اس سے بتایا۔ فرعون مصر نے بنی اسرائیل کے قطع نسل کا بیڑہ اٹھالیا۔ ان کے مردوں کو عورتوں سے علاحدہ کر دیا۔ لڑکوں کو قتل کرنے لگا۔ اسی حالت پر ایک زمانہ گذر گیا تا آنکہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

موسیٰ علیہ السلام

ولادت

موسیٰ عمران ابن قاہث بن لاوی بن یعقوبؑ کے لڑکے تھے۔ ان کی ماں کا نام یوحانذ تھا۔ لاوی کی لڑکی اور عمران کی پھوپھی تھیں۔ قاہث بن لاوی جناب یعقوبؑ کے ہمراہ مصر میں آئے تھے۔ اور عمران صلب قاہث سے مصر میں پیدا ہوئے۔ عمران کی تہتر [73] برس کی عمر میں ہارون اور اسی [80] برس کی عمر میں موسیٰ پیدا ہوئے۔ یوحانذ (مادر موسیٰ) نے بہ الہام خدا موسیٰؑ کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا[1] میں بہا دیا۔ ہمشیرۂ موسیٰؑ دور سے کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں۔ اتفاق یہ کہ فرعون کی لڑکی مع اپنے خواصوں کے دریا کی طرف آئی تھی۔ اس نے صندوق کو دریا سے

---

1. طبری کہتا ہے کہ مادر موسیٰؑ نے موسیٰؑ علیہ السلام کو تین روز دودھ پلا کر چوتھے روز صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالا تھا۔ اور مفسرین وعلمائے اخبار کہتے ہیں کہ تین مہینے تک دودھ پلا کر چوتھے مہینے میں موسیٰ کو اچھے کپڑے پہنا کر صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا تھا۔ اور صندوق پر چمڑا منڈھا ہوا تھا۔ صندوق کا بنانے والا حربیل نامی ایک شخص فرعون کی قوم سے تھا۔ مگر باایمان تھا۔ (مترجم)

نکلوایا۔

جب صندوق کھولا گیا تو موسیٰؑ کی صورت دکھائی دی۔ اس کو آپ کی صورت دیکھ کر رحم آ گیا۔ آپ کی رضاعت کی اس کو فکر ہوئی۔ ہمشیرۂ[1] موسیٰؑ نے کہا ''اگر تم اجازت دو تو میں ایک دودھ پلائی لا دوں۔ فرعون کی لڑکی نے یہ منظور کر لیا۔ موسیٰؑ کی بہن گئیں اور اپنی ماں کو بلا لائیں۔ فرعون کی لڑکی نے موسیٰؑ کو ان کی ماں یوحانذ کے سپرد کر دیا۔ جب ایام رضاعت ہو گئے اور موسیٰؑ فرعون کی لڑکی کے پاس لائے گئے۔ اس نے ان کا نام موسیٰ[2] رکھا اور خود ان کی پرورش کرنے لگی۔

موسیٰؑ نے چونکہ فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی اور یہ بات عام طور سے مشہور تھی کہ فرعون کی بی بی آسیہ یا اس کی لڑکی نے آپ کو گود لیا ہے۔ اس وجہ سے اہل مصر آپ کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کا بہت بڑا رعب وداب تھا۔ اور اسی خیال سے قبطی آپ کے ماموں ہوتے ہیں۔

---

[1] اس قصے کو اور مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے اور یہی کلام مجید کی نص صریح سے مطابقت رکھتا ہے کہ جب تابوت موسیٰؑ کو آسیہ زوجۂ فرعون یا فرعون کی لڑکی نے دریا سے نکلوایا اور فرعون سے بہ التجا موسیٰؑ کو لے لیا، تب اس کو ان کی رضاعت کی فکر ہوئی۔ جو دودھ پلائی آتی تھی اس کا دودھ موسیٰ علیہ السلام نہ پیتے تھے۔ تا آنکہ دوپہر کا وقت آ گیا۔ آسیہ یا فرعون کی لڑکی کو اس امر کا خیال گذرا کہ شدت گرسنگی [بھوک] سے موسیٰؑ کا انتقال نہ ہو جائے۔ اس وجہ سے وہ پریشان ہوئی۔ جب موسیٰؑ کی بہن کو اس حالت سے آگاہی ہوئی۔ تب انھوں نے لونڈیوں سے کہا ''هل ادلكم على اهل بيت يكفلونه لكم وهم له ناصحون'' [القصص: 12] کیا تم کو ایسے اہل بیت کو بتلاؤں جو اس کی کفالت منظور کر لے اور وہ اس کی نصیحت بھی کریں گے۔'' لونڈیوں نے یہ سن کر فرعون کی لڑکی سے کہا، اس نے اپنے ملازمین کو ہمشیرۂ موسیٰؑ کے ساتھ کر دیا اور وہ لوگ مادر موسیٰ کو بلا لائے۔ موسیٰؑ نے اپنی ماں کا دودھ پا کر پینا شروع کر دیا۔ (مترجم)

[2] موسیٰؑ کو عبرانی میں موشا کہتے ہیں۔ اس کے معنی آب و درخت کے ہیں۔ چونکہ موسیٰ پانی اور درختوں میں پائے گئے تھے۔ اس وجہ سے ان کا نام موشا رکھا گیا۔ اور تازی زبان میں موسیٰؑ کہنے لگے۔ (مترجم)

موسیٰ کی گرفتاری کا حکم

موسیٰ نے جوان ہونے کے بعد ایک روز1 دیکھا کہ ایک عبرانی (بنی اسرائیل) کو ایک مصری (قبطی) مار رہا ہے۔ آپ نے مصری کو اس فعل سے روکا مگر اس نے آپ کا کچھ خیال نہ کیا۔ موسیٰ کو غصہ آ گیا اور آپ نے ایک ایسا طمانچہ اس کو مارا کہ مر گیا۔ دوسرے روز پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا مگر یہ کہ اس واقعے میں دونوں بنی اسرائیل تھے۔ موسیٰ نے شخص غالب کو زجر و توبیخ سے منع کرنا چاہا۔ اس نے کہا "اتریدُ اَنَ تقتُلَنِی کما قَتَلْت نفسا بالامس" [القصص: 19] (2 کیا تو نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ مجھ کو قتل کر ڈالے گا جیسا کہ کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔)

---

1 اس واقعے سے پہلے جس وقت موسیٰ بچے تھے یہ حکایت کی جاتی ہے کہ ایک روز فرعون اپنے محل سرا میں آیا۔ آسیہ نے ان کو فرعون کی گود میں دے دیا۔ اور یہ کہا کہ یہ تیرا لڑکا ہے۔ فرعون نے کہا مجھ کو اس سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ میں مصری ہوں۔ یہ عبرانی لڑکا ہے۔" آسیہ اور فرعون میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ موسیٰ نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر ایک چپت رسید کی۔ فرعون اس حرکت سے برہم ہو کر کہنے لگا کہ یہ بنی اسرائیل کا لڑکا ہے۔ اسی کو ڈھونڈھ رہا تھا میں اس کو ضرور مار ڈالوں گا۔ آسیہ نے کہا کہ اس نے یہ حرکت نادانی سے کی ہے، دانستہ اس نے یہ فعل نہیں کیا۔ اگر دانستگی سے اس فعل کا مرتکب ہوتا تو البتہ موجب عقوبت تھا۔ فرعون نے اس خیال کی تردید کی۔ تب آسیہ نے آزمائش کی غرض سے دو طشت ایک یاقوت سرخ کا اور دوسرا آگ کا منگوا کر موسیٰ کے روبرو رکھ دیا۔ موسیٰ نے بحکم الٰہی آگ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ فرعون کو اس سے یقین ہو گیا کہ موسیٰ نے دانستگی میں وہ حرکت نہیں کی۔ اور اس خیال کے پیدا ہو جانے سے وہ اس کی ایذا سے محفوظ رہ گئے۔ (مترجم)

2 یہ دونوں واقعے موسیٰ کے چالیس برس کی عمر میں واقع ہوئے ہیں۔ اور اس سے پہلے جب آپ بیس برس کے ہوئے تو فرعون نے آپ کی شادی کر دی تھی۔ اس بیوی سے موسیٰ کے دو لڑکے حسرشون اور ملیعا پیدا ہوئے۔ اور چالیسویں برس کی عمر میں یہ دونوں واقعے اسی طرح واقع ہوئے کہ ایک روز خلاف معمول موسیٰ فرعون سے جدا ہو کر دوپہر کے وقت شہر منف میں وارد ہوئے۔ منف مصر سے دو کوس کے فاصلے پر تھا۔ اس وقت ایک قبطی ایک بنی اسرائیل کو مار رہا تھا۔ موسیٰ نے قبطی کو اس حرکت سے روکا لیکن جب اس نے آپ کا کچھ خیال نہ کیا تو آپ نے اس کے سینے پر ایک تھپکی سی دی۔ اتفاق سے اس کا اثر اس کے قلب پر پہنچا اور وہ مر گیا۔ فرعون کو جب قبطی کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو اس نے قاتل کی تفتیش کا حکم دیا۔ موسیٰ نے خوف و بیم میں یہ رات گذاری اور وہیں رہ گئے۔ مصر میں نہ آئے۔ اتفاق سے دوسرے روز پھر ایسا ہی قصہ پیش آیا کہ اسی (بقیہ حاشیہ ص 227 پر)

موسیٰ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس کی خبر فرعون تک پہنچ گئی۔ اس نے آپ کی گرفتاری کا حکم نافذ کیا۔ موسیٰ اس واقعے سے مطلع ہو کر ارض مدین کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ [اہل مدین، مدین ابن ابراہیم کی اولاد سے تھے۔]1

موسیٰ کا نکاح

اس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ مدین کے قریب پہنچ کر ایک چشمے پر دو لڑکیوں کو دیکھا اور ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ ان دونوں لڑکیوں نے اپنے باپ کو مطلع کیا۔ ان کے باپ نے ان میں سے ایک کا نکاح موسیٰ کے ساتھ کر دیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شعیبؑ بن نوفل بن عیقا بن مدین علیہ السلام نبی تھے۔ اور طبری کہتا ہے کہ جس نے موسیٰ کا عقد اپنی لڑکی سے کیا تھا وہ رعویل (جو مدین کے عالموں سے تھے۔) ہیں، ان کا نام بیتر تھا۔ اور حسن بصری کا یہ بیان ہے کہ شعیبؑ بنی مدین کے سردار تھے۔

موسیٰ کی تبلیغ دین

القصہ موسیٰ نے اپنے خسر شعیبؑ کے پاس قیام کیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے۔ تا آنکہ اسی [80] برس کی عمر میں وحی نازل ہوئی۔ اور آپ کے بھائی ہارون پر نزول وحی تراسی [83] برس کی عمر میں ہوئی۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو [حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ] فرعون کی طرف بھیجا کہ وہ بنی اسرائیل کو مملکت قبط و جور فراعنہ سے نکال کر ارض مقدسہ کی طرف لے جائیں۔ جس کے دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و اسحاقؑ و یعقوبؑ سے کیا تھا۔ چنانچہ موسیٰ و ہارون فرعون کے پاس گئے۔ اور بنی اسرائیل کو دین حق کی دعوت دی۔ وہ لوگ ایمان لائے اور ان کی اتباع کی، پھر فرعون سے بنی اسرائیل کے آزاد کرنے کو کہا۔ موسیٰ نے معجزہ عصا

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) بنی اسرائیل کو دوسرا قبطی مار رہا تھا۔ آپ نے قبطی کو روکا۔ قبطی نے کہا تو بڑا جابر معلوم ہوتا ہے۔ کل تو ایک کو تو مار چکا ہے آج تو نے میرے مارنے کا ارادہ کیا ہے۔ موسیٰ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس نے فرعون کو جا کر کل واقعے سے مطلع کر دیا۔ (مترجم)

1. قلابین کی عبارت اصل نسخے میں حاشیے میں تھی جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ اطلاع مترجم کی طرف سے ہے حالانکہ یہ وضاحت ابن خلدون نے کی ہے اس لیے حاشیے کی عبارت کو متن میں شامل کر دیا گیا ہے۔ [م۔ص]

کا دکھایا، اس نے اس کو جھٹلایا۔ ساحروں کو جمع کیا پھر سب ساحر موسیٰ پر ایمان لائے جیسا کہ قرآن میں منصوص ہے۔

[توضیح مترجم]

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس وقت موسیٰ ارض مدین میں پہنچے اور ایک چشمے پر بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ لوگ گروہ کے گروہ آتے ہیں اور اپنے مویشی کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں۔ ماسوا ان کی دو عورتیں کچھ فاصلے پر کھڑی ہیں اور اپنے مویشیوں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ نے ان سے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب تک یہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر نہ چلے جائیں گے اس وقت تک ہم اپنے مویشیوں کو پانی نہ پلا سکیں گے۔ ان کا بچا ہوا پانی ہم اپنے مویشیوں کو پلاتے ہیں۔ ہمارا باپ ضعیف ہے۔ اس سے کچھ کام نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ کو ان کی بے کسی پر رحم آیا۔ اور کنویں کے منہ سے اس پتھر کو اٹھا کر ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا جس کو کئی آدمی مل کر اٹھایا کرتے تھے۔

لڑکیوں نے لوٹ کر اپنے باپ سے اس واقعے کو بتلایا۔ اور ایک ان میں سے اپنے باپ کے کہنے سے موسیٰ کے بلانے کو آئی اور موسیٰ سے کہا۔ ”چلو تم کو ہمارا باپ اس پانی پلانے کی اجرت دینے کو بلاتا ہے۔“ موسیٰ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے پیچھے پیچھے چلے، جب ہوا سے اس کا کپڑا اڑنے لگا تو آپ نے کہا کہ تم مجھ کو پیچھے سے رہبری کرو۔ میں تمھارے آگے چلتا ہوں۔

الغرض موسیٰ شعیبؑ کے پاس پہنچے اور اپنا کل ماجرا کہہ سنایا۔ شعیبؑ نے کہا۔ ”لا تخف نجوتَ مِن القومِ الظّالمین“ [القصص:25] بعد اس کے اسی لڑکی نے اپنے باپ شعیبؑ سے کہا کہ ”اے باپ اس کو اس کے کام کی اچھی مزدوری دینا۔ یہ بڑا قوی اور امین ہے۔“ شعیبؑ نے کہا کہ تو نے اس کی قوت کا اندازہ تو اس کے پتھر اٹھا لینے سے کیا، مگر اس کے امین ہونے

کا تجھ کو کیسے یقین ہوا۔ لڑکی نے یہ جواب اس کے راستے میں ہمراہ آنے کا قصہ بیان کیا۔

شعیبؑ نے موسیٰ سے کہا کہ "میرا یہ ارادہ ہے کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں۔ بہ عوض اس مہر کے کہ آٹھ برس میری مزدوری کردو۔ اور اگر دس برس پورے کرو گے تو اور زیادہ مناسب ہوگا۔ میں تم پر جبر نہیں کیا چاہتا۔"

موسیٰؑ اس شرط پر راضی ہو گئے۔ جب شام ہوئی اور کھانا سامنے لایا گیا۔ تو موسیٰؑ نے کھانے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہم ایسے اہل بیت سے ہیں کہ اعمال آخرت پر اجرت نہیں لیتے۔ شعیبؑ نے جواب دیا کہ وہ اس کی مزدوری نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہماری اور ہمارے آباواجداد کی عادات میں داخل ہے۔ موسیٰؑ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اور ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیا۔

شعیبؑ نے ان کا نکاح اپنی لڑکی صفورا سے کر دیا۔ جس نے پانی پلانے کا ماجرا بیان کیا تھا۔ اور موسیٰؑ کو اپنے ہمراہ لے گئی تھی۔ شعیبؑ نے اس سے کہا مویشیوں کے ہانکنے کے واسطے ایک لکڑی لادو۔ صفورا ایک لکڑی اٹھا لائی۔ جس کو ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آکر رکھ گیا تھا۔ شعیبؑ نے اس کو لوٹا دیا۔ مگر صفورا جب لکڑی لاتی تھیں وہی عصا لاتی تھیں۔ آخر موسیٰؑ اور شعیبؑ میں اس عصا کے لینے میں بحث ہوگئی اور اس امر پر یہ قضیہ ختم ہوا کہ پہلے جو شخص ملے وہی منحصر الیہ ہو۔ حکم الٰہی سے وہی فرشتہ پھر بصورت آدمی آیا اور اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کو زمین پر ڈال دو۔ اور جو شخص تم دونوں آدمیوں سے اس کو اٹھا لے وہی اس کو لے۔ دونوں بزرگ اس فیصلے پر راضی ہو گئے۔ پہلے شعیبؑ نے لکڑی کو اٹھانا چاہا۔ لیکن مجبور رہے۔ اور موسیٰ نے جب اٹھانے کا قصد کیا تو اٹھالیا۔

دس برس تک موسیٰؑ شعیبؑ کے یہاں مزدوری کرتے رہے۔

گیارھویں سال جاڑے کے موسم میں اپنی بی بی کو ہمراہ لے کر شعیبؑ سے رخصت ہو کر مصر کو روانہ ہوئے۔ پانچ روز کا راستہ طے کر کے جب طور سینا کے قریب پہنچے تو شب تاریک ہونے کی وجہ سے راستہ بھول گئے۔ موسیٰ نے ہر چند چقماق سے آگ جلانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ پریشان ہو کر خاموش ہو رہے۔ جب ایک حصہ رات کا گذر گیا تو طور سینا پر کچھ روشنی نمودار ہوئی، جس کو یہ آگ سمجھ کر اپنی بی بی سے بولے تم یہیں بیٹھی رہو میں اس طرف جاتا ہوں۔ شاید وہاں آگ مل جائے یا راستے کا پتہ چل جائے۔

موسیٰ یہ کہہ کر طور سینا کی طرف بڑھے۔ جس قدر حضرت موصوف آگ کے قریب جاتے تھے اسی قدر آگ دور ہوتی جاتی تھی۔ اور آسمان تک مشتعل ہوتی جاتی تھی۔ موسیٰ کو اس واقعے سے سخت حیرت دامنگیر ہوئی کیونکہ آگ بغیر دھواں کے جس درجہ تیز و روشن ہو رہی تھی اسی قدر درخت سرسبز اور ہرا بھرا نظر آ رہا تھا۔ موسیٰ کچھ سوچ سمجھ کر جھجکے اور جھجک کر لوٹے مگر "اِنِّی انااللّٰہ ربُّ العالمین" [القصص:30] کی ندا سن کر ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر تک بے ہوشی کے عالم میں رہے۔ جب ہوش میں آئے تو جناب باری نے فرمایا۔ "اخلع نعلیک انک بالواد المقدس طویٰ" [طٰہٰ: 12] (تو اپنے جوتے اتار ڈال بیشک تو زمین پاک میں ہے۔) علمائے تفسیر حکم خلع نعلین کی یہ وجہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ جوتیاں مردہ گدھے کے چمڑے کی تھیں۔ لیکن یہ تاویل ہی تاویل ہے۔ اصل یہ ہے کہ شرافت و تعظیم کے لحاظ سے یہ حکم ہوا تھا۔ بہر کیف موسیٰ نے بحکم باری جوتا اتار ڈالا۔ جناب باری عزاسمہٗ نے ان کو پہلے اصول[1] توحید کی تعلیم کی اور شریعت کی تعلیم کی اور

---

[1] اصول توحید یہ ہیں کہ خدا کا کسی کو شریک نہ کرنا، نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات ذاتیہ میں، چنانچہ اس کو جناب باری نے ایک مقام پر" انی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا" [طٰہٰ: 14] (بیشک میں اللہ ہوں اور کوئی اللہ سوائے میرے نہیں ہے۔) فرمایا ہے اور دوسرے مقام پر" انی انا اللّٰہ رب العالمین" [قصص: 30] (بیشک میں اللہ ہوں سارے عالم کا پروردگار) ارشاد کیا ہے۔ (مترجم)

شریعت [1] کو بتایا۔ بعد ازاں نبوت مرحمت فرمائی اور ثبوت نبوت کے لیے معجزے دینے کی ضرورت ہوئی تو یوں ارشاد فرمایا ''وما تلک بیمینک یا موسیٰ'' [طٰہٰ:17] (تمھارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ ؟) موسیٰ نے عرض کیا ''ھی عصای (یہ میرا عصا ہے۔)'' اتوکؤ علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب اخریٰ'' [طٰہٰ:18] (میں اس پر ٹیک لگا تا ہوں اور بکریوں کے واسطے اس سے پتیاں درختوں کی توڑتا ہوں اور اس سے مجھ کو بہت سے کام اور بھی ہیں۔)

علمائے تفسیر اس مقام پر ایک لطیفہ دلچسپ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ موسیٰ نے صرف اس سوال پر کہ یہ کیا چیز ہے اتنا بڑا جواب کہ ''میں اس پر ٹیک لگا تا ہوں، بکریوں کے واسطے پتیاں توڑتا ہوں اور جب اتنے کہنے پر تسکین نہ ہوئی تو یہ کہا کہ اس سے مجھ کو اور بہت سے کام ہیں'' دو وجہ سے دیا۔ ایک تو اس خیال سے کہ جناب باری عز اسمہٗ سے شرف تکلم دیر تک حاصل رہے۔ اور دوسرے یہ کہ شاید بہ وجہ بشریت یہ خیال پیدا ہوا کہ جوتا تو پہلے ہی اتروا دیا گیا ہے کہیں یہ لکڑی بھی ہاتھ سے پھینک دینے کا نہ حکم ہو جائے۔ حالانکہ ایسا ہی ہوا کہ جناب باری نے یہ جواب سن کر بھی فرمایا: ''القھا یا موسیٰ'' [طٰہٰ:19] (اے موسیٰ اس کو چھوڑ دے۔)

موسیٰ نے جونہی بحکم باری عصا کو زمین پر پھینکا ویسے ہی وہ ایک اژدہے کی شکل میں پھنکاریاں مارتا نظر آیا۔ موسیٰ ڈرے اور پیچھے ہٹے۔ حکم ہوا۔'' کچھ خوف نہ کرو۔ آگے بڑھو اور اس کو ہاتھ تو لگاؤ۔ اس کو پھر ہم پہلی ہی

---

[1] شریعت کی تکمیل یوں فرمائی کہ پہلے عبودیت کو کہا بعد ازاں لازمۂ عبودیت یعنی اطاعت کی تعلیم کی۔ پھر اعتقاد کو درست کیا جیسا کہ آیۃ'' فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری '' [طٰہٰ:14] (میری عبادت کر اور نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے۔) اور'' ان الساعۃ اتیۃ '' [طٰہٰ:15] (بیشک قیامت آنے والی ہے۔) سے مستفاد و مفہوم ہوتا ہے۔ (مترجم)

حالت میں کر دیں گے۔'' موسیٰ نے یہ سن کر اژدہے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کی گردن پکڑ لی۔ وہ پھر عصا ہو گیا۔

بعد ازاں حکم ہوا تم اپنے ہاتھ کو جیب میں چھپا کر نکالو وہ روشن و سفید ہو جائے گا، کسی بیماری سے نہیں بلکہ کرامت و اعجاز سے۔

جب موسیٰ اس حکم کی تعمیل سے فارغ ہو چکے اور یہ دونوں معجزے (یعنی عصا کا اژدہا ہو جانا اور ید بیضا) مرحمت ہو گئے تو ارشاد ہوا'' **فذانک برهانان من ربک الیٰ فرعون وملئه انهم کانوا قوماً فاسقین** '' [القصص:32] (پس یہ تیرے رب کی دو دلیلیں و علامتیں ہیں فرعون اور اس کے گروہ کی طرف بیشک وہ لوگ قوم فاسق ہیں۔) موسیٰ نے گذارش کی'' **رب انی قتلت منهم نفسا فاخاف ان یقتلون** ''[القصص: 33] (اے خدا میں نے ان میں سے ایک شخص کو مار ڈالا ہے. میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھ کو مار نہ ڈالیں۔) اس وجہ سے میرے بھائی ہارون کو بھیج وہ مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔ جناب باری نے آپ کی یہ التجا منظور فرمالی اور ان کو بھی نبوت مرحمت فرمائی۔ بہ نظر تسلی و تسکین ارشاد فرمایا'' **ونجعل لکما سلطانا** '' [القصص؛35] (ہم تم دونوں کو غلبہ و قوت مرحمت کریں گے۔) '' **فلا یصلون الیکما بایاتنا** '' [القصص؛35] (پس وہ لوگ (یعنی فرعون اور اس کی قوم) تم کو کچھ مضرت نہ پہنچا سکیں گے۔ ساتھ نشانیوں ہمارے کے۔) **انتما ومن اتبعکما الغالبون** ''[القصص؛35] (تم اور تمھاری اتباع کرنے والے ان پر غالب ہو جائیں گے۔) موسیٰ نے جب اپنی ہر طرح سے تسکین کر لی اور ہر صورت سے آپ کو اطمینان ہو گیا تو آپ طور سینا سے لوٹے اور اپنے اہل کو لے کر روانہ ہوئے۔ بعد طے منازل رات کے وقت مصر میں پہنچے اور اپنے مکان میں جا کر فروکش ہوئے۔ مگر نہ گھر والے موسیٰ کو پہچان سکے اور نہ موسیٰ نے ان لوگوں کو پہچانا۔ صبح کے وقت

کھانے پر ہارونؑ نے آپ کا نام ونشان دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مدتوں کے بچھڑے ہوئے بھائی موسیٰ ہیں۔ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا اور موسیٰ نے اپنی سرگذشت کہہ سنائی۔

بعض مورخین تحریر کرتے ہیں کہ موسیٰ طور سینا پر سات روز تک رہے۔ ان کے زمانہ عدم موجودگی میں چند چرواہے مدین کے طور کی طرف آئے اور آپ کی بیوی کو ان کے باپ شعیبؑ کے پاس پہنچا دیا۔ بعد ازاں موسیٰؑ طور سے واپس ہو کر تنہا مصر کو روانہ ہوئے۔ پھر بعد غرق فرعون آپ کی بی بی کو شعیبؑ نے آپ کے پاس پہنچایا۔ اکثر علمائے تاریخ اپنے اپنے مصنفات میں یہ بھی شہادت دے رہے ہیں کہ موسیٰ کے مصر میں پہنچنے سے پہلے ہارونؑ پر وحی نازل ہو چکی تھی اور ان کو حکم مل گیا تھا کہ موسیٰ مصر کی طرف آ رہے ہیں۔ تم ان کے ہمراہ فرعون کے پاس ادائے رسالت کو جانا۔ چنانچہ ہارونؑ، مصر سے باہر موسیٰؑ کو ملے اور جب موسیٰؑ نے کہا کہ ہم کو خدا نے فرعون کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے، تم ہمارے ساتھ چلو تو ہارونؑ نے اس قول کی تصدیق کی اور اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہوئے اور رات ہی کو فرعون کے دروازے پر جا کر دستک دی تھی۔ واللہ اعلم۔

موسیٰؑ کو اسی [80] برس کی عمر میں اور ہارونؑ کو تراسی [83] برس کی عمر میں نبوت مرحمت ہوئی تھی۔ پہلے ان دونوں بزرگوں نے بنی اسرائیل پر اپنی رسالت و نبوت کو ظاہر کیا۔ جب وہ لوگ ایمان لائے اور آپ کے پیرو ہوئے تو فرعون کے پاس گئے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ دو برس تک یہ دونوں بھائی فرعون کے مکان پر آتے جاتے رہے مگر اندر داخل نہ ہونے پائے تھے۔ اتفاق وقت سے ایک روز فرعون کے دربار میں ایک مسخرہ بیٹھا ہوا تھا، وہ اثنائے کلام میں جب کہ فرعون اپنی کبریائی کا اظہار کر رہا تھا بول اٹھا کہ یہ عجیب بات ہے کہ تم

خدائی کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ تم کو اس کی خبر بھی نہیں کہ تمھارے دروازے پر ایک مدت سے ایک شخص آیا ہوا ہے جو اپنے کو خدا کا رسول کہتا ہے۔

فرعون یہ سن کر سخت برہم ہوا اور اس نے ان کو دربار میں بلوایا۔ جس وقت یہ دونوں بھائی دربار میں پہنچے مسخرے نے دیکھ کر کہا۔ اے لو! ایں گل دیگر شگفت میں تو ایک ہی شخص سمجھا تھا یہ تو دو نکلے۔

الغرض موسیٰؑ و ہارونؑ نے فرعون کے پاس پہنچ کر کہا ''اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِین أَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْل ''[الشعرا:16,17] (ہم پروردگار عالم کے بھیجے ہوئے ہیں پیام یہ ہے کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔) فرعون نے موسیٰؑ کو زبان کی لکنت سے پہچان لیا اور بنظر حقارت استفہام کے لہجے میں بولا'' الم نربک فینا ولیداً ''[الشعرا:18] (کیا تیری لڑکپن سے ہمارے یہاں پرورش نہیں ہوئی؟)'' ولبثت فینا من عمرک سنین '' [الشعرا:18] (اور کیا تو چند سال ہمارے یہاں نہیں رہا ہے؟)'' وفعلت فعلتک الّتی فعلت وانت من الکافرین ''[الشعرا:19] (اور کیا تو نے وہ کام جو کیا تو نے اور اب اس کے [انکار کرنے] والوں سے ہے؟)

موسیٰؑ نے جواب دیا ''فعلتھا اذ اوانا من الضالین ''[الشعرا: 20] (ہاں میں نے اس وقت وہ کام کیا تھا اور میں گمراہوں میں سے تھا۔) ''ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما وجعلنی من المرسلین ''[الشعرا:21] (لیکن تمھارے خوف سے میں بھاگ گیا تھا، پس دی مرے رب نے مجھ کو سمجھ اور کیا مجھ کو پیغمبروں میں سے۔) فرعون کو یہ سن کر تعجب ہوا کیونکہ وہ اپنے آپ کو خدا سمجھ رہا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے پھر استفسار کیا'' وما رب العالمین ''[الشعرا:23] (رب العالمین کی ماہیت کیا ہے؟) موسیٰؑ نے فرمایا ''رب السموات والارض وما بینھما ان

کنتم موقنین "[الشعرا:24] (وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو چیز کہ ان کے درمیان میں ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو) فرعون کو اس کلام سے اور زیادہ تعجب ہوا اس نے اپنے ہم نشینوں سے مخاطب ہو کر کہا" الا تستمعون "[الشعرا:25] (کیا نہیں سنتے تم)

موسیٰ نے ان کے اس استعجاب کے رفع کرنے کی غرض سے یا یہ کہ فرعون کے مصاحبین کے اس استفسار کے جواب میں کہ "اے موسیٰ جس کی طرف ہم کو تم بلاتے ہو وہ کون ہے؟" ارشاد فرمایا "ربکم ورب اٰبائکم الاولین "[الشعرا:26] (خدا تمہارا ہے اور تمہارے اگلے باپوں کا خدا ہے۔) فرعون نے اپنے جلیسوں سے کہا: "ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون "[الشعرا:27] (بیشک یہ پیغمبر تمہارا جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے۔) موسیٰ ان کی ناسمجھی سے جھلا کر پھر بولے: "رب المشرق والمغرب وما بینھما ان کنتم تعقلون "[الشعرا:28] (پروردگار مشرق اور مغرب کا ہے اور اس چیز کا ہے جو ان کے درمیان میں ہے اگر تم کچھ سمجھتے ہو۔)

فرعون کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور اس نے طیش سے کہا: "لئن اتخذت الھا غیری لاجعلنک من المسجونین "[الشعرا:29] (اگر میرے سوا کسی اور کو خدا بنائے گا تو بیشک میں تجھ کو قید کروں گا)

موسیٰ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے اس دعوے کی شہادت میں کوئی ظاہر اور روشن معجزہ پیش کروں؟ فرعون نے کہا: "فات بہ ان کنت من الصادقین "[الشعرا:31] (اگر تجھ کو سچائی کا دعویٰ ہے تو اس کو دکھلا۔)

موسیٰ نے عصا کو زمین پر ڈال دیا فوراً اسی [80] گز کا[1] اژدہا بن گیا

---

1. بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ اس اژدہے کا منہ اس قدر بڑا تھا کہ ایک کلہ اس کا زمین پر تھا اور دوسرا کلہ اس کا فرعون کے کنگرۂ محل پر، فرعون پر اس اژدہے کو دیکھنے سے ایسا خوف غالب ہوا کہ اس کا پاخانہ خطا ہو گیا۔ تقریباً بیس روز تک اس کو دست آیا کیے۔ (مترجم)

اور اپنے ہاتھ کو بغل میں سے کھینچ لیا۔

معاً ید بیضا ظاہر ہو گیا۔ بعد ازاں فرعون کے کہنے سے موسیٰ نے اژدہے کو پکڑ لیا۔ وہ پھر عصا ہو گیا۔ اور ہاتھ کو بغل کی طرف لے گئے۔ وہ بھی اصلی حالت پر آ گیا۔

چونکہ موسیٰ کے مزاج میں سختی زیادہ تھی۔ بہ ایں خیال جناب باری نے موسیٰ کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ فرعون سے سختی و درشتی سے باتیں نہ کرو بلکہ نرمی سے ہم کلام ہو، شاید اس پر ہمارا خوف غالب ہو۔ اور وہ راہ راست پر آ جائے۔

موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس پھر گئے اور اس کو سمجھانے لگے: ''اگر تو یہ چاہے گا کہ ترے شباب کا عہد لوٹ آئے تو میں تجھ کو از سرِ نو جوان کر دوں گا اور اگر تیری یہ خواہش ہے کہ ہمیشہ تو بادشاہت کرتا رہے تو میں خدا سے دعا کروں گا تجھ سے تیری بادشاہت کبھی نہ چھینی جاوے گی اور جب تو اس جہان گذراں سے دارالبقا کی طرف جائے گا۔ تو نہایت وسیع اور عمدہ جنت پائے گا لیکن ان سب کے ساتھ شرط یہ ہے کہ تو خدائے برحق و یکتا پر ایمان لا اور میرے رسول ہونے کی شہادت دے۔''

فرعون یہ باتیں سن کر کچھ راضی سا ہو گیا اور اس نے اپنے وزیر ہامان کو بلا بھیجا۔ ہامان اس سے زیادہ کفر و زندقہ میں بڑھا ہوا تھا، اس نے آتے ہی یہ باتیں سن کر کہہ دیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج تک تو تو خدائی کر رہا تھا، لوگ تیری پرستش کرتے تھے اور آج تو موسیٰ کے کہنے سے اس کے خیالی خدا کی عبادت کرے گا۔ اور خدائی کر کے بندوں میں شامل ہو گا۔''

فرعون اس گفتگو کو سن کر اپنے خیال پر نادم ہوا۔ ہامان نے خضاب ایجاد کر کے فرعون کے بال سیاہ کر دیے اور اس طور سے اس کی خواہش جوانی

پوری کردی۔ فرعون پہلا شخص ہے کہ جس نے اپنے بالوں کو سیاہ وسمہ 1 سے رنگا۔

فرعون کو ہامان کی باتوں سے اطمینان ہو گیا مگر ساتھ ہی اس کے یہ خیال گذرا کہ کہیں میرے مصاحبین موسیٰ کی پٹی میں نہ آ جائیں۔ اس وجہ سے اس نے اپنے جلیسوں کو خطاب کر کے کہا: "**ان هٰذا لساحرٌ علیم**" [الشعرا:34] (بیشک یہ دانا جادوگر ہے۔) "**یرید ان یخرجکم من ارضکم بسحرہ فماذا تأمرون**" [الشعرا:35] (یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمھاری زمین سے بہ زور اپنے جادو کے نکال دے پس کیا کہتے جاتے ہو۔)

درباریوں نے رائے دی: "**ارجه واخاہ وابعث فی المدائن حاشرین**" [الشعرا:36] (اس کو اور اس کے بھائی کو لیت ولعل میں ڈال دے اور جادوگروں کے شہروں میں آدمیوں کو بھیج دے۔) "**یاتوک بکل سحار علیم**" [الشعرا:37] (ترے پاس لائیں وہ ہر دانا جادوگر کو۔)

فرعون نے درباریوں کی یہ رائے پسند کی اور ایک معینہ ومقررہ وقت میں 70 یا 72 بالتحقیق و بہ روایت دیگر پندرہ ہزار یا تیس ہزار ساحروں کو جمع کر کے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بلوایا۔ موسیٰ نے ساحروں سے کہا "حیف ہے تم لوگ خدا کا کچھ خوف نہیں کرتے اور یہ مصنوعی تماشا لے کر آئے ہو۔" ساحروں نے موسیٰ کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھ کر آپ کی باتوں کا جواب تک نہ دیا اور فرعون سے کہنے لگے: "**ائنّ لنا لاجراً ان کنا نحن الغالبین**" [الشعرا:41] (ہم کو کیا اجرت ملے گی؟ اگر ہم ان پر غالب ہو گئے۔) فرعون نے کہا: "**نعم وانکم اذالمن المقربین**" [الشعرا:42] (ہاں بیشک تم اس وقت مقربوں میں سے ہو گے یعنی میں تم کو اپنی مصاحبت کی عزت دوں گا۔) ساحرین یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور تیاریاں کرنے لگے۔

---

1 وسمہ نیل کے پتے کو کہتے ہیں یا ایک قسم کی نباتات ہے جس کے پتوں سے خضاب کرتے ہیں۔ [م۔ص]

موسیٰ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جو کچھ کرتب دکھانے والے ہو دکھاؤ، ساحرں نے ''بعزۃ فرعون اناالنحن الغالبون '' [الشعرا: 44] (فرعون کے اقبال سے بیشک ہم ہی غالب ہوں گے۔) کہہ کر اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں جو عام آدمیوں کی نظروں میں سانپ اور اژدہے نظر آنے لگیں۔

موسیٰ نے بھی بہ الہام باری تعالیٰ اپنا عصا زمین پر ڈال دیا، وہ ان سب سے اتنا بڑا اژدہا بن گیا کہ ان سب کو نگل گیا۔ بعدازاں موسیٰ نے اسے اپنے ہاتھ مبارک میں لے لیا، وہ پھر عصا ہو گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ فرعون کے ساحروں کا استاد ایک اندھا ساحر تھا۔ اس سے اس کے ہمراہیوں نے یہ ماجرا بیان کیا اس نے بے ساختہ یہ کہہ دیا کہ یہ سحر نہیں ہے اور بے اختیار سجدے میں گر پڑا۔ اس کے شاگردوں نے بھی اس کی اتباع کی اور سب یک زبان ہو کر کہنے لگے: '' امنا برب العالمین رب موسیٰ وھارون '' [الشعرا: 47، 48] (ایمان لائے ہم پروردگار عالموں پر جو پروردگار موسیٰؑ اور ہارونؑ کا ہے۔)

فرعون یہ واقعہ دیکھ کر جھلا اٹھا اور غصہ سے کہنے لگا۔ ''تم لوگ میری بغیر اجازت اس پر ایمان لائے، وہ تمھارا بڑا استاد ہے، اسی نے تم کو جادو سکھلایا ہے، تم اپنی اس خودرائی کا ذائقہ چکھو گے میں پہلے تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا۔ بعد اس کے تم سب کو سولی دوں گا۔'' ساحروں نے کہا کہ: ''ہم کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔ تیری اس دھمکی سے ہم اپنے اللہ سے نہ پھریں گے، ہم کو امید ہے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے گا، اس وجہ سے کہ سابق الایمان ہیں۔'' فرعون کو ان کی باتوں سے اور زیادہ غصہ آیا اور اس نے دوسرے وقت ان بیچاروں کو سولی دے دی۔

یہ خدا کی شان و کبریائی تھی کہ اول وقت تو وہ کفار تھے۔ اور موسیٰ

سے معارضہ کرنے آئے تھے۔ فرعون سے انعام واکرام کے خواستگار ہوئے تھے اور دوسرے وقت شہدا میں داخل ہو گئے۔ بغیر کسی عمل کے کیے ہوئے سیدھے جنت میں چلے گئے۔

عام مورخین کا یہ خیال ہے کہ خرقیل بھی اسی دن انھیں ساحروں کے ساتھ شہید کیا گیا تھا، اس نے ان کو اعلانیہ ایمان لاتے ہوئے دیکھ کر ایمان ظاہر کر دیا تھا اور بعضے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس واقعے سے پہلے وہ ایمان اپنا ظاہر کر چکا تھا۔ مگر سولی اس کو ان کے ساتھ دی گئی۔ خرقیل کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل سے تھا اور کوئی اس کو فرعون سے بتاتا ہے۔ اور کوئی یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ نجار تھا۔ اسی نے تابوت بنایا تھا۔ جس میں جناب موسیٰ بند کر کے نیل میں ڈالے گئے تھے۔

بعد اس کے ایک دوسرا واقعہ جگر گداز یہ ہوا کہ پہلے ماشطہ نامی ایک عورت کو مع اس کے لڑکے کے فرعون نے تنور میں ڈال دیا، اس وجہ سے کہ اس نے بھی اپنا ایمان ظاہر کر دیا تھا۔

بعدہٗ اپنی بی بی آسیہ پر بھی اس قدر تشدد کیا کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ انھوں نے حالت تشدد میں جناب باری میں یہ عرض کیا: '' **ربِّ ابنِ لی عندک بیتا فی الجنة ونجنی من فرعون و عمله ونجنی من القوم الظالمین** ''[التحریم:11] (اے پروردگار میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اس کے کاموں سے نجات دے اور نجات دے مجھ کو قوم ظالمین سے۔) اللہ جل شانہٗ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا لیا، بی بی آسیہ جنت کو دیکھ کر مسکرائیں۔ فرعون نے کہا یہ ماجرا دیکھو کہ اس پر عذاب کیا جاتا ہے اور یہ ہنس رہی ہے۔ آسیہ نے کچھ جواب نہ دیا اور صبر وشکر کرتی ہوئیں اسی عذاب وتشدد کی حالت میں انتقال کر گئیں۔

ان واقعات کے بعد عام طور سے آدمیوں پر فرعون کا رعب غالب ہو گیا، مگر تاہم حقانیت کی وجہ سے موسیٰ کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے۔ فرعون نے عام لوگوں کے خیال تقسیم کرنے کی غرض سے اپنے وزیر ہامان سے کہا "مجھ کو یہ گمان پیدا ہو رہا ہے کہ موسیٰ (عیاذًا باللہ) جھوٹا ہے، تم میرے لیے ایک بلند اور اونچا محل بناؤ تا کہ اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں۔"

ہامان نے سات برس کے عرصے میں پکی اینٹوں اور چونے سے ایک بلند مکان بنوایا۔ فرعون کو اس پر چڑھنے کی نوبت تک نہ آئی، اللہ جل شانہٗ کے حکم سے اس کی دیواریں شق ہو گئیں۔ اور وہ مکان گر پڑا۔

فرعون کو اس سے اور زیادہ غصہ آیا اور وہ بنی اسرائیل کو اور زیادہ ستانے لگا۔ بنی اسرائیل موسیٰ کے پاس آتے اور اس کے ظلم کی شکایتیں کرتے تھے۔ اور جناب موسیٰ یہی فرماتے تھے۔ استعینوا باللّٰہ واصبروا، [و] العاقبۃ للمتقین" [الاعراف: 128] (اللہ سے مدد مانگو اور برداشت کرو [اور] آخرت کی بھلائی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔) [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

موسیٰ کو ہجرت کا حکم

ان واقعات کے بعد فرعون نے موسیٰ کو جھٹلانے اور بنی اسرائیل کی تکلیف دہی میں زیادہ توجہ کی، کوئی دقیقہ ان کے ستانے کا فروگذاشت نہ کرنے لگا۔ پس بحکم باری عز اسمہٗ۔ فرعون اور اس کی قوم کو دس [1] مشکلات یکے بعد دیگرے پیش آئیں جو ہر ایک موسیٰ کی دعا سے

---

[1] علامہ ابن اثیر نے ان میں سے چھ کو ذکر کیا ہے۔ (اول) طوفان آیا مدتوں متواتر پانی برستا رہا کل چیزیں پانی میں غرق ہو گئیں۔ جب فرعونی زیادہ پریشان ہوئے تو موسیٰ کے پاس گئے اور کہا کہ اگر یہ عذاب ہم سے اٹھا لیا جائے گا تو ہم ایمان لائیں گے۔ موسیٰ نے دعا کیا اور وہ عذاب جاتا رہا۔ مگر یہ ایمان نہ لائے۔ (دوسری) ٹڈیاں آئیں اس وقت بھی فرعونی یہی چال چلے (تیسری) جنگلی چوہے اس کثرت سے پیدا ہوئے کہ کل کھیتوں اور انباروں کو برباد کر دیا۔ موسیٰ سے پھر التجا کی گئی اور یہ عذاب ان کے سروں سے جاتا رہا (بقیہ حاشیہ ص 241 پر)

رفع ہوتی گئیں۔تا آنکہ موسیٰ کو مع بنی اسرائیل کے مصر سے ہجرت کا حکم ہوا۔

بنی اسرائیل کو ہدایت

توریت میں لکھا ہے کہ وقت روانگی بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہر خاندان والے بکرے یا دنبے کی قربانی کریں۔اگر مستطیع نہ ہوں تو اپنے ہم سایہ کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اطراف (ہاتھ و پاؤں) اور سر کے سوا اور باقی گوشت کھائیں یعنی ان کی ہڈی نہ توڑیں۔علامت کی غرض سے چلتے وقت اس کا خون دروازوں پر لگادیں۔گھر کے باہر کوئی چیز نہ چھوڑیں۔روز روانگی اور اس کے بعد سات دن تک نان فطیر 1 کھائیں اور فصل ربیع کے چودھویں روز مصر سے ارض مقدسہ کی طرف رات کے وقت عصائیں [لاٹھیاں] ہاتھوں میں لیے ہوئے بوڑھے جوان لڑکے حسب ترتیب نکلیں اور جو کچھ رات کے کھانے سے بچ جائے اس کو جلا دیں۔

عید الفصیح

یہ دن ان کے اور ان کی آئندہ نسلوں کے لیے عید کا مقرر کیا گیا۔اسی کو وہ لوگ عید الفصیح 2 کہتے ہیں۔توریت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسی شب میں بنی اسرائیل نے اشتعال طبع کی

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ) اور وہ ایمان نہ لائے۔(چوتھی) مینڈکوں کا عذاب آیا یہ اس کثرت سے نمایاں ہوئے کہ فرعونیوں کے کل برتن اور مکان ان سے بھر گئے۔موسیٰ سے پھر عرض کرنے گئے اور یہ عذاب دفع ہو گیا مگر وہ اپنے کفر پر بدستور قائم رہے۔(پانچویں) ان پر یہ عذاب نازل ہوا کہ فرعونیوں کا پانی خون ہو گیا۔ایک ہی گھڑے سے فرعونی اور بنی اسرائیل پانی پیتے تھے۔بنی اسرائیل پانی پیتے تھے اور فرعونی خون پیتے تھے۔یہ عذاب سات دن رہا آٹھویں روز موسیٰ کی دعا سے اس سے بھی نجات ملی لیکن کافر کے کافر ہی رہے۔(چھٹی) ان واقعات کے بعد سوائے خیل اور جواہرات اور غلے کے کل چیزیں مسخ ہو گئیں۔جب اس مرتبہ بھی فرعونیوں نے موسیٰ کو دھوکہ دیا اور آپ کو شاق گذرا تو حکم ہجرت نازل ہوا۔علامہ طبری نے ان چھ کو ذکر کر کے عصا اور ید بیضا اور قحط کو ذکر کیا ہے اور اس حساب سے نو ہوئیں۔بایں ہمہ دسویں عذاب کا پتہ نہ چلا۔[مترجم]

1 نان فطیر = تازہ روٹی [م۔ص]

2 عید الفصیح نصرانیوں کی عید کا نام ہے۔صحیح یہ ہے کہ وہ اس کو عید الفطیر کہتے ہیں۔کذا قالہ العطار۔(عطار کے قول کے مطابق) [مترجم]

2 دار الفکر 2:94 اور دار الکتب العلمیہ 2:94 کے نسخوں میں عید الفصح ہے۔[م۔ص]

غرض سے قبطیوں کی دوشیزہ عورتوں کو قتل کر ڈالا اور ان کے مویشیوں کو اور چار پایوں کو ہلاک کر دیا۔

فرعون کی غرقابی

بنی اسرائیل کو یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ قبطیوں سے قیمتی قیمتی زیورات مستعار لے لیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور شب کے وقت مع اپنے مال واسباب ومویشیوں کے مصر سے نکلے اور بہ الہام الٰہی یوسفؑ صدیق کا تابوت نکلوا کر اپنے ہمراہ لیا، جیسا کہ وقت انتقال آپ نے وصیت کی تھی۔

بنی اسرائیل کی تعداد اس وقت چھ لاکھ1 یا کچھ اس سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ دریا کے قریب پہنچ گئے تھے کہ فرعون کو یہ خبر لگی تو فوراً مصر کے گرد ونواح کے شہروں سے کچھ فوجیں جمع کر لیں اور ان کے تعاقب میں روانہ ہوا، جس وقت بنی اسرائیل دریائے نیل کے ساحل پر کوہ طور کے سامنے پہنچے۔ فرعون بھی اپنا لشکر لیے ہوئے آ پہنچا۔ موسیٰ2 نے بہ حکم خدا اپنا عصا دریا پر

---

1 علامہ ابن اثیر بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار بیان کرتا ہے اور تحریر کرتا ہے کہ ہارون مقدمہ میں تھے اور موسیٰ ساقہ کے ہمراہ تھے۔ مورخ طبری کہتا ہے کہ وقت خروج موسیٰ کے ساتھ چھ لاکھ تیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے تھے۔ علاوہ اس کے لڑکی اور عورتیں تھیں جن کی تعداد کچھ ظاہر نہیں کی، نویں محرم شب شنبہ کو مصر سے موسیٰ نکلے اور اس کی صبح کو فرعون کو ان کی روانگی کی اطلاع ہوئی۔ [مترجم]

2 مورخین اس واقعے کو اس طرح پر روایت کرتے ہیں کہ جس وقت بنی اسرائیل دریا کے ساحل پر پہنچے اور فرعون ان کے قریب آ پہنچا تو بنی اسرائیل گھبرا گئے۔ اور موسیٰ سے کہنے لگے کہ مصر میں ہم جس حالت میں تھے اچھے تھے، اب تم ہم کو مصر سے نکال لائے سامنے دریا ہے پیچھے دشمن ہے نہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا: ''کلا ان معی ربی سیھدین'' [الشعرا:62] (یعنی بیشک میرے ساتھ میرا خدا ہے اور وہ قریب ہے کہ میری ہدایت کرے گا۔) موسیٰ کی زبان سے یہ کلمات ختم ہوئے تھے کہ دریا پر عصا مارنے کی وحی نازل ہوئی۔ حضرت موسیٰ نے دریا پر عصا مارا فوراً بارہ راستے ظاہر ہو گئے بارہوں سبط بنی اسرائیل ان راہوں سے چلے، کچھ دور چل کر ہر ایک سبط کہنے لگا کہ شاید ہمارے ساتھی ڈوب گئے جب تک ہم ان کو نہ دیکھیں گے ہم کو یقین نہ ہوگا۔ موسیٰ نے دعا فرمائی۔ اسی وقت پانی کی جو دیواریں بن گئی تھیں ان میں روزن ہو گئے اور ہر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے دریا سے عبور کر گئے۔ فرعون نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنے (بقیہ حاشیہ ص 243 پر)

مارا اور دریا پھٹ گیا۔ اور صاف راستے ظاہر ہو گئے۔ موسیٰ مع بنی اسرائیل کے چلے گئے اور فرعون مع اپنے لشکر کے ان کے تعاقب میں آگے بڑھا۔ نصف دریا تک پہنچا ہوگا کہ موج کے تھپیڑوں نے اس کو مع اس کی فوج کے ہلاک کر دیا۔

کوہ طور پر بنی اسرائیل کا قیام

بنی اسرائیل دریا سے عبور کر کے دامن کوہ طور میں مقیم ہوئے اور موسیٰ کے ساتھ تسبیح میں مصروف ہوئے۔ وہ تسبیح یہ تھی: "**نسبح الرب البهیَ الذی قهر الجنود ونبذ فرسانها فی البحر المنیع المحمود**" [ہم پاکی بیان کرتے ہیں اس رب کی جو شان وشوکت والا ہے، جس نے فرعون کی افواج کو زیر کیا اور سواروں کو ایسے سمندر میں پھینک دیا جو طاقتور ہے، قابل توصیف ہے۔[1]] اور مریم ہمشیرہ موسیٰ وہارون بھی دف لیے ہوئے بنی اسرائیل کی عورتوں میں "**سبحان الرب القهار الذی قهر الخیول ورکبانها القاهافی البحر**" [پاکی بیان کرتا ہوں رب کی جو غالب ہے، جس نے گھوڑ سواروں پر قہر نازل کیا اور سمندر میں ان کو ڈبو دیا۔[2]] ترتیل سے پڑھ رہی تھیں۔

نزول الواح

بعد اس کے موسیٰ کوہ طور پر مناجات کرنے کو گئے۔ اللہ جل وعلیٰ ذکرہ نے آپ سے کلام کیا، معجزات مرحمت فرمائے۔ الواح نازل کیں۔ بنی اسرائیل کا یہ خیال ہے کہ وہ دو لوحیں تھیں جن میں کلمات عشرہ تھے۔ یعنی (1) کلمۂ توحید (2) **محافظة علی السبت بترک**

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) لشکریوں سے کہا: "دیکھو دریا نے مجھے راستہ دے دیا لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہمارا دشمن تو نکل گیا اور تم باقی رہ گئے چلو آگے بڑھو۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا گھوڑا آگے کیا، جس وقت نصف دریا میں پہنچا دریا اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ فرعون مع اپنے لشکریوں کے ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ ڈوبتے وقت فرعون نے کہا: "**آمنت انه لا الٰه الا الذی آمنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین**" [یونس: 90] (یعنی میں ایمان لایا اس پر کہ کوئی خدا سوائے اس کے نہیں جس پر کہ بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔) مگر کچھ سود مند نہ ہوا۔ (مترجم)

1، 2 ان عربی عبارتوں کا ترجمہ اضافہ ہے۔ [م۔ص]

الاعمال فیہ (یعنی شنبہ کے دن کچھ کام نہ کرنا۔)(3)والدین کے ساتھ نیکی کرنا،(4)قتل، (5)زنا،(6)سرقہ،(7)جھوٹی گواہی سے بچنا،(8)اپنے پڑوسی کے گھر(9)عورت(10) اسباب کی طرف بری نگاہوں سے نہ دیکھنا۔

نزول الواح کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل جس وقت دریا کو عبور کر کے طور سینا کے قریب مقیم ہوئے اور موسیٰ طور پر چڑھ گئے۔اللہ جل شانہٗ سے باتیں کیں،اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل اس انعام کا کہ فرعون سے ان کو نجات ملی ہے اس طور سے شکریہ ادا کریں کہ تین روز تک برابر غسل کریں۔کپڑیں دھوئیں،تیسرے روز طور کے اردگرد مجتمع ہوں۔

بنی اسرائیل نے اس حکم کی تعمیل کی۔طور پر دفعتہً ایک ابر محیط ہوگیا۔جس میں رعد و برق کی چمک اور تڑپ تھی۔بنی اسرائیل یہ دیکھ کر حیرت زدہ جہاں پر تھے وہیں کھڑے رہ گئے۔بعد ازاں طور کو دھواں نے ڈھانک لیا۔اس کے وسط میں ایک عمود نور کا تھا۔اس کے بعد ایک زلزلۂ عظیم محسوس ہوا جس سے طور کا ہر پتھر کانپ اٹھا۔اور رعد کی تڑپ اور زیادہ سنی جانے لگی۔موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ بنی اسرائیل وصایا اور تکالیف شرعی کے سننے کے لیے قریب آئیں مگر اسرائیل خوف کے مارے آگے نہ بڑھ سکے۔

تب یہ حکم صادر ہوا کہ ہارونؑ حاضر ہوں اور علمائے بنی اسرائیل ان کے قریب کھڑے رہیں۔چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔اللہ جل شانہٗ نے ان پر الواح نازل فرمائیں۔

موسیٰؑ کی بے ہوشی

بعد[1] اس کے چالیس راتوں کے گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے وعدے پر گئے۔اللہ

---

1 موسیٰ نے بہ وقت خروج مصر،بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ تم کو کتاب اللہ دی جائے گی۔جس میں کل احکام مندرج ہوں گے۔بعد ہلاکی فرعون جب بنی اسرائیل طور سینا کے قریب آکر مقیم ہوئے۔موسیٰ سے کتاب اللہ طلب کی۔موسیٰ نے اللہ جل شانہٗ سے عرض کیا۔اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ پہلے تیس روزے رکھو اور طہارت و صفائی سے رہو۔جب یہ مدت ختم ہوجائے گی تب تم کو کتاب مرحمت کی جائے گی۔چنانچہ موسیٰ نے اول ذیقعدہ سے روزے رکھے بعد اختتام ماہ مذکور جس وقت طور پر جانے لگے۔روزے کی وجہ سے منہ کی بو نہ پسند آئی۔آپ نے بیر یا کسی اور درخت کی ایک ٹہنی توڑ کر مسواک کر لیا۔اللہ (بقیہ حاشیہ ص 245 پر)

تعالیٰ نے ان سے کلام کیا۔ آپ نے دیکھنے کی تمنا ظاہر کی۔ حکم ہوا ''تم نہ دیکھ سکو گے البتہ پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی اصلی حالت پر رہ جائے تو شاید تم دیکھ سکو۔'' موسیٰ کا پہاڑ کی طرف نظر اٹھانا تھا کہ تجلی باری کی تاب نہ لا سکے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو اپنی اس جسارت کی معافی چاہی۔ بعدہٗ اللہ جل شانہٗ نے ان کو توریت کے بہت سے احکام حلت و حرمت کے بتلائے۔

ہارونؑ بحیثیت نائب

موسیٰ جس وقت کوہ طور پر جانے لگے تھے، اپنے بھائی ہارونؑ کو بنی اسرائیل میں اپنا قائم مقام کر گئے تھے۔ وہ ان کو ہر امر کی بجا آوری اور منہی عنہ سے احتراز کی تعلیم کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے ہارونؑ کے کہنے سے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ مشتعل کی اور ان زیورات کو جو وقت روانگی مصر میں قبطیوں سے مستعار لیے تھے، آگ میں ڈال دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ زیورات ان پر حرام ہو چکے تھے۔

گوسالہ کی پوجا

سامری 1 اپنے ہم راہیوں کو لیے ہوئے آیا اور اس پر کوئی 2 چیز ڈال دی۔ جو اس کے

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) جل شانہٗ نے اسی وقت یہ وحی نازل فرمائی کہ ''کیا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ مجھ کو روزے دار کے منہ کی بو مشک کی بو سے زیادہ پسند اور محبوب ہے؟ تم دس روز اور روزے رکھو۔ بعدہٗ کتاب لینے اور ہم کلام ہونے کو آؤ۔'' چنانچہ جناب موصوف نے پورے اول عشرۂ ذوالحجہ کو روزے رکھے اور اسی دس دن میں بنی اسرائیل گوسالہ پرست ہو گئے۔ اس وجہ سے کہ موسیٰ کی مدت مقررہ تیس دن کی منقضی ہو گئی تھی اور وہ واپس نہ آئے تھے۔ (مترجم)

1 سامری کو بعضے باجرمیوں سے شمار کرتے ہیں اور بعض اس کو بنی اسرائیل سے کہتے ہیں۔ (مترجم)

2 وہ شے جس کو اثر رسول سے تعبیر کرتے ہیں جبرئیل کے گھوڑے کے قدم کی مٹی تھی، سامری نے یہ مٹی اس دن اٹھالی تھی جب کہ بنی اسرائیل دریائے نیل سے عبور کر رہے تھے۔ اور فرعون ان کے تعاقب میں تھا۔ جبرئیل حسب حکم باری بنی اسرائیل کی مدد کو آئے تھے، جس طرف یہ جاتے تھے خشک گھاس سبز ہو جاتی تھی۔ سامری نے یہ دیکھ کر ایک مٹھی خاک جبرئیل کے گھوڑے کے قدم کی اٹھالی تھی۔ (مترجم)

پاس موجود تھی۔ پس وہ عجل[1] یعنی گوسالہ بن گیا۔ بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ ہارونؑ اس خیال سے کہ بنی اسرائیل میں افتراق نہ پیدا ہو جائے خاموش[2] رہے۔

موسیٰ کی خفگی

موسیٰ کوہ طور سے مناجات کر کے واپس ہوئے تو بنی اسرائیل کو گوسالہ پرست پایا۔ اور اس کی اطلاع جناب موصوف کو کوہ طور ہی پر دی گئی تھی۔ آپ بہت برہم ہوئے اور لوحوں کو پھینک دیا۔ ہارونؑ کے بال پکڑ کے کھینچا۔ ہارونؑ نے معذرت کی **یا بن ام لا تا خذ بلحیتی و لا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی** [طٰہٰ:94] (یعنی اے میرے بھائی میری ڈاڑھی اور میرے سر کے بال پکڑ کر نہ کھینچو، میں یہ ڈرا کہ مبادا تم یہ کہو کہ تو نے بنی اسرائیل کو مجھ سے جدا کر دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔) موسیٰؑ نے یہ سن کر ہارونؑ کے بال چھوڑ دیئے اور اس گوسالہ کو جلا کر دریا میں پھینک دیا۔[3]

---

[1] بعض مورخ لکھتے ہیں کہ سامری نے ان زیورات سے تین دن میں گوسالہ بنایا تھا اور بنی اسرائیل سے اس نے کہا تھا **ھذا الھکم والہ موسی** [طٰہٰ:88] (یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے۔) اس وجہ سے بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے تھے۔ (مترجم)

[2] ہارونؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم لوگ فتنے میں پڑ گئے ہو۔ تمہارا خدا رحمٰن ہے تم میری اطاعت کرو چنانچہ بعضوں نے ان کی اطاعت کی اور اکثر نے نافرمانی کی۔ (مترجم)

[3] گوسالہ کے جلانے کے بعد بنی اسرائیل خدا کی طرف رجوع ہوئے اور توبہ کے خواستگار ہوئے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان کی توبہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا" **یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذ کم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم** "[البقرۃ:54] یعنی اے قوم بیشک تم نے اپنے نفسوں پر اس گوسالے کی پرستش سے ظلم کیا ہے۔ پس اپنے خدا کی طرف رجوع کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو۔" موسیٰ کے اس کہنے پر بنی اسرائیل اپنے آپ کو قتل کرنے لگے، موسیٰ اور ہارونؑ کھڑے ہوئے خدا سے استغفار کر رہے تھے۔ جب ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تو خدائے تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور قتل کرنے سے منع کیا۔ موسیٰ نے سامری کے قتل کا قصد کیا۔ مگر باری تعالیٰ کے حکم سے باز رہے اور لعنت بھیج کر خاموش ہو رہے۔ بعدہٗ موسیٰ ستر آدمیوں کو اپنی قوم کے نیک اور افضل ترین آدمیوں میں سے منتخب کر کے طور سینا (بقیہ حاشیہ ص 247 پر)

موسیٰ اور بنی اسرائیل کی نجات پانے کی خبر ان کے خسر شعیب (یا یثرو) کو ہوئی تو وہ مدین سے مع اپنی لڑکی صفورا زوجۂ موسیٰ اور ان کے دونوں لڑکے جرشون، عازر کے آئے۔ موسیٰ نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آئے اور بنی اسرائیل نے ان کی بہت بڑی عزت کی۔ بعد اس کے بنی اسرائیل میں جب آپس کے جھگڑے بڑھتے نظر آئے تو بحکم الٰہی آپ نے ہر صدی [سو] یا

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) کی طرف لے کر چلے، اس غرض سے کہ وہاں ان کو لے جا کر گوسالہ پرستی سے توبہ کرائیں اور اللہ سے معافی کے خواستگار ہوں۔ جب یہ لوگ طور سینا کے قریب پہنچے تو انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم خدا کا کلام سننا چاہتے ہیں۔ جناب موسیٰ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا، اللہ جل شانہٗ نے ان کی التجا قبول فرمائی اور قریب ہونے کی ہدایت فرمائی۔ موسیٰ تو اس ابر کے ٹکڑے میں چھپ گئے۔ جو طور پر نمایاں ہوا تھا۔ اور یہ سب ابر کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑے۔ موسیٰ جب خدا سے ہم کلام ہو کر واپس ہوئے تو انھوں نے کہا "لن نومن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃً [البقرہ:55] (یعنی ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ اللہ کو بظاہر نہ دیکھ لیں گے۔) خدا ان کی اس جسارت سے ناراض ہوا اور ایک ایسی بجلی چمکی کہ جس سے وہ سب مر گئے۔ اور پھر موسیٰ کی دعا سے وہ سب یکے بعد دیگرے زندہ ہوئے۔ بعضے مورخین کا یہ خیال ہے کہ یہ واقعہ پہلے کا ہے۔ بنی اسرائیل نے اس کے بعد بذریعہ خودکشی توبہ کی واللہ اعلم۔ بہر کیف جب موسیٰ توریت لے کر بنی اسرائیل کے پاس آئے اور انھوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کیا تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل فلسطین کے پہاڑ کا ایک ٹکڑا بقدر ایک میل مربع کے اٹھا لائے اور ان کے سر پر ایک قد آدم کے فاصلے پر معلق کر دیا اور آگ ان کے روبرو دکھائی دی۔ اور پیچھے سے دریا آ گیا۔ موسیٰ نے ان سے کہا خذو ما اتینا کم بقوۃ واسمعوا [البقرہ :93] (یعنی جو چیز ہم تم کو دیتے ہیں اس کو زور سے پکڑ لو اور سنو۔) ورنہ یہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا۔ اور تم اس دریا میں ڈبو دیے جاؤ گے، آگے بھاگ نہ سکو گے کیونکہ آگ تم کو جلا دے گی۔ بنی اسرائیل یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور مجبور ہو کر راضی ہو گئے اور سجدے میں گر پڑے۔ مگر کنکھیوں سے پہاڑ کو دیکھتے جاتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں میں یہ رسم جاری ہو گئی کہ سال بھر میں ایک مرتبہ ایک رخ سے سجدہ کرتے ہیں۔ بعد اس کے رات کو بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے چچازاد بھائی کو قتل کر ڈالا۔ صبح کو قاتل کی تلاش ہونے لگی۔ قاتل کا پتہ نہ ملتا تھا۔ اللہ جل شانہٗ نے گائے کی قربانی کا حکم دیا بنی اسرائیل سوال پر سوال کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر سخت قید لگاتا گیا۔ یہاں تک کہ اس صفت کی گائے ایک ہی ملی۔ اس قیمت پر کہ اس کی کھال بھر سونا دیا جائے۔ مجبور ہو کر بنی اسرائیل نے اس گائے کو خرید کیا اور اس کو ذبح کر کے اس کی زبان یا کسی اور عضو سے مقتول کو مارا وہ حکم الٰہی سے زندہ ہو گیا۔ اور وہ بیان کر کے کہ مجھ کو فلاں شخص نے مارا ہے پھر مر گیا۔ (ابن اثیر) (مترجم)

پچاس یا دس آدمیوں میں ایک ایک افسر مقرر کیا، جو ان کے قضایا اور باہمی نزاعوں کا فیصلہ کرتا تھا۔ اور خود اہم و دشوار و پیچیدہ معاملات کو فیصل کرتے تھے۔

قبۂ عبادت و تابوت شہادت

بعد ازاں موسیٰ کو شمشاد یا سنوط [سنط] کی لکڑی اور چوپایوں کے کھالوں اور بھیڑوں کے اون سے قبۂ عبادت و وحی بنانے اور اس کو حریر اور سونے اور چاندی سے مڈھنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ اس کی تفصیلی کیفیت توریت میں مذکور ہے۔

یہ قبۂ عبادت و وحی فصل ربیع کے اول دن میں نصب کیا گیا اور اس میں تابوت شہادت رکھا گیا۔ توریت میں لکھا ہے کہ قبۂ عبادت قبل اہل عجل موجود تھا اور وہ کعبہ کی طرح [تھا] اسی کی طرف اور اسی میں بنی اسرائیل نمازیں پڑھتے تھے اور اسی سے تقرب کرتے تھے۔ قربان گاہ کی کل خدمت حسب ہدایت باری تعالی ہارون کو سپرد کی گئی تھی۔ جب موسیٰ اس میں داخل ہوتے تھے تو بنی اسرائیل اس کے اردگرد کھڑے ہوتے تھے اور ایک ابر کا ٹکڑا اس کے دروازے پر نمودار ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اور اللہ جل شانہٗ اسی ابر کے ٹکڑے سے ہم کلام ہوتا تھا اور موسیٰ کروبیوں کے روبرو خاموش کھڑے رہتے تھے۔ جب کوئی حکم الٰہی صادر ہوتا تھا، اس سے بنی اسرائیل کو آگاہ کرتے تھے۔ اور جب کبھی بنی اسرائیل میں کسی امر پر جھگڑا ہوتا تھا اور موسیٰ کو حَکَم بناتے تھے۔ درآنحالیکہ یہ اس کا فیصلہ نہ کر سکتے تو وہ اسی قبہ و قربان گاہ کی طرف آتے اور تابوت کے پاس کروبیوں کے روبرو خاموش کھڑے ہو جاتے اور مناجات کرتے تھے۔ تب وحی نازل ہوتی اور مقدمات کا فیصلہ ہو جایا کرتا تھا۔

[توضیح مترجم]

توریت مقدس میں لکھا ہے کہ موسیٰ کو طور سے واپسی کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل سے کہیں کہ خدا کے لیے شمشاد یا سنوط (شیشم) کی لکڑی کا ایک صندوق بنائیں جس کا طول ڈھائی ہاتھ اور عرض و اونچائی ڈیڑھ ڈیڑھ ہاتھ ہو اور اندر و باہر سے اس پر سونے کے پترے چڑھائے جائیں اور اس کے گرد طلائی کلس ہوں۔ اور چار حلقے ڈھلے ہوئے سونے کے

دو ایک طرف دو ایک طرف لگائیں جائیں۔ اور شمشاد ہی کی لکڑی کی دو چوبیں بنا کر ان پر بھی سونا مڈھا جائے۔ اور وہ چوبیں صندوق اٹھانے کی غرض سے ان حلقوں میں ڈال دی جائیں۔ عہد نامہ اسی صندوق میں رکھا جائے۔ (اسی صندوق کو تابوت شہادت کہتے تھے۔)

ایک قبہ سونے کا ڈھائی ہاتھ لمبا ڈیڑھ ہاتھ چوڑا بنایا جائے۔ اور دو کروبیوں (فرشتوں) کی صورت بنا کر اس کے دونوں طرف لگا دی جائیں اس صورت سے کہ یہ دونوں کروبی رودررو ہوں اور ان کے پروں سے وہ قبہ ڈھنکا ہوا ہو اور یہ قبہ اس صندوق (تابوت شہادت) پر رکھا جائے۔ قبہ کو کفارہ کا سرپوش کہتے تھے۔ موسیٰ انھیں کروبیوں کے سامنے کھڑے ہو کر عرض و معروض کرتے تھے۔

ایک میز اسی درخت کی لکڑی کی دو ہاتھ لمبی ایک ہاتھ چوڑی، ڈیڑھ ہاتھ اونچی بنائی جائے اور وہ سونے سے مڈھی جائے۔ اور اس کے چاروں طرف طلائی کلس اور چار انگل اونچی کنگنیاں (کٹہرے) لگائی جائیں اور اس کے چاروں پایوں کے مقابل چار حلقے طلائی لگا کر ان میں چار چوبیں جو سونے سے مڈھی ہوئی ہوں پہنا دی جائیں اور اس کے متعلق ظروف، چمچے، سرپوش، پیالے خالص سونے کے بنا کر اس پر رکھے جائیں اور اسی میز پر ہمیشہ نذر کی روٹیاں رکھی جائیں۔

ایک شمع دان طلائی تیار کیا جائے اور اس میں چھ شاخیں تین ایک طرف تین ایک طرف ہوں اور شاخوں میں بادامی صورت کے پیالے لگائے جائیں اور شمع دان میں خود چار پیالے ہوں اور اس کی گلگیر و لگن طلائی ہوں۔

ایک خیمہ دس باریک کتان کے آسمانی، قرمزی، سرخ رنگ کے پردوں کا تیار کیا جائے اور اس میں کروبیوں کی صورتیں بنائی جائیں۔ ہر پردے کا طول اٹھائیس ہاتھ اور عرض چار ہاتھ کا ہو۔ پانچ پانچ پردے ایک

دوسرے سے اس طرح سے جوڑے جائیں کہ ایک ایک طرف ان کے حاشیے میں آسمانی رنگ کے پچاس تکمے ریشمی اور اسی کے مقابل میں دوسری طرف پچاس گھنڈیاں طلائی لگائی جائیں۔ تاکہ ان کے ملانے سے خیمے کی صورت بن جائے اور خیمے کا بالائی حصہ (چھت) کے لیے گیارہ پردے بکریوں کے بالوں کے بنائے جائیں۔ جس کی لمبائی تیس ہاتھ، چوڑائی چار ہاتھ ہو۔ پانچ پردے ایک میں اور چھ ایک میں ملا دیے جائیں۔ چھٹا پردہ خیمے کے منہ کی طرف رہے۔ ان میں بھی پچاس تکمے اور پچاس گھنڈیاں لگائی جائیں۔ مگر ان کی گھنڈیاں پیتل کی ہوں۔ اور اس پورے خیمے کے ڈھانکنے کے لیے سرخ رنگ کی بکریوں کی کھالوں کا ایک بہت بڑا خیمہ بنایا جائے۔

شمشاد ہی کے تختوں سے مسکن کے لیے بیس بیس تختے دس دس ہاتھ لمبے ڈیڑھ ڈیڑھ ہاتھ چوڑے جن کے چالیس پائے نقرئی ہوں دکھن اور اُتر کی جانب اور جانب پچھم چھ تختے اور دونوں کونوں میں دو تختے جن کے نیچے سولہ پائے نقرئی لگے ہوں رکھے جائیں۔ اور یہ سب تختے سونے سے مڈھے جائیں اور یہ مسکن اسی طور سے کھڑا کیا جائے جیسا کہ طور سینا پر دیکھا گیا ہے۔

ایک پردہ اور باریک کتان کا تیار کیا جائے جو آسمانی، قرمزی، ارغوانی رنگ کا ہو۔ اور اس پر ملائکہ کی تصویریں بنی ہوں اور شمشاد کے چار ستونوں پر لٹکایا جائے۔ جو سونے سے منڈھے ہوں اور ان ستونوں میں سونے کے حلقے ہوں تاکہ پردے کی گھنڈیاں ان میں پرودی جائیں اور اس کے پیچھے تابوت شہادت اور اس پر قبۂ عبادت (یعنی کفارے کا سرپوش) رکھا جائے اور میز پردے کے باہر اور شمع دان میز کے روبرو مسکن کے دکھن جانب رکھا جائے۔

ایک قربان گاہ (مذبح) شمشاد ہی کی لکڑی کا بنایا جائے جس کا طول و

عرض پانچ پانچ ہاتھ اور بلندی تین ہاتھ ہو۔ اور اس کے چاروں کونوں پر سینگ بنا کر پیتل سے منڈھی جائیں اور ایک آتش دان پیتل کا جالی دار بنایا جائے۔ اور اس کی راکھ کے لیے پیتل کی پھاوڑیاں، پیالے، سیخیں، انگیٹھیاں بنائی جائیں اور جالی کے چاروں کونوں پر چار حلقے پیتل کے بنا کر قربان گاہ کے اندر لٹکایا جائے۔ اور قربان گاہ کے اٹھانے کے لیے شمشاد کی چوبیں پیتل سے منڈھی ہوئی تیار کی جائیں اور قربان گاہ کے آگے ایک صحن ہو جس کا طول سو ہاتھ اور عرض پچاس ہاتھ اور بلندی پانچ ہاتھ کی ہو۔ یہ صحن باریک کتان کے پردوں سے بنایا جائے جس کے پائے اور میخیں پیتل کی ہوں اور جملہ ظروف مسکن کے پیتل ہی کے ہوں۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دے کہ وہ زیتون کا خالص تیل شمعدان کے روشن کرنے کے لیے لائیں اور تابوت شہادت کے پردے کے باہر ہارونؑ اور ان کے بیٹے صبح سے شام تک قربان گاہ کو آراستہ کریں۔ یہی دستور العمل بنی اسرائیل میں نسلاً بعد نسل جاری و قائم رہے۔[1] انتھی کلام المترجم. [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

بنی اسرائیل کی روانگی

بنی اسرائیل مصر سے نکل کر سینا کے میدان میں اوائل فصل صیف میں آئے تھے۔ اور تقریباً تین [3] مہینے تک مقیم رہے۔ بعد ازاں بحکم باری جبال شام اور بلاد بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے جس کے دینے کا باری تعالیٰ نے حضرات ابراہیم و اسحاق و یعقوب صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سے وعدہ کیا تھا۔

موسیٰ نے وقت روانگی بنی اسرائیل کو شمار کیا۔ بیس برس کی عمر سے اس سن تک کے آدمی جو مسلح ہو سکتے تھے چھ لاکھ یا کچھ اس سے زیادہ تھے۔ پھر جہاد کی غرض سے لشکر کو آراستہ کیا۔ میمنہ اور میسرہ سے مرتب کر کے ہر سبط کے لیے مقام مقرر فرمایا اور تابوت شہادت اور مذبح کو قلب

1. توریت کے حوالے سے قبۂ عبادت سے متعلق اطلاعات اختصار کے ساتھ ابن خلدون نے بھی نقل کی ہیں لیکن مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ نہ کر کے براہ راست توریت سے یہ تفصیلات نقل کی ہیں۔ [م۔ص]

میں رکھا اور اس کی خدمت بنی لاوی کو سپرد کر کے ان کو جدال وقتال سے بری کر دیا۔ اور بر یہ فاران کی طرف بڑھے۔

فاران کے قریب پہنچ کر بارھوں [12] اسباط سے بارہ[1] آدمیوں کو قوم جبارین کی خبر لانے کو روانہ کیا۔ یہ لوگ جس وقت کنعانین اور عمالقہ کے شہروں میں پہنچے، ان کی عظمت[2] اور جلال دیکھ کر گھبرا گئے۔ ناامید وافسردہ دل ہو کر لوٹے اور بنی اسرائیل کو ان کی قوت اور سطوت سے آگاہ کیا۔ مگر یوشع بن نون بن الیشا [ایشامع] بن عمیھون بن بارص بن لعدان بن تاحن بن تالح بن اراشف ابن رافع [رافح] بن بریعا بن افرایم بن یوسف [بن یعقوب] اور کالب بن یوفنا بن حصرون بن بارص بن یہودا ابن یعقوب نے صرف موسیٰ اور ہارون سے ان کی خبریں بیان کیں۔ یہ دونوں وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام خاص سے سرفراز فرمایا تھا۔

---

1 بارھوں [12] اسباط سے بارہ اشخاص جن کو موسیٰ نے قوم جبارین کے ملک میں جاسوسی کے لیے بھیجا تھا۔ ان کے اسما بقید اسباط یہ تھے۔ از بنی روبن شموع بن ذکور۔ از بنی شمعون سفت بن حوری۔ از بنی یہودا، کالب بن یوفنا۔ از بنی اسکار، اجال بن یوسف، از بنی افرایم، یوشع بن نون، از بنی بنیامین فلطی بن رفو۔ از بنی زبلون جدی ایل بن سودی۔ از بنی منی جدی بن سوسی۔ از بنی دان عمی ایل بن جملی۔ از بنی اشر سلور بن میکائیل۔ از بنی نفتالی نجبی بن وفی۔ از بنی جد۔ جیوایل بن ماکی۔ (مترجم)

2 علامہ ابن اثیر لکھتا ہے کہ کنعانیوں کے شہر میں جب یہ لوگ پہنچے تو سب سے پہلے عوج بن عناق سے ملاقات ہوئی، یہ انھیں میں سے تھا وہ ان سبھوں کو بغل میں دبا کر اپنی بیوی کے پاس لے گیا اور کہنے لگا "تو دیکھتی ہے کہ یہ لوگ ہمارے [ہم سے] لڑائی کے قصد سے آئے ہیں۔ حالانکہ اگر میں چاہوں تو ان کو اپنے پاؤں سے روند ڈالوں۔" اس کی بیوی نے اس کو اس فعل سے منع کیا اور یہ کہا کہ ان کو چھوڑ دے تاکہ یہ اپنی قوم میں جا کر یہ واقعہ بیان کریں۔ چنانچہ عوج بن عناق نے ان کو چھوڑ دیا۔ اثنائے راہ میں ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر یہ واقعہ بنی اسرائیل سے بیان کیا جائے گا تو وہ بددل ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے بنی اسرائیل سے یہ قصہ نہ بیان کیا جائے صرف موسیٰ اور ہارون سے کہا جائے۔ مگر جس وقت یہ لوگ بنی اسرائیل میں پہنچے، دس نے تو نقض عہد کر ڈالا اور ہر فرد بشر سے کل واقعہ بیان کیا لیکن کالب اور یوشع اپنے عہد پر رہے صرف موسیٰ اور ہارون سے بیان کیا۔ (مترجم)

بنی اسرائیل پر عتاب الٰہی

بنی اسرائیل، کنعانیوں اور عمالقہ کی سطوت کی کیفیت سن کر ڈر گئے اور ان سے مڈ بھیڑ ہونے اور ارض مقدسہ کی طرف جانے سے انکار کردیا[1] تا آنکہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو دوسروں کے ہاتھوں نہ ہلاک کردے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان کی اس نافرمانی پر سخت ناراضی ظاہر کی اور ان لوگوں پر بہ استثنائے کالب و یوشعؑ ارض مقدسہ میں داخل ہونا حرام کردیا۔

---

1 اس واقعے کو جناب باری تعالیٰ کلام پاک میں یوں بیان فرماتا ہے کہ جب موسیٰ نے کہا یا قوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علیٰ ادبارکم فتنقلبوا خاسرین [المائدہ: 21] (اے میری قوم داخل ہو زمین پاک میں جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے لکھا ہے اور نہ پھر جاؤ اپنی پیٹھ پھیر کر ورنہ لوٹو گے نقصان پذیر ہوکر۔) قالوا یا موسیٰ ان فیها قوما جبارین وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون [المائدہ: 22] (ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ اس میں قوم جبارین ہیں ہم اس میں ہرگز نہ داخل ہوں گے جب تک وہ اس سے نہ نکلیں گے۔ پس جب وہ اس میں سے نکل جائیں گے تو ضرور ہم اس میں داخل ہوں گے۔) قال رجلان من الذین یخافون انعم اللہ علیهما ادخلوا علیهم الباب فاذا دخلتموه فانکم غالبون [المائدہ: 23] (دو شخصوں نے (یعنی کالب اور یوشع) ان میں سے کہا جو اللہ سے ڈرتے تھے اور اللہ نے ان پر انعام کیا تھا کہ تم لوگ داخل ہو ان کے دروازوں میں اور جب کہ تم داخل ہوگئے بیشک تم ہی غالب ہوجاؤ گے۔) وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین [المائدہ: 23] (اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان والے ہو۔) قالوا یموسیٰ انا لن ندخلها ابدا ما داموا فیها فاذهب انت وربک فقاتلا اناهٰهنا قاعدون [المائدہ: 24] (ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں رہیں گے پس تو جا اور تیرا رب جائے اور دونوں لڑیں ہم یہیں بیٹھے ہیں۔) قال رب انی لا املک الانفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین [المائدہ: 25] (موسیٰ نے کہا اے میرے رب بیشک میں سوائے اپنی ذات اور بھائی کے کسی پر اختیار نہیں رکھتا ہوں۔ پس جدائی ڈال دے ہم میں اور نافرمان قوم میں۔) اللہ تعالیٰ نے جناب موصوف کی یہ دعا قبول فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا فانها محرمة علیهم اربعین سنة یتیهون فی الارض فلا تاس علی القوم الفاسقین [المائدہ: 26] (بے شک وہ زمین مقدس ان پر چالیس برس کے لیے حرام کردی گئی ہے۔ وہ سرگرداں زمین میں پھریں گے۔ پس تو نافرمان قوم پر افسوس نہ کر۔)۔ (مترجم)

چنانچہ بنی اسرائیل چالیس برس تک سینا اور فاران کے میدان میں مابین جبال شراۃ و سرزمین ساعیر و بلاد کرک وشوبک حیران و پریشان پھرتے رہے اور موسیٰؑ ان کے پیچھے پیچھے اللہ تعالیٰ سے اس کی الطاف و مرحمت کو مانگتے رہے۔ اور ان کی سختیوں کو خدا سے دعا کر کے دفع کرتے رہے۔

من وسلویٰ

انھیں ایام میں بنی اسرائیل نے بھوک کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے، ان کے لیے مَنّ، یہ سفید رنگ کے دانے دھنیا کے دانوں کی طرح زمین پر منتشر ملتے تھے، نازل[1] فرمایا۔ بنی اسرائیل اس کو پیستے تھے اور اس کی روٹیاں پکا کر کھاتے تھے۔ بعد اس کے ان کو گوشت کی خواہش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سَلویٰ، یہ ایک قسم کے پرند تھے جو دریا کی جانب سے آتے تھے، بھیجا۔ مدتوں یہ مَنّ کی روٹیاں اور سَلویٰ کا کباب کھاتے رہے۔ پھر بنی اسرائیل نے پانی طلب کیا۔ موسیٰؑ کو پتھر پر عصا مارنے کا حکم ہوا۔ جس سے بارہ چشمے نکلے۔

مخالفین موسیٰؑ پر قہرِ الٰہی

ان واقعات کے بعد قودرح [فودح[2]] بن ایصہر بن قاہث (موسیٰ بن عمران بن قاہث کے چچازاد بھائی) نے موسیٰؑ کی مخالفت شروع کی اور ان کے خلاف شان ورتبہ کلمات ناملائم کہنے لگا۔ اسرائیل کا ایک گروہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ اللہ جل شانہٗ کے حکم سے زمین پھٹ گئی اور کل

---

1 مَنّ وَسلویٰ کے اترنے سے پہلے بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تھی، کیونکہ ان کے خیمے پھٹ گئے تھے۔ دھوپ سے ان کو بچا نہ سکتے تھے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان پر سایہ کرنے کو ایک ابر کا ٹکڑا بھیج دیا۔ جیسا کہ آیۂ کریمہ وظللنا علیکم الغمام الخ (یعنی ہم نے تم پر ابر کا سایہ کر دیا۔) سے ظاہر ہوتا ہے۔ (مترجم)

2 قودرح بن ایصہر کے ساتھ اس مخالفت میں واتن، ابیرام، اون بن فلت اور ڈھائی سو بنی اسرائیل کے نامی نامی سردار شریک تھے۔ انھوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ تم کس وجہ سے اپنے کو کل بنی اسرائیل کے سرداروں سے افضل کہتے ہو، نہ تم نے ہم کو انگور کے باغ اور سرسبز کھیت میراث میں دے دیا اور نہ ہم کو وہاں لائے کہ جہاں شہد اور دودھ کا دریا بہتا ہو۔ تم ہم کو اس زمین سے نکال لائے ہو جہاں دودھ اور شہد کا دریا بہتا تھا (یعنی مصر سے) تاکہ اس بیابان میں ہم سب کو ہلاک کر ڈالو اور اس پر طرہ یہ ہے کہ اپنے کو افضل بھی کہتے ہو۔ (توریت) (مترجم)

مخالفین موسیٰ اس میں دھنس گئے۔ بعدہٗ بنی اسرائیل نے دشمنوں کی طرف بڑھنے کا قصد کیا۔ موسیٰ نے ان کو روکا مگر وہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔ عمالقہ کے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ فریقین میں لڑائی ہوئی۔ انھوں نے ان کو قتل کیا، ہزیمت دی۔ موسیٰ بنی اسرائیل کے لیے استغفار کرتے رہے۔

ہارونؑ کی وفات

پھر ملک اردم سے ارض مقدسہ میں جانے کی اسی کے ملک سے ہو کر اجازت طلب کی۔ اس نے راستہ دینے سے انکار کیا۔ اور ارض مقدسہ تک نہ جانے دیا۔ بعدازاں ہارونؑ کا ایک سوتیئس برس کی عمر میں یوم خروج مصر سے چالیسویں برس انتقال ہوا۔ بنی اسرائیل کو ان کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا۔ کیونکہ ہارونؑ ان پر کمال عنایت کرتے تھے اور ان سے بہت محبت رکھتے تھے 1۔ ہارونؑ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے عیزاران کے قائم مقام ہوئے۔

بنی اسرائیل کی معرکہ آرائی

پھر بنی اسرائیل، کنعانیوں کے بعض ملوک سے ہم نبرد ہوئے اور ان کو سخت ہزیمت دی۔ ان کے مال و اسباب اور جو کچھ ان کے ساتھ تھا لوٹ لیا۔ اور سیحون بادشاہ عمورتین (کنعان) کے ملک سے ہو کر ارض مقدسہ جانے کی اجازت طلب کی۔ سیحون نے اس سے انکار کیا۔ اور اپنی قوم کو مجتمع کر کے بنی اسرائیل سے لڑا۔ بنی اسرائیل نے اس کو بھی ہزیمت دی۔ اور اس کے ملک پر حدود بنی عمون تک قبضہ کرلیا۔ اور وہیں جا اترے۔ یہ شہر بنی مواب کے تھے۔ ان پر کسی زمانے میں سیحون متصرف ہوگیا تھا۔

بعدازاں یہ لوگ کنعان کے ایک سربرآوردہ شخص عوج 1 بن عوق اور اس کی قوم سے

---

1 بعد انتقال ہارونؑ بنی اسرائیل یہ رنگ لائے اور یہ کہنے لگے کہ موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ کو رشک [حسد] کی وجہ سے مار ڈالا ہے۔ موسیٰ کو یہ سن کر سخت رنج و غصہ ہوا۔ آپ نے جناب باری سے التجا کی۔ خدا نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ ہارون کا تابوت مابین السماء والارض دکھائی دیا۔ ہارونؑ بحکم خدا متکلم ہوئے کہ مجھ کو موسیٰ نے نہیں مارا میں اپنی موت سے مرا ہوں، تب کہیں بنی اسرائیل نے موسیٰ کی جان چھوڑی اور ان کی تصدیق کی (ابن اثیر) (مترجم)

لڑے۔ اس کو اور اس کی اولاد کو قتل کر ڈالا اور اس کے ممالک کے اُردن سے اطراف اریحا تک آپ وارث و مالک بن گئے۔

بادشاہ بنی مواب ان واقعات کو سن سن کر بنی اسرائیل سے اس درجہ خائف ہوا کہ اس نے بنی مدین سے مدد طلب کی اور ان کو اپنا معین و حامی بنا کر بلعام بن باعور2 سے دعا کا خواستگار ہوا۔ بلعام بن باعور ایک زاہد اور مستجاب الدعوات اور معبر احلام (خوابوں کا تعبیر بیان کرنے والا) تھا۔ مابین بلاد بنی عمون و بنی مواب رہتا تھا۔ جس وقت اس نے بہ استدعائے بادشاہ مواب دعا کرنے کا قصد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ الہام دعا کرنے سے منع کیا مگر بادشاہ بنی مواب کے اصرار سے مجبور ہو کر بادشاہ کے ساتھ بلند اور اونچے مقام پر چڑھ گیا۔ اس نے اس کو بنی اسرائیل کا لشکر گاہ دکھایا۔ اس نے ان کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول اٹھا۔ یہ لوگ موصل تک قابض ہو جائیں گے۔

---

1 عوج بن عوق یا عنق اس قدر طویل القامت تھا کہ موسیٰ کا قد دس گز کا تھا اور اسی قدر ان کا عصا تھا اور اسی قدر آپ نے جست کیا تب کہیں عوج کے پنڈلیوں پر چوٹ آئی۔ اور وہ گر پڑا اس کی عمر تین ہزار برس بتائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم (مترجم)

2 بلعام بن باعور حضرت لوط کی اولاد سے تھا اس نے پہلے دن بنی اسرائیل پر بد دعا کرنے کے بارے میں استخارہ کیا۔ ممانعت آئی۔ دوسرے دن امرائے بنی مواب کے کہنے سے استخارہ کیا کچھ جواب نہ آیا۔ اس نے بنی مواب کی التجا قبول کرنے سے انکار دیا۔ بنی مواب اس کی بی بی کے پاس گئے اور اس کو کچھ دے کر اس کے ذریعے بلعام بن باعور کو مجبور کرایا۔ یہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلا، اس کا گدھا راستے میں تین بار بیٹھ گیا۔ مجبور ہو کر اس نے گدھا چھوڑ دیا۔ اور پیادہ ان کے ساتھ بنی اسرائیل کا لشکر گاہ دیکھنے کو گیا۔ جب دعائے بد کرنے کا ارادہ کرتا تھا اس کی زبان میں لکنت آجاتی تھی۔ دوبار ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار اس کی زبان سینے تک لٹک آئی۔ تب بلعام بن باعور نے کہا کہ مجھ سے دنیا اور آخرت دونوں گئی۔ اب سوائے مکر اور حیلے کے کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے بنی مواب کو یہ رائے دی کہ وہ اپنی عورتوں کو بنی اسرائیل میں خرید و فروخت کے لیے بھیج دیں۔ اگر ان میں سے ایک نے بھی ان کے ساتھ زنا کر لیا تو کامیابی کی صورت نکل آئے گی۔ بلعام کی اس رائے کو بادشاہ بنی مواب نے پسند کر لیا اور اس پر عمل درآمد کیا۔ اس وجہ سے بنی اسرائیل میں زنا پھیلا اور بلعام بن باعور مردود بارگاہ ایزدی ہوا۔ (ابن اثیر) (مترجم)

بعد ازاں ایک گروہ ارض روم سے نکلے گا۔ وہ ان پر غالب آئے گا بادشاہ کو بلعام کے ان کلمات پر غصہ آیا وہ اپنے شہر کو لوٹ کھڑا ہوا۔

بنی اسرائیل پر قہر الٰہی

بنی اسرائیل مواب اور مدین کی لڑکیوں کے ساتھ زنا کرنے لگے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان پر اپنا غضب نازل فرمایا۔ اور ان میں طاعون کی بیماری پیدا کر دی۔ جس سے چوبیس ہزار بنی اسرائیل مر گئے۔ ایک روز فنحاص بن عیزار1 بن ہارونؑ بنی اسرائیل [کے ایک شخص] کے خیمے میں گھس گئے۔ وہ بنی مدین کی ایک عورت کو لیے ہوئے سو رہا تھا۔ فنحاص کو اس قدر غصہ آیا کہ برداشت نہ کر سکے اور ایک ایسا نیزہ مارا کہ دونوں چھد گئے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل سے قہر الٰہی اٹھ گیا اور طاعون دفع ہو گیا۔

بنی مدین پر بنی اسرائیل کی فوج کشی

اس کے بعد موسیٰ اور عیزار2 (عزیر) بن ہارونؑ کو بنی اسرائیل کے شمار کرنے کا حکم دیا گیا۔ بعد انقضائے مدت مقررہ چہل سال وفا ہو جانے بنی اسرائیل کے اس گروہ کے کہ جس پر ارض مقدسہ میں داخل ہونا حرام کر دیا گیا تھا۔ اور نیز بنی مدین پر جنھوں نے کہ بنی مواب کی مدد کی تھی حملہ کرنے کا حکم ہوا۔ موسیٰ نے بارہ ہزار بنی اسرائیل کو بہ سرگروہی فنحاص3 بن عیزار بنی مدین کی طرف روانہ کیا۔ بنی مدین جی توڑ کر لڑے اور برابر بنی اسرائیل کے ہر حملے کا جواب دیتے رہے تا آنکہ بنی اسرائیل فتح نصیب ہوئے۔

انھوں نے ان کے بادشاہ کو قتل کر ڈالا، ان کی عورتوں کو گرفتار کر لیا، ان کے اموال کو باہم تقسیم کر لیا۔ پھر بنی مدین عموریین، بنی عمون، بنی مواب کے ممالک چھین لیے اور ان کو تقسیم کر کے اردن کے کنارے جا اترے۔ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ''میں نے تم کو اردن سے فرات

1 عربی متن میں 'مفنحاص بن لعزرا ہے۔ (تاریخ ابن خلدون مطبوعہ دار الفکر 98:2، دار الکتب العلمیہ 98:2)[م۔ص]

2 عربی نسخے میں عیزار کے بجائے عازر بن ہارون ہے۔[م۔ص]

3 عربی نسخے میں فنحاص بن العیزر بن العزر بن ہارون ہے۔[م۔ص]

تک کا مالک کر دیا جیسا کہ تمھارے آباواجداد سے وعدہ کیا تھا'' اور کسی مصلحت سے بنی اسرائیل کو عیصو کی لڑائی سے منع کر دیا۔

موسیٰ کی وفات

اوران کی شریعت اور احکام اور وصایا کی تکمیل کر کے 1 موسیٰ کو ایک سو بیس [120] برس کی عمر میں اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔ اور یوشع سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ ارض مقدسہ میں جائیں اور وہیں قیام پذیر ہوں اور اس شریعت پر جو کہ ان پر فرض کی گئی ہے عمل

1 **موسیٰ کا حلیہ**۔ موسیٰ کے بال گھونگھر والے، طویل القامت، سریع الغضب تھے۔ ان کی زبان کے کنارے پر ایک داغ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ لکنت کرتے تھے۔ قارون بن یصہر بن قاہث آپ ہی کے زمانے میں بلکہ آپ کا چچا زاد بھائی تھا۔ یہ بہت بڑا دولت مند تھا، اس کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے خزائن کی کنجیاں چالیس خچروں پر لادی جاتی تھیں۔ اس نے کثرت سے مال وخزانے کی وجہ سے بغاوت اختیار کی۔ لوگوں نے اس کو لاکھ سمجھایا مگر اس نے ایک نہ مانی۔ موسیٰ اس کے پاس گئے اور اس کو زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی اور یہ فرمایا کہ ہر ہزار دینار میں سے ایک دینار اور علیٰ ہٰذا ہر ہزار چیز سے اس جنس کی ایک چیز زکوٰۃ نکالنا چاہیے۔ قارون نے جب حساب کیا تو زکوٰۃ کا مال بے حساب ہوا اس کو مال کی محبت نے زکوٰۃ دینے سے روک دیا۔ اور موسیٰ کو زنا کی تہمت لگانے پر آمادہ ہو کر ایک عورت کو تیار کر لیا۔ چنانچہ ایک روز جس وقت موسیٰ وعظ میں فرما رہے تھے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ مفتری پر درے پڑیں گے زانی پر سو درے لگائے جائیں گے۔ اور اگر بااہل ہوگا تو سنگسار کیا جائے گا۔ قارون یہ سن کر بول اٹھا کہ اگر تم نے ایسا کیا ہو۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ میری بھی یہی سزا ہوگی۔ قارون نے یہ سنتے ہی ایک عورت کو بلایا جس کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ موسیٰ نے اس عورت سے کہا کہ میں تجھ کو قسم دلاتا ہوں اس کی جس نے توریت نازل کی ہے۔ میں نے تیرے ساتھ وہی کام کیا ہے جو یہ سب کہہ رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا نہیں! بلکہ انھوں نے مجھ کو اس بات کے کہنے پر آمادہ کیا تھا۔ موسیٰ کو سخت غصہ آیا اور آپ نے زمین سے فرمایا خذیھم (یعنی ان کو لے) زمین پھٹ گئی اور قارون دھنسنے لگا۔ اور بار بار موسیٰ ارحمنی یا موسیٰ ارحمنی (اے موسیٰ مجھ پر رحم کر۔) کہتا رہا مگر موسیٰ نے اس کے کہنے پر خیال نہ کیا اور وہ سب کے سب زمین میں دھنس گئے۔ منجملہ ان عجائب کے کہ جو موسیٰ کے عہد میں واقع ہوئے تھے اور ان کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں یاد فرمایا ہے۔ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کی ملاقات تھی۔ مورخ ابن خلدون نے شاید شہرت کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا ہے۔ مگر اور مورخین مثلاً طبری وغیرہ نے اس واقعے کو موسیٰ کے خاتمۂ اخبار پر تحریر کیا ہے۔ بعض مورخ کا یہ خیال ہے کہ جن موسیٰ اور خضر سے (بقیہ حاشیہ ص 259 پر)

کریں۔موسیٰ بعد تکفین سرزمین مواب کی وادی میں دفن کردیے گئے۔ان کی قبر کو آج تک کوئی

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) ملاقات ہوئی تھی وہ یہ موسیٰ بن عمران نہ تھے۔ بلکہ وہ منسا بن یوسف کی اولاد سے تھے۔مگر عام طور سے علماء فقہاء ومفسرین صحابہؓ اس کے خلاف بیان فرماتے ہیں اور صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن عمران جن پر توریت نازل ہوئی تھی وہی خضرؑ سے ملے تھے۔اوران کا قصہ اس طرح پر بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز موسیٰ بنی اسرائیل میں بیٹھے ہوئے وعظ کہہ رہے تھے۔اثنائے وعظ میں ایک شخص نے کہا کہ اے کلیم اللہ آپ روئے زمین میں سب سے زیادہ عالم ہیں! موسیٰ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔خدائے تعالیٰ نے اسی وقت وحی نازل فرمائی ''میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں رہتا ہے وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔'' موسیٰ کو یہ سن کر ان سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور حسب ہدایت باری یوشع کو ہمراہ لے کر خضر سے تعلیم کی غرض سے ملنے کو گئے۔اوران کے ہمراہ بعد ردوکد کے براہ دریا روانہ ہوئے۔ پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ خضر نے کشتی سے اترنے کے وقت اس میں سوراخ کردیا۔موسیٰ نے جھٹ اعتراض کردیا۔خضر نے کہا کہ الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا [الکہف :75] (یعنی کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کرسکے گا؟) موسیٰ نے کہا ''مجھے معاف فرمائیے میں بھول گیا تھا اب ایسا نہ ہوگا۔'' بعد اس کے تھوڑی دور آگے چل کر چند لڑکے کھیلتے نظر آئے۔خضر نے ان میں سے ایک کو مار ڈالا۔موسیٰ نے پھر اعتراض کردیا،خضر نے پھر اس قول کی یاددہانی کرائی۔اور موسیٰ نے عذرخواہی کی اور یہ کہا ''اب اگر میں پھر آپ سے کوئی بات پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ سے جدا کردیجیے گا۔'' بعدازاں آگے بڑھے،بھوکے پیاسے ایک گاؤں میں پہنچے،گاؤں والوں نے باوجود طلب کے ان کو کھانا نہ دیا۔گاؤں کے باہر نکلے تو ایک دیوار سرراہ کج نظر آئی۔خضر نے اس کو سیدھا کردیا۔موسیٰ سے ضبط نہ ہوسکا۔پھر اعتراض کردیا۔خضرؑ نے حسب اقرار موسیٰ ھذا فراق بینی وبینک [الکہف:78] (یعنی اس وقت مجھ سے اور تجھ سے جدائی ہے۔) کہہ کر موسیٰ کو اپنے ہمراہی سے علاحدہ کردیا۔اور علاحدگی کے وقت ان تینوں باتوں کا سبب یہ ظاہر کیا کہ کشتی کے توڑنے کی یہ وجہ تھی کہ وہ غریب کی تھی وہ لوگ اسی ذریعے سے معاش پیدا کرتے تھے۔اگر وہ درست رہتی تو بادشاہ ان کو جبراً لے لیتا؛ کیونکہ وہ ہر کشتی کو تعدی وظلم سے گرفتار کرلیتا ہے۔اور لڑکے کے مارنے کی یہ علت تھی کہ اس کے باپ وماں مسلمان تھے اور یہ بت پرست اور بدمعاش تھا۔اس کے کفر سے ان کو صدمہ پہنچنے کا ہم کو خیال ہوا۔اس وجہ سے اس کو ہم نے مار ڈالا۔اور دیوار سیدھی اس وجہ سے کردی گئی کہ اس کے نیچے دو یتیموں کے خزانے تھے اور ان کے باپ وماں نیک کردار تھے۔اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ بعد بلوغ اپنے خزینے لے لیں۔اس وجہ سے اس کو سیدھا کردیا۔اس کے بعد خضرؑ ،موسیٰ کی نظروں سے غائب ہوگئے۔اور موسیٰ مع یوشع کے مصر واپس آئے۔(مترجم)

نہیں جانتا۔

یوشع اور بلعام بن باعور

طبری کہتا ہے کہ موسیٰ نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ عہد افریدون میں بیس برس اور زمانہ حکومت منوچہر میں ایک سو برس رہے۔ اور بعد از انتقال موسیٰ، یوشع، اریحا کی طرف بڑھے۔ اور قوم جبارین کو ہزیمت دی [سُدّی کہتا ہے[1]] کہ بلعام بن باعور جباریوں کے ساتھ تھا اس نے یوشع کے لیے بددعا کی مگر درجۂ اجابت کو نہ پہنچی، الٹے قوم جبارین پر لوٹا دی گئی۔ سدی کہتا ہے کہ بلعام بن باعور بلقا کا رہنے والا تھا، وہ اسم اعظم کو جانتا تھا۔ کنعانیوں نے اس سے دعا کی خواستگاری کی، پہلے تو اس نے انکار کیا۔ مگر جب کنعانیوں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے ان کی التجا قبول کر لی اور بنی اسرائیل کے لیے جبل حسان پر چڑھ کر دعائے بد کی۔ اللہ جل شانہٗ نے اس کی بددعا لوٹا دی۔ توریت سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ بلعام بن باعور زمانہ موسیٰ میں تھا۔ اور انھیں کے عہد میں مارا گیا۔

بنی اسرائیل کی فتح اریحا

سدی اریحا کی فتح کی کیفیت اس طور سے تحریر کرتا ہے کہ یوشع بعد وفات موسیٰ تابوت شہادت ہمراہ لیے ہوئے بنی اسرائیل کے ساتھ نہر اردن عبور کر کے کنعانیوں سے ہم نبرد ہوئے۔ لڑائی کے دن آفتاب قریب غروب ہو گیا تھا۔ یوشعؑ کی دعا سے آفتاب ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ کنعانیوں کو ہزیمت ہوئی۔ بعد ازاں وہ اریحا کا چھ مہینے تک محاصرہ کیے رہے۔ ساتویں مہینے بنی اسرائیل نے ایسا ہلہ اور قوی حملہ کیا کہ شہر پناہ ٹوٹ گئی اور بنی اسرائیل شہر میں داخل ہو گئے اور اہل شہر کو گرفتار اور قتل کیا، بعض محلات کو جلا دیا۔ اور آپس میں کنعانیوں کے ممالک کو تقسیم کر لیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

1 مترجم علام نے سدی کی عبارت کا ترجمہ آئندہ سطر سے کیا ہے۔ اور ''سدی کہتا ہے'' سے اس کی وضاحت کی ہے۔ اس سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ ماقبل کی عبارت طبری کی ہے؛ کیوں کہ طبری کا ہی بیان چل رہا تھا۔ جب کہ ایسا نہیں ہے، ابن خلدون اس سے پہلے سے سدی کا بیان نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون 99:2) سُدی کا بیان جہاں سے شروع ہوتا ہے، متن میں اس کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ [م۔ص]

یوشعؑ کی عمالقۂ شام سے جنگ

کتب اخبارئین شہادت دے رہی ہیں کہ عمالقہ جو شام میں تھے۔ جن سے یوشعؑ لڑے تھے اور ان کے سب سے پچھلے بادشاہ کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس کا نام سُمیدع بن ہوبر بن مالک تھا۔ یوشعؑ اس سے اور بنی مدین سے انھیں کے ممالک میں لڑے تھے۔ اسی واقعے کی طرف عوف بن سعد الجرہمی اشارہ کرتا ہے۔

الم تر ان العلقمی بن هوبر بایلة امسیٰ لحمه قد تمزعا

ترامت علیه من یهود جحافل ثمانون الفاً حاسرین و درعاً

(کیا تو نے نہیں دیکھا ابن ہوبر علقمی [کو] کہ مقام ایلہ میں اس کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ لشکر ہائے یہود نے اس پر حملہ کیا۔ جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ بعض ان میں کے بے زرہ کے تھے اور بعض زرہ پہنے تھے۔)

ان عمالقہ کے نسب میں جو کچھ علمائے نسب کا اختلاف تھا، اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور بلاشبہ یہ لوگ عملیق بن لاوذ یا عمالق بن الیفاز بن عیصو ثانی کی نسل سے ہیں۔ بنی اسرائیل اور علمائے عرب کا یہی خیال ہے۔

باقی رہا اور گروہ جو شام میں ان دنوں موجود تھا۔ پس ان میں سے اکثر بنی کنعان سے تھے۔ جن کا تذکرہ اس سے پیشتر ہو چکا ہے۔ اور ان کے شعوب ہم بیان کر چکے ہیں۔ بنی ادوم عمون کی اولاد اور بنی مواب لوطؑ کی نسل سے ہیں اور تیسرے ان میں سے اہل یسعیر [یسعیر] اور جبال شرات ہیں اور وہ بلاد کرک وشوبک و بلقا ہیں۔ پھر بنی فلسطین بنی حام سے حکمراں ہوئے۔ ان کے بادشاہ کا نام جالوت تھا۔ اور وہ کنعانیوں میں سے تھا، پھر بنی مدین اور عمالقہ ہوئے۔

چونکہ بنی اسرائیل کو سوائے کنعانیوں کے ممالک کے دوسرے شہروں کی طرف بڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ لہٰذا انھیں کے ممالک پر انھوں نے قبضہ حاصل کیا۔ اور اسی کو باہم تقسیم کیا اور اسی کی ان کو میراث ملی اور غیر کنعانیوں کے ملک میں ان کو سوائے معمولی تصرف کے اور کوئی بات حاصل نہ تھی۔

بنی اسرائیل کی حجاز پر فوج کشی

کتب اخبار میں تحریر ہے کہ بنی اسرائیل نے ملک شام پر قبضہ کرنے کے بعد چند لوگوں کو حجاز پر حملہ کرنے کو روانہ کیا تھا۔ اُن دنوں وہاں عمالقہ کا ایک گروہ رہتا تھا۔ جو جاسم کے نام سے مشہور تھا۔ اور ان کے بادشاہ کا نام ارم بن ارقم تھا۔ بنی اسرائیل نے اس کو اور اس کی قوم کو زیر کیا اور بعد فتح یابی کے شام کی طرف واپس ہوئے۔ لیکن شام کے بنی اسرائیل نے اس فاتح گروہ کو شام میں نہ داخل ہونے دیا۔ اور مجبور کر کے حجاز اور یثرب (مدینہ) کے بلاد کی طرف جن کو انھوں نے فتح کیا تھا، لوٹا دیا۔

چنانچہ ان لوگوں نے شام سے واپس ہو کر تکمیل فتح کی۔ اور وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ انھیں کی پچھلی نسلوں سے یہود خیبر و قریظہ و نضیر ہیں۔ لیکن بعض یہود اس واقعے کا اعتراف نہیں کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ طالوت کے زمانہ حکومت میں گذرا ہے۔ واللہ اعلم

●●●

حکام بنی اسرائیل

سیاسی حالات

یوشعؑ کے انتقال اور استکمال فتح کے بعد بنی اسرائیل نے شریعت کی پابندی چھوڑ دی۔ اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے احتراز نہ کرنے لگے۔ اور قومیں جو سرزمین شام میں رہتی تھیں، وہ ہر طرف سے بنی اسرائیل پر حملے کرنے لگیں۔

بنی اسرائیل کا ان دنوں یہ دستور ہو گیا تھا کہ وہ شوریٰ سے کل کام کرتے تھے اور ایک شخص کو اپنی جماعت سے منتخب کر لیتے تھے اور اسی کی ماتحتی میں لڑتے بھی تھے۔ اور ان کو اختیار ہوتا تھا کہ جب وہ چاہتے کسی دوسرے کو جسے وہ افضل سمجھتے اس کو قائم مقام کر دیتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی نبی بھی مبعوث ہو جاتا تھا جو وحی اور الہام کے ذریعے سے ان کے کاموں کو سرانجام دیتا تھا۔

اسی کیفیت اور حالت کے ساتھ بنی اسرائیل نے تین سو برس گذارے اور ان میں کوئی زبردست بادشاہ نہ ہوا۔ اور اطراف و جوانب کے ملوک ان کو اپنے ہتھیاروں سے ڈراتے رہے۔ تا آنکہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی شمویلؑ سے التجا کی کہ ان میں ایک بادشاہ پیدا کیا جائے۔ چنانچہ پہلے طالوت اور بعدہ داؤدؑ ہوئے۔ اس کے بعد پھر ان کی سلطنت مضبوط ہو گئی اور ان کے دشمن ذلیل و خوار ہو گئے۔ جیسا کہ ہم بیان کرنے والے ہیں۔

اس زمانے کو جو مابین یوشعؑ اور طالوت کے گذرا ہے اس کو زمانۂ حکام اور زمانۂ شیوخ کہتے ہیں۔ ہم ان کل حکام کو جو اس زمانے میں گذرے ہیں۔ باترتیب نہایت صحیح طور سے بیان کیا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ طبری اور مسعودی نے لکھا ہے۔ اور اس [حوالے] سے صاحب حماۃ

نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ اور ہروشیوش مورخ روم نے اپنی کتاب میں اور اس کے مترجمین علمائے قرطبہ اور قاسم ابن اصبغ نے تحریر کیا ہے۔

یوشعؑ کی فتوحات

مورخین موصوفین بہ اتفاق بیان کر رہے ہیں کہ یوشعؑ بعد فتح اریحا نابلس کی طرف بڑھے اور اس پر قبضہ کرلیا۔ وہیں یوسفؑ کے تابوت کو دفن کیا۔ جس کو حسب وصیت حضرت یوسفؑ صدیق مصر سے روانگی کے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے۔ طبری کہتا ہے کہ یوشعؑ نے بعد فتح اریحا شہر عائی (یہ بھی ملوک کنعان کا تھا۔) پر چڑھائی کی تھی۔ اس کے بادشاہ کو قتل کر کے شہر جلا دیا تھا۔ اور جیقون بادشاہ عمان اور بارق بادشاہ یروشلم یوشعؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جزیہ دے کر صلح کر لی تھی۔

اطراف دمشق سے شاہ ارمن نے جیقون پر حملہ کیا۔ اس نے یوشعؑ سے امداد مانگی۔ یوشعؑ نے اس کی امداد کی اور شاہ ارمن کا حوران تک تعاقب کیا اور اس کو گرفتار کر کے وہیں سولی دے دی۔ اس کے بعد شام کے تقریباً اکتیس بادشاہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔

اسی زمانے میں انھوں نے قیساریہ پر قبضہ حاصل کرلیا اور ملک کو بنی اسرائیل میں تقسیم کر دیا۔ جبل مقدس، کالب بن یوقنا [یوفنا] کو مرحمت کیا۔ چنانچہ یہ مع بنی یہودا کے شہر یوروشلم میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور قبہ عبادت جس میں تابوت شہادت تھا اور قربان گاہ اور میز اور شمع دان کو صخرہ پر بیت المقدس میں رکھا۔ اور بنی افرائیم، کنعانیوں سے جزیہ لیتے تھے۔ بعدہٗ یوشعؑ کا انتقال ہو گیا۔

یوشعؑ کی وفات

سفر الحکام سے معلوم ہوتا ہے کہ یوشعؑ نے اپنی حکومت کے اٹھائیسویں سال ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ طبری کہتا ہے کہ جناب موصوف نے ایک سو چھبیس برس کی عمر پائی۔ مگر اول روایت زیادہ قابل وثوق اور صحیح ہے۔ پھر طبری کا یہ بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں یوشعؑ نے بیس برس زمانہ منوشہر (چہر) میں اور سات سال عہد افراسیاب میں حکومت کی۔ اور شاہ یمن شمر بن املوک حمیری، زمانہ موسیٰ و بنی ظفار میں تھا۔ اس نے عمالقہ کو یمن سے نکال

کر باہر کیا تھا۔

کالب بن یوقنا

بعد یوشعؑ کے کالب بن یوقنا [یوفنا] بن حصرون بن بارص بن یہودا بنی اسرائیل کے مصلح اور مدبر اور فنحاص بن عیزر بن ہارونؑ بنی اسرائیل کی نماز اور قربان گاہ کے متولی ہوئے۔ طبری کہتا ہے کہ کالب کے ساتھ حزقیل بن یودی بھی اصلاح و تدبیر کر رہے تھے۔ ان کو ولد العجوز (بڑھیا زادہ) بھی کہتے تھے۔ اس وجہ سے کہ یہ بطن مادر سے ان کی کبرسنی میں عقیمہ ہونے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اور وہب ابن منبہ سے روایت کی گئی ہے کہ حزقیل نے کالب کے بعد بنی اسرائیل کی اصلاح کی تھی۔ مگر اس کا ذکر سفر الحکام میں نہیں آیا ہے۔

فتح غزہ و عسقلان

یوشعؑ کے بعد بنی یہودا اور بنی شمعون مجتمع ہو کر کنعانیوں سے جنگ کرنے کو گئے اور انھوں نے ان کو قتل کیا، ان کے شہروں کو لوٹ لیا، ان کے بادشاہ کو مار ڈالا، بعد ازاں غزہ اور عسقلان کو فتح کر کے کل پہاڑوں پر قبضہ حاصل کر لیا۔ مگر غور سے نہ لڑے اور نہ اس کو مارا۔

کوشان شقنائم

سبط بنیامین کے حصے میں یونانیوں کے ممالک تھے۔ وہ ان سے خراج لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان میں یہ مل جل گئے اور فرط اختلاط سے یونانیوں کے بتوں کی پرستش کرنے لگے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان پر بادشاہ جزیرہ کو مسلط کر دیا۔ جس کا نام کوشان شقنائم، یعنی اظلم الظالمین، تھا۔ اس کی نسبت لوگوں کے مختلف خیال بیان کیے جاتے ہیں۔ بعض اس کو شاہ ارمن و جزیرہ و دمشق و حوران وصید اتحریر کرتے ہیں اور بعضے اس کو بحرین کا حاکم بتاتے ہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ یہ ارادم کی اولاد سے ہے۔ اور طبری کہتا ہے کہ یہ لوطؑ کی نسل سے تھا۔ بہرکیف بعد وفات کالب بن یوقنا [یوفنا] کے بنی اسرائیل آٹھ برس تک کوشان شقنائم کی ماتحتی میں رہے۔

پھر عثینال بن قناز بن یوقنا برادر زادہٗ کالب، بنی اسرائیل کے پیشوا اور ان کے کاموں کے مدبر ہوئے اور وہ کوشان سے لڑے، اس کو قتل کر کے بنی اسرائیل کو اس کی غلامی سے نکالا،

عثنیال کا تمام زمانہ حکومت لڑائیوں میں صرف ہوا۔ کبھی تو وہ بنی مواب سے لڑتے تھے اور گاہے بنی عمون (اسباط لوط) سے صف آرا ہوتے تھے۔ اور کبھی عمالیق پر فوج کشی کرتے تھے۔ غرض کہ وہ اس حالت میں رہے تا آنکہ اپنی حکومت کے چالیسویں برس انتقال کیا۔

بنی مواب

اس کے بعد پھر بنی اسرائیل بت پرستی کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بادشاہ بنی مواب کو مسلط کر دیا، جس کا نام عغلون [عفلون[1]] تھا۔ اٹھارہ برس تک اس کی غلامی میں رہے۔

اللہ پاک کو ان کی مسکنت پر رحم آیا۔ اور ایہوذ بن کارا کو سبط افرائیم سے بہ روایت ابن حزم سبط بنیامین سے بنی اسرائیل کا مصلح اور ان کے کاموں کا مدبر بنایا۔ انھوں نے بنی اسرائیل کو بنی مواب کی غلامی سے نکالا اور ان کے بادشاہ عغلون [عفلون] کے پاس ایک قاصد بنی اسرائیل کی طرف سے کچھ تحفے اور ہدیے لے کر روانہ کیا۔ قاصد نے تنہائی میں موقع پا کر عغلون [عفلون] کو ایک نیزہ مارا جس سے وہ تڑپ کر مر گیا۔ اور اس حیلے سے عغلون [عفلون] کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس واقعے کے بعد قاصد افرائیم کے پہاڑوں پر چلا آیا۔ بنی اسرائیل یہ سن کر ایک جا ہوئے۔ اور بنی مواب کے شاہی محل پر چڑھ آئے۔ تقریباً دس ہزار حراس (نگہبانوں) کو قتل کر ڈالا اور بنی مواب کے کاروبار کو زیر و زبر کر دیا۔ ایہوذ اپنی دولت و حکمرانی کے اسی [80] برس کے بعد انتقال کر گیا۔ بجائے اس کے شمکار بن عناث سبط کاد سے بنی اسرائیل کا حاکم اور ان کے کاموں کا متولی ہوا اور ایک برس حکومت کر کے مر گیا۔

یافین کا غلبہ

بنی اسرائیل بدستور سرکشی و خود رائی پر جمے رہے۔ اللہ جل و علیٰ ذکرہٗ نے ان کا غرور توڑنے کے لیے بادشاہ کنعان کو ان پر غالب کر دیا۔ جس کا نام یافین تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار سیسرا کو بنی اسرائیل کے زیر کرنے کو بھیجا۔ جس نے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا اور بیس برس

---

1. عربی متن میں عفلون ہے۔ [م۔ ص]

تک ان پر حکومت کرتا رہا۔

دافورا

تا آنکہ دافورا کاہنہ سبط [نفطالی 1] یا بہ روایت دیگر سبط افرائیم سے اٹھی اور بنی اسرائیل کو لے کر کنعانیوں پر چڑھ آئی۔ کنعانیوں کو سر میدان سخت ہزیمت دے کران کے سپہ سالار سمیرا کو قتل کر ڈالا۔ اور بنی اسرائیل کو غلامی کی ذلت سے نکال لیا۔ [دافورا بارق ابن ابی نوعم کی بیوی تھی۔ دافورا نے اپنے شوہر کو کنعانیوں سے لڑنے کی ترغیب دی تھی، اس نے تنہا لڑنے سے انکار کیا۔ تب دافورا نے بنی اسرائیل کو ایک جا کر کے اپنے شوہر کی معیت میں کنعانیوں پر حملہ کیا اور کامیاب ہوئی۔ 2] چالیس برس تک بہ اعانت اپنے شوہر بارق بن ابی نوعم کے حکومت کرتی رہی۔

ہروشیوش مورخ روم لکھتا ہے کہ اسی کے زمانے میں سب سے پہلا رومی بادشاہ لاطینیوں کا انطا کیہ میں نقش بن شطونش گذرا ہے۔ جو قیصر روم کا جد اعلیٰ ہے۔

دافورا اپنی تولیت کے چالیسویں سال انتقال کر گئی۔ اور بنی اسرائیل اس کے بعد پھر کفر والحاد کے مرکز کی طرف لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس مرتبہ اہل مدین اور عمالقہ کو غالب کر دیا۔

کدعون بن یواش

طبری کہتا ہے کہ ابنائے لوط جو حجاز میں رہتے تھے، وہ ان کو سات برس تک اپنا محکوم بنائے رہے۔ بعد ازاں بنی اسرائیل نے سبط منسی [منشی] بن یوسف سے کدعون بن یواش کو منتخب کیا۔ کدعون بن یواش جس وقت بنی اسرائیل کی اصلاح اور درستی میں مصروف ہوا اس وقت مدین میں دو بادشاہ تھے۔ ایک کا نام رابح اور دوسرے کا نام صلمناع تھا۔ انھوں نے بنی اسرائیل

---

1 اصل نسخے میں نفتانی تھا، عربی نسخوں سے تصحیح کی گئی۔ [م۔ص]

2 اصل نسخے میں بریکٹ کی عبارت حاشیے میں تھی، ابن خلدون کی تحریر ہونے کی وجہ سے متن میں اس کو شامل کر دیا گیا ہے۔ [م۔ص]

پر بسر گروہی اپنے سپہ سالاروں عودیف اور زدیف کے فوجیں روانہ کیں۔ بنی اسرائیل کو پہلے ان کا مقابلہ کرنا بہت شاق اور دشوار معلوم ہوا۔ مگر کدعون کے استقلال سے بنی اسرائیل اس کے ساتھ نکلے اور بنی مدین کے لشکر کو مار بھگایا۔ بے انتہا مال غنیمت لوٹ لیا۔

کدعون نے چالیس برس کے اندر اپنے کل دشمنوں کو زیر کر دیا اور بہت بڑے استقلال اور خوش اعتقادی کے ساتھ توریت کے احکام کا پابند رہا۔ اس کے ستر [70] لڑکے تھے۔ اسی کے زمانہ حکومت میں شہر طرسوس اور بہ روایت جرجیس ابن عمید ملطیہ بھی آباد کیا گیا۔

ابو ملیخ ابن کدعون

اس کے انتقال کے بعد ابو ملیخ ابن کدعون اس کا قائم مقام ہوا۔ اس کی (یعنی ابو ملیخ کی) ماں بنی شخام بن منسی [سخام بن منشی] بن یوسفؑ اہل نابلس سے تھی۔ اس نے اس کو مال و اسباب سے مدد پہنچائی اور بنی ابیب کو نیست و نابود کر دیا۔ بعدہٗ بنی شخام سے مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں اور انھیں لڑائیوں میں جب کہ یہ کسی قلعے کا محاصرہ کیے تھا۔ شہر پناہ کی فصیل سے ایک عورت نے اس پر ایک پتھر مارا جس سے یہ سخت زخمی ہو گیا۔ اور اپنے خاص مصاحب سے یہ کہا کہ مجھ کو شباشب[1] یہاں سے لے چلو تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس کو عورت نے مارا ہے۔ چنانچہ یہ اس کو وہاں سے لے کر روانہ ہوا اور اپنی حکومت کے تیسرے برس اسی زخم کے صدمے سے مر گیا۔ اس کے بعد طولاع ابن فواسبط یساخر سے، اس کا قائم مقام ہوا۔

طبری لکھتا ہے کہ یہ ابو ملیخ کا چچا زاد بھائی تھا، مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ (یعنی طولاع) اس کا ماموں زاد بھائی تھا۔ کیونکہ یہ اور سبط سے ہے اور وہ دوسرے سبط سے۔ اس نے تیس [30] [2] برس تک بنی اسرائیل کی اصلاح کی۔ ہروشیوش مورخ روم بیان کرتا ہے کہ اسی کے عہد حکومت میں شہر طرونیہ میں ملوک روم لاطنین سے برماشس بن بنقش تھا۔ اور اس نے تیس سال حکومت کی تھی۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

---

1 راتوں رات، رات بھر۔ [م۔ص]

2 عربی نسخے میں تیئیس [23] برس ہے۔ (تاریخ ابن خلدون 2:104) [م۔ص]

یائیر بن کلعاد

الغرض اس کے مرنے کے بعد یائیر بن کلعاد سبط منسی بن یوسف سے بنی اسرائیل کا حاکم ہوا۔ یہ بائیس سال تک حکومت کی کرسی پر رہا۔ بعد اس کے کل لڑکے جو تیس کے قریب تھے بنی اسرائیل کے حکام رہے۔ یہ جب مر گیا تو بنی اسرائیل پھر گمراہ ہو گئے اور بتوں کی پرستش کرنے لگے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان پر بنی فلسطین اور بنی عمون کو غالب کر دیا۔ ان کو اٹھارہ برس تک اپنا غلام بنائے رہے۔

یفتاح

تا آنکہ یفتاح سبط منسی سے بنی اسرائیل کا مصلح پیدا ہوا۔ اور اس نے بنی اسرائیل کو گمراہی سے پھیرا، اس نے بنی عمون سے کسی امر کی التجا کی، جب انھوں نے اس کے دینے سے انکار کیا تو اس نے بنی اسرائیل کو لے کر بنی عمون پر حملہ کیا اور اس کے بائیس گاؤں چھین لیے۔ حالانکہ وہ تین سو برس سے بادشاہی کر رہے تھے۔ پھر سبط افرائیم نے بھی ان لڑائیوں میں کچھ حصہ لیا اور بنی اسرائیل متفق ہو کر اپنے دشمنوں کو زیر کرنے لگے۔ چھ برس تک اس نے بنی اسرائیل میں ایک مصلحانہ زندگی بسر کی۔ اسی کے زمانے میں یونان میں بہت بڑا قحط پڑا۔ جس میں لاکھوں آدمی مر گئے۔

ابصان

پھر جب یفتاح مر گیا تو بنی اسرائیل کی زمام تدبیر و اصلاح ایصان [ابصان] کے ہاتھوں میں رکھی گئی، جو سبط یہودا سے تھا اور بیت لحم میں رہتا تھا۔ اس کو مورخین حضرت داؤد علیہ السلام کا دادا بتاتے ہیں۔ ایصان [ابصان] سلمون بن نحشون بن عمینا ذاب بن رم بن حصرون بن بارص بن یہودا کا لڑکا تھا۔ اور یہ حصرون اس کالب بن یوقنا [یوفنا] کا دادا ہے، جو بعد یوشعؑ بنی اسرائیل کا مصلح ہوا تھا۔ اور نحشون بنی یہودا کا سردار تھا۔ اسی زمانے میں جب کہ بنی اسرائیل موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکلے تھے۔ اور نحشون کا انتقال انھیں میدانوں میں ہوا تھا، جہاں بنی اسرائیل حیران و سرگرداں پھر رہے تھے۔ اس کا لڑکا سلمون، یوشعؑ کے ساتھ اریحا میں داخل

ہوا۔ اور بیت لحم میں بیت المقدس سے چار میل کے فاصلے پر مقیم ہوا تھا۔ ہروشیوش مورخ رومہ کہتا ہے کہ ایصان [ابصان] ہی کے زمانے میں سریانیوں کا ملک جاتا رہا تھا۔ اور قوط اور نبط کے ساتھ لڑائیاں ہوئی تھیں۔ واللہ اعلم

بنی فلسطین کا غلبہ

ایصان [ابصان] نے بنی اسرائیل میں سات برس تک حکومت کی۔ اس کے مرنے کے بعد سبط زبولون سے ایلون نامی ان کے امور دینی اور دنیاوی کا متولی ہوا اور دس برس تک ان کی اصلاح و تدبیر کرتا رہا۔ جب یہ مر گیا تو عبدون بن ہلال افرائیم کی اولاد سے آٹھ برس تک حکومت کرتا رہا۔ ابن عمید روایت کرتا ہے کہ اس کا نام عکرون بن ہلیان تھا۔ اس کے چالیس لڑکے اور تیس پوتے تھے۔ ہروشیوش کہتا ہے کہ اسی کے زمانے میں شہر طرونہ شاہان رومہ لاطینی کا دارالسلطنت ویران و خراب کیا گیا تھا۔ عبدون کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل میں پھر بے دینی پھیل گئی اور وہ بت پرستی کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوا۔ اور اسی وجہ سے ان کی حکومت چھین لی۔ ان کو بنی فلسطین کا رعایا بنا دیا۔

شمسون

بنی فلسطین چالیس برس تک ان کو اپنا محکوم بنائے رہے تا آنکہ دان کی اولاد سے شمسون بن مانوح نے چھڑایا۔ شمسون کو شمسون القوی بھی اس کی قوت و توانائی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اور بعضے اس کو شمسون الجبار بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑے رعب و داب کا آدمی تھا۔ اس نے بنی اسرائیل میں حاکمانہ طرز سے دس بلکہ بیس برس تک زندگی بسر کی۔ اس سے اور بنی فلسطین سے بے حد لڑائیاں ہوئی تھیں۔ اس نے ان کو فتح اور ان کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا تھا۔ ایک روز بنی فلسطین کے خانۂ خدا میں ان کے بتوں کو دیکھنے اور ان سے ہم کلام ہونے کو گیا اور ایک کھمبے پر تکیہ لگا کر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا، اتفاق سے وہ کھمبا ٹوٹ گیا۔ اور مکان گر پڑا، اسی کے نیچے شمسون مع چند بنی اسرائیل کے دب کر مر گیا۔

اس کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل میں وہ اتفاق باقی نہ رہا۔ ہر ایک سبط نے اپنے میں سے اپنا اپنا ایک ایک متولی اور حاکم منتخب کر لیا۔ مگر کہونیت عیزار بن ہارون ہی کی اولاد میں

رہی۔ کہونیت [کہونیت] قربان گاہ کے قائم رکھنے اور احکام شرعیہ کے نافذ کرنے اور ذبح و بخور کے شرائط پورا کرنے کو کہتے ہیں۔

میخائیل بن راعیل

ابن عمید کہتا ہے کہ شمسون کے بعد ایک دوسرا حاکم میخائیل بن راعیل نامی بنی اسرائیل میں ہوا۔ اور اس نے آٹھ برس تک حکومت کی۔ مگر اس کی حکومت مستقل نہ تھی۔ اس کے زمانے میں بنی اسرائیل میں اکثر فتنے برپا ہوتے رہے تھے۔ انھیں فتنوں میں سبط بنیامین کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر فتنہ وفساد فرو ہو گیا۔

عالی بیطات

ان ایام میں ان کا کاہن، عالی [بن] بیطات بن حاصاب بن الیان بن فنحاص بن عیزار بن ہارونؑ تھا۔ فتنہ فرو ہونے کے بعد بنی اسرائیل اپنے احکام اور لڑائیوں کی تدبیریں اسی سے پوچھتے تھے۔ اس کے دو لڑکے تھے اور یہ دو کے دونوں نافرمان وسرکش تھے۔ اس کے عہد و حکومت میں بھی بنی فلسطین سے اکثر لڑائیاں ہوتی رہیں اور ان دونوں لڑکوں کی بدولت بہت سی بدافعالیاں پیدا ہوتی گئیں۔ انبیاے وقت ان کو بہت سمجھاتے رہے مگر ان کو اپنی حالت موجودہ سے نہ پھرنا تھا، نہ پھرے۔ آخر کار ان کی بدکرداریوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کو بنی فلسطین نے شکست دی۔ بنی اسرائیل تابوت شہادت چھوڑ کر بھاگے اور بنی فلسطین نے دوسرے راستے سے پہنچ کر اس کو ان سے چھین لیا۔ اور عالی [بن] بیطات کاہن کے دونوں لڑکوں کو قتل کر ڈالا۔ عالی کاہن کو جس وقت ان کے مارے جانے کی خبر معلوم ہوئی۔ تاسف وحسرت سے اسی سنہ میں اپنی حکومت کا چالیسواں سال پورا کر کے مر گیا۔

تابوت شہادت

بنی فلسطین علاوہ تابوت شہادت کے بہت سا مال غنیمت لے گئے۔ اور تابوت شہادت کو اپنے دارالحکومت عسقلان میں پہنچا دیا۔ اور بنی اسرائیل پر جزیہ بھی قائم کر دیا۔ بعد چندے انھوں نے تابوت شہادت کو اٹھوا کر بنی اسرائیل کی حدود میں رکھا دیا۔ جو [شخص] بنی اسرائیل [کا] اس

کے قریب جاتا تھا وہ مرجاتا تھا۔ تا آنکہ شمویل کی اجازت سے دو شخص اسے اٹھالائے اور اس کو اپنی ماں ارملہ کے پاس رکھ دیا۔ یہ تابوت وہیں رکھا رہا، اس زمانے تک کہ طالوت کو حکومت و سلطنت دی گئی۔

شمویل بن کنا کی تولیت

بنی فلسطین نے اپنی کامیابی کے ساتویں مہینے تابوت شہادت کو واپس کر دیا۔ عالی کاہن نے اپنی حالت حیات ہی میں اپنے ابن عم (چچا کے لڑکے) شمویل بن کنا بن یُوام بن یاہد بن [یاو] بن سوف کو قربان گاہ وغیرہ کا کفیل اور متولی کر دیا تھا۔ سوف، حاصاب بن الیان کا بھائی تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ شمویل فورح کی اولاد سے اور وہ قارون بن یصہر [یصہار] بن قاہث [قاہاث] بن لاوی ہے۔ اور اس کو اس کی طرف اس طرح منسوب کیا ہے۔

شمویل بن القنا

''شمویل بن القنا ابن یروحام بن یہوذ بن یوحا بن صوب بن القانا بن یویل بن عزیر ابن صنعینا بن ثاحت بن اسر بن القانا بن نشاسات بن قارون۔''

شمویل کی ماں نے جس وقت یہ حمل میں تھی، یہ نذر کی تھی کہ ان کو مسجد کا خادم بنائے گی۔ اس وجہ سے جب یہ پیدا ہوئے تو عالی بیطات کاہن کو دے آئیں۔ عالی کاہن نے ان کی پرورش کی اور اپنے بعد کہونیت کی وصیت کی۔ بعد ازاں اللہ جل شانہٗ نے ان کو بنی اسرائیل کی نبوت اور ولایت سے سرفراز فرمایا۔ جناب موصوف بنی اسرائیل میں دس برس تک وعظ واصلاح کرتے رہے۔ ابن عمید کہتا ہے کہ وہ بیس برس تک حکومت کرتے رہے۔ بنی اسرائیل پر ان کی تعلیم و پند کا بہت بڑا اثر پڑا۔ بت پرستی چھوڑ کر حق پرستی کی طرف مائل ہوگئے۔ اور نہایت کم مدت میں اپنی پریشان قوت کو مجتمع کر کے اہل فلسطین سے اپنے گئے ہوئے، کھوئے ہوئے شہروں کو واپس لے لیا۔ اور اپنی حالت سے گذرے ہوئے کاروبار کو سنبھال لیا۔

اس کے بعد شمویل نے حکومت وولایت کے کاروبار اپنے دونوں لڑکوں یوال اور ابیا کے سپرد کر دیا۔ ان کی بدخصلتی، بدکرداری کی وجہ سے بنی اسرائیل یک جا ہو کر شمویل کے پاس گئے۔ اور یہ خواہش کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ خدا ان میں ایک بادشاہ پیدا کر دے چنانچہ

جناب شمویل کی دعا سے طالوت کی ولایت کی وحی نازل ہوئی۔ اور اسی وقت بنی اسرائیل کے امرا وحکام، ملوک کے نام سے موسوم ہونے لگے۔ **واللّٰہ معقب الامر بحکمتہ لارب غیرہ**۔ [اللہ کے ہر فیصلے میں حکمت ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں۔]

●●●

بنی اسرائیل کا شجرۂ نسب

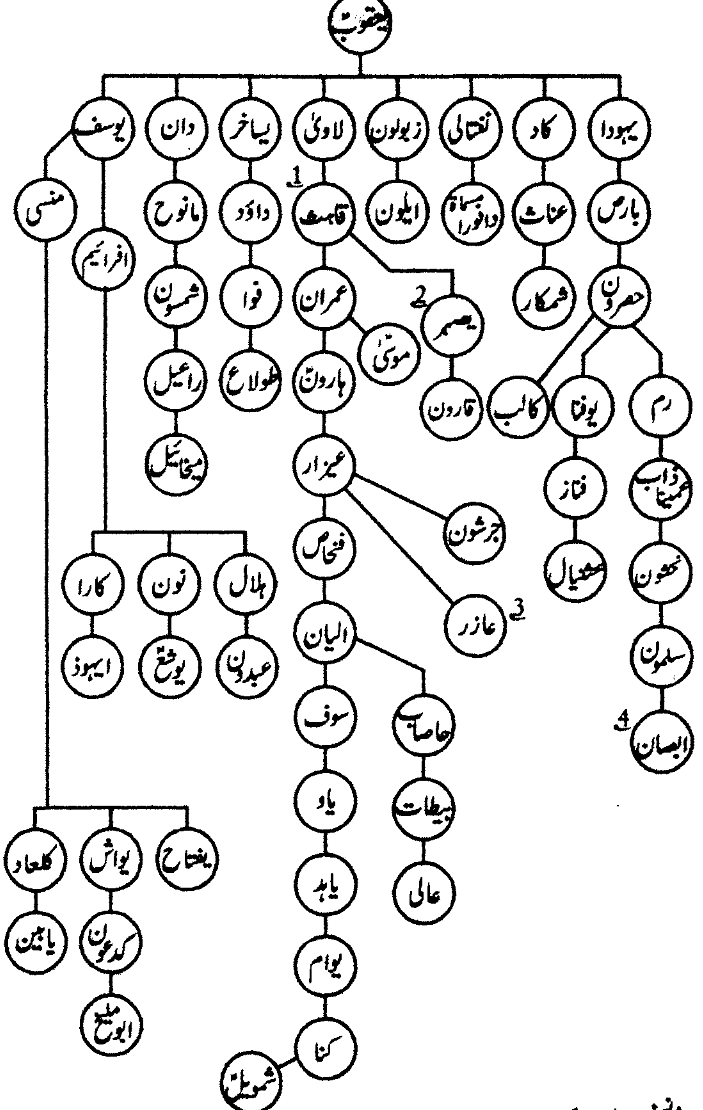

عربی نسخوں میں 1 قاہاث، 2 یصہار، 3 عاوز ہے۔ [م۔س] 4 یہ داؤد علیہ السلام کا جد ہے۔

ملوک بنی اسرائیل

بنی اسرائیل کی شمویل سے دعا کی درخواست

ہر گاہ کہ یوال اور ابیا پسران شمویل کی بداطواریوں سے بنی اسرائیل نے ان کی سرداری سے انکار کیا اور سب کے سب یکجا ہو کر شمویل کی خدمت میں گئے اور یہ التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے ایک بادشاہ کو ان میں سے مبعوث کرائیں۔ تاکہ اس کے ہمراہ ہو کر اپنے دشمنوں سے لڑیں اور وہ ان کے منتشر گروہ کو مجتمع اور متفق کرے اور ان سے ذلت و رسوائی کو دفع کرے۔

طالوت

چنانچہ جناب شمویل کی دعا سے یہ وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ طالوت کو ان کاموں کا متولی اور حاکم کرتا ہے اور اس کو وہ دہن قدس سے پاک و طاہر کرتا ہے۔ بنی اسرائیل نے اس سے پہلے جب کہ شمویل نے طالوت کی سرداری کا اظہار کیا تھا، اس کی سرداری سے انکار کیا۔ مگر جس وقت قرعہ ڈالا گیا۔ طالوت کے نام پر قرعہ آیا۔ تب مجبوراً بنی اسرائیل نے ان کی سرداری و حکومت کو تسلیم کیا۔ اور ان کو اپنا حاکم اور ولی بنایا۔

طالوت نہایت جسیم اور قد آور تھا۔ بنی اسرائیل اس کو شاؤل کے نام سے یاد کرتے تھے۔ قیس ابن افیل ابن صارد ابن نحورت ابن افیاح کا لڑکا تھا۔ اس نے افنین ابن نیر ابن افیل اپنے چچازاد بھائی کو اپنی وزارت کا کام سپرد کیا۔ طالوت کے چار لڑکے یہوناتان، ملکیشوع، تشبہات، انبیاداف تھے۔

طالوت کی فتوحات

طالوت تخت حکومت پر بیٹھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر ان کے دشمنوں بنی فلسطین، عمون، مواب، عمالقہ، مدین سے لڑا اور ان سب پر غالب آیا۔ بنی اسرائیل کو ان معرکوں میں بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ سب سے پہلے جس نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا وہ بنی عمون کا بادشاہ تھا۔ وہ اپنے سرحدی بلاد سے گذر کر مقام بلقا میں آیا۔ طالوت نے تین لاکھ بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر اس کا مقابلہ کیا اور اس کو سخت ہزیمت دی۔ پھر طالوت کے ایک لڑکے نے لشکر بنی اسرائیل کے ساتھ فلسطین پر حملہ کیا اور نہایت نیک نامی اور کامیابی کے ساتھ ان کو پسپا کیا۔

بعدۂ دشمنان بنی اسرائیل متفق و مجتمع ہو کر بنی اسرائیل سے لڑنے کو نکلے۔ طالوت اور شمویل ان کے مقابلے پر آئے اور ان کو شکست فاش دی۔

طالوت سے حکومت کا سلب ہونا

اس کے بعد شمویل نے طالوت کو عمالقہ کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ ان کو اور ان کے مویشیوں کو بے دریغ تہ تیغ کر ڈالیں۔ چنانچہ طالوت نے ایسا ہی کیا۔ مگر عمالقہ کے بادشاہ لقاع کو اس کے التجا کرنے پر چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے شمویل پر یہ وحی نازل ہوئی کہ طالوت کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا اور اس سے اس کی حکومت سلب کر لی۔ شمویل نے اس وحی سے طالوت کو مطلع کیا اور اس سے ایسی علاحدگی اختیار کر لی کہ اس کے بعد اس سے پھر نہ ملے۔

داؤد علیہ السلام

پھر شمویل پر وحی نازل ہوئی کہ داؤدؑ کو قدس میں داخل کر کے اپنا نائب بنائیں۔ اور ان کی علامت بتا دی۔ چنانچہ شمویل بیت لحم میں بنی یہودا کے پاس گئے۔ ایشا اپنے لڑکے داؤد کو ان کی خدمت میں لے کر آیا۔ شمویل نے ان کو مس کیا اور تقدیس دی، طالوت کی روحی قوت جو اس کو اللہ کی طرف سے مرحمت ہوئی تھی چھین لی گئی۔ اس کو اس کا سخت صدمہ گذرا۔ بعد ازاں

شمویل کا انتقال ہو گیا۔ اور جالوت نے بنی فلسطین کو ابھار کر بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا۔

داؤد کے ہاتھوں جالوت کی موت

طالوت بنی اسرائیل کا لشکر لے کر مقابلے پر آیا۔ جس میں داؤد بن ایشا (یہودا کے سبط سے) بھی تھے۔ یہ اس زمانے میں کم سن تھے۔ اپنے باپ کی بکریاں چراتے تھے۔ آلات حرب ان کو استعمال کے لیے نہیں دیے گئے تھے۔ لڑائی کے وقت گوپھنے 1 میں چھوٹے پتھر رکھ کر مار رہے تھے۔ جو مطلقاً خطا نہ کرتے تھے۔

طبری لکھتا ہے کہ شمویل نے طالوت کو داؤد کے ہاتھ سے جالوت کے مارے جانے کی خبر دی تھی۔ اور اس کے قاتل کی علامت بتلا دی تھی۔ بنی اسرائیل نے پہلے داؤد کی کم سنی کی وجہ سے اعتراض کیا۔ مگر جب وہ علامت جناب موصوف میں دیکھی تو ان کو مسلح کر دیا۔ اور وہ لڑائی میں شامل ہوئے۔ اور اس سے پہلے انھوں نے اپنے گوپھنے میں پتھر رکھ لیا تھا۔ جس وقت انھوں نے جالوت کو دیکھا فوراً پتھر کھینچ مارا۔ جالوت اس پتھر سے زخمی ہو کر گرا اور مر گیا۔ بنی فلسطین کی شکست ہوئی اور بنی اسرائیل کی فتح یابی کا ڈنکا بج گیا۔

داؤد طالوت کے حلقۂ خواص میں

طالوت نے داؤد کو اپنے مخصوص مخلصین میں داخل کر لیا اور اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر کے ان کو اپنے سلاح خانے کا داروغہ کر دیا۔ اور اکثر لڑائیوں میں بنی اسرائیل کے لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کرتا رہا۔ اس وقت داؤد کی عمر بہ روایت طبری تیس برس کی تھی۔

داؤد کے قتل کا منصوبہ

داؤد کے طرز حکومت اور طریقۂ عمل سے بنی اسرائیل بہ محبت پیش آنے لگے اور ہر کام میں ان سے رجوع کرنے لگے۔ طالوت اور اس کے لڑکوں کو اس امر سے غیرت آئی، اس [طالوت] نے آپ کے قتل کا قصد کیا اور کئی مرتبہ اس عزیمت سے نکلا مگر ناکام رہ جانے کی وجہ سے اپنے لڑکے یہوناتان [یہوناتان] کو داؤد کے قتل کرنے پر مامور کیا۔ لیکن [یہوناتان] بوجہ

---

1 رسی کا بنا ہوا آلہ جس میں پتھر یا مٹی کی گولی رکھ کر مارتے ہیں۔ [م۔ص]

مراسم محبت اس فعل سے رک رہا۔

داؤد کی روانگی فلسطین

داؤد اس راز سے واقف ہو کر فلسطین کی طرف چلے گئے۔ چند روز وہاں ٹھہرے رہے، پھر بنی مواب کے شہروں کی سیر کرتے ہوئے اطراف بیت المقدس میں اپنے سبط یہودا میں آملے۔ اور وہیں مقیم رہے۔ اور ان کے ہمراہ بنی فلسطین سے لڑتے رہے تا آنکہ طالوت کو اس حال سے آگاہی ہوگئی، اس نے بنی یہودا سے ان کو طلب کیا۔ ان لوگوں نے دینے سے انکار کیا۔ طالوت نے ان پر حملے کی تیاری کی۔ بنی یہودا نے ڈر کر داؤد کو نکال دیا۔ داؤد بنی فلسطین کی طرف چلے گئے۔

بنی فلسطین سے طالوت کو شکست

اس اثنا میں اس کو بنی فلسطین سے لڑائی لڑنے کا اتفاق پڑا۔ بنی فلسطین نے اس کو شکست دی۔ طالوت تو لڑائی کے میدان سے پیچھے ہٹ آیا اور اس کے لڑکے لڑتے رہے تا آنکہ [یہونتان] اور ملکیشوع اور تشبہات مارے گئے 1۔ بنی اسرائیل کا لشکر ہزیمت پا کر بھاگا۔ بنی فلسطین نے ان کا تعاقب کیا۔ جب اس نے اپنی جانبری کی صورت نہ دیکھی تو اس نے خودکشی کر لی۔ یہ واقعہ اس کی حکومت کے چالیسویں برس واقع ہوا۔ کما قال الطبری۔ [جیسا کہ طبری نے کہا۔]

داؤد کی امارت اور ان کا نسب

اس واقعے کے بعد داؤد پھر بنی یہودا کے پاس آئے۔ انھوں نے ان کو اپنا حاکم اور ہر کام کا ولی بنالیا۔

یہ (یعنی داؤد) ایشا بن عوفذ بن بوعز (اس کا نام افصان ہے اور اس کا ذکر حکام بنی

---

1 عربی متن میں "قتل یھونتان و مشوی و ملکیشوع" ہے۔ یہونتان، مشوی اور ملکیشوع مارے گئے۔ یعنی تشبہات کی جگہ مشوی لکھا ہے۔ (دار الفکر 110:2، دار الکتب العلمیہ 108:2 کے نسخے دیکھیے۔)

[م۔س]

اسرائیل میں ہو چکا ہے۔) بن سلمون (جو اول زمانہ فتح میں بیت لحم میں مقیم ہوا تھا۔) بن نحشون (یہ مصر سے خروج کے وقت بنی یہودا کا سردار تھا۔) بن عمیناذاب بن ارم بن حصرون بن بارص بن یہودا کے لڑکے ہیں۔

یہود اور نصاریٰ کی کتابوں میں داؤد کا نسب اسی طرح پر مذکور ہے۔ لیکن ابن حزم اس سے انکار کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ نحشون کا انتقال تیہ (میدان) میں ہوا تھا۔ اور بیت المقدس میں اس کا لڑکا سلمون داخل ہوا ہے۔ اور مابین خروج بنی اسرائیل از مصر و حکومت داؤد علیہ السلام بہ اتفاق چھ سو برس کا فاصلہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور نحشون و داؤدؑ میں صرف چار پشتوں کا واسطہ ہے۔ پس جب کہ چھ سو سال چار پشتوں پر تقسیم کیے جائیں گے تو گویا ہر ایک کے ان میں سے ایک ایک سو تیس تیس برس کے بعد لڑکا پیدا ہوا اور یہ دور از قیاس ہے۔

داؤد علیہ السلام کی فتوحات

الغرض جس وقت داؤد کو بنی یہوذا کی حکومت حاصل ہوگئی، آپ ان کے شہر [حفرون][1] (قریہ خلیل) میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اور بقیہ اسباط نے متفق ہو کر یشوشات بن طالوت کو یروشلیم کی حکومت سپرد کی۔ اور اس کے کاموں کا منصرم اور منتظم اس کے باپ کا وزیر افنین [افینذ] مقرر کیا گیا۔ اس سے اور جناب داؤد سے دو برس سے زائد دنوں تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر کار آپس میں صلح ہوگئی اور بنی اسرائیل کو داؤد کی سرداری کا یقین ہو گیا۔ انھوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعد چندے اس کو اسی کے ایک ملازم نے مار ڈالا اور سر لے کر داؤد کے پاس آیا۔ آپ نے اس کو اس کے قتل کرنے کی وجہ سے قتل کروا دیا۔ اور یشوشات کے قتل پر سخت تاسف ظاہر فرما کر اس کے خاندان کی پورے طور سے تکفیل کی۔ اس کی اولاد اور بھائیوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ اور بنی اسرائیل پر مستقل حکومت کرنے لگے۔

پھر بحکم باری کنعان سے لڑے اور ان پر غالب آئے۔ بعد ازاں بنی فلسطین سے مدتوں

1 اصل نسخے میں حصرون تھا، جب کہ ابن خلدون کی تصریح کے مطابق حفرون ہے، اس لیے متن میں حصرون کے بجائے حفرون لکھ دیا گیا ہے۔ [م۔ص]

معرکہ آرائیاں کرتے رہے۔ان کے اکثر شہروں کو ان سے چھین لیا اور ان پر سالانہ خراج مقرر کیا۔اس کے بعد اہل مواب اور عمون اور اہل اروم [ادوم] سے ہم نبرد ہوئے اور ان کو بھی زیر و زبر کر کے ان پر جزیہ قائم کیا، ان کے آباد شہروں کو ویران کر ڈالا، دمشق اور حلب میں ارمنیوں پر جزیہ قائم کیا اور عمال کو جزیہ وصول کرنے کی غرض سے ہر چہار طرف روانہ کیا۔بادشاہ انطاکیہ نے ہدیے اور تحفے بھیج کر اطاعت قبول کر لی۔انھیں ایام میں آپ نے شہر صیہون [صہیون] پر حملہ کر کے تخت و تاراج کیا اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔مقام قبہ میں ایک مسجد بنانے کا قصد کیا۔ جہاں کہ تابوت عہد (شہادت) بنی اسرائیل رکھتے تھے۔اور جس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔اللہ جل شانہٗ نے دانیال نبی کو بذریعۂ وحی اس امر سے آگاہ فرمایا کہ "داؤدؑ اس مسجد کو نہ بنائے گا بلکہ اس کا لڑکا اس مسجد کے بنانے کی عزت حاصل کرے گا اور اس کے ملک وحکومت کو قیام ہوگا۔" داؤد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مسجد بنانے سے رک رہے۔

ایشلوم بن داؤد کی سرکشی

ان واقعات کے بعد ان کے لڑکے ایشلوم نے نقض امن کیا اور اپنے بھائی امنون کو مار کر بھاگ گیا۔داؤد نے اس کے قصاص میں اس کا خون مباح کر دیا اور آدمیوں میں اس کا اعلان کر دیا۔وہ چار برس کے بعد پھر واپس آیا۔اور اسباط کو ابھار کر بہ معیت ان کی لڑائی کو نکلا۔داؤد ان دنوں سرزمین شام میں تھے۔مگر وہ اس واقعے سے مطلع ہو کر اس سے لڑائی کرنے کو لوٹے اور اس سے لڑ کر اس کو ہزیمت دی۔اثنائے ہزیمت میں بیس ہزار کے قریب بنی اسرائیل مارے گئے۔

ایشلوم کو داؤدؑ کے وزیر نے ایک درخت کے پیچھے چھپا دیکھ کر گرفتار کر لیا اور اس کا سر کاٹ کر داؤد کے پاس لایا۔آپ کو اس کے مارے جانے سے محبت پدری کی وجہ سے سخت رنج ہوا اور اس قدر خونریزی کے بعد اسباط داؤد سے اور داؤد اسباط سے راضی ہو گئے۔بعدہٗ داؤدؑ نے بغیر اجازت باری تعالیٰ بنی اسرائیل کو شمار کیا، [گیارہ لاکھ [1]] تعداد میں نکلے جن میں سے

---

[1] اصل نسخے میں بنی اسرائیل کی تعداد دس لاکھ تھی، جب کہ عربی متن میں "الف الف و مائة الف" (گیارہ لاکھ) ہے، اس لئے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے۔[م۔ص]

چار لاکھ صرف بنی یہودا تھے۔ اللہ پاک اس سے سخت ناراض[1] ہوا۔ جس سے اس وقت کے انبیا علیہم السلام نے داؤدؑ کو آگاہ کیا۔

زبور کا نزول

اس کے بعد داؤدؑ بہ اطمینان حکومت کرنے لگے۔ اور ان پر برابر وحی نازل ہوتی رہی۔ اور زبور کی سورتیں اترتی رہیں۔ اور داؤدؑ اوتار اور مزامیر سے تسبیح کرتے رہے۔ اکثر مزامیر جن کا ذکر تسبیح میں آیا ہے انھیں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ تابوت شہادت کے روبرو مزامیر سے تسبیح کرنے کے لیے سبط لاوی سے بارہ کاہن مقرر کیے گئے۔ جو ہر ساعت اس کے روبرو تسبیح کرتے رہتے تھے۔

داؤد علیہ السلام کی وفات

پھر داؤد نے اپنی حکومت کے چالیسویں سال اپنے بیٹے سلیمانؑ کو اپنا ولی عہد بنایا اور ماہان نبی اور صادوق نے ان کو اصطباغ دیا۔ داؤد[2] علیہ السلام ان کو بیت المقدس بنانے کی

---

1 طبری لکھتا ہے کہ داؤد کی اس خود رائی پر خدائے تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے تین عقوبتیں تجویز فرمائی تھیں 1۔ تین برس کا قحط 2۔ تین مہینے دشمنوں سے زیر رہنا 3۔ تین روز بلائے مرگ مفاجات میں گرفتار رہنا۔ اور داؤدؑ کو اختیار دیا تھا کہ ان تینوں عقوبتوں میں سے جس کو چاہیں وہ اختیار کر لیں۔ داؤدؑ نے پچھلی عقوبت کو پسند کیا تھا۔ جس سے ایک دن میں بے شمار بنی اسرائیل مر گئے، تب داؤد نے گھبرا کر جناب باری میں عرض کیا ''خود رائی اور گناہ تو مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ بنی اسرائیل کیوں عتاب کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ خدایا اگر اس عذاب کا مستحق ہوں تو میں ہوں'' خدائے تعالیٰ کا دریائے عنایت داؤدؑ کے ان کلمات سے جوش میں آ گیا اور مرگ مفاجات کی بلا بنی اسرائیل سے اٹھا لی گئی۔ (مترجم)

2 داؤد علیہ السلام کا رنگ سرخ، آنکھیں گول، پست قد تھا، اور داڑھی کم تھی۔ اللہ جل شانہ نے ان کو سلطنت و نبوت دونوں مرحمت فرمائی تھیں اور ایسی توانائی دی تھی کہ ان سے کوئی مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ بعد موسیٰ اور یوشعؑ علیہما السلام کے بنی اسرائیل میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ ایک خاندان میں نبوت ہوتی تھی۔ تو دوسرے سبط میں حکومت۔ تا آنکہ داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور حکومت دونوں مرحمت فرمایا۔ یہ صاحب شریعت نہ تھے۔ بلکہ موسوی شریعت کے پابند تھے۔ اسی کی خلق اللہ کو تعلیم دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر زبور نازل فرمائی۔ اس میں خدائے تعالیٰ کی ثنا و صفتیں اور نصیحتیں تھیں۔ یہ نہایت خوش گلو (بقیہ حاشیہ ص 282 پر)

وصیت کر کے انتقال کر گئے اور بیت لحم میں مدفون ہوئے۔ان کے زمانے میں نبیوں میں سے حابان (یاناماں) اور کاد اور آصاف تھے۔اور کاہنوں میں سے الیثار بن احلیج کاہن تھا جو عالی کاہن کی اولاد سے تھا۔جس کو ہم حکام بنی اسرائیل میں بیان کر چکے ہیں۔

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) تھے۔ان کے ساتھ پہاڑ، چرند، پرند تسبیح کرتے تھے۔ان کا ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر آیا ہے۔ان کے ہاتھ میں ایسی قوت دی گئی تھی یا یہ کہ لوہے کو ان کے ہاتھ میں اس قدر نرم کر دیا تھا کہ وہ اس کی زرہیں بناتے تھے اور اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنی اوقات بسری کرتے تھے۔جیسا کہ سورۂ سبا میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے: ولقد اتینا داؤد منا فضلا یجبال أوبی معه والطیر والنا له الحدید أن اعمل سٰبغٰتٍ وَقَدِّرْ فی السّرد واعملوا صالحا انی بما تعملون بصیر [سبا:10، 11] (یعنی ہم نے بیشک داؤدؑ کو اپنی طرف سے بزرگی دی۔اے پہاڑ والے جانور و اس کے ساتھ تسبیح کرو۔اور نرم کیا اس کے واسطے لوہا، تاکہ پوری زرہیں بناوے اور اندازہ رکھے ایک دوسرے کے پروں میں اور اچھے عمل کرو۔بیشک میں جس چیز کو تم کرتے ہو اس کا دیکھنے والا ہوں۔)

داؤدؑ کی ننانوے [99] بیبیاں تھیں اور ہزارہا دربان تھے۔آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی۔ایک روز دربار کرتے تھے اور ایک روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور ایک روز خلوت خاص میں رہتے تھے۔ان پچھلے دو دونوں میں کوئی ان کی خدمت میں جا نہ سکتا تھا۔ایک روز ان کے عبادت خانے میں دیوار پھاند کر دو شخص اتر آئے۔داؤد علیہ السلام ان کو دیکھ کر خائف ہوئے۔انھوں نے کہا: ''آپ ڈریئے نہیں ہم میں سے ایک نے دوسرے پر ظلم کیا ہے آپ اس کا فیصلہ کیجیے۔یہ کہہ کر ان میں سے ایک نے کہا، یہ میرا بھائی ہے اس کے ننانوے مینڈیاں ہیں اور میرے ایک ہی ہے، اس نے کہا کہ مجھ کو یہ ایک بھی دے دے اور باتوں بات اس نے مجھ پر سختی کی۔'' داؤد نے یہ سن کر کہہ دیا کہ اس نے بیشک تجھ پر ظلم کیا۔اس کے بعد ان کو یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو امتحاناً ان کے پاس بھیجا ہے؛ اس وجہ سے جناب موصوف نے خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔اور سجدے میں گر پڑے۔اس واقعے کا ذکر قرآن شریف کے تیئیسویں پارے [23] سورۂ ص میں آیا ہے اور وہ وهل اتك نبوءُ الخصم اِذْ تسوّر والمحراب [ص:21] تا آخر ہے۔عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں اوریا کے قصے کی طرف اشارہ ہے مگر در حقیقت ایسا نہیں ہے اوریا کا قصہ محض جھوٹ، افتراء، بہتان ہے۔نبی اور وہ ایک عورت پر فریفتہ ہو کر اس کے شوہر کو لڑائی میں بھیج دے اس غرض سے کہ وہ مارا جائے اور اس کے بعد وہ اس سے شادی کرے۔یہ نہایت ادنیٰ خیال کے آدمیوں کا کام ہے۔انبیائے کرام علیہم السلام کی شان سے یہ نہایت بعید اور دور از قیاس ہے؛ اسی وجہ سے جناب علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے من حدث بحدیث داؤدٗ علی مایرویه القصاص جلدته مائة وستین۔یعنی جو شخص داؤدؑ کا وہ قصہ بیان کرے گا جس کو قصہ گو بیان کیا کرتے ہیں تو میں اس کو ایک سو ساٹھ درے ماروں گا۔(مترجم)

سلیمان علیہ السلام

بعد انتقال داؤدؑ، سلیمان ابن داؤدؑ تخت حکومت پر بیٹھے۔ ان کی اس وقت بائیس برس کی عمر تھی۔ ان کی حکومت نہایت مستقل طور سے شروع ہوئی تھی۔ یہ کل گروہ پر غالب آئے تھے۔ شام کے کل بادشاہوں فلسطین، عمون کنعان، مواب اروم [ادوم]، ارمن وغیرہ سے جزیہ لیا۔ اور اطراف و جوانب کے بادشاہوں نے اپنی اپنی لڑکیاں جناب موصوف کے عقد میں دے کر اپنی دامادی میں لیا۔ منجملہ ان کے جن سے آپ نے نکاح کیا تھا، فرعون مصر کی لڑکی بھی تھیں۔ ابتداءً آپ کا وزیر یواب بن نمر ہمشیرۂ داؤد کا لڑکا تھا۔ جو صوریا کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے داؤدؑ کی وزارت کی تھی۔ اور ابتدائے زمانہ میں سلیمانؑ کی بھی وزارت کی۔ لیکن بعد چندے اس کو کسی وجہ سے قتل کر کے یشوع بن شیداح کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

تعمیر بیت المقدس

اپنی حکومت کے چوتھے برس سے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی۔ یہ تعمیر آپ کے آخر زمانہ حکومت تک برابر جاری رہی تھی۔ اپنے آخری زمانے میں شہر انطاکیہ کو منہدم کر کے شہر تدمر آباد کیا۔ اثنائے تعمیر میں بادشاہ صور سے آپ نے کوہ لبنان سے لکڑیوں کے کاٹنے میں مدد چاہی۔ کوہ لبنان پر لکڑی کاٹنے والوں کے لیے سالانہ بیس ہزار کُر (وزن ہے۔) کھانا اور اسی قدر زیت اور اسی قدر شراب جاتی تھی۔ لکڑی کاٹنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی اور پتھر کے کھدان سے پتھر نکالنے والوں کی تعداد اسی ہزار اور اس کے درست کرنے والے ستر ہزار تھے۔ اور ان سے کام لینے والے تین ہزار تین سو عمال تھے۔

تعمیر ہیکل

اس کے بعد سلیمانؑ نے ہیکل بنوائی، اس کی بلندی ایک سو ذراع اور لمبائی ساٹھ ذراع اور چوڑائی بیس ذراع تھی۔ اس کا اندرونی حصہ سونے اور چاندی کے پتروں سے منڈھا ہوا تھا اور مکان کے اندر لکڑی کے دو کروبی (ملائکہ) بنائے تھے۔ اور ان کو سونے سے منڈھ دیا تھا۔ اور

دروازے مکان کے صنوبر کی لکڑی کے تھے اور ان پر علاوہ پھول پتیوں کے نقش و نگار کے کروبیوں (فرشتوں) کی صورتیں بھی بنائی گئی تھیں۔ اور یہ سب سونے کے پتروں سے منڈھے ہوئے تھے۔ اس ہیکل کی تعمیر سات برس میں تکمیل کو پہنچی۔ اور اس کا ایک دروازہ سونے کا بنایا گیا۔

غیضۃ لبنان

بعدۂ ایک بیت السلاح صنوبر کے کھمبوں کے چار صفوں پر بنایا ہر صف میں پندرہ پندرہ کھمبے تھے۔ اور اس میں دو سو ترس (یعنی ڈھال) اور تین سو ورقہ (ٹکڑے) سونے کے رکھے ہر ترس میں چھ چھ سو اعلیٰ درجے کے زمرد تھے اور ہر ورقے میں تین تین سو یاقوت تھے۔ یہ مکان غیضۃ لبنان کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اور اپنے بیٹھنے کے لیے ایک ممبر بنوایا اور بہت سی کرسیاں تیار کرائیں جو دندان فیل کی تھیں اور ان پر سونا منڈھا ہوا تھا۔ بعد اس کے اس بنا [عمارت] پر ایک مکان فرعون مصر کی لڑکی کے لیے بنوایا جس سے سلیمانؑ نے نکاح کر لیا تھا۔ اور شہر صور کے معروف و مشہور صناعوں سے اس گھر کے مصارف کے لیے تانبے کے ظروف بنوائے اور مذبح (قربان گاہ) اور مائدہ (میز) بیت المقدس میں سونے کا تیار کرایا اور پانچ ممبر ہیکل کی دائیں جانب کے لیے اور پانچ بائیں جانب کے لیے مع آلات طلائی۔ اور انگیٹھیاں طلائی کی بنوائیں اور وہ ظروف نقرئی وطلائی جو اس مقدس مکان کے لیے جناب موصوف تک بذریعۂ وراثت پہنچے تھے۔ اس پاک مکان میں لا کر رکھے اور آپ کے فرمانے سے رؤسائے اسباط و کاہنین تابوت عہد (شہادت) کو مقام صیہون [صیہون] (قریۂ داؤدؑ) سے اٹھا لائے اور اس کو اس مکان میں کروبیوں کی تصویروں کے بازوؤں کے نیچے مسجد اقصیٰ میں رکھا۔ تابوت عہد میں دو لوحیں پتھر کی تھیں۔ جن کو جناب موسیٰ علیہ السلام نے الواح منکسرہ (ٹوٹی ہوئی لوحوں) کے عوض بنوایا تھا۔ روسائے اسباط و کُہّان تابوت عہد کے ساتھ قبۂ قربان (کفارہ کا سرپوش) اور اس کے ظروف بھی مسجد میں اٹھا لائے۔

قربانی

سلیمانؑ علیہ السلام ایک مشہور یوم میں مذبح کے روبرو کھڑے ہوئے اور اس

خوشی میں بہ نظر تقرب الی اللہ بائیس ہزار گایوں کی قربانی کی۔ بعد اس کے ہر برس میں تین مرتبہ قربانیاں کرتے تھے اور بخور دیتے تھے۔ علاوہ ان قربانیوں اور تحفوں کے ہر سال چھ سو چھیاسٹھ [666] قنطار سونے کے بیت المقدس پر چڑھاتے تھے۔

سلیمان علیہ السلام کی کشتیاں، سونا، چاندی، اور قیمتی اسباب، فیل، طاؤس، وغیرہ لانے کی غرض سے ہمیشہ دریائے ہند میں سفر کرتی رہتی تھیں اور مصر سے گھوڑے اچھے نسل کے منگواتے تھے۔ ہر وقت [ایک ہزار[1]] چھ سو گھوڑے لڑائی کے لیے تیار رہتے تھے۔

ازواج

آپ کی ایک ہزار بیبیاں تھیں۔ جن میں سے تین سو حرم تھیں۔

ملکہ بلقیس

مورخین کے اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حج کو بھی گئے تھے اور وہاں چندے ٹھہرے بھی تھے۔ اور ہر روز پانچ ہزار دنبے پانچ ہزار گائیں۔ بیس ہزار بکریاں قربانی کرتے تھے۔ بعدہٗ ملک یمن کی طرف توجہ کی اور اسی دن سرزمین صنعا میں جا اترے۔ ہدہد کو طلب فرمایا۔ ہدہد اس وقت موجود نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بلقیس کی خبر لے کر آیا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اس کا بیان آ گیا ہے۔

[توضیح مترجم]

سورۂ نمل میں اس طرح مذکور ہے کہ سلیمانؑ نے ہدہد کو طلب فرمایا۔ جب وہ نہ ملا تو آپ نے غصے میں فرمایا۔ لَاُعَذِّبَنَّہٗ عذابا شدیدا او لا ذبحنہ اولیا تینّی بسلطن مبین [النمل: 21] (میں بیشک اس کو سخت عذاب دوں گا۔ یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔ اگر اس نے کوئی عذر معقول نہ بیان کیا۔) بعد تھوڑی دیر کے ہدہد آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایسے مقام

---

1 ''اصل'' میں دو ہزار چھ سو تھا۔ جب کہ دار الکتب العلمیہ (2:112-111) اور دار الفکر (2:113) کے عربی نسخوں میں ایک ہزار چھ سو ہے، اس لیے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے۔ [م۔ ص]

کی سیر کی ہے جس کی آپ کو بھی خبر نہیں ہے۔ میں آپ کے پاس سبا سے ایک سچی خبر لایا ہوں۔ یہ کہہ کر سبا کی تعریف کرنے کے بعد عرض کیا **انی وجدت امرأۃ تملکھم واوتیت من کل شیٔ ولھا عرش عظیم** [النمل:23] (میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس سرزمین کی مالک ہے اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔) **وجدتھا وقومھا یسجدون للشمس من دون اللہ وزین لھم الشیطن اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لا یھتدون** [النمل:24] (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو سوائے خدا کے آفتاب کا سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے۔ اور شیطان نے ان کے اعمال کو درست کر دیا ہے، پس ان کو راہ حق سے اس نے باز رکھا ہے، وہ راہ نہیں پاتے ہیں۔)

سلیمانؑ کو یہ سن کر ان کی آفتاب پرستی پر غصہ آیا۔ پھر یہ خیال آیا کہ شاید ہُد ہُد اپنی غیر حاضری کی وجہ سے یہ قصہ خلاف واقع بیان کرتا ہو؛ اس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ ''ہم دیکھیں گے کہ تو سچ کہتا ہے یا غلط بیان کر رہا ہے۔ لے یہ خط ان کے پاس لے جا، دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔''

ہُد ہُد یہ حکم پاتے ہی حضرت سلیمانؑ کا خط لے کر اڑا اور بلقیس کے پاس اس خط کو ڈال دیا۔ بلقیس نے اس خط کو پڑھا اور اپنے درباروالوں سے مخاطب ہو کر بولی **یا ایھا الملؤا انی القی الی کتب کریم** [النمل:29] (اے سردارو میرے پاس ایک بزرگ کا خط بھیجا گیا ہے **انہ من سلیمان** (وہ خط بے شک سلیمانؑ کی جانب سے ہے۔) **وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الا تعلوا علی واتونی مسلمین** [النمل:30,31] (وہ بیشک شروع ہے اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ (مضمون اس کا یہ ہے) کہ تم مجھ سے سرکشی نہ کرو اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلے آؤ۔) بلقیس کے درباریوں نے اس خط کو سن کر اپنی

توانائی اور نبرد آزمائی کا اظہار کر کے تدبیر کار اس کی رائے پر محول کیا۔

چونکہ بلقیس ایک ہوشیار اور انجام بیں عورت تھی۔ اولاً بادشاہوں کا یہ دستور بیان کیا کہ جب وہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو وہ خراب کر ڈالتے ہیں اور اس کے سر برآوردہ اور معزز آدمیوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ پس ایسا ہی یہ بادشاہ بھی کرے گا۔ بعد اس کے اس نے یہ رائے قائم کی کہ سلیمانؑ کے پاس کچھ تحائف بھیجے جائیں۔ اس سے ان کی نیت اور طبیعت کا اندازہ معلوم ہو جائے گا۔ درباریوں نے اس کی اس رائے سے اتفاق کر کے سلیمانؑ کی خدمت میں تحائف روانہ کیے۔ سلیمانؑ نے ان تحائف کو واپس کر دیا۔ اور اپنی سطوت وجلالت کی ایک خوفناک دھمکی دی۔

بعد ازاں اس کو نمونہ قدرت الٰہی دکھانے کی غرض سے آپ نے اہل دربار سے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس کے تخت کو اٹھا لائے، اس سے پہلے کہ وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئے۔'' ایک جن نے جواب دیا **انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک** [النمل:39] (میں اس کو تمہارے پاس لائے دیتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ تم اپنے دربار سے اٹھو۔) **وانّی علیه لقوی امین** [النمل:39] (اور بیشک میں زور آور اور امانت دار ہوں۔) سلیمانؑ اس کا جواب لا ونعم کا نہ دینے پائے تھے کہ **قال الذی عندہٗ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک** [النمل:40] (اس شخص نے جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا بولا یعنی (اصف بن برخیا از فرزندان شمویل) میں اس کو تمہارے پاس چشم زدن میں لاتا ہوں۔)

چنانچہ چشم زدن میں بلقیس کا تخت آموجود ہوا۔ سلیمانؑ نے کسی مصلحت سے اس کی ہیئت موجودہ بدلوا دی۔ جب بلقیس آئیں تو ان سے کہا گیا۔ **اھکذا عرشک** [النمل:42] (کیا اسی طرح کا تیرا تخت ہے۔)

قالت کانه هو (بلقیس نے کہا کہ گویا یہ وہی ہے۔) **و اوتینا العلم من قبلها و کنا مسلمین** [النمل:42] (ہم کو علم اس آزمائش سے پہلے دیا اور ہم آپ کی نبوت پر پہلے سے ایمان لائے ہوئے تھے۔)

بعدۂ سلیمانؑ نے بلقیس کو توحید کی تعلیم کی اور بت پرستی سے روکا اور پھر وہ محل یا دربار خاص میں داخل کی گئیں۔ بلقیس نے فرش آبگینہ کو پانی تصور کر کے اپنے ازار کے پائچے اٹھائے، سلیمانؑ نے کہا یہ محل شیشے سے منڈھا ہوا بنایا گیا ہے۔ بلقیس کو اپنی اس نافہمی پر ندامت ہوئی۔

کلام مجید کی آیات سے بلقیس سے جناب سلیمانؑ کا نکاح کرنا ثابت نہیں ہوتا اور مورخین و مفسرین کے اقوال اس واقعۂ نکاح میں مختلف ہیں۔ اس واقعے کے علاوہ تین واقعے ایک گھوڑوں کی قربانی کرنے کا۔ دوسرے مورچہ کا قصہ، تیسرے انگشتری کے گم ہونے اور دیو کے آپ کی جگہ پر متمکن ہونے کے ماجرے بیان کیے جاتے ہیں۔ بہ خیال طوالت ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔ کلام مجید میں یہ واقعات مذکور و موجود ہیں۔ **انتھی کلام المترجم**۔ [مترجم کا کلام ختم ہوا۔]

ملکہ بلقیس کی اطاعت

بلقیس نے آپ کی خدمت میں بہت سے تحفے بھیجے تھے۔ آپ نے ان کو قبول نہ فرمایا۔ بلقیس نے آپ کی اطاعت قبول کر لی اور آپ کے دین پاک میں داخل ہو گئی۔ اور اپنی حکومت و سلطنت کو جناب موصوف کے سپرد کر دیا اور آپ کو ملک یمن میں لے گئی۔ سلیمانؑ نے اس کو نکاح کرنے کی ہدایت کی، اس نے بادشاہت کی وجہ سے انکار کیا۔ سلیمانؑ نے فرمایا کہ دین میں داخل ہو کر انکار اس سے نہ کرنا چاہیے۔ تب بلقیس نے سدد بن زرعہ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اس کا نکاح اس سے کر دیا۔ اور اس کو ملک یمن پر اپنی طرف سے گورنر مقرر کر کے بلقیس کو بدستور وہاں کا حاکم اعلیٰ بنا رکھا۔ اور آپ شام کی طرف لوٹ آئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے بلقیس سے نکاح کر لیا تھا۔ اور اس کے دیکھنے کو ہر ماہ میں

ایک مرتبہ آپ تشریف لے جاتے تھے اور تین روز تک وہاں ٹھہرتے تھے۔ واللہ اعلم

یمن پر قبضے سے متعلق ایک روایت

علمائے بنی اسرائیل حجاز اور یمن میں سلیمانؑ کے جانے سے انکار کرتے ہیں۔ اور ملک یمن پر قبضہ حاصل کرنے کی یہ صورت ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نے یمن پر ملکہ سبا سے خط و کتابت کے ذریعے سے قبضہ حاصل کیا تھا، وہ خود آپ کی خدمت میں یوروشلم میں آئی تھی۔ اور ایک سو بیس قنطار سونے اور مروارید و جواہرات اور مشک وغیرہ وغیرہ ہدیتہً ارسال کیا تھا۔ آپ نے اس کو نہایت مستحسن خلعت مرحمت فرمایا تھا۔ اور اس سے بہ حسن سلوک ملے تھے اور وہ پھر وہاں سے واپس آئی تھی۔ هٰكذافي كتاب الانساب من كتبهم ۔ (ایسا ہی کتاب الانساب میں ہے جو ان کی کتابوں سے ہے۔)

یربعان بن نباط کا فرار

سلیمانؑ کے اخیر زمانہ حکومت میں ہدرور بادشاہ ارمن نے دمشق میں اور ہداد بادشاہ ادوم نے بغاوت کی تھی اور آپ نے جمیع اعمال بیت المقدس پر سبط افرائیم سے [یربعان] بن نباط کو حاکم مقرر کر دیا تھا۔ وہ نہایت جابر اور ظالم نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے بہ ذریعۂ وحی بہ توسط اخیا نبی کے اس کی تولیت وحکومت پر عتاب ظاہر فرمایا۔ سلیمانؑ نے اس سے مطلع ہو کر اس کے قتل کا قصد کیا۔ مگر وہ اس واقعے سے آگاہ ہو کر مصر کی طرف بھاگ گیا اور وہاں پہنچ کر فرعون مصر کی لڑکی سے نکاح کر لیا۔ جس سے اس کا لڑکا ناباط نامی پیدا ہوا اور یہ مصر ہی میں ٹھہرا رہا۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات

سلیمانؑ کا ان کی حکومت کے چالیسویں [40] برس یا بہ روایت دیگر باون [52] برس کے بعد انتقال ہو گیا۔ اپنے باپ داؤدؑ کے قریب دفن کیے گئے۔ ان کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کا شجرۂ نسب

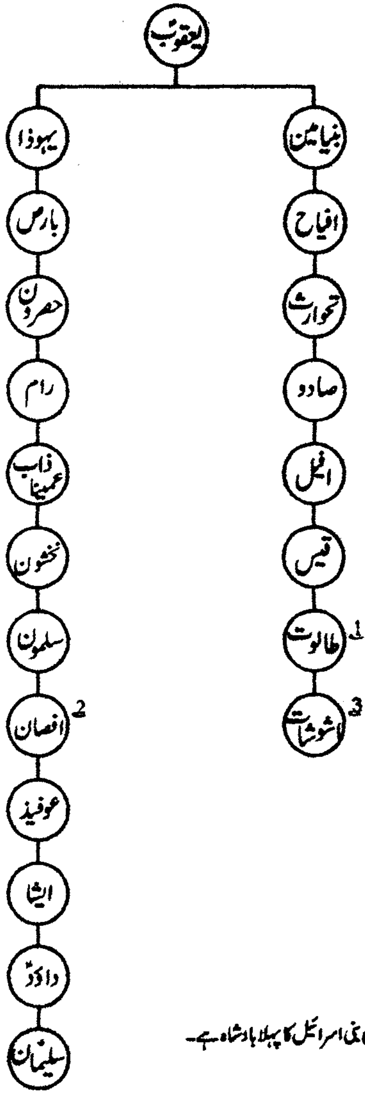

1. اس کا نام شاول ہے۔ یہی بنی اسرائیل کا پہلا بادشاہ ہے۔
2. اس کا نام بوعز ہے۔
3. عربی نسخوں میں "اشوشان" ہے۔ [م۔ص]

عہد سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل

رُحبعُم بن سلیمانؑ

سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے ان کے لڑکے رُحبعُم کو ان کا جانشین کیا۔ رحبعم نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ عمارات بیت لحم وغزہ وصور وایلہ میں اضافہ کیا، بنی اسرائیل پر تشدد کرنے لگا۔ بنی اسرائیل نے اس سے ضرائب (ٹیکس) کی تخفیف چاہی مگر وہ ان کو اس رعایت کے دینے کے عوض اور محاصل بڑھانے کا خواستگار رہا۔ بنی اسرائیل اس کی ان زیادتیوں سے برداشتہ خاطر اور عہد شکنی پر مائل ہوئے۔ اسی زمانے میں یُربُعم بن نباط مصر سے آ گیا۔ کل بنی اسرائیل نے سوائے سبط یہودا اور بنیامین کے اس کی حکومت تسلیم کر لی۔ اور اس کے ہمراہ لڑائی کو نکلے۔ فریقین نے صف آرائی کی لیکن اس وقت کے کسی نبی کے کہنے سے فریقین معرکہ آرائی سے باز رہے اور باہم صلح کر لی۔

بیت المقدس پر شاہ مصر شیشاق کی فوج کشی

رحبعم کی حکومت کے پانچویں سال شیشاق بادشاہ مصر نے بیت المقدس پر چڑھائی کی۔ رحبعم لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلا۔ شیشاق نے اس کو لوٹا اور ان پر جزیہ مقرر کیا۔ بعد چندے پھر بنی اسرائیل اس کے مقابلے کو آئے اور اس کو بیت المقدس سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد بنی داؤدؑ، بنی یہودا اور بینامین پر بیت المقدس عسقلان غزہ، دمشق، حلب، حمص، حماۃ اور اس کے سرحدی مقامات سرزمین حجاز میں حکومت کرنے لگے۔ اور اسباط عشرہ نے اطراف نابُلس و فلسطین پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اور شام کے شرق شمال متصل فرات و جزیرۂ شہر شومرون (شمرہ یا سامرہ) میں جا ٹھہرے اور اس کو اپنا دار السلطنت بنا لیا۔ اسی افتراق واختلاف پر بنی اسرائیل تا زمان انقراض حکومت پر قائم رہے۔ اور اس پریشانی میں مبتلا ہو گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے لکھ دیا تھا۔ جیسا کہ ہم اس کو آئندہ بیان کریں گے۔

افیاذ بن رُجبعم

ان واقعات کے بعد رجبعم اپنی حکومت وسلطنت کے سترھویں برس مرگیا۔اس کے بعد سبط یہودا اور بنیامین پر بیت المقدس میں اس کا لڑکا افیاذ [افیا]1 حکومت کرنے لگا یہ اپنے باپ سے سیر تا بہت مشابہ تھا۔نہایت درجے کا عابد اور صائم تھا۔اس کا پورا زمانہ حکومت یربعم ابن نباط اور بنی اسرائیل سے لڑائی لڑنے میں صرف ہوا۔ایک دن بھی فراغت سے نہیں بیٹھنے پایا تا آنکہ اپنی حکومت کے تیسرے سال کو پورا کر کے مرگیا۔

اُسا بن افیاذ

اس کے بعد اس کا لڑکا اُسا بن افیاذ [افیا] تخت سلطنت پر بیٹھا۔اس کا زمانہ حکومت کسی قدر دراز ہوا۔یہ نہایت نیک طبیعت اور اپنے دادا داوٗد کے عادات واخلاق پر تھا۔اس کے زمانے میں بنی اسرائیل میں متعدد انبیا مبعوث ہوئے۔اس کی حکومت کے دوسرے سال یربعم ابن نباط کا انتقال ہوگیا۔اور بجائے اس کے اس کا لڑکا ناداب تخت نشین ہوا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد بعشا بن احیا اس کو مار کر آپ تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔جیسا کہ ہم ان کے اخبار میں بیان کریں گے۔

بعد ازاں اس سے اور اسا ابن افیاذ سے لڑائی چھڑ گئی۔اسا موقع پا کر شاہ دمشق کو اپنے ہمراہ لے کر بعشا پر چڑھ آیا۔جن دنوں یہ یثرب کے آباد کرنے میں مصروف تھا۔بعشا اس ناگہانی حملے کا مقابلہ نہ کرسکا اور نہایت بے سروسامانی سے آلاتِ بنا چھوڑ کر بھاگ گیا۔اسا ابن افیاذ بادشاہ قدس (بیت المقدس) ان اسباب کو اٹھا لایا اور ان سے قلعے بنوائے بعدۂ بنی داوٗد پر زادح بادشاہ کوش نے [دس لاکھ]2 فوج سے حملہ کیا۔اسا نے نہایت جواں مردی ومردانگی سے اس کا مقابلہ کیا۔اور نہایت سخت ہزیمت دے کر اس کو بھگا دیا اسا اور اسباط میں سامرہ پر برابر لڑائیاں ہوا کیں اسی کے زمانے میں سامرہ لوٹا گیا تھا۔کما نذکرہ۔[جیسا کہ ہم اس کا تذکرہ کریں گے۔]

---

1 افیاذ (ذال کے ساتھ) اور افیا (بغیر ذال کے) دونوں صحیح ہیں۔[م۔ص]

2 اصل نسخے میں ایک لاکھ لکھا تھا۔جب کہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1992 (114:2) اور دار الفکر 2000 (117:2) کے نسخوں میں دس لاکھ ہے۔اس لیے متن میں تصحیح کردی گئی ہے۔[م۔ص]

یہوشافاط

اسا نے اکتالیس سال حکومت کر کے انتقال کیا۔ بعدہٗ اس کا لڑکا [یہوشافاط 1] حکومت کی کرسی پر بیٹھا، یہ اپنے باپ سے سیرتاً بہت ملتا تھا۔ اس کا زمانہ اہل سامرہ اور اس کے حکمرانوں کے ساتھ صلح میں منقضی ہوا۔ اس کے زمانے میں بادشاہ عمالقہ (یا بہ روایت دیگر اردم) نے اس پر حملے کی کوشش کی تھی اور کچھ فوجیں مجتمع کر کے اس کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے خبر پا کر اس کا مقابلہ کیا اور نہایت ناکامی سے پسپا کر کے ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا تھا۔

اس کے زمانہ حکومت میں انبیا علیہم السلام سے الیاس 2 بن شویاق اور الیسع 3 بن شوبوات علیہما الصلوۃ تھے۔

ابن عمید کہتا ہے کہ ایلیا اور مخیا اور عبودیا کی کشتیاں ہند سے قیمتی قیمتی اسباب لایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ہوائے مخالف سے کشتیاں ٹوٹ اور ڈوب گئیں اس نے پچیس برس تک حکومت کی۔

یہورام

اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا یہورام تخت نشین ہوا۔ اردم نے بدعہدی کی اور اپنی جنس میں سے ایک کو اپنا حاکم مقرر لیا۔ یہورام نے سن کران پر حملہ کیا اور ان کو پریشان اور قتل و قید

---

1 اصل نسخے میں ''یہوشاط'' تھا، دارالکتب العلمیہ کے نسخے سے تصحیح کی گئی ہے۔ (114:2) دارالفکر کے نسخے میں ''یہوشاظ'' ہے (117:2) یہوشافاط اور یہوشاظ دونوں کے املا کی ابن خلدون نے وضاحت بھی کی ہے۔ [م۔ص]

2 جناب الیاس بن شویاق علیہ السلام یوشع بن نون کی اولاد سے تھے۔ اللہ جل شانہٗ نے ان کو اہل بعلبک کی طرف مبعوث کیا تھا۔ وہ لوگ بعل نامی بت کی پرستش کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ اتدعون بعلا و تذرون احسن الخالقین [الصّٰفّٰت: 25] (کیا تم لوگ بعل کو بلاتے یعنی پرستش کرتے ہو اور چھوڑ دیتے ہو احسن الخالقین کو۔) میں ارشاد فرمایا ہے۔ جناب موصوف شریعت موسوی کے پابند تھے اور اسی کو تازہ اور لوگوں کو اسی کی تعلیم فرماتے تھے۔ (مترجم)

3 الیسع بن شوبوات حضرت الیاسؑ کے شاگرد تھے۔ آپ ہی کی دعا سے ان کو نبوت مرحمت ہوئی تھی۔ (مترجم)

کر کے لوٹ آیا۔ پھر وہ لوگ بدستور اپنی بغاوت پر قائم رہے۔ اسی کے زمانے میں بادشاہ موصل اور اسباط میں جو سامرہ میں تھے، لڑائی شروع ہوئی۔ اور ایک زمانے تک وہ لڑائیاں جاری رہیں۔

ابن عمید کہتا ہے کہ بنی مواب، بنی یہودا کو دو سو بکریاں سالانہ جزیہ دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے یہ جزیہ نہ پہنچایا۔ ملوک قدس اور سامرہ متفق ہو کر ان کی لڑائی کو نکلے اور سات روز تک ان کو محاصرے میں رکھا۔ انھیں دنوں میں جب پانی مفقود ہونے کی وجہ سے الیسعؑ نبی نے دعا کی اور وادی جاری ہوگئی تو اہل مواب پانی کی طمع میں نکلے۔ بنی اسرائیل نے موقع مناسب پا کر ان پر حملہ کر دیا۔ اور ان کو نہایت سختی سے قتل اور قید کیا۔ یہورام ہی کے زمانہ حکومت میں ایلیاؑ نبی اٹھا لیے گئے۔ اور ان کے اسرار الیسع نبی کی طرف منتقل ہوئے۔ اس کے زمانے میں انبیا سے عبود یا نبی بھی تھے۔ پھر اس نے اپنی حکومت کے آٹھویں برس میں انتقال کیا۔ اور اپنے دادا داؤدؑ کے قریب دفن کیا گیا۔

اخزیاہو

اس کے بعد اس کے لڑکے اخزیاہو نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی، اس کی ماں غثلیا [عثلیا] بنت عمری، اجاب [اخاب] بن عمری کی بہن تھی۔ احزیاہو نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد اپنے ماموں اجاب [اخاب] کا چال چلن اختیار کیا اور ایک یا دو برس حکومت کی۔ بادشاہ جزیرہ اور موصل پر چڑھائی کی، اس لڑائی میں اس کے ماموں اجاب [اخاب] کے لڑکے یورام والی سامرہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ چنانچہ یہ دونوں والی جزیرہ اور موصل سے لڑ بھڑ کر واپس آئے۔ یہوشافاض بن ایشا نے جو منسی بن یوسف کی نسل سے تھا اور یورام بن اجاب [اخاب] کے قتل کی فکر میں تھا۔ موقع پا کر ایک ہی وقت میں دونوں کو قتل کر ڈالا۔

ابن عمید کہتا ہے کہ یورام بن اجاب [اخاب] والی سامرہ مع احزیاہو کے اردم اور بہ روایت دیگر کلعاد سے لڑنے کو گیا تھا۔ اور اسی لڑائی میں یہ دونوں مارے گئے تھے۔ اس کے زمانے میں انبیا علیہم السلام میں سے الیسعؑ اور عاموراور فنحا نبی تھے۔

عثلیا بنت عمری

احزیاہو کے بعد اس کی ماں غثلیا[عثلیا] بنت عمری حکومت کی کرسی پر بیٹھی۔[کتاب اسرائیلیات میں اس کا[احزیاہو کی ماں] نام اضالیہ لکھا ہے۔ بعضے اس کو کہتے ہیں کہ یہ سلیمانؑ کی لونڈیوں میں سے تھی۔1] اس کی حکومت قدس میں خوب ترقی پذیر اور پر زور ہوئی۔ اس نے کل بنی داؤد کو مار ڈالا لیکن مشیت ایزدی سے یواش (احزیاہو کا رضائی بیٹا) اس کے پنجۂ ظلم سے بچ رہا۔ اس کو اس کی پھوپھی یہوشیع بنت یہورام نے بیت المقدس کے کسی گوشے میں چھپا رکھا تھا۔ اور اس راز سے اپنے شوہر یہودیادع کو آگاہ کر دیا تھا، جو ان دنوں کاہن اعظم تھا۔

یواش

جب یواش کا ساتواں سال پورا ہو گیا اور بنی یہودا غثلیا کے ناپسندیدہ کاموں سے بیزار ہو کر یہودیادع کاہن کے پاس مجتمع ہوئے اور اس کی حکومت سے بیزاری ظاہر کی۔ یہودیادع کاہن نے یواش بن احزیاہو کو ظاہر کیا۔ ان لوگوں نے اس کی بیعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر اس کی نانی غثلیا[عثلیا] اور ان لوگوں سے جو اس کے ہمراہ تھے لڑے اور ان کو تباہ و پریشان کر دیا۔ یواش بہ تدبیر و انتظام یہودیادع کاہن حکومت کرنے لگا۔ بعد چندے یواش بت پرستی پر مائل ہوا۔ زکریا2 نبی نے منع کیا۔ اس نے ان کو شہید کر ڈالا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں الیسع اور

---

1 قلابین کی عبارت حاشیے میں تھی، ابن خلدون کی تحریر ہونے کی وجہ سے اس کو متن میں شامل کر دیا گیا ہے۔ [م۔ص]

2 حضرت زکریا ابن ازن سلیمان ابن داؤدؑ کی اولاد سے تھے۔ ایشاع بنت عمران بن ماثان سے آپ نے نکاح کیا اور بڑھاپے میں جب اولاد ہونے سے ناامید ہو گئے تھے۔ حضرت یحییٰؑ نبی آپ کی دعا سے پیدا ہوئے، ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ کلام مجید میں آ گیا ہے۔ ایشاع بنت عمران، مریم والدۂ عیسیٰ علیہ السلام کی بہن تھیں۔ ہیرودس بادشاہ نے اپنی محبوبہ کی ترغیب سے یحییٰ نبی کو ذبح کر ڈالا۔ زکریا علیہ السلام یہ سن کر اس کے خوف سے بھاگے اور بیت المقدس کے قریب پہنچ کر ایک باغ میں داخل ہوئے۔ ایک درخت نے بحکم الٰہی آپ کو پکارا۔ جب آپ اس کے قریب گئے تو وہ شق ہو گیا۔ آپ اس میں چھپ گئے۔ قضا کار آپ کے چادر کا ایک کونا باہر نکلا رہا۔ بادشاہ ہیرودس کے آدمی آپ کے تعاقب میں آئے ہوئے تھے اور آپ کو ڈھونڈھ رہے تھے۔ شیطان نے ان کو اس درخت تک پہنچا دیا جس میں حضرت زکریاؑ چھپے تھے۔ اور چادر کا کونا دیکھ کر اپنے قول کو یقین کے درجے پر پہنچایا۔ ان ناعاقبت اندیشوں نے آرے سے اس درخت کو چیر ڈالا اور زکریاؑ شہید ہو گئے۔ (مترجم)

عوفریاؑ اور زکریاؑ نبی تھے۔ یہود یادع کاہن کا یواش کی حکومت کے تیئسویں برس انتقال ہوا۔

بعد اس کے کہ یواش نے بیت المقدس میں کسی قدر تجدید کی تھی۔ اور اس کی حکومت کے اڑتیسویں برس میں الیسعؑ نے وفات پائی اسی کے زمانے میں شریال جو کسدانیوں کا بادشاہ بابل میں تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ نینوی اور موصل نے اور ابن عمید کہتا ہے کہ بادشاہ شام نے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ اس نے کل وہ اسباب و مال جو شاہی خزانے اور بیت المقدس میں تھا دے دیا۔ اور اس کی اطاعت قبول کر لی تا آنکہ اس کے اراکین دولت اور وزرا نے اس کو مار ڈالا۔

اَمَصْیَاہو

اور بجائے اس کے اس کے لڑکے اَمَصْیَاہو کو تخت نشین کیا۔ تھوڑے دنوں بعد بنی اسرائیل نے اس سے سرکشی شروع کی، وہ اپنی ماں کی اعانت سے ان پر غالب آیا۔ اور باغیوں کو تہہ تیغ کر کے اردم کی طرف بڑھا اور ان پر بھی فتحیابی حاصل ہوئی اور ان میں سے تقریباً بیس ہزار کو مار ڈالا۔

بعد ازاں بادشاہ اسباط نے (جو سامرہ میں تھا) اس پر فوج کشی کی۔ اس نے اس کا مقابلہ کیا لیکن اس کو ہزیمت ہوئی اور یہ گرفتار کر لیا گیا۔ بادشاہ اسباط نے اس کی گرفتاری کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور اس کی شہر پناہ کے چار سو ذراع دیوار کو منہدم کر ڈالا اور شاہی محل کے خزانے اور ہیکل کے مکان کے اسباب اور مال اور ظروف و جواہرات کو لوٹ کر سامرہ کو واپس آیا اور یہاں پہنچ کر اس نے اَمَصْیَاہو بادشاہ بیت المقدس کو رہا کر دیا۔

عُزِیاہو

امصیاہو بیت المقدس میں پہنچ کر شہر پناہ کی منہدم دیواروں کو درست کر کے حکومت کرنے لگا۔ بعد چندے بنی داؤد اس کے طرز حکومت سے بیزار ہو گئے اور اس کی حکومت کے ستائیسویں سال اس کو مار کر اس کے لڑکے عُزیاہو کو حکومت کے لیے منتخب کیا۔ اس کے زمانے میں یونانؑ اور ناحومؑ نبی تھے۔ اور عاموسؑ کو بھی اس کے عہد حکومت میں نبوت دی گئی تھی۔

عُزیاہو نے ترپن [1] سال تک حکومت کی۔ اس اثنا میں بہت سی تبدیلیاں واقع

---

[1] دارالفکر کے ایڈیشن میں (119:2) ترپن [53] ہی ہے۔ مگر دارالکتب العلمیہ کے نسخے میں (116:2) تیئس [23] ہے۔ واللہ اعلم بالصواب [م۔ص]

ہوئیں۔ ابن عمید کہتا ہے کہ اس کی حکومت کے پانچویں سال ابتداءً شمسی دورہ کے مطابق سنہ ایجاد کیا گیا اور چھٹویں برس موصل سے ارمینیوں کی حکومت جاتی رہی اور ملوک بابل کے ماتحت ہو گئے اور بائیسویں برس بادشاہ بابل فول نامی نے شہر سامرہ پر حملہ کیا۔ اور اس کے تیئسویں سال جلوس میں یونانیوں پر سب سے پہلے ان کے بادشاہ نے شہر انقیاس میں حکومت کا رتبہ حاصل کیا اور اسی کی سلطنت کے اکیاون برس بعد بخت نصر اول بابل کا بادشاہ ہوا۔

اسی کے عہد حکومت میں روم کا اول بادشاہ فروس نامی بھی تھا۔ اس کے زمانے میں یہوشعؑ [یوشع]، غوریاؑ [غوزیا]، اموصؑ، اشعیاؑ، یونسؑ 1، بن متی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اس کے لشکر کی تعداد تین لاکھ بیان کی جاتی ہے۔

1 یونسؑ بن متی، بنی اسرائیل کے انبیاء مرسلین سے شمار کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ "وان یونس لمن المرسلین" [الصّٰفّٰت: 139] (اور بیشک یونسؑ بھی مرسلین سے۔) ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ان کے لیے کوئی مخصوص کتاب نازل نہیں کی گئی تھی۔ شریعت موسوی کے پابند تھے۔ اور اہل نینویٰ (سرزمین موصل) کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ مدتوں یہ وعظ و پند کرتے رہے مگر ان میں سے جب کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لایا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان پر عذاب نازل کرنے کی دعا کی۔ خدائے تعالیٰ نے عذاب بھیجنے کا وعدہ کیا۔ جب اس عذاب کے نزول کا وقت آیا تو جناب موصوف شب کے وقت شہر سے باہر چلے آئے۔ صبح ہوتے ہی بمقدار شہر ایک ابر سرخ نمودار ہوا اور اس سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ اہل شہر نے یونسؑ کو اس غرض سے تلاش کرنا شروع کیا کہ اگر وہ ملتے تو اہل شہر ان پر ایمان لاتے۔ توبہ کرتے۔ لیکن وہ کہاں ملنے والے تھے۔ وہ اس شہر کے سرحد سے بوجہ غصہ باہر جا چکے تھے۔ بادشاہ نے اہل شہر سے کہا کہ اگر یونسؑ نبی تمہارے درمیان سے چلے گئے ہیں تو کچھ خدائے تعالیٰ تم سے نہیں گیا ہے۔ چلو شہر کو چھوڑ دو میدان میں چل کر توبہ کرو۔ چنانچہ اہل شہر بادشاہ کے کہنے سے شہر چھوڑ کر میدان میں گئے اور تین روز تک گریہ وزاری کرتے رہے، چوتھے روز ان کی دعا قبول کر لی گئی۔ اور یہ عذاب ان سے اٹھا لیا گیا۔ اہل شہر اپنے شہر میں واپس آئے۔

یونسؑ اہل شہر سے بیزار ہو کر رفتہ رفتہ دریا کے کنارے پہنچے اور ایک کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جب کشتی نصف دریا میں پہنچی اور کشتی کو ہوائے مخالف سے نقصان پہنچتا نظر آیا تب آپ کو اپنی خطا کا ادراک ہوا۔ قصہ مختصر آپ نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا۔ کشتی تو روانہ ہو گئی اور آپ کو مچھلی نے نگل لیا۔ چالیس روز اس کے پیٹ میں رہے۔ اکتالیسویں روز بحکم الٰہی اس کے پیٹ سے نکلے۔ آپ میں اس قدر توانائی (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحے پر)

احکام توریت کی مخالفت کی وجہ سے اس کے زمانے کے کاہن نے بد دعا دی، چنانچہ عزیاہو عارضۂ برص میں مبتلا ہو کر ایک برس تک خانہ نشین رہا اور اس کا لڑکا یواب سلطنت کے کاروبار دیکھتا رہا۔ ہروشیوش مورخ روم کہتا ہے کہ اسی کے زمانے میں کسدانیوں[کلدانیوں] کا اخیر بادشاہ بابل شردیال اپنے سپہ سالار رار باط بن المادس کے ہاتھ مارا گیا اور رار باط حکومت بابل پر متمکن ہوا۔ بعد اس کے کہ اس نے بہت لڑائیاں کیں اور قوط اور عرب قضاعہ سے لڑا اور وہاں سے کامیاب ہو کر لوٹا۔ بعدہٗ عزیاہو اپنی حکومت کے ترپن برس کے بعد مر گیا۔

یواب

بجائے اس کے اس کا لڑکا یواب تخت نشین ہوا۔ یہ نیک اور متقی تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں ہوشیع، اشعیا، یویل[یوئیل]، عوفد انبیاے کرام علیہم السلام تھے۔ اسی کے زمانے میں بادشاہ جزیرہ نے ابتداءً یہود پر غلبہ حاصل کیا۔ جو سریانیین کے نام سے معروف تھے اور یواب اپنی حکومت کے سولھویں سال مر گیا۔

احاز

تب اس کا لڑکا احاز حکومت کی کرسی پر بیٹھا اور اپنے آباواجداد کے طریقوں سے مختلف ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل بت پرستی کرنے لگے۔ ارمن بہ امداد بادشاہ موصل ان سے لڑا اور دمشق کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور جہاں تک اس سے بن پڑا وہ اس کو لوٹ کر واپس ہوا۔ پھر احاز ان کے مقابلے پر نکلا ایک لاکھ بیس ہزار یہودی مارے گئے۔ اور آحاز پسپا ہو کر بھاگا ہروشیوس کہتا ہے کہ اسی کے زمانہ حکومت میں مارلیس کی حکومت کا کیرش بادشاہ فارس کے ہاتھوں

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) باقی نہ رہی تھی کہ حس و حرکت کرتے، باہر چلتے پھرتے چالیس روز دریا کے کنارے پڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے رزق پہنچاتا رہا۔ جب ان میں چلنے پھرنے کی توانائی آ گئی تو پھر وہ اسی شہر کی طرف بھیجے گئے۔ جہاں سے آپ غصہ ہو کر چلے گئے تھے۔ وہ لوگ تعداد میں ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھے۔ اس کا ذکر قرآن شریف میں آ گیا ہے۔ نظیر کے لیے یہی ایک کرامت ہے کہ اس پر عذاب آیا اور وہ اس وقت ایمان لائے اور توبہ کرنے سے بچ گئے۔ ورنہ جس گروہ پر جب کبھی کوئی عذاب آیا تو اس وقت ان کے ایمان لانے اور توبہ کرنے سے وہ عذاب اٹھایا نہیں گیا۔ (مترجم)

خاتمہ ہوا۔ اوران کی حکومت وسلطنت اس کی طرف منتقل ہو آئی۔ ابن عمید، مسیحی سے روایت کرتا ہے کہ آحاز کے زمانۂ حکومت میں فرنجہ بہ استثنائے، یونان، روم پر غالب آئے تھے۔ اور شہر رومہ کو لوٹ لیا۔ ہروشیوش یہ بیان کرتا ہے کہ اس کے زمانۂ سلطنت میں لاطینین ارض اعطا کیہ رولس پر پھر مرکہ پر حاکم ہوا اور شہر رومہ آباد کیا۔

حزقیاہو

اس کے بعد سولہ برس حکومت کر کے آحاز مر گیا اور اس کا لڑکا حزقیاہو تخت حکومت پر بیٹھا۔ اس نے بت پرستی یک قلم بند کردی اور اپنے جد اعلیٰ داؤدؑ کے قدم بقدم چلنے لگا۔ ملوک بنی یہودا میں اس کا ہم مثل کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ ملوک موصل و بابل و کوریش [توریش] سے مخالفت کی اور بنی فلسطین کو فاش شکست دے کران کے قصبات کو اجاڑ ڈالا۔ اس کے اور اس کے باپ کے عہد حکومت میں شلیشار بادشاہ جزیرہ وموصل نے سامرہ میں اسباط پر حملہ کر کے ان پر جزیہ قائم کیا۔ پھر اس کے زمانے میں شلیشار ان کی طرف آیا اور ان کے ملک کو چھین لیا۔ پھر اس کی حکومت کے چوتھے برس رضین بادشاہ دمشق نے اس پر حملہ کیا اور بغیر کسی لڑائی کے لوٹ آیا۔

اور چودھویں سال میں سنجاریف بادشاہ موصل بعد فتح سامرہ اس پر حملہ آور ہوا اور اس نے بنی یہودا کے اکثر شہروں کو فتح کرلیا۔ اور اس کو بیت المقدس میں گھیر لیا۔ حزقیاہو نے تین سو قنطار چاندی اور تیس قنطار سونے کے اور ہیکل اور شاہی محل کا کل مال سنجاریف کو دے کر واپس کردیا۔

پھر بعد چندے وہ عہد ٹوٹ گیا۔ اور سنجاریف نے دوبارہ بیت المقدس پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کیا اور اس نے اس رقم معینہ کے لینے سے انکار کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ''وہ کون شخص ہے کہ جس کا خدا اس کو میرے ہاتھوں سے نجات دے۔ جب تک میں اس کو نجات نہ دوں؟''

بنی اسرائیل ان کے ان کلمات کو سن کر ڈرے اور شعیا نبی سے دعا کے خواستگار ہوے۔ شعیا نبی نے دعا کی۔ سنجاریف کے لشکر میں طاعون پھوٹ نکلا۔ ایک ہی رات میں ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی مر گئے۔ سنجاریف مجبور ہو کر نینویٰ اور موصل کی طرف لوٹا۔ اثنائے راہ میں خود اس کے لڑکوں نے اس کو مار ڈالا اور بیت المقدس کی طرف بھاگ آئے۔ تب اس کا لڑکا سرمعون تخت

حکومت پر بیٹھا۔

طبری کہتا ہے کہ بادشاہ بنی اسرائیل نے سنجاریف کو قید کر لیا تھا لیکن شعیا نبی نے بہ الہام خدا اس کو چھوڑ دیا۔

مِنشا

پھر حزقیاہو، انتیس سال حکومت کر کے مر گیا اور اس کا لڑکا مِنشا تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ نہایت ہی بدکار اور کج خلق تھا۔ اس کے حرکات وسکنات بہ درجۂ غایت نامطبوع 1 تھے۔ دینی کام میں یہ نہایت بداطواری کرتا تھا۔ شعیا نبی نے اس کو اس کے افعال ناپسندیدہ سے روکنا چاہا۔ اس کو آپ کی ہدایت و رہنمائی ناگوار گذری۔ اس نے جناب موصوف کو آرے سے چروا ڈالا اور انھیں کے ساتھ صلحا کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ ابن عمید کہتا ہے کہ اس کی حکومت کے انتیسویں 2 سال سنجاریف صغیر نے مملکت موصل پر قبضہ حاصل کیا اور 52 3 جلوس میں بادشاہ یواش [بورس] نے [بوزنطیہ] آباد کیا جس کو قسطنطین نے تجدید کر کے اپنے نام سے موسوم کیا اور 51 جلوس میں سنجاریف بادشاہ موصل نے قدس شریف پر فوج کشی کی۔ تین برس کے محاصرے کے بعد 54 جلوس میں اس کو فتح کیا۔

امون

مِنشا کے بعد اس کا لڑکا امون حکومت کی کرسی پر بیٹھایا گیا۔ اس کی حالت بعینہٖ اس کے باپ کی سی تھی۔ اس نے صرف دو برس تک حکومت کی۔ تیسرے برس کے شروع میں اس کے غلاموں نے اس کو مار ڈالا۔

یوشیا بن امون

بعد ازاں بنی یہودا نے متفق ہو کر ان غلاموں کو مار کر بجائے اس کے اس کے لڑکے یوشیا

---

1 خلاف طبع، ناپسندیدہ۔ [م۔ص]

2 عربی متن میں 29 کے بجائے 39 ہے۔ [م۔ص]

3 اصل نسخے میں 25 تھا عربی نسخے سے تصحیح کی گئی ہے۔ (تاریخ ابن خلدون 119:2) [م۔ص]

کو بادشاہ بنایا۔ اس نے نہایت سلامت روی کی چال اختیار کی۔ بتوں کو توڑ ڈالا۔ دینی کام میں مضبوطی سے کام لینے لگا۔ بتوں کے مجاوروں کو قتل کر ڈالا اور ان مکانات اور قربان گاہوں کو مسمار کرادیا جن کو یربعام ابن نباط نے بنوایا تھا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں صفونا اور کلدی اور ناحوم نبی تھے۔

اسی کے عہد میں بنی ہارون میں ارمیا بن الحیا کو نبوت دی گئی اور انھوں نے بنی اسرائیل کو جب بابل کی طرف ستر برس کی جلاوطنی کی خبر دی تو یوشیا نے قبۂ قربان اور تابوت عہد کو لے کر ایک گڑھے میں دفن کر دیا، جس کا پتہ کسی کو معلوم نہ ہوا۔ اسی کے عہد حکومت میں مجوس نے بابل کو لے لیا۔

فرعون اعرج

اس کی حکومت کے اکتیسویں برس میں فرعون اعرج نے مصر پر قبضہ حاصل کر لیا اور مسیح سے لڑائی کو فرات کی طرف نکلا۔ یوشیا بھی اس کے مقابلے پر آیا اور لڑائی کے میدان میں بتیس برس حکومت کر کے ایک تیر کے صدمے سے مر گیا، جب کہ وہ شکست پا کر بھاگا جا رہا تھا۔

یواش (یہویاحاز)

بعدہٗ اس کا لڑکا یواش (جس کو یہویاحاز بھی کہتے ہیں۔) حکومت کرنے لگا۔ اس نے توریت کے احکام کو بالکل معطل اور بے کار کر دیا۔ بدکرداری شروع کر دی۔ فرعون اعرج نے اس پر فوج کشی کی اور اس کو گرفتار کر کے مصر کی طرف واپس آیا۔ مصر میں پہنچ کر یواش کا انتقال ہو گیا۔ فرعون اعرج نے ممالک بنی اسرائیل پر سو قنطار چاندی اور بیس قنطار سونے کا خراج مقرر کیا۔ یواش کا زمانۂ حکومت صرف تین مہینے رہا۔

الیاقیم بن یوشیا

یواش کے بعد بنی اسرائیل نے الیاقیم بن یوشیا کو حکومت کی کرسی پر بٹھایا۔ یہ بھی نہایت بدطینت اور کافر تھا اور فرعون اعرج کے لیے بنی یہودا سے علی قدر حیثیت خراج وصول کرتا تھا۔

بخت نصر کا حملہ

اس کی حکومت کے ساتویں برس بخت نصر بادشاہ بابل نے اس پر حملہ کیا اور جزیرہ کو اس سے چھین لیا اور بیت المقدس کی طرف بڑھ آیا اور بنی اسرائیل پر اولاً جزیہ قائم کیا۔ الیاقیم نے اس کو تسلیم کرلیا اور تین برس تک اس کا مطیع رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اروم، عمون، مواب کسدانین [کلدانیین]1 کو مسلط کر دیا۔

بعد چندے اس نے کچھ لشکر جمع کر کے بخت نصر سے سرتابی کی۔ وہ اس کو گرفتار کر کے بابل کی طرف لے چلا۔ اثنائے راہ میں اپنی حکومت کے گیارھویں برس مر گیا۔

بخت نصر نے بجائے اس کے یخنیو بن الیاقیم کو اپنی طرف سے تخت حکومت پر بٹھایا۔ اس نے تین مہینے بادشاہی کی، پھر کسی وجہ سے بخت نصر نے اس پر فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر کے اس کی ماں اور ارکان مملکت اور رؤسائے شہر اور کل بنی اسرائیل کو جو دس ہزار کے قریب تھے قید کر کے بابل کی طرف روانہ کر دیا۔ اور کل وہ چیزیں جو ہیکل اور خزائن شاہی میں تھیں اور ان ظروف کو جو حضرت سلیمانؑ نے مسجد اقصیٰ کے لیے بنوائے تھے لوٹ لیے اور شہر قدس میں سوائے فقرا اور ناتوانوں کے اور کسی کو نہ چھوڑا۔ یخنیو بن الیاقیم بادشاہ بنی اسرائیل بتیس 2 برس تک اس کی قید میں رہا۔

قدس شریف پر بخت نصر کی فوج کشی

ابن عمید کہتا ہے کہ بخت نصر نے قدس شریف پر الیاقیم کی حکومت کے تیسرے سال حملہ کر کے ان میں سے ایک گروہ کو قید کر لیا اور ہیکل کا کل اسباب لوٹ لیا تھا۔ اور ایک ہی سنہ میں دانیال اور خانیا اور عزاریا اور میصائیل تھے اور الیاقیم کی حکومت کے پانچویں سال بخت نصر اور فرعون اعرج بادشاہ مصر میں لڑائی ہوئی۔

اور آٹھویں برس میں بخت نصر نے قدس شریف پر دوبارہ فوج کشی کی اور اہل قدس پر

---

1 عربی نسخوں میں "کلدانھن" ہے۔ [م-ص]

2 عربی نسخوں میں 32 کے بجائے 37 ہے۔ [م-ص]

خراج قائم کر کے الیا قیم کو اپنی طرف سے حکومت وسلطنت پر رہنے دیا تھا۔ چنانچہ الیا قیم اس واقعے کے تیسرے سال مرگیا۔ اور بجائے اس کے اس کا لڑکا یخنیو تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے میں ارمیاؑ اور اوریا بن شعیا مورتی والدحز قیا انبیاے کرام علیہم السلام تھے۔ اور دانیال کو بھی اسی کے عہد میں نبوت ملی تھی۔ پھر یخنیو کو بخت نصر بابل لے گیا جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔

طبری کہتا ہے اور ہروشیوش اس سے اتفاق کرتا ہے کہ بخت نصر نے بجائے یخنیو ابن الیا قیم کے اس کے چچا متنیا معروف بہ صدقیاہو کو تخت حکومت پر بیٹھایا۔ یہ بدچلن اور قبیح السیرت تھا۔ اس نے اپنی حکومت کے نویں سال بخت نصر سے سرکشی کی۔ بخت نصر لشکر لے کر چڑھ آیا اور بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا اور حصار کی غرض سے اس کے چاروں طرف دمدمے باندھ لیے۔ تین برس کے محاصرے کے بعد بنی اسرائیل بیت المقدس سے نکل کر صحرا کی طرف بھاگے۔ کسدانیوں [کلدانیوں] کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔ مقام اریحا میں انھوں نے ان کو جا گھیرا اور ان کے بادشاہ صدقیاہو کو گرفتار کر لائے اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور اس کے روبرو اس کے لڑکے کو ذبح کر ڈالا۔ بعد ازاں اس کو بابل میں لاکر چھوڑ دیا تا آنکہ بابل میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اور بعض بنی اسرائیل اس واقعے سے جان بچا کر حجاز میں چلے گئے اور عرب کے ساتھ وہیں مقیم ہوگئے۔ اس کے زمانے میں ارمیا اور حبقون اور باروح نبی تھے۔

اس کامیابی کے بعد بخت نصر نے اپنے سپہ سالار نبوزرادون کو شہر قدس میں داخل ہونے کا حکم دیا، جس کو یہود یروشلم کہتے تھے۔ اس نے اس شہر کو اجاڑ ڈالا اور ہیکل کو ویران کر دیا اور ان عمود (کتبوں) کو توڑ ڈالا جن کو سلیمان علیہ السلام نے بنوا کر مسجد میں نصب کرایا تھا، جو ہر ایک طول میں اٹھارہ ذراع تھے اور ان کا شیش محل اور کل آثار دین اور شاہی مکانات توڑ ڈالے اور اسباب ومال جو کچھ پایا اٹھا لے گیا اور کاہن سار یہ اور حسر منشا کو قیدیوں میں داخل کر کے ہیکل کو بابل کا ماتحت بنالیا۔ ہیروشیوش کہتا ہے کہ صدقیا بابل کے قید خانے میں ایک زمانے تک رہا تا آنکہ یزداق سپہ سالار بہمن شاہ فارس، بابل پر غالب آیا اور اس نے صدقیاہو کو قید سے آزاد کر کے کچھ جاگیر بھی دی۔

فرعون اعرج کا زوال

مورخ حماۃ لکھتا ہے اور مسعودی اس کے قول سے موافقت ظاہر کرتا ہے کہ بخت نصر کی کامیابی اور بیت المقدس کی خرابی کے بعد بعض ملوک بنی اسرائیل مصر میں جا کر فرعون اعرج کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ بخت نصر نے اس سے بنی اسرائیل کے ملوک کو طلب کیا۔ اس نے ان کے دینے سے انکار کیا۔

بخت نصر ان پر حملہ کر بیٹھا اور فرعون اعرج کو قتل کر ڈالا اور مصر پر قبضہ حاصل کر کے مغرب کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا۔ ارمیانبی سبط لاوئی سے جو بنی اسرائیل کے نبی تھے، ان کو بعض خلقیا کا لڑکا بتاتے ہیں۔ صدقیاہو کے عہد حکومت میں تھے۔ ان کو بخت نصر نے ان کے قید خانے میں پایا تھا اور اس نے ان کو آزاد کر کے اور قیدیوں کے ہمراہ بابل بھیج دیا تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ارمیانبی اسرائیل کی قید میں انتقال کر گئے تھے۔ بخت نصر نے ان کو نہیں پایا اور ایسا ہی بخت نصر دانیال بن حزقیل نبی کو بنی اسرائیل کے ساتھ بابل پکڑ لے گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

جدلیا بن اخان

ابن عمید کہتا ہے کہ قدس شریف میں ان واقعات کے بعد جدلیا بن اخان بقیہ ضعفائے یہود پر حکومت کرنے لگا۔

اسماعیل بن متنیا

اس کی حکومت کے ساتویں مہینے اسمٰعیل بن متنیا بن اسمٰعیل شاہی خاندان سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے جدلیا کو مع ان یہودیوں اور کسدانیوں [کلدانیوں] کے مار ڈالا جو اس کے ساتھ تھے۔ پھر وہ مصر کی طرف بھاگ گیا اور اس کے ہمراہ ارمیانبی بھی چلے گئے اور حبقون حجاز کی جانب بھاگ گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ارمیانبی کو مصر، بابل، صور، صیدا، عمون کی نبوت دی گئی 1۔ اڑتیس برس کے بعد ان کو اہل حجاز نے سنگسار کیا۔

---

1 مصر، بابل، صور صیدا اور عمون کے علاوہ نسخۂ دارالکتب العلمیہ بیروت (121:2) میں یروشلم بھی ہے۔ [م۔ص]

منجملہ ان پیشین گوئیوں کے جو جناب موصوف نے کی تھی یہ بھی تھی کہ بخت نصر مصر کی طرف آئے گا اور ہیکل کو ویران وخراب کرے گا اور اس کے رہنے والوں کو قتل کرے گا۔ پس جب بخت نصر مصر میں آیا آپ کی لاش کو اسکندریہ میں لے جا کر دفن کیا اور بعضے بیان کرتے ہیں کہ ارمیا نبی حسب وصیت قدس شریف میں دفن کیے گئے اور حزقیا ہو کو یہود نے بحالت قید قتل کر ڈالا۔

بنی اسرائیل کی مراجعت بیت المقدس

طبری کہتا ہے کہ ان واقعات کے بعد جلا وطنان بنی اسرائیل اطراف عراق میں پھیل گئے تا آنکہ ان کو ملوک فارس نے پھر بیت المقدس کی طرف لوٹایا۔ تب انھوں نے اس کو دوبارہ آباد کیا، مسجد بنائی اور اس میں ان کی دو سلطنتیں قائم ہوئیں یہاں تک کہ طیطش [جو] ملوک قیاصرہ [سے تھا۔] کے ہاتھوں اس کی خرابی کا دوبارہ دور اور جلوۂ کبریٰ[1] کا زمانہ آیا، جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

بخت نصر کا نسب

اس مقام پر بہ نظر تناسب کلام بخت نصر کا نسب اور جو کچھ اس میں اختلاف واقع ہوا ہے ہم اس کو بیان کیا چاہتے ہیں۔

بعضے کہتے ہیں کہ بخت نصر سنجاریف بادشاہ موصل کی نسل سے ہے۔ جو بنی اسرائیل سے سامرہ اور قدس شریف میں لڑتا تھا۔ ہشام بن محمد کلبی بروایت طبری کہتا ہے کہ بخت نصر نبو زرادون بن سنجاریف کا لڑکا ہے۔ پھر سنجاریف کو نمرود بن کوش بن حام کی طرف نسباً منسوب کرتا ہے، جس کا ذکر توریت میں اولاد کوش کے ذیل میں آ گیا ہے۔ اور سنجاریف و نمرود کے درمیان سولہ پشتوں کو شمار کرتا ہے۔ پہلا ان کا داریوش بن فالغ اور عصا ابن نمرود ہے۔ یہ اسما بہ ظن غالب غیر محفوظ ہیں اور بہ وجہ عدم درایت اصول ان کی تصحیف کا قوی شبہ ہے اور ان کے صحیح ہونے کا نہایت کم یقین ہوسکتا ہے۔

---

[1] جلوۂ کبریٰ = بڑے پیمانے پر جلاوطنی اور بے دخلی۔ [م۔ص]

کہا جاتا ہے کہ بخت نصر آشوذ بن سام کی نسل سے ہے۔ اگرچہ اس نسب کا ثبوت ہم کو نہیں ملا اور شاید یہ اول سے صحیح تر ہو؛ کیوں کہ سنجاریف کا نسب جرامقہ میں بعدازاں موصل میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اور وہ بہ اتفاق اہل فارس اشوذ کی اولاد سے ہے۔

طبری نے ابن کلبی سے روایت کیا ہے کہ اس کا اصلی نام بخت مرسہ تھا جس کو بخت نصر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ہراسپ اور یستاسپ اور بہمن شاہان فارس کے زمانے میں اہواز اور روم کے مابین دجلہ کے غربی جانب کا حاکم تھا۔ اس نے ان شہروں کو جو بلاد بابل اور شام سے متصل تھے فتح کیا۔ بعدہٗ قدس شریف کی طرف گیا اور اس کو بھی فتح کیا جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا۔

اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ بہمن شاہ فارس نے قدس شریف کی طرف اپنا ایک سفیر بہ طلب اطاعت روانہ کیا تھا۔ اہل قدس نے جب اس کو مار ڈالا تو بہمن نے ایک لشکر ان کی سرکوبی کو روانہ کیا، جس میں داریوش، ملوک یاری [ماری] بن نابت سے اور کیرش بن کیکوس، ملوک بنی غلیم بن سام سے تھے اور احشوارش بن کیرش بن جاماہن کو اپنے عزیزوں میں سے روانہ کیا۔ اور انھیں کے ہمراہ بخت نصر بن نبوز راذون بن سنجاریف والی موصل بھی تھا۔ ان لوگوں نے بیت المقدس پر پہنچ کر فتح کر لیا جیسا کہ بیان کیا گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بخت نصر والی موصل اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کا افسر تھا اور اسی کے ہاتھوں قدس شریف فتح ہوا۔

بنی اسرائیل کا یہ خیال ہے کہ بخت نصر کسدانیوں [کلدانیوں] میں سے ہے اور وہ ناحور بن آزر (تارح) پدر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ ان کی حکومت بابل میں تھی اور یہ بخت نصر انھیں کی نسل سے ہے۔ اس نے پینتالیس [45] برس حکومت کی اور بیت المقدس کو اپنی حکومت کے اٹھارھویں سال فتح کیا۔ اس کے بعد اویل مرو ماخ نے تیئیس (23) برس حکومت کی۔ بعدازاں اس کا لڑکا فیلسعصر بن اویل تین برس حکومت کرتا رہا۔ پھر اس پر کورش غالب آیا اور اس کی حکومت چھین لی۔ یہ وہی کورش ہے جس نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف لوٹایا اور بنی اسرائیل نے اس کی حمایت سے بیت المقدس کو آباد کیا اور از سر نو وہاں اپنی حکومت کی بنا ڈالی۔

کورش سے متعلق روایات

کورش [کیرش] کی بابت جس نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف بھیجا تھا، علماے تاریخ نے اختلاف کیا ہے۔ بعد اس کے انھوں نے اس امر پر اتفاق کرلیا کہ یہ کورش [کیرش] فارس سے ہے۔ پس بعضوں نے کہا ہے کہ یہ یستاسپ ہے اور خوزستان وغیرہ کا کیقوس (کیکاؤس) اور بخیون [بخسون] بن سیاؤس اور لہراسپ وغیرہ شاہان فارس کی طرف سے ایک عظیم الشان عالی حوصلہ گورنر تھا۔ لیکن بادشاہ نہ تھا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ کورش، احشوارش بن جاماسپ بن لہراسپ کا لڑکا ہے۔ اور اس کا باپ احشوارش وہ ہے جس کو بہمن نے بیت المقدس کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور جب وہ اس فتح سے واپس ہوا تو اس کو اطراف ہند اور سندھ کی طرف بھیجا اور جب وہ پھر کر حصین [حصن] ابر کی طرف آیا تو اس کو بابل کی حکومت دے دی۔ اس نے بنی اسرائیل کے قیدیوں میں سے ابو حاویل الرّ حا کی لڑکی اور مُر دُ خائی کی رضاعی بہن سے اپنا عقد کرلیا۔

نصاریٰ کا یہ خیال ہے کہ اس کے بطن سے بابل یا اور کسی مقام میں اس کا لڑکا کیرش پیدا ہوا۔ مردخائی نے اس کو دین یہودیت کی تعلیم دی اور انبیاے وقت مثل متیا اور عازریا اور میثائیل اور عزیر علیہم السلام کی اس نے صحبت پائی۔

دانیالؑ اس کی دولت وحکومت کے کارپرداز ومنصرم ہوئے۔ اس کے کل امور کو یہی سرانجام دیتے تھے۔ اور اس کو اس امر کی ہدایت کی کہ جو کچھ شاہی خزائن میں ظروف اور اسباب ہوں ان کو ان کے مقامات پر واپس لے جائے اور قدس شریف کی تعمیر میں مستعدی ظاہر کرے۔

چنانچہ اس نے بیت المقدس کی از سرنو تعمیر شروع کی اور بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف بھیج دیا اور جب ان انبیا علیہم السلام نے بیت المقدس کی طرف جانے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کسی مصلحت سے منع کردیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کیرش کیکو بن غلیم بن سام کا لڑکا ہے۔ جس کو بہمن نے اپنے سپہ سالار بخت نصر کے ہمراہ فتح بیت المقدس کے لیے روانہ کیا تھا اور بخت مرس کو بہمن نے بابل کا حاکم بنایا تھا۔ اس کو بخت مری کے نام سے مشہور کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اس کے

بعد اس کے لڑکے نے تیئیس سال تک حکومت کی۔ بعدۂ اس کا لڑکا بلت نصر نے ایک برس بادشاہت کی۔

پھر بہمن کو اس کے ظلم وتعدی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کو معزول کر دیا اور بابل کی حکومت داریوش الماذۃ بن ماذیٰ [مادیٰ] کو دی۔ پھر بعد چندے اس کو بھی معزول کیا اور کیرش بن کیکو کو حکومت کی کرسی پر بٹھایا۔ اور بنی اسرائیل کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے اور ان کے رؤسا کو عزت کی نگاہوں سے دیکھنے اور ان کو ان کے ملک کی طرف لوٹا دینے اور ان پر اس کو حاکم بنا دینے کی ہدایت کی، جس کو وہ پسند کریں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے دانیال نبی کو سرداری کے لیے منتخب کیا۔

بعض علمائے بنی اسرائیل کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے کہ بلت نصر نسل بخت نصر سے بابل اور کسدانیوں [کلدانیوں] کا بادشاہ تھا اور دارا بادشاہ ماذی (جس کو داریوش بھی کہتے ہیں۔) اور کورش (یعنی کیرش) شاہ فارس اس کے مطیع تھے۔ لیکن انھوں نے اس سے سرکشی کی۔ وہ ان پر اپنے لشکر کو لے کر چڑھ آیا۔ پہلے تو اس کو ہزیمت ہوئی۔ پھر اس نے جب اپنے لشکر کے نامی سرداروں کو لڑائی کے میدان میں روانہ کیا تو اس نے ان کو ہزیمت دی۔ بعد ازاں اس کا خادم اس کو سوتے میں مار کر داریوش اور کوریوش کے پاس چلا گیا۔ پھر ان دونوں نے بابل پر چڑھائی کی اور کسدانیوں [کلدانیوں] کو مغلوب کیا۔

دارا اور اس کی قوم نے ماذی [مادی] کو اپنی سکونت کے لیے مخصوص کیا اور میں یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ دیلم ہیں جو بابل اور اس کے اطراف میں آئے تھے۔ اور کورش اور اس کی قوم نے فارس اور کل اس کے بلاد کو اپنے لیے مختص کر لیا۔ اور کورش نے اس سے پہلے بیت المقدس کے بنانے اور ظروف مسجد کے واپس کرنے اور جلا وطنان بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف لوٹا دینے کی نذر کی تھی۔ پس دارا کے مرجانے پر کورش فارس اور ماذی کا بادشاہ ہوا اور نہایت عمدگی سے اپنی نذر کا ایفا کیا۔ **ھذا محصل الخلاف فی بختنصر و کیرش. واللّٰہ اعلم.** [یہ بخت نصر اور کیرش سے متعلق اختلاف آرا کا حاصل کلام ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔]

●●●

دولت اسباط عشرہ

یربعام بن نباط

ہم اس سے پہلے سلیمانؑ کی دولت وحکومت کے تذکرے میں یہ لکھ آئے ہیں کہ یربعام بن نباط اولاد افرائیم سے من جانب سلیمانؑ جمیع اعمال یروشلم (بیت المقدس) کا حاکم تھا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ اعمال بنی یوسفؑ کا نابلس میں گورنر تھا۔ چونکہ یہ ظالم اور سرکش تھا، اس کی حکومت وسرداری سے اللہ جل شانہٗ نے سلیمانؑ پر عتاب ظاہر فرمایا۔ اسی وجہ سے یربعام بھاگ کر مصر چلا گیا اور جب سلیمانؑ کا انتقال ہوگیا اور آپ کا لڑکا رُحبعَم تخت حکومت پر بیٹھا۔ بنی اسرائیل اس کے خصائل ناپسندیدہ اور ٹیکس کی زیادتی سے برہم ہوکر اس سے علاحدگی اختیار کرنے پر آمادہ ہوئے اور سوائے بنی یہودا اور بنیامین کے بقیہ اسباط عشرہ ایک مقام پر مجتمع ہوئے۔ (یہ وہ زمانہ تھا کہ یربعام بنی اسرائیل کے باہمی اختلاف سن کر مصر سے چلا آیا تھا اور موقع کا منتظر تھا۔) اور انھوں نے یربعام کی بیعت کی اور اس کو اپنا حاکم بنایا اور اس کے ساتھ ہوکر رحبعم اور اس سے جو اس کے ہمراہ تھے (بنی یہودا و بنیامین سے) لڑے اور یروشلم میں ان کو گھیر کر رکھا۔ پھر فلسطین (بنی یوسفؑ) کی حکومت کا رخ کیا۔ اور شہر نابلس میں اسباط عشرہ پر قابض ہوگئے اور ان کو قدس شریف اور قربان گاہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

[یربعام] نااہل، فاسق کج خلق تھا۔ اس سے اور رحبعم بن سلیمانؑ اور اس کے لڑکے ابیا اور' سا بن ابیا سے برابر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ابیا ان کل لڑائیوں میں اس پر اکثر غالب ہوتا رہا۔ بعدہٗ اسا کی حکومت کے دوسرے سال اور اپنی حکومت کے تیسویں برس یربعام مر گیا۔

یوناذاب

بجائے اس کے اسباط عشرہ نے اس کے لڑکے یوناذاب کو تخت حکومت پر بیٹھایا۔ یہ بھی ظلم اور بت پرستی اور جمیع خصائل میں اپنے باپ کی طرح تھا۔

یعشا

اللہ تعالیٰ نے اس پر یعشا بن اخیا کو مسلط کر دیا۔ وہ اس کو اور اس کے کل خاندان والوں کو اس کی حکومت کے دوسرے سال مار کر خود اسباط عشرہ پر حکومت کرنے لگا اور اسا بن ابیا اہل قدس سے اپنے تمام زمانہ حکومت میں لڑتا رہا۔ اسا اکثر بہ استمد ادشاہ دمشق یعشا سے لڑتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہ دمشق کو لے کر اس پر چڑھ آیا۔ یعشا [اعشا] ان دنوں یثرب کو آباد کر رہا تھا اور اس کی تعمیر میں مصروف تھا، یعشا [اعشا] اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور کل اسباب وسامان عمارت چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اسا نے اس کو لوٹ لیا اور اس سے قلعے بنوائے۔ پھر اعشا (یعشا) بن اخیا چوبیس برس حکومت کر کے مر گیا اور شہر برصا میں دفن کیا گیا۔ اس سے پیشتر ان کے نبی فاھو نے اس کو ہلاکت سے ڈرایا تھا۔

ایلیا بن یعشا

اس کے بعد اس کا لڑکا ایلیا اور بہ روایت دیگر ایلھو اسا کی حکومت کے چھبیسویں برس تخت حکومت پر بیٹھا اور دو برس تک حکومت کرتا رہا۔ بعد ازاں فلسطین کے بعض شہروں کی تسخیر کی غرض سے بنی اسرائیل کا لشکر روانہ کیا۔ زمری صاحب المرکب [المراکب] یا ابن الیاقا [الیافا] نے جو انھیں اسباط میں سے تھا، ایلیا پر دفعۃً حملہ کر کے اس کو اور اس کے کل خاندان کو قتل کر ڈالا اور خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔

صی بن کسات

چند دنوں تک یہی حالت رہی تا آنکہ بنی اسرائیل کو جو فلسطین کے محاصرے پر گئے تھے اس واقعے سے آگاہی ہوئی۔ وہ اس کی حکومت وسرداری سے راضی نہ ہوئے اور انھوں نے صی بن کسات کو اسی کے سبط سے حکومت کے لیے منتخب کیا اور زمری کی طرف لوٹ آئے، جس نے

ان کے بادشاہ ایلیا کو مار ڈالا تھا۔ اور اس کو ہر چہار طرف سے گھیر کر شاہی دربار میں گرفتار کر لائے اور اس کے جلانے کے لیے آگ مشتعل کی اور اس واقعے کے ساتویں دن اس کو جلا دیا۔ پھر عمری بن ناذاب ملقب بہ صاحب الحربہ، سبط افرائیم سے حکومت کا دعوے دار ہوا اور صمی بن کسات کو موقع پا کر قتل کر کے خود حکومت کی کرسی پر کمال استقلال سے بیٹھ گیا۔ یہ وقائع اسا کی حکومت کے اکتیسویں سال واقع ہوئے۔

بنی اسرائیل میں اختلاف

پھر بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ ان میں سے بعض نے بنیامین بن قنال [فنال] کو سبط یساخر سے اپنا حاکم بنایا اور عمری سے لڑائی لڑے۔ یہ ان پر غالب آیا۔ یہ شہر برصا میں رہتا تھا۔ اس نے اپنی حکومت کے چھٹے برس سامریا [سامریہ جبل سمران [شمران] میں ہے۔ اس کو ایک شخص سا رنامی نے بہ عوض ایک قنطار چاندی کے خرید کیا تھا۔ اور اس میں اپنا محل بنوایا اور اس کا نام سبسطیہ رکھا۔ بعدہٗ یہ شہر خرید کرنے والے کی طرف منسوب ہوگیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کا نام سومرون [شومرون] تھا جس کو معرب کر کے اب سامرہ کہتے ہیں۔ یہ شہر ان کے بادشاہوں کا تا زمان انقراض حکومت دارالسلطنت رہا۔ [1]] کو لوٹا اور [عمری] بارھویں برس حکومت کے مر گیا۔ نابلس میں مدفون ہوا۔

احاب بن عمری

اس کے بعد اسباط عشرہ کا حاکم اس کا لڑکا احاب مقرر کیا گیا۔ یہ اپنے آباواجداد کی طرح کفر و عصیان و بت پرستی کا مذہب رکھتا تھا۔ اس نے شاہ صیدا کی لڑکی سے اپنا عقد کیا اور سامرہ میں ایک ہیکل بنوائی اور اس میں ایک بت رکھ کر اس کو سجدہ کرتا تھا۔ اس نے انبیا علیہم السلام کے قتل میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ قریۂ اریحا کو آباد کیا۔

ایلیا نبی علیہ السلام کی بددعا سے تین برس کا قحط پڑا۔ ایلیا نبی ان سے جدا ہو کر بریہ میں

---

1. قلابین کی عبارت (سامریہ کی تفصیل) حاشیے میں تھی، ابن خلدون کی تحریر ہونے کی وجہ سے اس کو متن میں شامل کر دیا گیا ہے۔ [م۔ص]

چلے آئے اور وہیں مقیم رہے۔ پھر وہاں سے لوٹے اور دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا۔ پھر انھوں نے ان لوگوں کو قتل کر ڈالا جو احاب کے ساتھ بت پرستی کرتے تھے۔ کذا قال ابن عمید (ابن عمید نے ایسا ہی کہا ہے۔) طبری کا یہ خیال ہے کہ جس نبی نے ان کے حق میں بددعا کی تھی وہ الیاس بن سین (یاسین) الخاص بن عیزار [فنحاص بن العازار] کی نسل سے تھے۔ اور وہ اہل بعلبک اور احاب اور اس کی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ انھوں نے ان کو جھٹلایا۔ اس وجہ سے تین برس تک بلائے قحط میں گرفتار رہے۔ پہلے انھوں نے اپنے بتوں سے رجوع کیا۔ جب ان سے کار برآری نہ ہوئی تو جناب موصوف کی طرف رخ کیا اور ان سے دعا کے خواستگار ہوئے۔

الیاسؑ نبی نے دعا کی۔ پانی برسا لیکن یہ بدستور اپنے کفر اور عصیان پر قائم رہے اور احاب ان پر زیادہ سختی کرتا رہا۔ الیاس نبی نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کی دعا کی اور لوگوں کو ہلاکی و تباہی سے آگاہ کیا۔

بعد الیاسؑ نبی کے الیسع بن اخطوب کو سبط افرائیم سے نبوت دی گئی۔ ابن عساکر کہتا ہے کہ آپ کا نام اسباط بن عدی بن شولیم بن افرائیم ہے۔ ابن عمید کہتا ہے کہ احاب کے زمانے میں الیا نبی پر الیاس بن یفسا [یعسا] کو تقدیس دینے کی وحی نازل فرمائی تھی اور نیز اروم [ادوم] کو دمشق میں اور [یاہو] باہو بادشاہ بنی اسرائیل کو قدس شریف میں تقدیس دینے پر مامور کیا تھا۔

اس کے بعد سنداب بادشاہ سوریہ احاب بن عمری اور اسباط عشرہ پر چڑھ آیا۔ اس نے سامرہ سے نکل کر اس کا مقابلہ کیا اور دو مرتبہ سخت ہزیمت دے کر پسپا کر دیا۔ سنداب لڑائی کے میدان سے بھاگ کر ایک قلعے میں جا چھپا۔ جب وہ بھی اس کو محاصرین کے ہاتھوں سے پناہ نہ دے سکا تو وہ ایک روز تنہا احاب کے پاس چلا آیا۔ احاب نے اس کی تقصیر معاف کر دی اور اس کو اس کے ملک کی طرف لوٹا دیا۔ نبی موصوف نے اس کے اس فعل سے اپنی ناراضی ظاہر کی اور اس کو اس عذاب سے ڈرایا جو اس کی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے والا تھا۔

بعد اس کے احاب بادشاہ اسباط۔ یہو شافط [یہوشافاط] بادشاہ بنی یہودا کے ہمراہ

بادشاہ سوریہ سے لڑنے کو نکلا اور اثنائے لڑائی میں ایک پتھر[1] کے صدمے سے مر گیا اور سامرہ میں لاکر دفن کیا گیا۔ اس نے بائیس برس اور بروایت ابن عمید اٹھارہ برس حکومت کی۔

احزیا

اس کے بعد اس کا لڑکا اخریا[احزیا] (یا اشیا) تخت حکومت پر بیٹھایا گیا۔ یہ نہایت بداطوار اور سرکش تھا۔ اس نے عاموص نبی کو شہید کیا اور بعل نامی بت کی پرستش شروع کی۔ دو برس حکومت کر کے مر گیا۔

یوام

بعدہٗ اس کا بھائی یوام بادشاہ ہوا۔ اس نے اسباط عشرہ پر بارہ برس تک بادشاہت کی۔ اس نے پہلے بنی مواب پر جزیہ نہ دینے کی وجہ سے حملہ کیا۔ سات روز تک بنی مواب محاصرے میں رہے۔ جب پانی ختم ہو گیا تو الیسع کی دعا سے وادی جاری ہو گئی۔ بنی مواب پانی کے خیال سے باہر نکل آئے۔ بنی اسرائیل نے ان میں سے بے شمار آدمیوں کو مار ڈالا۔

بعد اس کے ہداد بادشاہ اروم نے سامرہ کے محاصرے کو لشکر جمع کیا اور اس کا تین برس محاصرہ کیے رہا، تا آنکہ الیسع نبی کی دعا سے خائب و خاسر لوٹا۔

12ھ جلوس میں ملوک جزیرہ اور اروم کی لڑائی سے اخریا بن یہورام بادشاہ بیت المقدس کے ہمراہ لوٹا آ رہا تھا۔ یہوشافظ [یہوشافاط] بن یشا سبط فشی [منشا] بن یوسف نے موقع پا کر اس کو اور اخریا بادشاہ قدس کو مار ڈالا اور آپ خود اسباط پر حکومت کرنے لگا۔

ابن عمید کہتا ہے کہ یوام بن احاب بادشاہ اسباط مع اخریا[احزیا] بادشاہ بیت المقدس کے اروم سے لڑنے کو گیا تھا اور وہیں اثنائے لڑائی میں مارے گئے۔

بنی احاب کا قتل عام

یہوشافاظ [یاہو] تخت حکومت پر بیٹھتے ہی بنی احاب کے قتل میں مصروف ہو گیا اور تقریباً کل بنی احاب کو مار ڈالا جیسا کہ اس کو الیسع نے حکم دیا تھا۔ یہ پینتیس سال حکومت کر کے مر گیا۔

1۔ عربی متن میں سھم (تیر) ہے (126:2)۔ [م۔ص]

بعدۂ اس کا لڑکا یواص اسباط عشرہ کا بادشاہ ہوا اور سترہ برس تک بادشاہت کرتا رہا۔

یواش بن یواص

بعدۂ اس کا لڑکا یواش تخت نشین ہوا۔ اس نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور اس کو امصیا بادشاہ قدس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کے چار سو ذراع سور[1] کو منہدم کر دیا اور اہل قدس کو گرفتار کر لیا۔ اور عزریا کاہن کی اولاد کو پکڑ لایا۔ اور جو کچھ مسجد میں تھا اس کو لوٹ کر سامرہ کو واپس آیا۔ بعد چندے الیسع علیل ہوئے۔ یواش ان کی عیادت کو گیا۔ انھوں نے اس سے وعدہ کیا کہ اردم کو یہ ہلاک کرے گا اور اس پر تین بار فتحیابی حاصل کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ تیرہ برس تک حکومت کر کے مر گیا۔

یربعام

اس کے بعد اس کا لڑکا یربعام بادشاہت کرنے لگا۔ یہ نہایت درجہ بدخصلت اور بداطوار تھا۔ اس نے امصیا بادشاہ یہوذا پر حملہ کیا اور بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ یواش نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا اور اس نے اس کے بادشاہ امصیا کو ہزیمت دی تھی اور اس کو گرفتار کر لایا تھا۔ اور جو کچھ خزائن شاہی میں تھا اس کو لوٹ لیا تھا اور عزریا کاہن کو سامرہ میں قید کر لایا تھا۔ پھر اپنی حکومت کے اکتالیسویں برس اور عزیاہو بن امصیا کے ستائیسویں سال اس کو آزاد کر دیا تھا۔

زکریا بن یربعام

ابن عمید کہتا ہے کہ سامرہ میں بنی اسرائیل گیارہ برس رہے۔ بعدۂ یربعام کے لڑکے زکریا کو عزیاہو کی حکومت کے اڑتیسویں سال تخت حکومت پر بیٹھایا۔ اس نے صرف چھ مہینے حکومت کی۔

مناخیم

اس پر سبط زبلون سے مناخیم بن کادنامی ایک شخص اہل برصا سے حملہ کر بیٹھا اور اس کو قتل

---

1. سور = شہر پناہ [م۔ ص]

کر کے آپ تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔اس نے بارہ برس تک حکومت کی۔

بہ روایت ابن عمید اس کی حکومت کا زمانہ دس برس میں محدود کیا جاتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عزیاہو بادشاہ قدس کی حکومت کے انتالیسویں برس اس نے شہر برصا کو بزور تیغ فتح کیا۔انھیں ایام میں اس پر فول بادشاہ موصل چڑھ آیا اور اس سے ایک ہزار قنطار چاندی جزیہ مقرر کر کے واپس آیا۔ یہ نہایت ردی السیرت مردم آزار تھا۔

فحیا بن مناخیم

اس کے مرنے کے بعد فحیا بن مناخیم، عزیاہو بادشاہ قدس کی حکومت کے چالیسویں سال تخت دولت وحکومت پر متمکن ہوا اور بارہ برس تک بادشاہانہ زندگی بسر کی۔

بافح بن رصلیا

بعدۂ اس کے عمال میں سے بافح بن رصلیا [رسلیا] اس پر غالب آیا۔ یہ بھی اپنے اگلے بادشاہوں کی طرح گمراہی اور بے دینی پر تھا۔ یہ اسباط پر سامرہ میں دس سال حکومت کرتا رہا، اسی کے زمانہ حکومت میں عزیاہو بن امصیا بادشاہ قدس مر گیا۔

ہویشیع

بافح بن رصلیا [رسلیا] اپنی بدچلنی اور بت پرستی پر قائم رہا تا آنکہ ہویشیع بن ایلیا (سبط کاد [جاد]) نے یواب بادشاہ قدس کی حکومت کے تیسرے سال اس کو قتل کر ڈالا اور اسباط نے اس کو بجائے اس کے بادشاہت وحکومت کے تخت پر بٹھایا۔ اس کی حکومت سات برس تک رہی۔ اسی کے زمانے میں اس پر بادشاہ الوکوزا اور موصل چڑھ آئے تھے اور اسباط نے خراج دینا قبول کیا تھا۔

بعد چندے ہویشیع نے بادشاہ مصر سے اعانت طلب کی اور اس کی اطاعت قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب اس امر کی اطلاع بادشاہ موصل کو ہوئی تو اس نے اس پر حملہ کیا اور تین برس کے محاصرے کے بعد چوتھے سال سامرہ کو فتح کر لیا۔ اور اپنی حکومت کے نویں برس ہویشیع کو قید کر لیا اور اسباط کے ہمراہ اس کو موصل کی طرف لے آیا۔ پھر اصبہان (اصفہان) کے

قصبات کی طرف لا کر ان کو آباد کیا۔

سامرہ سے بنی اسرائیل کی حکومت کا خاتمہ

اسی وقت سے بنی اسرائیل کی حکومت سامرہ سے منقطع کر دی گئی اور بادشاہ یہوزا و بنیامین قدس شریف میں حکومت کرتے رہے۔ یہ واقعہ اخریا [احزیا] بن احاز کے 1 جلوس میں واقع ہوا۔ قدس شریف میں برابر ان کے ملوک یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے تا آنکہ ان کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور بادشاہ موصل نے کورہ عازا [غارا]، حماۃ، صفر ارام سے لوگوں کو مجتمع کر کے سامرہ میں آباد کیا۔

اہل سامرہ پر عذاب الٰہی

ابن عمید کہتا ہے کہ مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل سامرہ پر اللہ تعالیٰ نے درندوں کو مسلط کیا تھا۔ وہ ان کو تنگ کرتے تھے۔ اہل سامرہ نے بادشاہ موصل کے پاس چند آدمیوں کو سامرہ کی قسمت کو اکب دریافت کرنے کو روانہ کیا۔ پس ان سے بیان کیا گیا کہ اہل سامرہ کے دین یہودیت قبول کرنے سے درندے نہ ستا سکیں گے۔

چنانچہ یہودیوں کے بڑے بڑے کاہنین سامرہ کی طرف روانہ کیے گئے، اس غرض سے کہ ان کو دین یہودیت کی تعلیم و تلقین کریں۔ سامرہ کی یہی اصلیت ہے۔ یہ ان کے اہل ملت کے نزدیک نہ تو ان کے نسب میں ہیں اور نہ ان کے دین میں ہیں۔ **واللّٰہ مالک الامور لا رب غیرہ ولا معبود سواہٗ** ۔ [تمام امور کا مالک اللہ ہے، اس کے سوا کوئی رب اور معبود نہیں۔]

●●●

شجرۂ نسب ملوک اسباط عشرہ

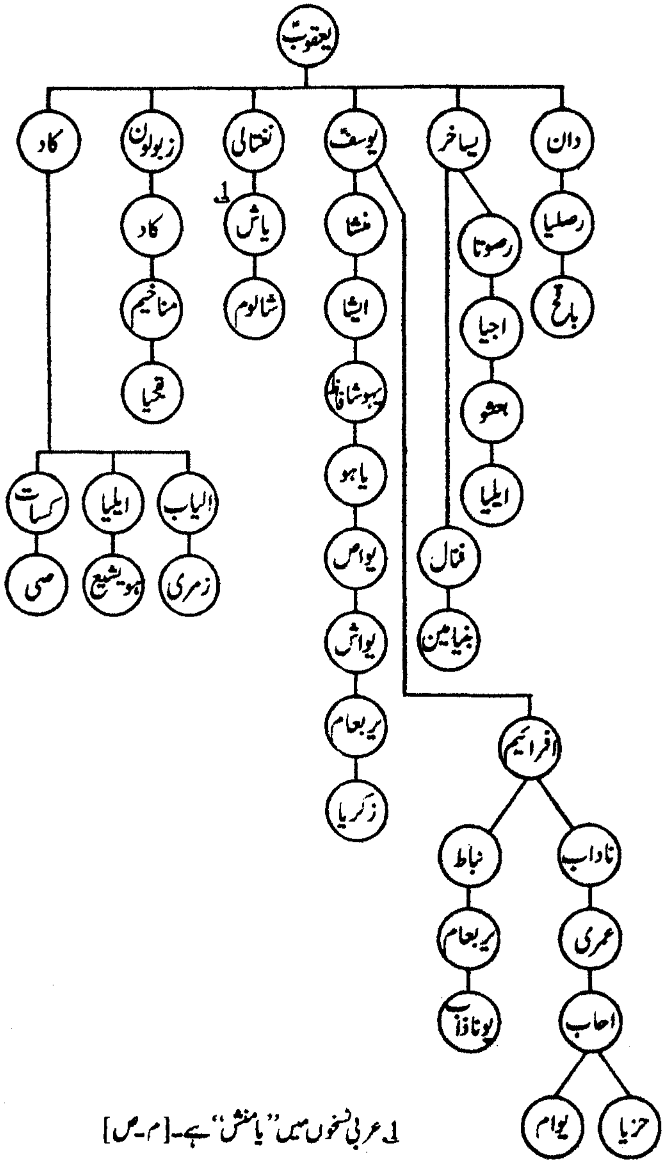

۱ عربی نسخوں میں ''یامنش'' ہے۔[م۔ص]

تعمیر بیت المقدس بعد ویرانی اول

بنی حشمنائی کی حکومت

مؤلف تاریخ یوسف بن کریون

یہود کے وہ اخبار جو بعد جلاے بخت نصر بیت المقدس اور اس کے اطراف میں واقع ہوئے اور ان کے ان دونوں دولتوں کے تذکرات جو اس مدت میں قائم تھیں، کسی مورخ نے تحریر نہیں کیا۔ اور نہ میں نے باوجود کثرت واتساع فن تاریخ، تاریخ کی کسی کتاب میں یہ حالات دیکھے ہیں۔

جن دنوں میں مصر میں تھا اتفاقاً بنی اسرائیل کے ایک فاضل کی تالیف مل گئی جس میں بیت المقدس کے اخبار اور بنی اسرائیل کی ان دونوں دولتوں کا بیان لکھا ہوا تھا، جو مابین ویرانی بخت نصر اول اور ویرانی طیطش ثانی زمانہ جلوۂ کبریٰ میں قائم ہوئی تھیں۔ مؤلف نے اپنے زعم میں اس زمانے کے حالات بالااہتمام لکھے ہیں۔ اس کا نام یوسف بن کریون ہے۔ یہود کے نامی سپہ سالاروں اور رئیسوں سے تھا۔ صولت [1] کی حکومت اس کے قبضے میں اس زمانے میں تھی، جس وقت روم نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا تھا اور اسپیانوس پدر طیطش نے اس کا محاصرہ اور بیت المقدس وصولت کو بزور تیغ فتح کیا تھا۔ یوسف بھاگ کر پہاڑ کی کسی گھاٹی میں چھپ رہا۔ قضا کار

---

1. بیت المقدس کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔ کمافی التوراۃ اور شاید اس کو اب صفد کہتے ہیں۔ (مترجم)

اسپانوس ایک روز تن تنہا اس طرف سے نکلا۔ اس نے اس کو گرفتار کرلیا اور پھر اس کو اس نے احسانا چھوڑ دیا۔ اسی ذریعے سے اس کے لڑکے طیطش نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس سے جلاوطن کیا تو اس نے یوسف کو عبادت کی غرض سے بیت المقدس ہی میں رہنے دیا۔

ابن خلدون کی وضاحت

یہ تو مؤلف کا ترجمہ [تذکرہ] تھا، اب باقی رہی کتاب، میں اس سے بیت المقدس اور یہود کی اس مدت کے حالات اور ان کی ان دونوں دولتوں کے تذکرات جو یہود کے بنی حسمنائی اور بنی ہیرودس کی تھیں۔ اور اس زمانے کے احداث (بدعات) کو جیسا میں نے اس تالیف میں پایا ہے اس مقام پر خلاصہ کر کے لکھتا ہوں، کیوں کہ میں نے سوائے اس تالیف کے ان حالات کو اور کسی کتاب میں نہیں پایا اور قوم اپنے سلف کے حالات بہ نسبت دوسروں کے زیادہ جانتی ہے ، جب کہ ان واقعات کی مخالفت وہ نہ کرتا ہو جو اس سے پہلے گذرا ہو۔ جیسا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا تصدقوا اهل الکتاب** اور پھر ارشاد کیا **و لا تکذبوهم** باوجود یکہ ان اخبار یہود اور قصص انبیائے کرام کی طرف اشارہ ہے جن کے بارے میں **من عند اللہ** آیات نازل ہوئی ہیں۔ اس دلیل سے کہ اس کے بعد فرمایا ہے **وقولوا امنا بالذی انزل الینا و انزل الیکم** [العنکبوت:46] اور ان واقعات کی خبروں میں جو کسی کی طرف مستند ہوں، ایک شخص کی روایت کافی ہوگی جب کہ اس کی صحت کا گمان غالب ہو۔ لہٰذا ہم اس نظر سے مناسب سمجھتے ہیں کہ ان اخبار کو بنی اسرائیل کی ان خبروں سے ملحق کردیں جو پیشتر لکھی جا چکی ہیں تا کہ ان کے ابتدائے زمانہ سے اخیر زمانے تک کے حالات کی تکمیل ہو جائے اور میں نے ان کے صدق اور کذب کا زیادہ التزام نہیں کیا۔ **واللہ المستعان**۔

ارمیا نبی کی پیشین گوئی

طبری اور ائمہ تاریخ کہتے ہیں کہ برمیا (یا ارمیا) بن خلقیا، بنی لاوی سے من جملہ انبیاے اسرائیل کے صدقیا ہو بیت المقدس کے اخیر بادشاہ بنی یہودا کے زمانہ حکومت میں تھے۔ جب ان لوگوں میں کفر و الحاد کا شیوع ہوا تو جناب موصوف نے ان کو بخت نصر کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے ڈرایا۔ بنی اسرائیل نے ارمیا نبی کو قید کر دیا تا آنکہ بخت نصر نے بیت المقدس پر

چڑھائی کی اور قبضہ حاصل کر کے ان کو قیدیان بنی اسرائیل کے ہمراہ بابل کی طرف روانہ کر دیا۔

منجملہ ارمیا نبی کے ان اقوال کے جو انھوں نے بنی اسرائیل سے کہے تھے، یہ قول بھی تھا کہ بنی اسرائیل پھر بیت المقدس کی طرف ستر برس کے بعد واپس کر دیے جائیں گے اور اس زمانے میں وہاں بخت نصر اور اس کا لڑکا اور پوتا حکومت کرے گا اور وہ ان کو ہلاک کر ڈالے گا۔ اور کسدانیوں [کلدانیوں] کی حکومت جاتی رہے گی۔ ارمیا نبی نے بنی اسرائیل کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی سمجھایا تھا کہ تم لوگ بیت المقدس کے ویران ہونے کے ستر برس بعد پھر اس کی طرف واپس کر دیے جاؤ گے۔

یشعیا نبی کی پیشین گوئی

یشعیا [شعیا] بن امصیا نے جو ان کے انبیائے کرام میں سے تھے یہ خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل کورش شاہ فارس کے زمانے میں بیت المقدس کی طرف واپس کیے جائیں گے۔ چنانچہ کورش نے جب بابل پر قبضہ حاصل کیا اور کسدانیوں [کلدانیوں] کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، تو اس نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف واپس آنے کی اور مسجد بنانے کی اجازت دی اور لوگوں میں یہ منادی کرا دی کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مکان بنانے کی ہدایت کی ہے۔ پس جس کا اللہ کے لیے جی چاہے وہ اس کے بنانے کے لیے جائے۔

بنی اسرائیل کی مراجعت بیت المقدس

پس بنی اسرائیل بیالیس ہزار کی تعداد سے روانہ ہوئے اور ان میں زریابیل بن سالتھیل بن یوخنیا اخیر بادشاہ قدس تھا، جس کو بخت نصر نے قید کیا تھا اور عزیرؑ نبی اشیوع بن فنحاص بن عازر بن ہارون کی اولاد سے بھی ان کے ہمراہ تھے۔ عزیر اور اشیوع میں چھے پشتوں کا فرق بتایا جاتا ہے۔ میں نے ان کے ناموں کے نقل پر اعتبار نہیں کیا؛ اس وجہ سے کہ ان کے تصحیف ہونے کا ظن غالب تھا۔ بہر کیف کورش نے مسجد اقصیٰ کے ظروف بھی لوٹا دیے جو بہ وجہ کثرت تعبیر و بیان میں نہیں آسکتے۔ ابن عمید کہتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے پانچ ہزار چار سو ظروف طلائی اور نقرئی تھے۔

بیت المقدس کی تعمیر نو

بنی اسرائیل نے بیت المقدس میں پہنچ کر بہ اعانت کورش بیت المقدس کی تعمیر شروع کی۔ ان کے قدیمی دشمن سامرہ کے رہنے والے ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے اور مدت ستر برس والی ہنوز پوری نہ ہوئی تھی؛ کیوں کہ بیت المقدس کی ویرانی بخت نصر کی حکومت کے اٹھارھویں برس ہوئی ہے اور اس کی حکومت پینتالیس برس رہی اور اس کے لڑکے اور پوتے کا عہد حکومت پچیس برس رہا۔ اس حساب سے ستر برس میں اٹھارہ برس کم ہوئے جو قبل ویرانی بیت المقدس بخت نصر کی حکومت کے گذرے تھے۔

اہل سامرہ بنی اسرائیل کو تعمیر قدس سے برابر روکتے رہے تا آنکہ اٹھارہ برس کی بقیہ مدت منقضی ہوگئی اور دارا شاہ فارس کی حکومت کا زمانہ آگیا۔ اہل سامرہ اس کی مزاحمت کرنے کی غرض سے دارا کے پاس گئے۔ دارا کے ارکان دولت نے عرض کیا کہ کورش نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی تعمیر کی اجازت دی تھی۔ دارا نے بنی اسرائیل سے مزاحمت نہ کی اور بنی اسرائیل نے دارا اول کی حکومت کے دوسرے برس اس کی تعمیر پوری کرلی۔ ان دنوں ان کے کاہن عزیر تھے۔ انھوں نے بیت المقدس کی طرف لوٹنے کے دوسرے برس توریت کی تجدید کی۔ پھر زیریافیل مرگیا۔ بجائے اس کے یھشمیاس کو بیٹھایا اور عزیر کے انتقال کے بعد شمعون الصفا (بنی ہارون) کو ان کا نائب مقرر کیا۔

بلتنصر بن بخت نصر

یوسف بن کریون کہتا ہے کہ بخت نصر جب بابل کی طرف مراجعت کر کے گیا تو اس نے ستائیس برس اور حکومت کی۔ بعدہٗ اس کا لڑکا بلتنصر تین برس تک حکومت کرتا رہا تا آنکہ داریوش بادشاہ ماذی (جس کو میں دیلم سمجھتا ہوں۔) اور کیرش بادشاہ فارس نے اس سے بدعہدی کی، باہم لڑائی ہوئی۔ بالآخر [بلت نصر[1]] کے لشکر نے ان کو ہزیمت دی جیسا کہ بیان کیا گیا،

---

[1] اصل نسخے میں بخت نصر تھا، جب کہ سلسلۂ کلام بلتنصر سے متعلق ہے۔ اس لیے متن میں تصحیح کردی گئی ہے۔ [م۔ص]

اس نے اس کامیابی کی خوشی میں ایک جشن شاہی منعقد کیا اور اپنے سرداران لشکر کو مجتمع کر کے بیت المقدس کے ان ظروف میں ان کو شراب پلائی جس کو اس کا باپ[1] ہیکل سے اٹھالایا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس فعل پر ناراض ہوا۔ اس نے اسی وقت بہ چشم خود یہ دیکھا کہ ایک غیبی ہاتھ نے دیوار سے نکل کر بخط کسدانی [کلدانی] دیوار پر چند کلمات لکھے۔ وہ کلمات عبرانیہ "احصی" "وزن"، "نفذ" تھے۔ بلتصر اور حاضرین یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور دانیال نبی سے بہ کمال منت وساجت اس کی تعبیر دریافت کی۔

وہب ابن منبہ کہتا ہے کہ دانیال، حزقیل اصغر کے اعقاب اور دانیال اکبر کے اخلاف سے ہیں۔ انھوں نے ان کلمات کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ یہ کلمات تیرے زوال ملک سے تجھ کو ڈراتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری حکومت کے زمانے کو محصور کر دیا اور اس نے تیرے اعمال کو تول لیا اور اس کا حکم تیرے اور تری قوم سے نزع ملک کا نافذ ہو گیا۔ حکم الٰہی سے اسی رات کو بلتصر مارا گیا۔

کورش کا بنی اسرائیل کے ساتھ حسن سلوک

جیسا کہ ہم نے پیشتر تحریر کیا ہے کہ کورش اور اس کی قوم ملک پر مستقل حکمراں ہو گئی۔ جلا وطن بنی اسرائیل بیت المقدس کو واپس کر دیے گئے اور ان کو کسدانیوں [کلدانیوں] پر فتح یابی کے شکریے میں اس کی عمارت کی غرض سے مال ومتاع دیا گیا۔ بنی اسرائیل بہ طیب خاطر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے، ان کے ہمراہ عزیر کاہن اور نحمنا [نحمیا] اور مردخائی اور جمیع روسائے جلاوطنان بنی اسرائیل بھی تھے۔ بنی اسرائیل یروشلم میں پہنچ کر بیت المقدس اور مذبح کو حسب حدود سابق بنانے لگے اور تقرب کی نظر سے قربانیاں کیں۔ اس کے بعد کورش ان کو گیہوں، زیت، گائے، بکری، شراب اور جمیع ما یحتاج الیہ[2] بیت المقدس کی مجاورت کے لیے سالانہ دیتا رہا۔ علاوہ اس کے اور بھی ان کے ساتھ سلوک اور احسانات کرتا تھا۔

---

1. باپ سے مراد یہاں دادا ہے اس لیے کہ عربی نسخوں مطبوعہ دار الکتب العلمیہ (132:2) اور دار الفکر (136:2) میں "جد" ہے۔ [م۔ص]

2. ضروریات کی تمام چیزیں۔ [م۔ص]

ہامان وزیر کی بنی اسرائیل کے خلاف سازش

اس کے بعد اور ملوک فارس اس کی پیروی کرتے رہے مگر زمانہ حکومت اخشویروش میں ان سب باتوں میں کمی واقع ہوگئی۔ اس کا وزیر ہامان نامی عمالقہ سے تھا۔ وہ در پردہ بنی اسرائیل کا معاند اور مخاصم تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی پوشیدہ کوششوں نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ اخشویروش ان کے قتل پر تل گیا لیکن مردخائی کی سفارش نے بنی اسرائیل کو قتل سے بچالیا۔ اس نے مردخائی کے کہنے سے بنی اسرائیل کو جس حالت پر تھے اسی حالت پر رہنے دیا۔ تا آنکہ دارا کے مرنے سے حکومت فارس کا خاتمہ ہوگیا۔

سکندر اور کاہن اعظم

ملک فارس پر بنی یونان متصرف ہوگئے۔ اور ان میں سے اسکندر بن فیلقوس [فیفلوس] حکومت کرنے لگا۔ اس نے اپنے فتحیاب لشکر سے زمین کو روندایا، شامی ساحل کو فتح کرکے بیت المقدس کی طرف گیا؛ کیوں کہ وہ بھی دارا کے ممالک محروسہ سے تھا۔ بنی اسرائیل کے کاہنین اس کے آنے کی خبر سن کر خائف ہوئے۔

ایک مرتبہ سکندر نے عالم تمثال میں یہ دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا اس سے کہہ رہا ہے کہ ''میں تیری مدد کو آیا ہوں اور اس کو اس نے اہل قدس کی اذیت سے منع کیا اور اس کو ان کے اشارات کی بجا آوری کی ہدایت کی۔'' جب سکندر بیت المقدس میں پہنچا اور کاہن اعظم نے اس سے ملاقات کی، اس نے کاہن کی تعظیم وتکریم کی اور اس کے ہمراہ ہیکل میں داخل ہوا۔ کاہن نے سکندر کے لیے دعاے برکت کی۔

سکندر اس کی طرف مائل ہوگیا اور اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس مقدس مقام پر اس کی سونے کی تصویر رکھ دی جائے تا کہ اس کا ذکر خیر ہوتا رہے۔ کاہن نے کہا کہ یہ ہمارے مذہب میں ممنوع ہے لیکن تو اپنی ہمت اور فیاضی قربان گاہ اور نمازیوں کے لیے مبذول رکھ، وہ تیرے لیے دعا کرتے رہیں گے اور تیری یادگار قائم کرنے کی غرض سے اس سال جس قدر بچے بنی اسرائیل کے پیدا ہوں گے وہ سب تیرے نام سے موسوم ہوں گے۔ سکندر اس بات پر راضی ہوگیا۔ بنی اسرائیل کو بے انتہا مال دیا اور کاہن کو نہایت معقول جائزہ دے کر دارا کی لڑائی کے

بارے میں استخارہ کرنے کو کہا۔ کاہن نے کہا جاؤ تمہارا اللہ مددگار ہوگا۔

پھر سکندر نے دانیال سے اپنا خواب بیان کیا۔ انھوں نے تعبیر کی کہ تو دارا پر فتح پائے گا۔

سکندر کی نوازشات

اس کے بعد سکندر بیت المقدس سے واپس ہوا اور اس کے اطراف و جوانب کو دیکھتا ہوا نابلس کی طرف گذرا اور سنبلاط سامری سے ملا۔ اہل قدس نے اس کو نکال دیا تھا۔ سنبلاط نے سکندر کی دعوت کی اور تحفے ہدایا دیے اور طویل برید میں ہیکل بنانے کی اجازت چاہی۔ سکندر نے اس کو ہیکل بنانے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ سنبلاط نے ہیکل تیار کر کے اپنے داماد منشا کو اس کا کاہن مقرر کیا۔ یہودیوں کا یہ گمان ہے کہ توریت میں قول باری عزاسمہ ''اجعل البرکة علی جبل کریلم'' سے یہی ہیکل مراد ہے۔ یہودی اپنے عیدوں میں اس جدید ہیکل کی طرف جانے اور اس پر نذریں چڑھانے لگے۔ رفتہ رفتہ وہ عظیم الشان ہوگیا اور اہل بیت المقدس اس سے دب گئے تا آنکہ ہر مایوس بن شمعون اول بادشاہ بنی حسمنائی نے اس کو ویران کیا۔ کمایاتی ذکرہ ۔[جیسا کہ اس کا ذکر آرہا ہے۔]

ہیکل کو لوٹنے کی سازش

اس کے بعد سکندر اپنی حکومت کے بتیس [32] سال پورے کر کے مرگیا اور اس کا ملک اس کے ارا کین سلطنت میں تقسیم ہوگیا۔ سلیاقوس سکندر کے بعد اس کے ارا کین دولت سے ایک بارعب وجاہ شخص ہوا۔ وہ بھی فقرائے اہل قدس کے لیے مال واسباب بھیجتا رہا۔

بعد چندے اس کو یہ خیال دلایا گیا کہ ہیکل میں اسباب نادرہ اور بہ کثرت جواہرات کے ذخائر ہیں۔ اس نے اس کی طمع میں اپنے ایک سپہ سالار کو جس کا نام اردوس تھا، بیت المقدس کے مال واسباب وذخائر کے ضبط کرنے کے لیے روانہ کیا۔ کاہن حنینان نے اردوس کو اس فعل سے باز رکھنا چاہا اور یہ ظاہر کیا کہ اس میں فارس اور یونان کے بقیہ صدقات ہیں اور وہ چیزیں ہیں جو حال میں سلیاقوس نے مرحمت فرمائی ہیں۔

اردوس، کاہن حینان کے کہنے پر متوجہ نہ ہوا، ہیکل کے لوٹنے پر تیار ہو گیا۔ اہل قدس کی بددعا سے اردوس اثنائے راہ میں جب کہ ہیکل کے لوٹنے کو آرہا تھا دردسر میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے ہمراہی پریشان ہوکر کاہن حینان کے پاس آئے، معذرت کی، دعائے نیک کے خواستگار ہوئے۔ چنانچہ کاہن حینان کی دعا سے اردوس اسی وقت اچھا ہو گیا اور اپنی دلیری پر نادم ہوکر لوٹ آیا۔ اس واقعے سے سلیاقوس بیت المقدس کی عزت زیادہ کرنے لگا اور مقررہ مال واسباب دوچند بھیجنے لگا۔

توریت کا یونانی ترجمہ

ابن کریون کہتا ہے کہ پھر توریت کا یونانیوں کے لیے ترجمہ کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تلمائی نے یونانیوں میں سے سکندر کے بعد مصر پر حکومت حاصل کی۔ یہ مقدونیہ کا رہنے والا، علم دوست، حکمت وکتب الٰہیہ کا ازحد شائق تھا۔ اس سے یہود کی کتب اسفار کا ذکر کیا گیا۔ اس کو ان کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ قدس شریف کے کاہنوں کو اس بابت لکھا اور ان کو تحائف بھیجے۔ ستر [70] علمائے یہود اس کام کے لیے منتخب کیے گئے۔ منجملہ ان کے کاہن عازر بھی تھے۔ جب یہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی بہت بڑی عزت کی اور کمال احترام سے ٹھہرایا۔ ہر ایک کے لیے ایک کاتب مقرر کیا۔ جو کچھ وہ ترجمہ کرکے بتاتے تھے، یہ کاتب لکھتے جاتے تھے تاآنکہ اسفار کا ترجمہ زبان عبرانی سے یونانی زبان میں ہو گیا۔

علمائے یہود نے اس کی تصحیح کی اور اس کی روایت کرنے کی اجازت دی۔ تلمائی نے اس صلے میں تقریباً ایک لاکھ یہودیوں کو چھوڑ دیا، جو مصر میں قید تھے اور ایک میز سونے کا بنوا کر اس پر سرزمین مصر اور نیل کا نقشہ بنوایا اور اس کو جواہرات سے مرصع کرکے قدس شریف میں بہ طور نذر بھیج دیا، جو ہیکل میں امانتاً رکھ دیا گیا۔

یہودیوں پر انطیوخوس کا ظلم

پھر تلمائی والی مصر مرگیا اور انطیوخوش والی مقدونیہ، انطاکیہ پر متصرف ہوا۔ بعدہٗ مصر کی حکومت لے لی اور ملوک طوائف نے ارض عراق میں اس کی اطاعت قبول کی۔ اس وجہ سے اس کی حکومت کی بنا مضبوط ہوگئی اور اس کا رعب داب بڑھ گیا۔ اس نے خلق کو بت پرستی کا حکم دیا اور

ایک بت اپنی صورت کا بنوایا۔ یہودیوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ فتنہ پردازوں نے کہہ سن کر اس کو یہودیوں کے خلاف ابھار دیا۔

چنانچہ انطیوخوس یہودیوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو قتل اور گرفتار کرنے لگا۔ یہودی پہاڑوں اور بیابانوں کی جانب بھاگ گئے۔ انطیوخوس ان کی خونریزی کے بعد لوٹا اور بیت المقدس میں اپنا ایک نائب فلیلقوس نامی مقرر کیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ یہودیوں کو بتوں کے سجدہ کرنے اور خنزیر (سور) کھانے اور ترک اعمال سبت (سنیچر کے اعمال چھوڑنے) اور ختنہ ترک کرنے پر مجبور کرے۔ اور جو شخص اس کی مخالفت کرے اس کو سزائے موت دی جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ سختی اختیار کی اور اشرار جو اس فتنے کے باعث ہوئے تھے یہودیوں کے قتل و غارت پر بے حد جری ہوئے۔ عازر کاہن کو قتل کر ڈالا، جس نے توریت کا یونانی میں ترجمہ کیا تھا، جب کہ اس نے بت کے سجدہ اور ان کے قربان کے کھانے سے انکار کیا۔

فیلقوس سپہ سالار انطیوخوس کی شکست

منجملہ ان لوگوں کے جو پہاڑوں اور صحراؤں کی طرف بھاگ گئے تھے متیتیا بن یوحنا بن شمعون کاہن اعظم بھی تھا جو حشمنائی بن حونیا، بنی نوذاب، نسل ہارون علیہ السلام سے معروف ہے۔ یہ مرد صالح اور شجاع و دلیر تھا۔ اپنی قوم کی بربادی و تباہی سے محزون و مغموم ایک بیابان سنسان میں مقیم رہا جب انطیوخوس [انطیخوس] بیت المقدس سے کوچ کر گیا تو اس نے یہود کو اپنی جائے قیام سے مطلع کیا اور ان کو یونانیوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔

یہود نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور مستعد و مسلح ہو گئے۔ فلیلقوس سپہ سالار انطیوخوس یہ خبر پا کر اپنے لشکر کو لیے ہوئے متیتیا کی گرفتاری کو چلا۔ یہود اور فلیلقوس سے مقابلہ ہوا۔ فریقین نے جی توڑ کر داد مردانگی دی مگر اس سے پہلے یہود کی کامیابی اور فلیلقوس کی شکست کاتب تقدیر نے لکھ دی تھی۔ لڑائی کا میدان یہود کے ہاتھ رہا اور فلیلقوس کا لشکر بھاگ نکلا۔

بنی اسرائیل کی فتح

اس اثنا میں متیتیا کا انتقال ہو گیا۔ بجائے اس کے یہوذا ابن متیتیا حکمراں ہوا۔ اس نے بھی فلیلقوس کو دوبارہ شکست دی۔ انطیوخوس ان دنوں اہل فارس کی لڑائی میں مصروف تھا۔ اس

نے اس شکست کا حال سن کر اپنے لڑکے انفطر کو اپنا قائم مقام کر کے اس کی کمک پر اپنی ہی قوم کے ایک سپہ سالار لیشاوش نامی کو مامور کیا اور ان کو یہودیوں پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔

پس ان لوگوں نے تین نامی جرنلوں نیقانور، تلمیاس، صردوس کو یہودیوں کی سرکوبی کو روانہ کیا اور ان سے یہودیوں کی پائمالی اور قتل و غارت کا اقرار لے لیا۔ اطراف دمشق و حلب کے کل ارمنی اور دشمنان یہود فلسطین وغیرہ سے اس لشکر کے ہمراہ ہو گئے۔

یہوذا ابن متتیا سردار یہود نے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی فتح و نصرت کی دعا مانگی اور بیت المقدس کا طواف کیا اور تبرکاً اس کا مسح کیا۔ بعد ازاں مقابلے پر آیا۔ پہلے نیقانور کے لشکر سے نبرد آزما ہوا اور پہلے ہی حملے میں اس کو ہزیمت دی۔ اس کے لشکریوں کو قتل کیا۔ اس کے مال واسباب کو لوٹ لیا۔ پھر سپہ سالاران لشکر تلمیاس اور صردوس سے لڑا اور ان کو بھی شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا اور انطیوخوس کے اول سپہ سالار فلیلقوس کو گرفتار کر کے آگ میں جلا دیا۔ نیقانور لڑائی کے میدان سے بھاگ کر مقدونیہ پہنچا اور لیشاوش و انفطر کو اس سے آگاہ کیا۔

اس کے بعد شاہ فارس سے انطیوخوس کی شکست پانے کی خبر آئی۔ اس کے بعد ہی وہ خود بھی مقدونیہ آپہنچا اور یہودیوں کی کامیابی سے برہم ہو کر ایک جرار لشکر مرتب کر کے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں عارضۂ طاعون میں مبتلا ہو کر مر گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد انفطر تخت نشین ہوا اور اس کا نام اس کے باپ انطیوخوس کے نام سے موسوم ہوا۔

بیت المقدس کی تطہیر (عید العساکر)

یہوذا ابن متتیا ان لڑائیوں سے فارغ ہو کر قدس شریف کی طرف واپس ہوا اور انطیوخوس کے بنوائے ہوئے مذابح اور اصنام تڑوا ڈالے۔ مسجد کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا اور ایک دوسرا جدید مذبح قربانی کے لیے بنوایا اور اس میں لکڑیاں جمع کر کے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانی دکھلانے کی غرض سے اس کو بغیر آگ کے مشتعل کر دے۔ چنانچہ وہ لکڑیاں بغیر آگ کے جلنے لگیں۔ یہ آگ برابر تا زمان ویرانی ثانی مشتعل رہی۔ اس دن کو یہودیوں نے عید کا دن قرار دیا اور اس کو عید العساکر کے نام سے موسوم کیا۔

افظر بن انطیوخوس کا دوسرا حملہ

بعد ازاں افظر نے دوبارہ اپنے باپ کی تمنا پوری کرنے کو لیشاوش کو یہودیوں سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ یہوذا ابن متتیا نے اس کو شکست دے کر پسپا کر دیا۔ لیشاوش بھاگ کر ایک قلعے میں جا چھپا۔ یہوذا ابن متتیا نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بالآخر لیشاوش نے دب کر اس امر پر مصالحت کر لی کہ آئندہ لیشاوش یہوذا ابن متتیا سے لڑنے کو نہ آئے گا۔ اس معاہدے میں حسب خواہش یہوذا، افظر بھی شامل کیا گیا۔ لیشاوش محاصرے سے نجات پا کر اپنے ملک کو واپس آیا اور یہوذا ابن متتیا اپنی قوم کی اصلاح میں مصروف ہوا۔

رومیوں کا ابتدائی دور

ابن کریون کہتا ہے کہ کیتم (روم) کی حکومت کا یہی ابتدائی زمانہ تھا۔ یہ رومیہ میں رہتے تھے۔ ان کے کل امور [تین سو بیس[1]] رئیسوں کی شوریٰ پر منحصر تھے۔ ان میں سے ایک رئیس صدر نشین ہوتا تھا۔ اس کو وہ شیخ کے لقب سے موسوم کرتے تھے۔ وہ ان کے کل امور کو درست کرتا تھا، جو غیر قومیں ان پر چڑھ آتی تھیں اسی کی رائے سے ان کو دفع کرتے تھے۔ اس پر ان کو بہت بڑا اطمینان تھا۔ اس وقت تک تو ان کی یہی حالت تھی۔ اس سے پہلے وہ یونانیوں پر غالب آچکے تھے۔ ان کے ملک پر متصرف ہو گئے تھے اور دریا کو عبور کر کے افریقہ تک اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ جیسا کہ آئندہ ہم ان کے اخبار میں بیان کریں گے۔

انطیوخوس افظر کی یہوذا ابن متتیا پر فوج کشی

غرض کہ یہ متفق ہو کر انطیوخوس [انطیخوس] افظر اور اس کے چچازاد بھائی لیشاوش یادگار شاہان یونان پر حملہ کرنے کی غرض سے انطاکیہ کی طرف بڑھے اور یہوذا بادشاہ بیت المقدس کو

---

1 اصل (اردو نسخے) میں 323 لکھا تھا، دار الکتب العلمیہ بیروت کے عربی نسخے میں دو جگہ (ج 2: ص 135، 144) شوریٰ کے رئیسوں کی تعداد 320 ہے، متن میں 323 کی جگہ 320 لکھ دیا گیا ہے، اردو ترجمے میں بھی جہاں روما کی جمہوری حکومت کا تذکرہ ہے وہاں بھی ممبران شوریٰ 320 ہی ہیں، دار الفکر کے ایڈیشن میں بھی ارکان شوریٰ کی تعداد 320 ہی رقم ہے۔ (139:2) [م۔ص]

انطیوخوس اور یونانیوں کی اطاعت سے علاحدہ ہونے کو لکھا۔ یہوذا نے ان کے لکھنے پر عمل کیا جب کہ اس کی اطلاع انطیوخوس افطر کو ہوئی تو یہوذا ابن متیتیا کی عہد شکنی اور جدید سازش سے سخت برہم ہو کر فوج کشی کر دی۔

یہوذا ابن متیتیا نے نہایت ہوشیاری سے اس کا مقابلہ کیا۔ ہزیمت پانے کے بعد انطیوخوس افطر نے صلح کا پیام بھیجا۔ شرائط صلح یہ قرار پائیں کہ یہوذا ابن متیتیا اپنے عہد قدیم پر قائم رہے اور انطیوخوس جو کچھ سالانہ بیت المقدس کو بہ طور نذر دیتا تھا، دیتا رہے اور فتنہ پردازوں کو جو لڑائی کے باعث ہوتے ہیں ان کو قتل کر ڈالے۔ چنانچہ شملاوش کو قتل کر ڈالا اور عہد و اقرار از سر نو قائم ہوا۔

دمتریاس کا انطاکیہ پر حملہ

اس کے بعد اہل رومہ نے اپنے سپہ سالار دمتریاس بن سلیاقوس کو ایک جرار فوج کے ہمراہ انطاکیہ کی طرف روانہ کیا۔ انطیوخوس افطر نے ان کا مقابلہ کیا، مگر اس کی جی توڑ کوششوں نے کچھ اس کو فائدہ نہ پہنچایا۔ یہ اور اس کا چچا زاد بھائی لیشاوش لڑائی کے میدان میں مارا گیا۔ رومی، کامیابی کی ہوا کے جھونکوں کی طرح انطاکیہ میں داخل ہو گئے۔

یہوذا اور نیقانور

قیموس کاہن، اشرار یہود سے جو انطیوخوس کے پاس رہتا تھا، اس نے دمتریاس سپہ سالار روم کو کامیابی کے بعد بیت المقدس کے مال و اسباب کی ترغیب دلائی اور اس پر قبضہ حاصل کرنے کی تحریک کی۔ اس نے نیقانور کو اس کام کی انجام دہی کی غرض سے روانہ کیا۔ یہوذا ابن متیتیا بادشاہ بیت المقدس بہ ارادت تمام اس سے ملنے کو آیا اور ہدایا و تحائف اندازے سے زیادہ پیش کیے۔ نیقانور یہوذا کی ان پسندیدہ کارروائیوں سے بے حد خوش ہوا۔ دونوں نے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی قسمیں کھائیں۔ قیموس کاہن نے نیقانور کے پہنچنے سے پہلے دمتریاس کو نیقانور اور یہوذا کی باہمی سازش کی اطلاع دے دی اور بیت المقدس پر قبضہ حاصل کرنے کی زیادہ ترغیب دی۔

دمتریاس نے اپنے سپہ سالار کو ملامتانہ خط لکھا اور اپنے حکم کی بجا آوری کی سخت تاکید کی

اور یہ بھی تحریر کیا کہ وہ یہوذا کو گرفتار کر لائے۔

یہوذا کو اس کے جاسوسوں نے اس واقعے سے مطلع کر دیا۔ وہ بیت المقدس کو چھوڑ کر شہر سامرہ (صبصطیہ) چلا گیا۔ نیقانور نے اس کا تعاقب کیا۔ پس یہوذا نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ نیقانور کو شکست ہوئی۔ یہوذا نے لشکر روم کے زیادہ حصے کو قتل کر ڈالا اور نیقانور کو گرفتار کر کے بیت المقدس میں ہیکل پر سولی دے دی۔ یہودیوں نے اس دن کو بھی روز عید مقرر کیا۔

اس کے بعد دمتریاس سپہ سالار روم نے ایک دوسرے ہوشیار و کار آزمودہ افسر بحتر وس نامی کو تیس ہزار فوج کے ساتھ یہودیوں سے لڑنے کو بھیجا۔ یہود کا لشکر لڑائی کے میدان سے اپنے بادشاہ یہوذا کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مختلف گھاٹیوں میں جا چھپا۔ یہوذا معدودے چند آدمیوں کے ساتھ لڑتا ہوا بھاگا۔ بحتر وس نے تعاقب کیا۔ اثنائے دارو گیر میں یہوذا مارا گیا اور اپنے باپ متتیا کے قریب دفن کیا گیا۔

یوناثال اور بحتر وس

اس کا بھائی یوناثال بقیہ یہودیوں کو لے کر مضافات اردن کی طرف چلا گیا۔ بحتر وس نے اس کا مقام برسیع [بَرسیع] میں پہنچ کر محاصرہ کیا۔ ایک مدت تک بغیر کسی جدال و قتال کے یوناثال کو محاصرے میں رکھا۔ یوناثال ایک آخری کوشش یا اپنی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے کو یہودیوں کو لے کر برسیع [بَرسیع] سے نکلا، لڑائی ہوئی۔ بالآخر بحتر وس کو شکست فاش دے کر گرفتار کر لیا اور اس شرط پر کہ بحتر وس آئندہ یہودیوں سے لڑنے کو نہ آئے گا، چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ہی یوناثال مر گیا اور یہودیوں پر اس کا تیسرا بھائی شمعون حکومت کرنے لگا۔

شمعون اور دمتریاس کی جنگ

شمعون کے حسن انتظام اور خوبیِ سلوک سے اطراف و جوانب کے یہود مجتمع ہو گئے جس سے اس کی موجودہ فوجی قوت اس درجہ بڑھ گئی کہ اس نے اپنے کل دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ جس شخص نے اس پر خروج کیا، اس کو پسپا کیا۔ دمتریاس کو شکست دی اور فوج روم کی ایک کثیر تعداد کو مار ڈالا۔ اس کے بعد روم نے پھر حوصلہ لڑائی کا نہ کیا تا آنکہ شمعون پر تلمائی شوہر اخت شمعون نے دفعۃً حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر کے اس کے لڑکے، عورتوں کو گرفتار کر لیا۔

ہرقانوس بن شمعون

لیکن شمعون کا بڑا لڑکا قانوس بن شمعون عزہ [غزہ] کی طرف بھاگ گیا۔ اس کا اصلی نام یوحان تھا۔ یہ نہایت شجاع تھا۔ اس نے اس سے پہلے کسی لڑائی میں ایک شجاع ہرقانوس نامی کو مار ڈالا تھا۔ اس وجہ سے اس کے باپ نے مقتول کے نام سے اس کو موسوم کیا۔ اطراف و جوانب کے یہودیوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ہمراہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔

محاصرۂ قلعہ داخون

تلمائی بھاگ کر قلعہ داخون میں چھپا۔ ہرقانوس نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ایک روز تلمائی شہر پناہ کی فصیل پر پھر رہا تھا۔ اتفاق سے ہرقانوس کی بہن اور ماں کو تنہا پا کر گرفتار کر لے گیا اور ان کے قتل کی ہرقانوس کو دھمکی دی۔ ہرقانوس اس وجہ سے اور نیز عید مظال کے آ جانے سے لڑائی موقوف کر کے بیت المقدس کو واپس آیا۔ تلمائی ہرقانوس کی بہن اور ماں کو قتل کر کے داخون سے بھاگ گیا۔

دمتریاس اور ہرقانوس میں مصالحت

ابن کریون کہتا ہے کہ اس کے بعد دمتریاس سپہ سالار روم نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہودیوں نے تا انقضائے عید جنگ کی مہلت چاہی۔ دمتریاس نے اس شرط سے مہلت دی کہ قربان میں سے اس کو بھی کچھ حصہ دیا جائے۔ بعدۂ اس کے دل میں خدا جانے کیا خیال آیا جس سے دمتریاس نے بیت المقدس کے لیے تصویریں بھیجیں۔ یہودیوں کو صلح کی درخواست پیش کرنے کا یہ اچھا موقع ہاتھ آ گیا۔ دمتریاس نے یہودیوں کی درخواست صلح کو قبولیت کا خلعت عطا کیا۔ ہرقانوس اس سے ملنے کو گیا۔ [تین سو[1]] حقے[2] سونے کے

---

1 ''اصل'' میں حقوں کی تعداد تین لکھی تھی، جب کہ دارالکتب العلمیہ بیروت (137:2) اور دارالفکر (141:2) کے نسخوں میں تین سو ہے، اس لیے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے۔ [م۔ص]

2 حقہ = ڈبہ، جواہرات رکھنے کی ڈبیا، عربی میں اس کے لیے بدرۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جمع بدور ہے۔ اس کے معنی ہیں دس ہزار درہم کی تھیلی۔ کہا جاتا ہے۔ ''فلان یھب البدور'' فلاں دس ہزار کی تھیلیاں عطا کرتا ہے۔ [م۔ص]

دمتریاس کو ہدیۃً دیے۔ دمتریاس بیت المقدس سے واپس آکر اپنے دارالحکومت کی درستی و انتظام میں مصروف ہو گیا۔ اسی اثنا میں فارس اور روم میں نزاع ہو گئی۔ دمتریاس کل کاموں کو چھوڑ کر لشکر روم لے کر موقع جنگ پر پہنچ گیا اور ہرقانوس عید کی وجہ سے جنگ پر نہ جا سکا۔

ہرقانوس کا اہل شام پر حملہ

تا آنکہ ہرقانوس کو دمتریاس کی شکست کی خبر معلوم ہوئی۔ ہرقانوس نے موقع مناسب پا کر اپنے دشمنان اہل شام پر حملہ کر دیا۔ نابلس اور قلعات اروم کو جو کوہ شراۃ میں تھے فتح کر کے ان پر جزیہ قائم کیا اور ان کے ختنے کرا دیے۔ ان کو احکام توریت کی پابندی پر مجبور کیا اور اس ہیکل کو جس کو سنبلاط سامری نے بہ اجازت اسکندر بنایا تھا ویران کر دیا اور اپنے سرحدی ملوک کو بہ زور و جبر اپنا مطیع کر لیا۔

روما کے اراکین سلطنت سے تجدید عہد

بعد ازاں رؤسا و اعیان یہود کو رومہ کے منتظموں اور اراکین دولت کی جانب تجدید عہد نامہ کی غرض سے روانہ کیا اور کل ان چیزوں کو واپس مانگا جن کو انطیوخوس اور یونان بیت المقدس سے اٹھا لے گئے تھے۔ رومہ کے سرداروں نے ہرقانوس کے اس فرمان کی تعمیل کی اور کمال خوشی سے عہد کی تجدید کی اور اس کو ملک الیہود (بادشاہ یہود) کے مبارک لقب سے مخاطب کیا۔

بنی حشمنائی کا پہلا بادشاہ ہرقانوس

اس سے پہلے اس کے آباو اجداد کاہن کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اس نے اپنے آپ کو بادشاہ کے لقب سے ملقب کیا اور عہدۂ کہونت کو شاہی اختیارات میں شامل کر لیا۔ یہ ملوک بنی حشمنائی کا پہلا بادشاہ ہے۔

القصہ ہرقانوس قلعات اروم پر قبضہ حاصل کر کے شہر سامرہ [صبصطیہ] کی طرف گیا اور اس کو بہ زور تیغ فتح کر کے اس کی شہر پناہ کو ویران اور اس کے رہنے والوں کو قتل کر ڈالا۔

بنی اسرائیل کے فرقے

ابن کریون کہتا ہے کہ یہودیوں میں ان دنوں تین فرقے تھے۔ ایک فرقہ فقہا اور اہل

قیاس[1] کا تھا جن کو وہ فروشیم (ربانیین) کہتے تھے۔ دوسرا فرقہ ظاہر یہ تھا جو ان کے ظاہری الفاظ کتاب پر عمل کرتے تھے اور ان کو وہ صدوقیہ (قُرّا) سے تعبیر کرتے تھے۔ اور تیسرا فرقہ عبّاد کا تھا جو دنیاوی تعلقات قطع کر کے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور یہ حیسید کہلاتے تھے۔

فرقۂ ربانیین سے ہرقانوس کی برگشتگی

ہرقانوس کے آباواجداد فرقۂ ربانیین میں سے تھے۔ لیکن اس نے بذاتہ اپنا مذہب ترک کر کے قُرّا کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ وجہ تبدیلی یہ ہے کہ اس نے ایک دن یہود کو ایک جلسۂ خاص میں جمع کیا اور یہود سے مخاطب ہو کر بولا ''میں تم سے نصیحت کا خواستگار ہوں۔'' ربانیین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید وہ حکومت و سلطنت سے دست کشی کرنا چاہتا ہے، اس وجہ سے ان میں سے بعض بول اٹھے کہ ''تمھارے لیے یہی نصیحت ہے کہ تم اپنے کو درجۂ کہونت سے علاحدہ کر کے صرف حکومت کے رتبے پر اقتصار کرو؛ کیوں کہ کہونت کی شرط تم میں پائی نہیں جاتی۔ تمھاری ماں زمانۂ انطیوخوس سے قیدیوں (لونڈیوں) میں سے تھی۔'' ہرقانوس نے برہم ہو کر کہا۔ ''تم لوگ اپنے حاکم اور والی پر حکومت کیا چاہتے ہو۔ میں آج سے اس مذہب کو چھوڑتا ہوں۔'' ہرقانوس نے یہ کہہ کر مذہب قُرّا اختیار کر لیا اور فرقۂ ربانیین سے ایک گروہ کثیر کو قتل کر ڈالا۔ اسی وقت سے یہود کے ان دونوں فرقوں میں نزاع پیدا ہو گئی اور ایک زمانۂ دراز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔

ارستبلوس بن ہرقانوس

ہرقانوس اپنی حکومت و سلطنت کے اکتیس برس پورے کر کے مر گیا۔ بعدہٗ اس کا بڑا لڑکا ارستبلوس تخت حکومت پر بیٹھا۔ ہرقانوس کے اس کے علاوہ دو لڑکے اور تھے۔ ایک کا نام انطقنوس[2] تھا جس کو ہرقانوس پیار کرتا تھا اور دوسرے کو اسکندر کہتے تھے۔ ہرقانوس نے ناراض ہو کر اس کو [اسکندر کو] جبل الخلیل کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ پس جب ارستبلوس نے حکومت کے زینے

---

1 دارالکتب العلمیہ 1992 کے نسخے میں ''اہل قیاس'' کے بجائے ''اہل قیافہ'' ہے، البتہ دارالفکر 2000 کے نسخے میں ''اہل قیاس'' ہے۔ [م۔ص]

2 دارالکتب العلمیہ کے نسخے میں انطقنوس کے بجائے انطیوخس ہے، البتہ آگے کی سطروں میں انطقنوس ہی لکھا ہوا ہے۔ (138:2) [م۔ص]

پر قدم رکھا تو اس نے اپنے بھائیوں کو اپنے باپ کے مذہب کو اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اسکندر اور اس کی ماں کو گرفتار کر لیا۔ انطقنوس نے معافی چاہی۔ ارسطبلوس نے اس کو اپنے لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کر کے لڑائیوں میں اسی کے جانے پر اکتفا کیا اور تاج کہونت اتار کر تاج شاہی پہن لیا۔

انطقنوس کے خلاف سازش

بعد اس کے انطقنوس نے ان لوگوں پر فوج کشی کی جو سرحدی مقامات پر رہتے تھے اور ارسطبلوس کی فرماں برداری سے نکل گئے تھے چنانچہ ان سب کو بہ زور تیغ اطاعت وفرماں برداری کے دائرے میں کھینچ لیا۔ اسی اثنا میں چند فتنہ پردازوں نے اس کے بھائی ارسطبلوس سے اس کی شکایت کی اور اس کے کانوں کو انطقنوس کی شکایتوں سے بھر دیا۔ جب انطقنوس لڑائی سے واپس آیا تو اتفاق وقت سے وہ زمانہ عید مظال کا تھا اور اس کا بھائی بہ وجہ علالت گھر سے باہر نہ آتا تھا۔ انطقنوس شاہی محل میں جانے سے اعراض کر کے بہ نظر ثواب ہیکل میں چلا گیا۔ فتنہ پردازوں نے ارسطبلوس سے یہ جڑ دیا کہ انطقنوس ہیکل میں کہونت کا درجہ حاصل کرنے کو گیا ہے اور وہ تمھارے قتل کی فکر میں ہے اور اس کا یہ ثبوت ہے کہ وہ تمھارے پاس مسلح آئے گا۔ ارسطبلوس نے یہ سنتے ہی اپنے جاں نثاروں اور ملازمین قصر سے یہ تاکید کر دی کہ اگر انطقنوس مسلح آئے تو فوراً بلا اجازت و اطلاع اس کی گردن بار سر سے سبک دوش کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا اور فتنہ پردازوں کو اپنی کوشش میں کامیابی ہوئی۔

ارسطبلوس کی پشیمانی

بعد چندے ارسطبلوس کو فتنہ پردازوں کی سازش اور فریب سے آگاہی ہوئی۔ وہ خود کردہ پر پشیمان ہوا اور فرط غم سے اس درجہ اپنا سینہ پیٹ لیا کہ اس کو قذف الدم کا عارضہ ہو گیا اور اسی عارضے میں ایک برس کے بعد مر گیا۔

اسکندر بن ہرقانوس

یہودیوں نے اس کے بھائی اسکندر کو قید سے نکالا، اس کی بیعت کی اور حکومت کی کرسی پر بیٹھایا۔ بعد ازاں اس سے عکا اور صیدا والوں نے بد عہدی کی۔ اہل غزہ قبرص کی طرف

بڑھے۔ اسکندر نے عکا پر پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس عرصے میں ملکہ کلو پطرہ (یادگار ملوک یونان) اور اس کے لڑکے طیر و میں مخالفت ہوگئی۔ طیر و جزیرۂ قبرص کی طرف چلا گیا اور اس پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اہل عکا نے کہلا بھیجا کہ اس پر قبضہ لے لیں گے اگر اسکندر کے محاصرے سے ہم کو نجات حاصل ہوگئی۔ چنانچہ طیر و لوٹ کر اسکندر کے ممالک کی طرف بڑھا اور جبل الخلیل پر اتر کر ایک گروہ کثیر کو قتل کیا۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے اردن پر خیمہ زن ہوا۔

ان واقعات کے اثنا میں اسکندر نے صیدا پر حملہ کردیا اور اس کو بہ زور تیغ فتح کر کے قدس شریف کی طرف واپس آیا۔ سرحدی امرا نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ اس سے بغاوت کرنے والوں کا مزاج درست ہوگیا۔

ربانئین کی سرکوبی

بعد ازاں یہود میں پھر از سر نو فتنہ اس طرح بر پا ہوگیا کہ عید مظال میں کل یہودی مسجد میں مجتمع ہو کر کھا پی رہے تھے اور اسکندر بھی ان میں موجود تھا۔ کچھ لوگ اس سے کسی قدر فاصلے پر تیر اندازی کر رہے تھے۔ اتفاق سے ربانیوں میں سے ایک کا تیر سکندر کے قریب آ گرا۔ ربانیین اور قرا میں بحث ہوتے ہوتے مجادلہ ہونے لگا اور یہ نزاع اس درجہ ترقی پذیر ہوئی کہ چھ برس تک فتنہ وفساد فرو نہ ہوا۔ اس فتنہ وفساد میں تقریباً پچاس ہزار ربانیین مارے گئے اور اسکندر قرا کا معین و مددگار رہا۔

دمتریاس اور اسکندر کی جنگ

ربانیین نے دمتریاس معروف بہ انطیوخوس کے پاس وفد (ڈیپوٹیشن) روانہ کیا اور اس کو مال و اسباب دینے کا وعدہ کیا۔ دمتریاس ان کے کہنے میں آ گیا۔ اور ایک لشکر جرار لے کر نابلس کی طرف بڑھا۔ اسکندر نے اس کا مقابلہ کیا اور دمتریاس کو شکست دے کر اس کے بے شمار لشکریوں کو مار ڈالا۔ پھر مراجعت کر کے ربانیوں کی طرف آیا اور ان پر بھی فتح حاصل کی۔ تقریباً تین سو ربانیین کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

دمتریاس کا قتل

بعد ازاں دمتریاس کے تعاقب میں روانہ ہوا اور ان کے اکثر بلاد مقبوضہ کو فتح کرلیا۔

دمتریاس یہ سن کر ایک آخری کوشش اور اپنی قسمت آزمائی کی غرض سے لڑائی کے میدان میں آیا لیکن اس کی تازہ کوششوں نے اس کو کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔ بالآخر شکست کھا کر بھاگا۔ اسکندر نے اس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ محاربۂ ربانیین اور دمتریاس کے تین برس بعد بیت المقدس کی طرف لوٹا۔

اسکندر کی وفات

ان کامیابیوں سے اس کا رعب وداب بڑھ گیا اور اس کو ایک خاص قوت حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد وہ علیل ہوگیا اور تین برس تک حالت علالت میں رہا۔ اثنائے علالت میں اس کو بعض قلعات کے محاصرے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وجہ سے کہ ان قلعات کے حکام نے اس سے سرتابی شروع کر دی تھی۔ لیکن اتفاق زمانہ سے اسکندر کو اس کی موت نے ان قلعات کے فتح کرنے کی مہلت نہ دی۔ دوران محاصرہ میں وہ مر گیا اور مرتے وقت اپنی بی بی کو یہ وصیت کر گیا کہ تا زمان فتح کی موت کا حال چھپایا جائے اور لاش بیت المقدس میں لے جا کر دفن کی جائے۔

ہرقانوس اور ارستبلوس پسران اسکندر

اسکندر کے مرنے کے بعد ربانیوں نے عام طور سے اس کے [لڑکوں] کی طرف میلان خاطر ظاہر کیا اور جنھوں نے ابتداءً اختلاف کیا ان کو ایک جلسۂ خاص میں جمع کر کے ان کو بھی اپنی رائے سے متفق کر لیا۔

اسکندر کے دو لڑکے تھے۔ بڑے کا نام ہرقانوس تھا اور چھوٹے کو ارستبلوس کہتے تھے۔ یہ دونوں اسکندر کے مرنے کے وقت چھوٹے چھوٹے تھے۔ جب یہ بڑے ہوئے تو ہرقانوس کہونت کے لیے منتخب کیا گیا اور ارستبلوس کو لشکر کی سپہ سالاری دی گئی۔ لڑائی کا انتظام سپرد کیا گیا۔

ہرقانوس اور ارستبلوس میں اختلاف ومصالحت

ربانیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اس نے عظیم الشان بادشاہوں سے خراج لیا اور ان کو اپنا مطیع کیا۔ اس اثنا میں ربانیوں اور قرا میں پھر کسی قدر مناقشہ پیدا ہوگیا۔ اس فتنے کے فرو کرنے

کی غرض سے ارستبلوس کی ماں بیت المقدس سے روانہ ہوئی۔ لیکن اس کی موت نے اس کی تمناؤں کا خون کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب عیسیٰ صلوات اللہ علیہ کا ظہور اسی کے زمانے میں ہوا۔

الغرض جب اس کے لڑکے ارستبلوس کو جو سپہ سالار لشکر تھا اس کے مرنے کی اطلاع ہوئی تو وہ قرا کو مجتمع کر کے اپنے بھائی ہرقانوس اور ربانیوں سے لڑنے کو چلا اور ان کا بیت المقدس میں محاصرہ کر لیا۔ سرداران یہود اور بڑے بڑے کاہن باہم صلح کرانے کی سعی کرنے لگے، انجام کار اس امر پر صلح ہوئی کہ حکومت وسلطنت کا ارستبلوس مالک رہے اور ہرقانوس بہ دستور کہونت پر قائم رہے۔ اس رائے کے قرار پاتے ہی فتنہ وفساد فرو ہو گیا اور ارستبلوس کی حکومت مستقل ہو گئی۔

انطفتر ابو ہیرودس

بعد چندے ہرقانوس اور ارستبلوس میں انطفتر ابو ہیرودس کی وجہ سے نزاع پیدا ہو گئی۔ انطفتر ابو ہیرودس ان روسائے بنی اسرائیل سے تھا جو عزیر کے ساتھ بابل سے مجتمع ہو کر آئے تھے۔ اس میں رعب وداب ودلیری کا قدرتی مادہ تھا۔ اس کے پاس مال واسباب اور بہ کثرت مویشیاں تھیں۔ اسکندر نے اس کو بلاد اروم (جبال شرات) کا حاکم کر دیا تھا۔ برسوں بلاد اروم کا حاکم رہا۔ وہیں اس نے اپنا نکاح کیا جس سے چار لڑکے فسیلو، ہیرودس، فرودا، یوسف اور ایک لڑکی سلومت [سلومث] نامی پیدا ہوئی۔

بعضے کہتے ہیں کہ انطفتر بنی اسرائیل سے نہ تھا بلکہ وہ اہل اروم سے تھا اور بنی حسمنائی کے خاندان میں پرورش پائی تھی۔ جب اسکندر مر گیا اور اس کی بی بی اسکندرہ حکومت کرنے لگی تو انطفتر، جبال شرات کی حکومت سے معزول کر دیا گیا۔ انطفتر جبال شرات سے بیت المقدس میں چلا آیا اور وہیں ٹھہرا رہا تا آنکہ عنان حکومت ارستبلوس کے ہاتھ میں آئی۔

انطفتر کی سازش

ہرقانوس اور انطفتر میں مراسم اتحاد پہلے سے قائم تھے۔ بعد چندے ارستبلوس اپنے بھائی ہرقانوس سے کشیدہ خاطر ہو گیا؛ اس وجہ سے کہ اس کو انطفتر کی چالاکیوں اور فریب سے

آگاہی ہوگئی تھی۔ اِس نے اُس کے قتل کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور [انطلفتر] در پردہ ارستبلوس کے کاموں میں رخنہ اندازی کی فکر کرنے لگا اور لوگوں میں یہ ظاہر کرنے لگا کہ ارستبلوس ہرقانوس اور اس کے ہمراہیوں سے کینہ رکھتا ہے۔ اس کو حکومت نہ دینی چاہیے۔ ہرقانوس اس سے بہ درجہا حکومت وسرداری کے لائق ہے۔ پھر انطلفتر نے ہرقانوس کو یہ فقرہ دیا کہ ارستبلوس تیرے قتل کی فکر میں ہے۔ جب ہرقانوس کے دماغ میں یہ خیال متمکن ہونے لگا تو انطلفتر نے اس کے مصاحبوں سے سازش کر کے ارستبلوس کی طرف سے پورے طور سے بدظن کر دیا۔

بادشاہ عرب ہرثمہ سے ہرقانوس کی امداد طلبی

پھر بادشاہ عرب ہرثمہ کے پاس جانے کی رائے دی۔ ہرثمہ اور ہرقانوس میں مراسم اتحاد پہلے سے تھے۔ بہ ایں خیال ہرقانوس اس کے پاس جانے پر آمادہ ہوگیا۔ غرض دونوں عہدو پیمان کر کے ہرثمہ کے پاس جا پہنچے اور ہرثمہ کو ارستبلوس سے جنگ کرنے پر ابھار دیا۔ ارستبلوس اور ہرثمہ سے لڑائی ہوئی۔

ارستبلوس کی شکست

اثنائے لڑائی میں ارستبلوس کے لشکریوں کا زیادہ حصہ ہرقانوس سے مل گیا۔ ارستبلوس میدان جنگ سے بھاگ کر قدس شریف میں جا چھپا۔ ہرقانوس اور ہرثمہ نے اس کا محاصرہ کر کے لڑائی برابر جاری رکھی تا آنکہ عید الفطیر کا زمانہ آ گیا۔ محصور یہود لڑائی کی وجہ سے اپنی مذہبی رسوم کو ادا نہ کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے انھوں نے ہرقانوس کے مصاحبوں کے ذریعے سے قیمتی تحائف پیش کرنا چاہا۔ جب اس نے اس کو منظور کر لیا تو انھوں نے اس سے بدعہدی کی اور بعض ان لوگوں کو جو ارستبلوس اور اس کے ساتھیوں کے لیے دعا کر رہے تھے مار ڈالا، اس وجہ سے ان میں وبا پھیل گئی جس سے ایک عالم مر گیا۔

باغیوں کی سرکوبی

ابن کریون کہتا ہے کہ ارمن بلاد دمشق وحمص وحلب میں تھا۔ یہ سب روم کے مطیع تھے۔ انھیں دنوں ان سب نے سرکشی کی۔ روم نے اپنے سپہ سالار فمقیوس کو ان کی بغاوت رفع کرنے کی

غرض سے روانہ کیا۔ فمقیوس نے اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر سکانوس کو مقرر کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ارمن نے گھبرا کر اطاعت قبول کر لی۔ پھر سکانوس اس کے بعد فمقیوس دمشق میں داخل ہوا۔ ارستبلوس نے قدس سے اور ہرقانوس نے مقام حصار سے اس پر لشکر کشی کی اور لڑائی چھڑنے کے پیشتر فمقیوس کے پاس مال اور تحائف روانہ کیے۔ اس نے لینے سے انکار کیا اور ہرثمہ کو بیت المقدس میں داخل ہونے سے روک دیا اور خود بیت المقدس سے کوچ کر گیا۔ اس کے ہمراہ ہرقانوس و انظفتر بھی چلے گئے اور ارستبلوس اور اس کے تحائف بیت المقدس کو واپس آئے۔

انظفتر کی سازش اور فمقیوس کا فیصلہ

بعد اس کے انظفتر پھر فمقیوس کے پاس بلا مال و تحائف کے گیا۔ اس نے اس سے بدعہدی کی۔ مجبور ہو کر انظفتر نے یہ چال اختیار کی اور اس سے یہ ظاہر کیا کہ "میں ہرقانوس کا ہن اعظم کا بہ ظاہر مطیع رہوں گا تا کہ ارستبلوس کی طاقت کم ہو جائے۔" فمقیوس نے انظفتر کی رائے پسند کی اور یہ کہا کہ "میں بہ ظاہر ارستبلوس کی موافقت کروں گا لیکن درحقیقت میں موقع اور وقت کا منتظر رہوں گا اور بعد کامیابی کے ہرقانوس کو بیت المقدس کی حکومت دوں گا۔"

اس مشورے کے اگلے دن ہرقانوس اور ارستبلوس سپہ سالار فمقیوس کے پاس آئے اور ایک دوسرے کی شکایت کرنے لگے۔ انظفتر عام خلائق کو مجتمع کر کے فمقیوس کے پاس لایا۔ وہ لوگ ارستبلوس کی شکایت کرنے لگے۔ فمقیوس نے ان لوگوں کی شکایتیں انصاف کے کانوں سے سنیں اور ایک منصفانہ حکم صادر کیا۔

فمقیوس اور ارستبلوس کی مصالحت

ارستبلوس کو اس کا حکم شاق گذرا۔ وہ اس کی لشکر گاہ سے اٹھ کر چلا آیا اور بیت المقدس میں پہنچ کر قلعہ بندی کر لی۔ فمقیوس نے اس کا تعاقب کیا۔ پہلے وہ اریحا میں اترا بعدہٗ قدس شریف کی طرف بڑھا۔ ارستبلوس نے فمقیوس سے اس شرط پر صلح کر لی کہ فمقیوس اس کے بھائی ہرقانوس کی مدد نہ کرے اور ارستبلوس ہیکل کے کل جواہر اور اسباب فمقیوس کو دے دے۔ فمقیوس نے اس شرط کو مان لیا اور اس شرط کی تعمیل و تکمیل کی غرض سے اپنے ایک جنگی افسر کو اس کے ساتھ

بیت المقدس کی طرف روانہ کیا۔

فمقیوس کا ہیکل پر قبضہ

کاہنوں نے ارستبلوس کو اس فعل سے روکا۔ عامۂ خلائق اس سے برہم ہو گئے اور فمقیوس کے جنگی افسر اور اس کے بعض ہمراہیوں کو مار ڈالا اور باقی ماندوں کو بیت المقدس سے باہر نکال دیا۔ فمقیوس کو یہودیوں کی اس حرکت سے ناراضگی پیدا ہو گئی، اسی وقت سے اس نے دھاوا کا حکم دے دیا۔ لیکن شہر پناہ کے دروازے بند ہونے کی وجہ سے اندر داخل نہ ہو سکا، باہر سے لڑتا رہا اور شہر کے اندر ارستبلوس اور ہرقانوس کے گروہوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔

اثنائے جنگ میں ایک یہودی نے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ فمقیوس بے خوف و خطر شہر میں داخل ہو گیا اور شاہی محل پر قبضہ کر کے ہیکل کا محاصرہ کر لیا۔ بعد چندے آلات حصار کے ذریعے سے ہیکل کے بعض برجوں کو منہدم کر کے بہ زور تیغ اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

فمقیوس کی واپسی

جس وقت فمقیوس ہیکل میں داخل ہوا، باوجود لڑائی جاری رہنے کے کاہنوں کو عبادت کرتے ہوئے پایا۔ اس سے اس کے دل پر ہیبت سی طاری ہو گئی۔ ہیکل کے رو بہ رو چپکا کھڑا رہ گیا۔ اس کے مال و اسباب و ذخائر کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور ان پر ہرقانوس کو حاکم اور سالانہ خراج مقرر کر کے رومہ کی جانب واپس ہوا۔ اور وقت روانگی بہ نظر مزید احتیاط ہرقانوس اور انطلفتر کی نگرانی کے لیے اپنے سپہ سالار رسکانوس کو بیت المقدس میں چھوڑ آیا، جس نے اس سے پیشتر دمشق اور بلاد ارمن کو فتح کیا تھا۔ ارستبلوس اور اس کے دو لڑکے پابہ زنجیر رومہ کو فمقیوس کے ہمراہ روانہ ہو گئے، باقی رہا تیسرا لڑکا اسکندر نامی وہ روپوش ہو گیا۔

بیت المقدس پر اسکندر کا تسلط

فمقیوس جس وقت سرزمین شام کو طے کرتا ہوا اپنے وطن کو جا رہا تھا اس وقت ہرقانوس اور انطلفتر نے عرب پر روم کے مطیع کرنے کی غرض سے حملہ کر دیا۔ اسکندر نے میدان خالی دیکھ کر بیت المقدس کا رخ کیا۔ اہل قدس نے اس کا کمال خوشی سے خیر مقدم کیا اور اس کو اپنا حاکم بنا لیا۔

اسکندر نے حکومت کی کرسی پر بیٹھتے ہی ہیکل کے ان برجوں کو درست کرایا جن کو فمقیوس نے منہدم کر دیا تھا۔ اس کی حکومت کچھ ایسی دل پسند ہوئی کہ ایک خلق اس کی مطیع ہو گئی۔

ہرقانوس اور اسکندر میں جنگ

اس اثنا میں ہرقانوس اور انطفتر واپس ہوئے اور اسکندر نے ان کا قدس شریف سے نکل کر چمکتی ہوئی تلواروں اور نوک دار نیزوں سے استقبال کیا۔ ہرقانوس اور انطفتر کو اس واقعے میں ناکامی ہوئی۔ اسکندر نے ان کے لشکر پر بہت سختی سے حملہ کر کے پسپا کر دیا۔

قدس شریف پر ہرقانوس کا قبضہ

ہرقانوس اور انطفتر نے کینانوس سپہ سالار روم سے مدد چاہی جو بعد فمقیوس کے بلاد ارمن کا ناظم ہو کر آیا تھا۔ وہ ان دونوں کی امداد کو بلاد ارمن سے قدس شریف کی طرف آیا۔ اسکندر نے کمال مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا لیکن مقابلے سے پہلے اس کے حصے میں شکست لکھی جا چکی تھی۔ اس کی تازہ کوششوں نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ وہ میدان جنگ سے ہزیمت اٹھا کر قلعہ اسکندرونہ میں پناہ گزیں ہوا۔ ہرقانوس نے قدس شریف میں پہنچ کر قبضہ حاصل کر لیا۔

اسکندر کی امان طلبی

کینانوس سپہ سالار روم نے اسکندر کا تعاقب کیا اور قلعۂ اسکندرونہ پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اسکندر نے مجبور ہو کر امن کی درخواست کی جس کو کینانوس نے فوراً قبول کر لیا۔

ارستبلوس کا فرار

انھیں لڑائیوں کے اثنا میں ارستبلوس مع اپنے لڑکے انطقوس کے قید خانہ رومہ سے نکل بھاگا اور ایک گروہ کثیر کو مجتمع کر کے کینانوس کے مقابلے پر آیا لیکن اس کی قسمت نے مدد نہ کی۔ پہلی ہی لڑائی میں گرفتار ہو گیا۔ کینانوس نے اس کو دوبارہ رومہ کے قید خانے میں بھیج دیا چنانچہ وہ اسی قید خانے میں اس زمانے تک رہا جب تک کہ رومیہ پر قیصر کو غلبہ نہیں حاصل ہوا۔ پھر بعد چندے جن دنوں روم کو قیصر کے مقابلے کی ضرورت درپیش تھی اور فمقیوس رومہ کے باہر قیصر کی لڑائی کے لیے لشکر جمع کر رہا تھا۔ ارستبلوس دوبارہ قید خانے سے نکل کھڑا ہوا۔ اس مرتبہ اس کے

ہمراہ چند سرداران لشکر بھی قید خانے سے نکل آئے تھے۔اس نے دوبارہ بارہ ہزار کی جمعیت سے ارمن اور یہود پر فمقیوس کی اطاعت سے رد کنے کی غرض سے حملہ کیا۔

ارستبلوس کا خاتمہ

فمقیوس نے انظفتر کو اس کے مقابلے اور گرفتاری کی بابت خطوط لکھے۔اس نے یہود کے چند آدمیوں کو ارستبلوس کی طرف روانہ کیا، جنھوں نے بلادارمن میں بعد چند دنوں کے موقع پاکر ارستبلوس کو زہر دے دیا۔اس کے بعد کینانوس کی تحریک وتحریر سے شیخ (والی رومہ) نے ارستبلوس کے بقیہ لڑکوں کو آزاد کر دیا۔

اہل مصر کی بغاوت

ابن کریون کہتا ہے کہ انھیں ایام میں اہل مصر نے اپنے بادشاہ تلمائی سے باغی ہو کر اس کو تخت سے اتار دیا تھا اور روم کا خراج بند کر دیا تھا۔جس سے روم نے مصر پر فوج کشی کی اور انظفتر نے بہ زور تیغ ان پر فتح یابی حاصل کر کے تلمائی کو دوبارہ حکومت کی کرسی پر بٹھایا۔اس کی سلطنت کے کاروبار کو درست کر دیا۔پھر کینانوس نے بیت المقدس کی طرف مراجعت کی اور ہرقانوس کو قدس کی حکومت اور انظفتر کو اس کی وزارت کا عہدہ دے کر رومہ کو واپس آیا۔

فارس اور روم میں مناقشہ

ابن کریون کہتا ہے کہ ان واقعات کے بعد فارس اور روم میں مناقشہ پیدا ہو گیا۔روم نے فارس کی لڑائی کی غرض سے سپہ سالار [عرنبوس] نامی کو روانہ کیا۔وہ جس وقت قدس شریف ہو کر گذرا اور ہیکل میں داخل ہوا کاہنوں سے ہیکل کا مال واسباب طلب کیا۔عازر کاہن اعظم نے کہا'' کینانوس اور فمقیوس نے ہیکل کے ساتھ کبھی ایسا کام نہیں کیا۔''

عرنبوس نے پہلے یہودیوں سے ہیکل کا مال نہ لینے کا اقرار کیا مگر جس وقت قابو پا گیا فوراً ہیکل کے کل تحائف اور اسباب اور بادشاہوں کی نذریں اور جمیع آلات وظروف جو ابتدائے زمانۂ عمارت سے اس وقت تک وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے، لے لیے۔

بعدازاں عرنبوس [عرنبوس] جنگ فارس پر چلا گیا۔فارس نے اس کو ہزیمت دے کر کل

وہ چیزیں جو اس نے ہیکل سے لی تھیں چھین لیں اور بلاد ارمن، دمشق، حمص، حلب اور ان کے اطراف و جوانب پر قابض ہو گئے۔

اس واقعے کی خبر جس وقت روم کو ہوئی کِسنا نامی سپہ سالار کو بہ سرگروہی ایک عظیم الشان لشکر کے روانہ کیا۔ کسنا، ارمن کے بلاد مغلوبہ سے گذر کر قدس شریف کی طرف گیا۔ وہاں یہودیوں اور ہرقانوس اور انطفتر سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی، کسنا نے ہرقانوس اور انطفتر کی بحالی کی مدد کی۔

جب ہرقانوس کو یہودیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا تو کسنا لشکر فارس سے لڑنے کو بڑھا اور ان کو پہلی ہی جنگ میں ہزیمت دے کر روم کا مطیع بنا دیا اور ان بائیس ملوک کو جو روم سے باغی ہو گئے تھے پھر روم کا مطیع اور باجگذار کر دیا مگر جب کسنا ان کے ملک سے واپس ہوا تو انھوں نے دوبارہ بدعہدی کی۔

یولیاس قیصر (جولیس سیزر)

ابن کریون کہتا ہے کہ اس کے بعد قیاصرہ کا زمانہ شروع ہوا اور یولیاس روم کا حاکم ہوا۔ چونکہ اس کی ماں حالت حمل میں مر گئی تھی اور یہ اس کا پیٹ پھاڑ کر نکالا گیا تھا اس وجہ سے اس کو لوگوں نے قیصر کا لقب دیا اور قیصر ان کی زبان میں قاطع کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یولیاس اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ ماہ یولیہ میں پیدا ہوا تھا جو ان کا پانچواں مہینہ تھا اور یولیہ کے معنی پانچویں کے بھی ہیں۔

اس سے پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ روم کی حکومت جمہوری تھی جس میں تین سو بیس ممبر اور ایک شیخ (صدر نشین) کے ذریعے سے حکومت قائم تھی۔ جب قیصر بڑا ہوا اور شیخ (صدر نشین) نے اس کی شجاعت و مردانگی کو اوروں سے بدر جہا زیادہ دیکھا تو وہ اس کو بھی بدستور قدیم لشکروں کا سپہ سالار کر کے ممالک غیر بھیجنے لگا۔ ایک مرتبہ اس کو بلاد مغرب کی طرف روانہ کیا۔ اس نے بلاد مغرب کو نہایت سہولت اور مردانگی سے فتح کیا اور جب وہاں سے واپس ہوا تو اس نے اپنے کو بادشاہ کے لقب سے مشہور کیا۔

قیصر کی خود مختاری اور ارکان حکومت کا قتل

روم کے ممبروں نے قیصر کو اس خطاب کے لینے سے منع کر کے یہ وجہ بیان کی کہ "شروع

زمانہ حکومت سے روم کی حکومت جمہوری ہے۔اس کے خلاف کرنا مناسب نہیں ہے۔اس سے پہلے قمقیوس نے بلاد مشرق کو فتح اور یہودیوں کو مطیع کیا تھا لیکن اس نے خواہش نہیں کی۔''

قیصر یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ایک روز موقع پا کر ممبران روم پر حملہ کر دیا اور ان کو قتل کر کے تن تنہا روم کا بادشاہ بن بیٹھا اور اپنے کو قیصر کے لقب سے مشہور کر کے قمقیوس پر بھی حملہ کر دیا۔یہ ان دنوں مصر میں تھا۔قیصر نے اس پر فتح پائی اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور وقت مراجعت مصر سے اس کے اطراف و جوانب میں قمقیوس کے جنگی افسروں کو پھیلا ہوا دیکھ کر ان پر بھی حملہ کر دیا اور بلاد ارمن کی طرف ہو کر گذرا۔

شاہ ارمن کی اطاعت

ارمن میں ان دنوں متر داث بادشاہ حکومت کر رہا تھا۔اس نے قیصر کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے حکم سے ارمنیوں کو لے کر ہرقانوس سے لڑنے کو چلا۔ہرقانوس بادشاہ یہود نے اس کا عسقلان میں مقابلہ کیا۔ارمنیوں کو شکست ہوئی۔انظفتر اور یہودیوں کے لشکر نے فتحیابی کے ساتھ مصر پر قبضہ کر لیا۔جب اس کی خبر قیصر کو ہوئی تو اس نے انظفتر کو بلا بھیجا۔انظفتر متر داث کے ہمراہ قیصر کے دربار میں حاضر ہوا۔قیصر نے اس کے اعذار سن کر اس کو عہدہ ہائے جلیلہ دینے کا وعدہ کیا۔

انطقنوس بن ارستبلوس کا قتل

اس سے پہلے انطقنوس بن ارستبلوس نے قیصر سے مل کر ہرقانوس کی شکایتیں کی تھیں اور نیز یہ ظاہر کیا تھا کہ ہرقانوس نے اس کے باپ کو اس وقت قتل کیا ہے جب اہل رومہ نے قمقیوس کو اس کی لڑائی پر روانہ کیا تھا۔مگر انطقنوس کی شکایت سے کوئی برہمی نہ پیدا ہوئی۔ایک روز ہرقانوس اور انظفتر نے مل کر انطقنوس کو زہر دے دیا۔بعد چندے قیصر نے انظفتر کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے فارس کی لڑائی پر بھیج دیا۔

ہرقانوس اور انظفتر کی بحالی

اس لڑائی میں انظفتر مختلف حالتوں میں مختلف مقامات پر طرح طرح کی مصیبتوں میں

گرفتار ہوتا رہا مگر ہر مصیبت سے بچتا ہوا جب بلاد فارس سے واپس ہوا تو قیصر نے ہرقانوس اور انطفتر کو بیت المقدس کی حکومت پر بحال کر کے واپس کر دیا۔

ہرقانوس ضعیفی کی وجہ سے لڑائیوں کے کام کا نہ رہا تھا۔ اس وجہ سے انطفتر ہر امور سلطنت میں پیش پیش ہو گیا اور اپنے ایک لڑکے فسیلو کو بیت المقدس کا ناظم اور دوسرے لڑکے ہیرودس کو جبل الخلیل کا عامل مقرر کر دیا اور اسی طرح جب کوئی لڑکا انطفتر کے خاندان کا بڑا ہوتا تھا تو اس کو شام کے کسی صوبے کی حکومت دے دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہرقانوس کے تمام بلاد مقبوضہ میں انطفتر کے لڑکے پھیل گئے۔

حزقیا کا قتل اور یہودیوں کی ناراضگی

انھیں دنوں ایک سرحدی پہاڑ میں حزقیا نامی ایک شخص یہودیوں کا ایک گروہ لیے ہوئے سکونت پذیر تھا۔ جو وقتاً فوقتاً موقع پا کر ارمن پر حملہ کر کے ان کے مال و متاع کو لوٹ لے جاتا تھا۔ جب اس کا ظلم و جور حد سے متجاوز ہو گیا تو ناظم بلاد ارمن سفیوس (قیصر کے چچازاد بھائی) نے ہیرودس والی جبل خلیل سے حزقیا کی شکایت کی۔

ہیرودس نے ایک سریہ [1] حزقیا کی گوشمالی کے لیے بھیج دیا۔ اتفاق سے اس شب خون میں حزقیا گرفتار ہو کر قتل کر ڈالا گیا۔ ہیرودس نے سفیوس کو اس واقعے سے مطلع کیا۔ اس نے ہیرودس کا شکریہ ادا کیا اور تحائف بھیجے۔ مگر بیت المقدس کے یہودیوں کو ہیرودس کا یہ فعل نہایت شاق گذرا اور وہ لوگ مجتمع ہو کر ہرقانوس کے پاس آئے اور ہیرودس کے ظلم کی شکایت کی اور اس کو قصاص کے لیے مجلس حکام [احکام] میں طلب کیا۔ چنانچہ اس قضیے کے فیصل کرنے کو ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں یہودیوں کے ستر [70] شیخ مقدمے کی سماعت کو جمع کیے گئے۔ ہیرودس مسلح تیور چڑھائے ہوئے آیا۔ ہرقانوس ہیرودس کے تیور چڑھے ہوئے دیکھ کر گھبرا اٹھا اور قبل سماعت مقدمہ و انفصال قضیہ مجلس برخاست کر دی۔ یہودی اس سے کشیدہ خاطر ہو گئے اور ہیرودس بلاد ارمن کی طرف چلا گیا۔ سفیوس نے اس کو اپنا مدار المہام [2] بنالیا۔

---

1 سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جو شب کو مخالف کے لشکر پر شب خون مارتا ہے۔ (مترجم)

2 وزیر اعظم، وہ شخص جس پر امور سلطنت کا دارومدار ہو۔ [م۔ص]

تجدید عہد کی درخواست

ان واقعات کے بعد ہرقانوس نے قیصر سے تجدید عہد کی درخواست کی۔ قیصر نے اس کی درخواست کو قبولیت کا خلعت مرحمت کیا اور یہ حکم صادر کیا کہ اہل ساحل مابین صیدا و غزہ اپنا اپنا خراج بیت المقدس کو روانہ کیا کریں اور یہودیوں کو کل وہ بلاد واپس دے دیے جائیں جو اس سے پیشتر ان کے قبضے میں فرات اور اطراف لاذقیہ تک تھے۔ اور جن کو بنی حشمنائی نے بہ زور تیغ دبا لیا تھا۔ وہ بھی ان کو واپس کر دیے جائیں کیوں کہ فمقیوس نے اس بابت ان پر سخت نابرداشتی ظلم کیا تھا۔ یہ عہد نامہ تانبے کے پتروں پر زبان روم اور یونان میں لکھا گیا اور صور و صیدا کی شہر پناہ کے دروازوں پر لٹکا دیا گیا اور ہرقانوس کی حکومت از سر نو قائم کر دی گئی۔

قیصر کا قتل

ابن کریون کہتا ہے کہ بعد چندے قیصر بادشاہ روم اور انطفتر وزیر ہرقانوس قتل کر ڈالے گئے۔ قیصر کے قتل کا یہ واقعہ پیش آیا کہ کیساوس نامی ایک شخص نے سپہ سالاران فمقیوس سے بہ حالت غفلت اس پر حملہ کر کے ایک ہی وار سے اس کو قتل کر ڈالا اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر لشکر کو مجتمع کر کے دریا سے عبور کیا۔ بلاد اشیت کو فتح کرتا ہوا قدس شریف کی طرف گیا۔ اہل قدس سے ستر حقے سونے کے طلب کیے۔ چنانچہ انطفتر اور اس کے لڑکوں نے یہود سے لے کر پیش کش کیا۔ پھر کیساوس بیت المقدس سے مراجعت کر کے مقدونیہ کی طرف آیا اور وہیں مقیم رہا۔

انطفتر کا قتل

انطفتر کے قتل کا یہ ماجرا گذرا کہ یہود کی خواہش کے مطابق کیساوس مراجعت کے وقت اپنا ایک سپہ سالار ملیکا [ملکیا] نامی بیت المقدس میں چھوڑ گیا تھا۔ بعد چندے اس سے اور انطفتر سے ناصافی ہوگئی۔ ملیکا [ملکیا] نے موقع پا کر چند یہودیوں کی سازش سے انطفتر کو زہر دے دیا۔ ہیرودس یہ واقعہ سن کر ہرقانوس کے قتل کرنے کو بیت المقدس میں آیا لیکن فسیلو نے اس قصد سے باز رکھا۔

ملکیا اور کیساوس کا قتل

اس اثنا میں کیساوس مقدونیہ سے صور کی طرف آیا۔ ہرقانوس اور ہیرودس اس سے ملنے کو گئے۔ اس کے سپہ سالار نے ملیکا کی شکایت کی اور انطغنز کے قتل کے واقعات بیان کیے۔ کیساوس نے ملیکا کے قتل کا حکم دے دیا۔ ملیکا [ملکیا] قتل کر ڈالا گیا۔

اوغشطش قیصر

اس کے بعد [کینانوس] برادرزادۂ قیصر اور اس کا سپہ سالار انطیوس [انطونیوس] لشکر لے کر کیساوس سے لڑنے کو نکلے۔ مقدونیہ کے قریب صف آرائی ہوئی۔ کیساوس ناکامی کے ساتھ گرفتار کر کے قتل کر ڈالا گیا اور کینانوس اپنے چچا کی جگہ پر متمکن ہو کر اپنے کو اپنے چچا اوغشطش قیصر کے نام سے موسوم کیا۔

ہرقانوس کی اوغشطش سے درخواست

اس فتحیابی کے بعد ہرقانوس بادشاہ یہود نے کینانوس کی خدمت میں کچھ تحائف روانہ کیے جس میں ایک تاج طلائی مرصع تھا۔ اور تجدید عہد کی درخواست کی اور ان قیدیوں کی آزادی کا خواستگار ہوا جو زمانہ کیساوس سے قید تھے اور نیز ان رعایتوں کا طالب ہوا جو اس سے پہلے کیناناوس کے چچا قیصر نے یہود کو دے رکھی تھیں۔ اوغشطش قیصر نے ہرقانوس کی درخواستیں منظور کر لیں۔

قلوپطرہ قیصر کی زوجیت میں

بعدۂ انطیانوس کو ہمراہ لیے ہوئے بلاد ارمن کی طرف دمشق اور حلب کی طرف گیا۔ کلنبطرہ [قلوپطرہ] ملکۂ مصر نے (یہ ایک ساحرہ عورت تھی۔) قیصر سے ملاقات کی اور امن کی خواستگار ہوئی۔ قیصر نے امن دے کر اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اسی مقام پر چند لوگوں نے ہیرودس اور اس کے بھائی فسیلو کی شکایتیں کیں۔ ہرقانوس نے اس کی تردید کی۔ انطیانوس نے شکایت کرنے والوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے اکثر گرفتار ہو کر قتل کر ڈالے گئے۔ ہیرودس اور اس کا بھائی فسیلو اپنے دارالحکومت میں واپس آیا اور بجائے اپنے باپ کے

ہرقانوس کی سلطنت کا انتظام کرنے لگے۔

بلاد فارس پر حملہ

بعد اس کے انطیانوس نے بلاد فرس [فارس] پر حملہ کر کے ان کے سرسبز میدانوں کو اپنے فتحمند گھوڑوں سے روندایا، ان کے ملوک کو زیروزبر کیا اور رومہ تک بہ زور تیغ فتح کر لیا۔

بیت المقدس پر انطقنوس کا حملہ اور ہرقانوس کی گرفتاری

ابن کریون کہتا ہے کہ انھیں واقعات کے اثنا میں انطقنوس مع ایک جماعت یہودیوں کے فارس میں گیا۔ اور یہ درخواست پیش کی کہ اگر اس کے چچا ہرقانوس کی حکومت چھین کر مجھ کو دی جائے اور ہیرودس مع اپنے بھائی فسیلو کے قتل کر ڈالا جائے تو اس کے معاوضے میں کئی حقے سونے کے اور آٹھ سولڑکیاں رؤسائے یہود کی خدمت کے لیے پیش کش کی جائیں گی۔

بادشاہ فارس انطقنوس کی اس درخواست پر ایک جرار لشکر لے کر روانہ ہوا اور بلاد ارمن کو فتح کر لیا، جو سپہ سالاران روم ملے ان کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اپنے ایک سپہ سالار کو اہل قدس کے لشکر کے ساتھ بہ ہمراہی انطقنوس بیت المقدس میں نماز ادا کرنے اور ہیکل میں نذر و نیاز پہنچانے کے حیلے سے روانہ کیا۔

وسط شہر میں پہنچ کر ان لوگوں نے شہر کو لوٹنا اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ ہیرودس اس ناگہانی حملے سے گھبرا کر قصر ہرقانوس میں حفاظت کی غرض سے گھس گیا اور فسیلو قلعے کو ان کے حملے سے بچاتا رہا۔ اگرچہ اس لڑائی کی ابتدائی صورت انطقنوس کے حق میں نتیجہ خیز دکھائی دیتی تھی لیکن یہودیوں کے مستعد ہو جانے سے انطقنوس اور سپہ سالار فارس کو جان کے لالے پڑ گئے۔ مگر اس موقع پر انطقنوس کا ایک فقرہ[1] چل گیا اور وہ یہ تھا کہ وہ لڑائی سے دست کش ہو کر شاہی محل کے قریب گیا اور ہرقانوس و ہیرودس کو دم پٹی دینا شروع کیا۔

ہرقانوس اور فسیلو تو اس کے فقرے میں آ گئے اور اس کے ہمراہ شاہ فارس کی خدمت میں حاضر ہونے کو چلے لیکن ہیرودس نے اس کی ایک بھی نہ سنی، برابر لڑتا رہا۔ سپہ سالار فارس

---

1 جھانسا، چالبازی۔ [م۔ص]

اور انطقنوس نے مصلحتاً لڑائی موقوف کر دی اور فسیلو اور ہرقانوس کو لے کر شاہ فارس کی طرف روانہ ہوئے۔

جس وقت بلاد ارمن میں شاہ فارس کے پاس پہنچے ہرقانوس اور فسیلو فوراً قید کر لیے گئے۔ فسیلو تو اسی شب کو مر گیا اور ہرقانوس پابہ زنجیر فارس کی طرف روانہ کیا گیا۔ انطقنوس کو ہرقانوس کی اس بے چارگی پر بھی رحم نہ آیا۔ اثنائے راہ میں اس کے کان کٹوا ڈالے تاکہ کہونت کے قابل نہ رہ جائے۔

پھر شاہ فارس نے اپنی دار الحکومت میں پہنچ کر ہرقانوس کو آزاد کر دیا اور برائے نام مسلوک[1] ہونے لگا تا آنکہ ہیرودس نے اس کو بلا لیا۔ کما یاتی بعد۔ [جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آ رہا ہے۔]

قیصر کے دربار میں ہیرودس کی حاضری

اس کے بعد شاہ فارس نے اپنا ایک سپہ سالار انطقنوس کے ہمراہ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا۔ ہیرودس اس حال سے مطلع ہو کر اپنے عیال و اطفال کو قلعے میں اپنے بھائی یوسف کے پاس چھوڑ کر قدس شریف سے جبل شرات کی طرف چلا گیا اور وہاں سے پھرتا ہوا قیصر کے پاس جانے کی غرض سے مصر میں پہنچا۔ کلبطرہ ملکۂ مصر نے اس کی بڑی توقیر کی اور اس کو کشتی پر سوار کر کے رومہ کی طرف روانہ کیا۔ ہیرودس رومہ میں پہنچ کر انطیانوس کے ہمراہ اوغشطش، قیصر کے دربار میں حاضر ہوا۔ شاہ فارس کے حملے اور بیت المقدس کے ناگہانی واقعات سے اس کو مطلع کیا۔

اوغشطش نے اپنے دامان مرحمت سے اس کے آنسو پونچھے، تاج شاہی پہنایا اور رومہ میں بڑے تجمل و احتشام سے چاروں طرف پھرایا۔ آگے آگے نقیب کہتے جاتے تھے "اوغشطش قیصر نے اس کو بادشاہ بنایا ہے۔"

اس کے بعد اوغشطش قیصر نے ایک دربار خاص منعقد کیا اور شیوخ رومہ کے روبرو تانبے کے پتروں پر شاہی فرمان ہیرودس کی بادشاہت کا لکھوایا۔ ہیرودس کی بادشاہت کا یہی

1 حسن سلوک کرنے والا۔ [م۔ص]

پہلا دن تھا۔

ہیرودس اور انطقنوس میں جنگ

اس کے بعد انطیانوس لشکر لے کر شاہ فارس کی طرف بڑھا۔ انطاکیہ کے قریب پہنچ کر ہیرودس اس سے علاحدہ ہوکر براہ دریا قدس شریف کی طرف انطقنوس سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ انطقنوس اس کی آمد کی خبر سن کر بیت المقدس سے نکل کر جبال شرات کی طرف ہیرودس کے عیال واطفال کو گرفتار کرنے کو بڑھا اور قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ اس اثنا میں ہیرودس نے پہنچ کر انطقنوس سے لڑائی چھیڑ دی۔ یوسف موقع پا کر قلعے کا دوسرا دروازہ کھول کر نکل آیا اور انطقنوس پر دوسری طرف سے حملہ کر دیا۔ انطقنوس اس غیر متوقع حملے کا جواب نہ دے سکا، مجبور ہوکر لڑائی کے میدان سے پسپا ہوکر قدس شریف کی طرف بھاگا۔ اثنائے راہ میں لشکر کا زیادہ حصہ کام آ گیا۔

محاصرۂ بیت المقدس

ہیرودس نے بیت المقدس کا پہنچ کر محاصرہ کرلیا۔ انطقنوس نے سپہ سالاران لشکر روم سے سازش کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ بعد چندے انطیانوس سپہ سالار قیصر کی فارس پر فتحیابی کی خبر آئی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ کامیابی کے بعد مراجعت کر کے واپس آرہا ہے اور فرات سے عبور کر آیا ہے۔ ہیرودس یہ سن کر اپنے بھائی یوسف کو سیسا [سیساو] سپہ سالار روم کے ساتھ بیت المقدس کے حصار پر چھوڑ کر انطیانوس کے استقبال کو روانہ ہوا۔ جس وقت ہیرودس دمشق میں پہنچا یہ خبر مشہور ہوئی کہ اس کا بھائی یوسف حصار بیت المقدس میں انطقنوس کے سپہ سالار کے ہاتھ مارا گیا اور سیسا [سیساو] سپہ سالار انطیانوس مع لشکر روم پسپا ہوکر دمشق کو آرہا ہے۔ ہیرودس اس متوحش خبر کو سن کر لوٹ کھڑا ہوا اور انطقنوس کو پہلی ہی لڑائی میں شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا دیا اور بیت المقدس تک اس کا تعاقب کرتا گیا۔

ہیرودس کا بیت المقدس پر قبضہ

ان سب واقعات میں سیسا [سیساو] بھی ہیرودس کے ہمراہ تھا۔ یہ لوگ ایک مدت تک بیت المقدس کا محاصرہ کیے رہے۔ بالآخر ایک روز چند لشکری شہر پناہ کی دیوار پر کمند ڈال کر چڑھ

گئے، نگاہ بانوں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ ہیرودس اور سیسا [سیساو] نے شہر پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کرلیا۔ سیسا نے یہودیوں کے قتل پر ہاتھ بڑھانا چاہا مگر ہیرودس نے اس فعل سے یہ کہہ کر باز رکھا کہ "اگر تم میری قوم کو قتل کر ڈالو گے تو مجھ کو کس پر حاکم بناؤ گے؟" غرض سیسا یہودیوں کے قتل سے باز رہا اور کل مال غنیمت یہودیوں کو واپس کردیا۔ ہیرودس نے بیت المقدس میں بہ نظر تقرب ایک تاج سونے کا رکھ دیا اور بہت سامال نذر میں دیا۔

انطقنوس کا قتل اور بنی حشمنائی کا زوال

کامیابی کے بعد سپہ سالار سیسا، انطقنوس کو قید کر کے انطیانوس کی طرف روانہ ہوا۔ انطیانوس ان دنوں شام سے مصر میں آ گیا تھا۔ چنانچہ سیسا، انطیانوس سے مصر میں ملا۔ اس کے بعد ہی ہیرودس بھی آ گیا اور بہ اجازت انطیانوس، انطقنوس کو قتل کر کے مملکت یہود پر مستقل حکمراں ہوگیا۔ انطقنوس کے مارے جانے سے بنی حشمنائی کی حکومت منقطع ہوگئی۔ والبقاء للّٰہ وحدہٗ۔ [صرف اللہ کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔]

●●●

بنی ہیرودس کی حکومت

درحقیقت ہیرودس کی اقبال مندی کا ستارہ اسی وقت سے اوج پذیر ہو چلا تھا جس وقت ہرقانوس پر شاہ فارس نے حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا اور اس کو اہل فارس گرفتار کرنے گئے تھے اور اس کے کان کاٹ ڈالے تھے۔ اس غرض سے کہ وہ کہونت سے محروم کر دیا جائے۔ چنانچہ یہود نے اسی وجہ سے اس کو معزول کر دیا لیکن جس وقت ہیرودس بیت المقدس کا حکمراں ہوا، ہرقانوس کو فارس سے بلا کر نہایت تعظیم و تکریم سے عزت کی کرسی پر بیٹھایا۔ ہرقانوس کی لڑکی اسکندرہ، اسکندر کے عقد میں اور اس کی نواسی مریم نامی ہیرودس کے نکاح میں تھی۔

شاہ عرب سے ہرقانوس کی امداد طلبی

بعد چندے ان دونوں کو ہیرودس کی طرف سے بدظنی پیدا ہوگئی۔ جب رفتہ رفتہ یہ خیال مستحکم ہوگیا کہ ہیرودس ہرقانوس کے قتل کی فکر میں ہے تو اسکندرہ و مریم نے ہرقانوس کو اس سے آگاہ کر کے بادشاہ عرب کے پاس چلے جانے اور اس کے سایۂ امن میں جا کر پناہ گزیں ہونے کا مشورہ دیا۔ ہرقانوس نے اس رائے سے اتفاق کرنے کے بعد ایک شخص کو خط لکھ کر شاہ عرب کی طرف روانہ کیا۔

اس شخص نے اس عداوت سے کہ ہرقانوس نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا ہرقانوس کے خط کو ہیرودس کے روبرو لے جا کر رکھ دیا۔ ہیرودس نے خط پڑھ کر واپس کر دیا اور یہ کہا کہ ''تم اس خط کو شاہ عرب کے پاس لے جاؤ اور جو کچھ وہ جواب دے اس کو میرے پاس لاؤ۔'' اس شخص نے ہیرودس کے حکم کی تعمیل کی۔ شاہ عرب کا جواب اس کو لا کر دے دیا۔ شاہ عرب نے خط میں

آدمیوں کے روانہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور مقام قیام متعین کر دیا تھا۔

ہرقانوس (بنی حشمنائی کے آخری بادشاہ) کا قتل

ہیرودس نے شاہ عرب کے آدمیوں کو اپنے ملازمین کے ذریعے سے گرفتار کرالیا اور یہود کے ستر شیوخ کو ایک جلسے میں جمع کر کے ہرقانوس کو طلب کیا اور اس کے روبرو اس کا خط اور شاہ عرب کا جواب پڑھا اور دکھلایا۔ ہرقانوس سے اس کا جواب کچھ بن نہ پڑا۔ اس پر جرم ثابت ہو گیا جس کی پاداش میں ہیرودس نے ہرقانوس کو اسی وقت قتل کر ڈالا جب کہ وہ اپنی عمر کے اسی [80] مرحلے طے کر چکا تھا اور اس کی حکومت کو چالیس سال گذر چکے تھے۔ یہی ملوک بنی حشمنائی کا آخری بادشاہ تھا۔

ارستبلوس ابن اسکندر

اسکندر ابن ارستبلوس کا ایک لڑکا ارستبلوس نامی نہایت حسین اور خوبصورت اپنی ماں اسکندرہ کی کفالت میں پرورش پا رہا تھا اور اس کی بہن ہیرودس کے عقد میں تھی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ [ارستبلوس1] کی ماں اور بہن کا دلی مقصود یہ تھا کہ [ارستبلوس2] بجائے اپنے جد (نانا) ہرقانوس کے بیت المقدس میں کاہن مقرر کیا جائے لیکن ہیرودس نے کہونت کو بنی حشمنائی سے منتقل کرنے کے قصد سے ایک شخص کو عام کاہنوں میں سے کاہن اعظم مقرر کر دیا۔

یہ امر اسکندرہ بنت ہرقانوس اور اس کی لڑکی مریم زوجۂ ہیرودس کو شاق گذرا۔ چونکہ اسکندرہ اور ملکۂ مصر کلبطرہ میں مراسم اتحاد تھے اس وجہ سے اسکندرہ بہ توسط ملکہ کلبطرہ اس کے شوہر انطیانوس کی سفارش ہیرودس کے پاس لائی۔

ہیرودس نے یہ عذر پیش کیا کہ ''کاہنین معزول نہیں کیے جاتے۔ بہ فرض تقدیر اگر ہم کاہنوں کے معزول کرنے کا قصد کریں گے تو ہمارے مذہب والے ہماری مخالفت کریں گے۔''

---

1 اصل نسخے میں اسکندر تھا، جب کہ یہاں ارستبلوس ہونا چاہیے، اس لئے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے۔ [م۔ص]

2 ایضاً۔

بعد اس کے اسکندرہ نے انطیانوس کے سفیر سے سازش کر لی اور اس کو تحائف و ہدایا دے کر اس امر کا اقرار لے لیا کہ وہ انطیانوس کو ہیرودس کے خلاف برانگیختہ کرے گا اور ارستبلوس کو اپنے پاس طلب کرے گا۔

چنانچہ جب انطیانوس کا سفیر بیت المقدس سے واپس آیا تو اس نے انطیانوس کے کان بھرنے شروع کر دیے اور اس کو ارستبلوس کے حسن و جمال کا ایسا گرویدہ کر دیا کہ اس نے ہیرودس سے ارستبلوس کو طلب کیا اور درصورت عدم روانگی ارستبلوس، ہیرودس کو اپنی ناراضی کی دھمکی دی۔

ہیرودس اس سے پہلے یہ انتظام کر چکا تھا کہ کاہن اول کو معزول کر کے ارستبلوس کو کاہن اعظم بنایا تھا، اس وجہ سے یہ معذرت پیش کی کہ "کاہن بیت المقدس کو چھوڑ کر سفر نہیں کر سکتا۔ اور اگر میں اس امر پر راضی ہو جاؤں گا تو یہود اس کی مخالفت کریں گے۔" اس کے بعد انطیانوس کو ارستبلوس کا خیال جاتا رہا۔ پھر اس نے کوئی تحریک نہ کی۔

اسکندرہ کی گرفتاری اور رہائی

ان واقعات سے ہیرودس در پردہ اسکندرہ بنت ہرقانوس کی نگرانی کرنے لگا۔ بعد چندے اسکندرہ کا ایک خط ہیرودس کے ہاتھ آ گیا، جو اس نے ملکہ کلمطرہ [قلوپطرہ] کے نام روانہ کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ آپ دو کشتیاں مع چند آدمیوں کے ساحل یافا پر بھیج دیجیے۔ میں مع اپنی لڑکی کے دو تابوتوں میں بہ شکل میت نکل آؤں گی۔" ہیرودس یہ خط پا کر مقابر میں ان تابوتوں کا منتظر رہا، جب وہ تابوت اس کی طرف ہو کر گذرے اس نے ان کو گرفتار کر لیا اور پھر ان کو معاف کر دیا۔

ارستبلوس کا خاتمہ

بعد ازاں اس کو یہ معلوم ہوا کہ ارستبلوس نے عید مظال میں مذبح میں آ کر لباس قدس پہنا تھا۔ اس سے عام لوگوں کا میل خاطر اس کی طرف زیادہ ہوا۔ ہیرودس کو اس سے کشیدگی پیدا ہو گئی، در پردہ وہ ارستبلوس کے قتل کی فکر کرنے لگا تا آنکہ ہیرودس ماہ نیساں میں اریحا گیا اور اپنے ہمراہیوں اور مصاحبوں کو وہیں طلب کیا، از اں جملہ ارستبلوس بھی تھا۔

ارستبلوس کو اس وقت تک شاید یہ خیال بھی نہیں پیدا ہوا تھا کہ ہیرودس میرے قتل کی فکر میں ہے، ورنہ وہ ہیرودس کے ساتھ دریا میں نہانے کو اترتا اور نہ اس کو ہیرودس کے غلام دریا میں ڈبو دیتے۔ ہیرودس بہ ظاہر ارستبلوس کے غرق ہو کر مرنے سے سخت رنجیدہ ہوا۔ بڑے تجسس سے لاش نکلوائی۔ معقول طور سے تجہیز و تکفین کی۔ غرض ارستبلوس کی موت اس صورت سے سترہ برس کی عمر میں واقع ہوئی اور اسی وقت سے اسکندرہ اور اس کی لڑکی مریم زوجۂ ہیرودس اور مادر اور خواہر ہیرودس میں ناصافی پیدا ہو گئی۔ باہم شکوہ و شکایت کے دروازے کھل گئے۔

قیصر سے انطیانوس کی عہد شکنی

ابن کریون کہتا ہے کہ اس کے بعد انطیانوس نے اوغشطش قیصر سے بدعہدی کی۔ اس وجہ سے کہ انطیانوس نے کلبطرہ [قلوپطرہ] سے عقد کر کے مصر پر قبضہ کر لیا اور چونکہ یہ عورت ساحرہ تھی اس نے بہ زور سحر انطیانوس کو ان ملوک کے قتل و قید اور ان کے ملک لینے پر آمادہ کیا جو اروم کے مطیع اور باجگذار رہے۔ منجملہ ان کے ہیرودس بھی تھا لیکن ہیرودس کے حق میں انطیانوس کوئی خلاف کارروائی بہ خوف اوغشطش قیصر نہ کر سکتا تھا؛ کیوں کہ اوغشطش قیصر ہیرودس کی بے حد عزت کرتا تھا۔

ہیرودس کے خلاف انطیانوس کی سازش

بعد چندے انطیانوس نے ہیرودس کو اوغشطش قیصر کے برخلاف ابھار کر عہد شکنی پر آمادہ کر دیا اور اس کو طلب کر کے عرب سے لڑنے کو بھیج دیا اور اس کے ہمراہ اثیناؤن سپہ سالار کلبطرہ [قلوپطرہ] کو روانہ کیا اور اس کو یہ ہدایت کر دی کہ میدان جنگ سے جس وقت لڑائی تیزی کے ساتھ ہو رہی ہو، ہیرودس کو تنہا میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ آنا تا کہ ہیرودس کو اس کے مخالفین مار ڈالیں۔ اور اگر یہی بھاگ کھڑا ہو گا تو ہزیمت کا الزام اس پر قائم کر کے تخت حکومت سے علاحدہ کر دیا جائے گا۔

چنانچہ اثیناؤن سپہ سالار نے ایسا ہی کیا مگر ہیرودس ایک سخت اور خوں ریز لڑائی کے بعد کامیاب ہو کر بیت المقدس کی طرف واپس ہوا۔ اس کامیابی سے اطراف و جوانب کے سرحدی ملوک نے مصالحت کر لی، مگر عرب نے اطاعت قبول نہ کی۔ بعد چندے ہیرودس پھر عرب سے

لڑنے کو گیا اور ان پر برائے نام خراج مقرر کر کے واپس آیا۔

انطیانوس کا قتل

انطیانوس نے جن ایام میں ہیرودس کو عرب سے لانے کو روانہ کیا تھا انھیں دنوں خود رومہ کی جانب چلا گیا تھا اور قیصر سے لڑائی چھیڑ دی تھی۔ بالآخر پچھلی لڑائی میں اوغشطش قیصر نے انطیانوس کو گرفتار کر کے مار ڈالا اور اس کے بعد مصر کی طرف بڑھا۔

قیصر سے ہیرودس کی معذرت

ہیرودس کو اس کی پیش قدمی سے سخت اندیشہ پیدا ہوا، کیوں کہ یہ انطیانوس کا مطیع تھا مگر بہ ایں ہمہ اوغشطش قیصر کی ملازمت حاصل کرنے کی غرض سے پہلے اپنی ماں اور بہن کو قلعۂ شرات میں اپنے بھائی کے پاس اور اپنی بی بی مریم اور اس کی ماں اسکندرہ کو قلعۂ اسکندرونہ میں اپنے بہنوئی یوسف کے پاس بھیج دیا۔ اور ایک شخص کو اہل صور سے جس کا نام سوما تھا اپنی بی بی کے ہمراہ کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ اگر قیصر مجھ کو قتل کر ڈالے تو تم میری بی بی اور ساس کے قتل کرنے میں تاخیر نہ کرنا۔ بعد ازاں کچھ تحائف اور ہدایا لے کر قیصر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اوغشطش قیصر اس سے انطیانوس کی مصاحبت کی وجہ سے کشیدہ خاطر تھا۔

چنانچہ جب یہ قیصری دربار میں حاضر ہوا تو قیصر اس کو تیز نگاہوں سے دیکھ کر طیش میں آ گیا اور لپک کر اس کے سر سے تاج کو اتار لیا، مگر ہیرودس نے کہا اے قیصر میں انطیانوس کا مطیع و محب آپ کی عداوت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ عرب کی لڑائی کی وجہ سے میں نے اس سے مراسم پیدا کر لیے تھے۔ اگر آپ میرا تاج اتار لیں گے تو کوئی شخص مجھے سرفراز نہیں کر سکتا اور اگر مجھے بحال رکھیں گے تو میں مشکور ہوں گا۔ قیصر اس تقریر سے خوش ہو گیا اور اس کو کمال عنایت سے مہم مصر پر اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔

کلبطرہ (قلوپطرہ) کا قتل

اور جب ہیرودس نے مصر پر قبضہ حاصل کر کے کلبطرہ کو قتل کر ڈالا تو قیصر نے ہیرودس کو کل وہ ممالک دے دیے جو انطیانوس کے قبضے میں تھے۔ ان واقعات کے بعد ہیرودس اپنے

دارالسلطنت بیت المقدس کی طرف واپس آیا اور قیصر رومہ کی جانب چلا گیا۔

یوسف اور سوماصوری کا قتل

ابن کریون کا بیان ہے کہ ہیرودس کے بیت المقدس میں واپس آنے کے بعد اس کے متعلقین قلعہ اسکندرونہ سے مع اپنے بہنوئی یوسف اور سوماصوری کے بیت المقدس آئے۔ چونکہ انھوں نے ہیرودس کا راز اور ہرقانوس اور ارستبلوس کے واقعات قتل، ہیرودس کی بی بی اور ساس سے کہہ دیے تھے؛ اس وجہ سے وہ دونوں سوماصوری کی بے حد ممنون اور مانوس ہو رہی تھیں۔ پھر ہیرودس کی بہن نے اس کی بی بی مریم کو سوماصوری کے ساتھ متہم کیا لیکن ہیرودس کو اس امر کا یقین نہ ہوا؛ کیوں کہ اولاً ان دونوں میں پہلے سے مناقشہ چلا آ رہا تھا اور ثانیاً ہیرودس کو اپنی بی بی کی عفت پر پورا پورا بھروسہ تھا۔

بعد چندے جب ہیرودس کو سوماصوری اور اس کے بہنوئی کی سازش سے آگاہی ہوگئی تو اس کا وہ شبہ قوی ہوگیا جو اس کی بی بی کی طرف سے اس کی بہن نے کیا تھا۔ مگر تاہم یہ تامل اور غور سے کام لیتا رہا تا آنکہ بعض عورتوں نے اس کی بہن کے اشارے سے یہ بیان کیا کہ "مریم تیرے کھانے میں سوما اور یوسف کی سازش سے زہر ملایا چاہتی ہے۔"

ہیرودس نے اس کی خفیہ تحقیقات کی اور اس واقعے کو صحیح پا کر اپنے بہنوئی یوسف اور سوماصوری کو اسی دن قتل کر ڈالا۔

مریم (زوجۂ ہیرودس) اور اسکندرہ کا قتل

اپنی بی بی کو پہلے تو چھوڑ دیا مگر پھر کچھ سوچ اور سمجھ کر اس کو بھی مار ڈالا۔ اور پھر خود کردہ پر پشیمان ہوا۔ بعد ازاں اسی قسم کی افواہی خبریں اس کی ساس اسکندرہ کی نسبت بھی سنی گئیں۔ اس نے اس کو بھی قید حیات سے آزاد کر کے دوسرے عالم میں پہنچا دیا اور ادوم میں بجائے اپنے بہنوئی کے ایک دوسرے شخص کو حاکم مقرر کیا، جس کا نام کرسوس تھا اور اسی کے ساتھ اپنی بہن کا عقد کر دیا۔

کرسوس کا قتل

کرسوس ادوم میں پہنچ کر دین موسوی سے منحرف ہوگیا اور اس طریقے کو ترک کر دیا

جس کی تعلیم ہرقانوس نے کی تھی اور اہل اروم کو بت پرستی کی طرف مائل کر دیا اور ہیرودس کی بہن کو طلاق دے دیا۔ ہیرودس کی بہن اپنے بھائی کے پاس چلی آئی اور ان کل واقعات سے اس کو مطلع کیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ کرسوس کے پاس بنی حشمنائی کے وہ لوگ مجتمع ہو رہے ہیں جو بارہ برس سے سلطنت وحکومت کی خواہش کر رہے ہیں۔ ہیرودس یہ سن کر سخت برہم ہوا اور اسی وقت اروم کی طرف بڑھا اور وہاں پہنچ کر کرسوس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

بنی حشمنائی کے سازشیوں کا قتل

بنی حشمنائی کے ان لوگوں کو سر دربار طلب کر کے ان کے لیے سزائے موت تجویز کی جو کرِسُوس کے پاس بہ طمع ملک وسلطنت جمع ہو رہے تھے۔ علاوہ ان کے اور بھی یہودیوں کے چند نامی نامی سرداروں اور رئیسوں کو قتل کیا جو اس کے خلاف کرسوس سے سازش رکھتے تھے۔ اس واقعے کے بعد ہیرودس کی حکومت مستحکم ہوگئی اور لوگوں پر اس کا رعب چھا گیا۔

ہیرودس سے عوام کی ناراضگی

بعد اس کے اس میں بھی بے دینی آ گئی۔ وصایائے توریت پر کاہلی سے عمل کرنے لگا۔ بیت المقدس کی شہر پناہ درست کرایا اور ایک مکان بنوا کر اس میں مختلف قسم کے جانور صحرائی چھڑوا دیے۔ کبھی کبھی ان جانوروں سے لڑنے کو بعض آدمی چھوڑ دیے جاتے تھے۔ عوام الناس کو اس کا یہ فعل ناگوار گذرا۔ اہل دولت نے اس کے قتل کی فکر کی لیکن ناکام رہے۔

ہیرودس کا عوام پر اثر

ہیرودس چونکہ لوگوں کے حالات کا مستفسر اور ان کا نگراں رہتا تھا؛ اس وجہ سے اس کی ہیبت عوام الناس کی نظروں میں دو چند بڑھ گئی۔ اس کے عہد حکومت میں یہود میں سے ربانیوں کا بہت بڑا دور دورہ تھا اور گروہ عباد معروف بہ حسید کو بھی اس کے کاموں میں دخل تھا اور ان کا مناجیم [مناحیم] نامی پیشوائی کر رہا تھا جس نے اس کے لڑکپن ہی میں حکومت و سلطنت کی پیشین گوئی کی تھی اور اس کے اور اس کی قوم کے حق میں دعا کی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بیت المقدس میں قحط اور ہیرودس کا انتظام

اتفاق وقت سے جب ہیرودس کے زمانہ حکومت میں قحط پیدا ہوا اور خلق اللہ گرانی و عدم دستیابی غلہ سے بھوکوں مرنے لگی تو اس نے غلے کے ذخائر کھول دیے اور تمام اطراف و جوانب میں غلہ پھیلا دیا۔ قیصر نے بھی قحط کا حال سن کر مصر اور رومہ کے اطراف سے بیت المقدس کی طرف غلہ بھیجنے کی منادی کرادی۔ اور براہ دریا کشتیاں غلے سے بھری ہوئیں بیت المقدس کو بھیجنے لگا۔ ہیرودس کو اس سے بہت بڑی تقویت مل گئی اور اس نے نہایت معقول قحط کا انتظام وانسداد کیا۔ بوڑھے، یتیم بچے، بیوہ عورتوں ومساکین، فقرا محتاجین کے لیے روزینہ غلہ پہنچاتا رہا۔ علاوہ اپنی قوم کے دوسرے مذہب کے پچاس ہزار آدمیوں کو یومیہ کھانا دیتا تھا تا آنکہ قحط بالکل زائل ہوگیا اور عالم میں اس کا ذکر نیکی اور نیک نامی سے ہونے لگا۔

بیت المقدس کی تعمیر جدید

ابن کریون کہتا ہے کہ جب اس کی حکومت مستقل ہوگئی اور اس کے غلبے کو لوگوں نے تسلیم کرلیا تو اس نے اس ہیئت وشکل پر بیت المقدس کے بنانے کا قصد کیا، جس صورت پر سلیمان ابن داؤد علیہ السلام نے بنوایا تھا، کیوں کہ جس وقت یہود بہ اجازت کورش بیت المقدس کو واپس آئے تھے تو بیت المقدس بنانے کے لیے ایک مقدار معین کردی گئی تھی جو کہ سلیمان علیہ السلام کے حدود تک نہ پہنچتی تھی۔

ہیرودس نے تعمیر کرانے سے پہلے آلات و اسباب اور صناعین کو چھے برس کی مدت میں مجتمع کیا اور ایک ہزار کاہنوں کو قدس شریف کے اردگرد بیٹھا دیا تا کہ کوئی غیر اس میں نہ آنے پائے۔ بعد ازاں اس نے بیت المقدس کو منہدم کرا کے جناب سلیمان علیہ السلام کی بنا کے موافق آٹھ برس کے عرصے میں از سر نو بنوایا اور بعض مقامات پر جیسا اس کے دل نے چاہا کسی قدر اضافہ بھی کیا۔ جب بیت المقدس بن کر تیار ہوگیا تو اس نے قربانیاں کیں اور مدتوں فقرا و مساکین کو کھانے کھلواتا رہا۔ یہ زمانہ اس کی حکومت کے بہترین زمانوں سے شمار کیا جاتا ہے۔

اولاد ہیرودس

ابن کریون کہتا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہیرودس کو اس کی اولاد کے قتل میں مبتلا کیا۔ اس طرح پر کہ مریم بنت اسکندرہ کے بطن سے اس کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام اسکندر اور دوسرے کا ارستبلوس تھا۔ یہ دونوں بھائی اپنی ماں کے قتل کے وقت رومہ میں زبان رومی سیکھ رہے تھے۔ جب یہ دونوں رومہ سے واپس آئے اور اپنی ماں کے مارے جانے کا حال سنا تو ان کو اپنے باپ ہیرودس سے کینہ پیدا ہو گیا۔ ہیرودس کا ایک لڑکا اور بھی تھا جو اپنے دادا کے نام سے بہ اسم انطفتر موسوم تھا۔ اس کو اس کی ماں ارسیس [راسیس] نے مریم کی وجہ سے ایک دوسرے شہر میں ٹھہرا رکھا تھا۔

ہیرودس کا ولی عہد

جب مریم قتل کر دی گئی اور ارسیس ہیرودس کی آنکھوں میں زیادہ عزیز ہوئی تو اس کا لڑکا انطفتر قدس شریف میں آیا۔ ہیرودس نے اس کو اپنا ولی عہد بنا لیا۔ اس نے مصلحتاً اپنے دونوں بھائیوں سے آمد و رفت اور مراسم برابر جاری رکھے، اس خیال سے کہ یہ دونوں اپنے باپ کے قتل کرنے کی فکر میں تھے۔ بعد چندے ہیرودس ان دونوں سے ناراض ہو کر اوغشطش قیصر کی طرف چلا اور اس کے ہمراہ اس کا لڑکا اسکندر بھی تھا۔ دونوں نے اوغشطش قیصر سے شکایت کی مگر اس نے صلح کرا دی۔

اولاد ہیرودس کے درمیان تقسیم قدس

اس وجہ سے ہیرودس بیت المقدس کو واپس آیا اور اس کو اپنے تینوں لڑکوں پر تقسیم کر دیا اور ان کو اور عام آدمیوں کو وصیت کی اور ان سے مخالفت نہ کرنے کا عہد لیا، اس خوف سے کہ ان کی باہم مخالفت سے کوئی جدید بات نہ پیدا ہو۔

انطفتر کی سازش

انطفتر باوجود اس کے اپنے دونوں بھائیوں سے بہ ظاہر ملا رہا اور در پردہ ان کے مخالف کارروائی کرتا رہا۔ اس معاملے میں اس کا چچا فدودا اور اس کی پھوپھی

سلومنت بھی شریک تھی اور اس کے باپ سے اس کے دونوں بھائیوں کی اس قدر شکایت کی کہ اس نے ان کو [قید[1]] کر دیا۔

جب اس واقعے کی خبر ارسلاوش بادشاہ کفتور کو پہنچی جس کی لڑکی اسکندر کے عقد میں تھی تو وہ ہیرودس کے پاس آیا اور اس کو اس کے بھائی قدودا اور بہن سلومنت کی سازش سے مطلع کیا۔ ہیرودس پر جب یہ واقعات منکشف ہوگئے تو وہ اپنے بھائی سے ناراض اور اپنے دونوں لڑکوں اسکندر اور ارستبلوس سے راضی ہوگیا اور ارسلاوش کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ارسلاوش اپنے شہر کو واپس آیا۔

اسکندر اور ارستبلوس کو سزائے موت

بہ ایں ہمہ انطفتر اپنی کوششوں اور در پردہ ان کی مخالفت میں مصروف رہا اور برابر اپنے باپ کو ان کی طرف سے برانگیختہ کرتا رہا تا آنکہ ہیرودس نے دوبارہ اسکندر اور ارستبلوس سے ناراض ہوکر قید کردیا۔ [اور اپنے بعض سفر میں بھی انھیں حالت قید میں ہی لے کر گیا۔[2]] پس اراکین دولت کو انطفتر کا یہ فعل ناگوار گذرا۔ انطفتر نے ان کی بھی شکایت اپنے باپ ہیرودس سے کردی اور یہ ثابت کردیا کہ ان بعض اراکین دولت نے بہ سازش اسکندر بہ ذریعۂ حجام تیری موت کی فکر کی ہے اور اس کے عوض میں اس کو بہت مال واسباب دینے کو کہا ہے۔ ہیرودس نے اراکین دولت کو مع ان کے خاندان کے اور حجام کو قتل کرڈالا۔ بعد ازاں اپنے دونوں لڑکوں اسکندر اور ارستبلوس کو قید کر کے مصطبہ [3] پر صلیب دے دی۔

---

1 اصل نسخے میں اس جگہ ''آزاد'' لکھا تھا، جب کہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں بھائیوں کو قید کیا گیا تھا، آزاد نہیں، اس لیے متن میں تصحیح کی گئی ہے اور [قید] لکھ دیا گیا ہے۔ [م۔ص]

2 اصل نسخے میں اس جگہ ''اپنے ہمراہ روپیہ لے گیا۔'' لکھا ہوا تھا، اس جملے کا سیاق وسباق سے کوئی ربط نہیں ہے۔ عربی عبارت یہ ہے: ''وامضی بھما فی بعض اسفارہ مقیدین۔'' یعنی ہیرودس، اسکندر اور ارستبلوس کو اپنے بعض سفر میں بھی حالتِ قید میں ہی لے کر گیا۔ اس لئے متن میں صحیح ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔ (دار الکتب العلمیہ ایڈیشن 2:153 اور دار الفکر ایڈیشن 2:157) [م۔ص]

3 مصطبہ = چبوترہ [م۔ص]

اسکندر کے دولڑکے بنت ارسلاوش کے بطن سے تھے۔ایک کا نام کوبان اور دوسرے کا نام اسکندر تھا اور ارستبلوس کے تین لڑکے اعرباس، ہیرودس اور استرو بلوس تھے۔

اولاد کے قتل پر ہیرودس کی پشیمانی

ہیرودس اپنے لڑکوں کے قتل کے بعد بہت پشیمان ہوا اور ان کی اولاد پر حد سے زیادہ مہربان ہوا۔کوبان بن اسکندر کا عقد اپنے بھائی قدودا کی لڑکی سے اور ارستبلوس کی لڑکی کا عقد انطفتر کے لڑکے سے کردیا اور اپنے بھائی قدودا اور لڑکے انطفتر کو ان کی کفالت اور ان سے بہ سلوک پیش آنے کا تاکیدی حکم دیا۔لیکن ان دونوں کو ہیرودس کا یہ حکم شاق گذرا۔

قدودا کی سازش اور اس کا انجام

چنانچہ انھوں نے اس حکم کی پابندی نہ کی اور تاامکان موقع پاکر ہیرودس کو قتل کرڈالنے کا باہم عہد و پیان کرلیا۔ بعد چندے ہیرودس نے انطفتر کو اوغسطش قیصر کے پاس کسی ضرورت سے بھیج دیا۔اس کے چلے جانے پر قدودا کی سازش اور ارادے سے آگاہی ہوگئی۔اس نے قدودا کو اس کے مکان میں قید کردیا۔قدودا قید میں بیمار ہوکر مرگیا۔

انطفتر کی سازش اور اس کا انجام

ہیرودس کو اس کے [قدودا] مرنے پر یہ معلوم ہوا کہ انطفتر اور قدودا نے ارسیس مادر انطفتر کے روبہ رو باہم عہد و پیان کیا تھا اور انطفتر کے خزانچی کے ذریعے سے اس کے قتل کی فکر کی تھی۔ ہیرودس نے خزانچی کو طلب کر کے استفسار کیا۔خزانچی نے کل حال کہہ دیا اور یہ بتادیا کہ تیرے قتل کے لیے مصر سے زہر منگوایا گیا تھا اور وہ اس وقت تک قدودا کی بی بی کے پاس موجود ہے۔قدودا کی بی بی بھی شہادت کی غرض سے بلائی گئی۔اس نے بھی اس امر کا اقرار کیا اور کہا کہ قدودا نے وقت انتقال اس کے ضائع کرنے کی ہدایت کی تھی۔ میں نے کل زہر ضائع کردیا ہے البتہ کسی قدر اس میں سے باقی ہے۔ ہیرودس نے اس سے وہ زہر لے لیا اور انطفتر کو دربار قیصر سے طلب کیا۔اثنائے راہ سے انطفتر نے بھاگنا چاہا مگر ہیرودس کے ملازمین نے اس کو بھاگنے نہ دیا۔

انطفتر جس وقت بیت المقدس میں پہنچا، ہیرودس نے ایک مجمع عام میں اس کو بلایا۔ اس جلسے میں اوغسطش کا سفیر اور اس کا کاتب نیقانوس [نیقالوس] بھی موجود تھا۔ یہ بہ نسبت انطفتر کے ہیرودس کے ان دولڑکوں سے زیادہ محبت رکھتا تھا جو اس سے پہلے قتل ہو چکے تھے۔ انطفتر پر ہیرودس کے قتل کی سازش کا الزام قائم کیا گیا اور شہادت اور دلائل سے وہ الزام پایہ تصدیق وثبوت کو پہنچایا گیا اور بقیہ زہر کا بعض جانوروں کو کھلا کر تجربہ کیا گیا، چنانچہ اس جرم میں انطفتر قید کر دیا گیا۔

پھر ہیرودس علیل ہوا اور اپنے کو قریب الموت سمجھ کر خود کردہ پشیمان ومتاسف ہوا اور خودکشی پر آمادہ ہوا مگر اس کے ہمنشیوں اور بی بی نے اس فعل سے باز رکھا۔ اس واقعے نے محل سرائے شاہی سے ایک ایسا شور برپا کیا جس کی آواز انطفتر کے کانوں تک پہنچی۔ انطفتر قید خانے سے نکلنا چاہتا تھا مگر مخالفین نے اس کو نکلنے نہ دیا اور اس کی اطلاع ہیرودس سے کر دی۔ ہیرودس نے اسی وقت اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

ہیرودس کا انتقال

اس کے [انطفتر] قتل کے پانچویں روز ستر [70] [1] برس کی عمر میں پینتیس [35] سال حکومت کر کے مر گیا۔ وقت انتقال اپنے لڑکے ارکلاوش کو اپنا ولی عہد کر گیا۔

ارکلاوش کی جانشینی

ہیرودس کے مرنے کے بعد اس کا کاتب نیقانوس [نیقالوس] باہر آیا اور مجمع عام میں وہ عہد نامہ پڑھا جو ہیرودس نے ارکلاوش کی ولی عہدی کے بارے میں لکھا تھا اور ان لوگوں کو ہیرودس کی انگوٹھی دکھائی۔ لوگوں نے ارکلاوش کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر ہیرودس کا جنازہ بڑے دھوم سے اٹھایا گیا اور نہایت اہتمام سے دفن کر دیا گیا۔

ارکلاوش کی معزولی واسیری

ارکلاوش نے تخت پر بیٹھتے ہی قیدیوں کو آزاد کر دیا جس سے اس کی حکومت مستقل

---

1. یہاں کتابت کی غلطی تھی، اور ستر [70] کی جگہ سترہ لکھا ہوا تھا۔ متن میں اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ (تاریخ ج:2 ص 154)

ہوگئی۔ عوام الناس ہیرودس پر طعن و تشنیع کرنے لگے۔ بعد چندے جب ارکلاوش ان کو قتل و تباہ کرنے لگا تو انھوں نے اس سے بھی مخالفت پیدا کی۔ قیصر کے پاس اس کی شکایت لے گئے۔ قیصر نے ارکلاوش اور اس کے کاتب نیقانوس [نیقالوس] کو طلب کر کے ان کی شکایتیں پیش کیں۔ اس نے ان کے دعاوی مسترد کر دیے۔ رؤسائے روم نے ارکلاوش کے بحال رکھنے کی رائے دی؛ اس وجہ سے قیصر نے اس کو حکومت پر بحال رکھا اور قدس شریف کی طرف واپس کر دیا۔

ارکلاوش بعد مراجعت یہودیوں سے بہ سختی پیش آنے لگا اور اپنے بھائی اسکندر کی بی بی سے عقد کر لیا، حالانکہ اس کے بطن سے اس کی اولاد تھی۔ اسکندر کی بی بی عقد کرتے ہی مر گئی اور یہودیوں نے اس کی شکایت قیصر تک پہنچا دی۔

قیصر نے اپنا ایک سپہ سالار روم سے بیت المقدس کی طرف روانہ کیا۔ اس سپہ سالار نے قیصر کے حکم کے مطابق ارکلاوش کو اس کی حکومت کے ساتویں برس قید کر کے رومہ کی طرف بھیج دیا۔

انطیفس کو تفویض حکومت

یہودیوں پر اس کے بھائی انطیفس [انطیفوس] کو حاکم بنایا۔ یہ ارکلاوش سے زیادہ بدخصلت اور شریر تھا۔ اس نے بھی اپنے بھائی فیلقوس کی بی بی سے عقد کر لیا، حالانکہ اس کے دو لڑکے اس کے بطن سے تھے۔ علمائے یہود اور کاہنوں نے اس سے مخالفت کی۔ منجملہ ان کے یوحنا (یحیٰی) بن زکریا علیہ السلام بھی تھے، جن کو اس نے مع ایک گروہ کے قتل کر ڈالا۔ یہی نصرانیوں کے یہاں معتمد کہلاتے ہیں کیوں کہ انھوں نے بہ زعم نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اصطباغ (بپتسمہ) دیا تھا۔

طبریانوس قیصر

اس کے زمانہ حکومت میں اوغسطش قیصر کا انتقال ہوا اور بجائے اس کے طبریانوس تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ نہایت بدمزاج، کمینہ خصلت تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار بعیلاس کو سونے کا ایک بت لے کر قدس شریف کو بھیجا تا کہ یہود اس کی پرستش کریں۔ یہودیوں نے اس بت کی

پرستش سے انکار کیا۔اس پر بطیلاس نے ایک گروہ کوان میں سے قتل کر ڈالا۔ یہودی مجتمع ہو کر اس سے مقابلے پر آئے اوراس کو مار کر بھگا دیا۔

انطیفس کی جلاوطنی

طبریانوس نے ایک ہزار لشکر دوسرے سپہ سالار کے ساتھ روانہ کیا جس نے انطیفس کو گرفتار کر کے طبریانوس کے پاس بھیج دیا اوراس نے انطیفس کو اندلس کی طرف جلاوطن کر دیا اور یہ وہیں جا کر مر گیا۔اس کے بعد یہودیوں پر [اغرباس] بن ارستبلوس مقتول حکومت کرنے لگا۔

نیروش 1

اسی کے زمانہ حکومت میں طبریانوس قیصر مر گیا اور [نیروش2] حکومت کی کرسی پر بیٹھا۔ یہ ان سب سے زیادہ شریر تھا جو اس سے پیشتر گذر چکے تھے۔اس نے ایک مذبح (قربان گاہ) اور معبد بنوایا۔سوائے یہودیوں کے اور باقی سبھوں نے اس کے مذبح اور معبد کی پرستش کی۔ نیروش نے یہودیوں کے زیروزبر کرنے کو افیلوحکیم کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اس نے یہود کو تنگ اور بے حد مجبور کیا۔اسی اثنا میں اس کی بدافعالی اور بدکرداری سے اہل دولت نے دفعۃً نیروش پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو جنگل میں سر راہ پھینک دیا، جس کو صحرائی کتوں نے کھا لیا۔

قلدیوش قیصر

نیروش کے بعد قلدیوش قیصر رومہ کے تخت حکومت پر بیٹھا۔اس نے افیلوحکیم کو مع ان لوگوں کے جو اس کے ساتھ بیت المقدس گئے تھے واپس بلا لیا اور نیروش کے بنائے ہوئے مذبح کو منہدم کرا دیا اور [اغرباس] اپنی حکومت کے تیئیسویں سال مر گیا۔

---

1 نیروش اور نیرون دونوں صحیح ہیں، دارالفکر کے ایڈیشن میں نیروش ہے [158:2] اور دارالکتب العلمیہ کے نسخے میں نیرون ہے۔[155:2] [م۔ص]

2 عربی نسخے میں نیروش ہے۔ جب کہ ''اصل'' میں نبروش (ی کے بجائے ب) تھا۔عربی نسخے کے مطابق متن میں نیروش لکھ دیا گیا ہے۔(158:2)[م۔ص]

بلادِ یہود اور ارمن میں طوائف الملو کی

اس کے بعد اس کا لڑکا اغر باس یہود پر بیس برس تک حکمرانی کرتا رہا۔ اس کے زمانے میں بلاد یہود اور ارمن میں طرح طرح کے فتنے وفسادات برپا ہوتے رہے۔ رہزنی، سرقہ علانیہ ہونے لگا۔ دن دہاڑے شہر میں راہ چلنے والے لوٹ لیے جانے لگے۔ ایک دوسرے کو ذرا ذرا سی باتوں پر قتل کر ڈالتے تھے۔ شہر کے اکثر باشندے اس خوف سے شہر کو چھوڑ کر چلے گئے۔

فیلقوس قیصر

انھیں دنوں میں قلد یوش مر گیا اور بجائے اس کے فیلقوس حکومت کرنے لگا۔ فتنہ پردازوں نے ان یہودیوں کی جو قدس شریف سے نکل آئے تھے شکایت کی کہ یہ رومیوں کی مذمت اور برائی کرتے ہیں۔ اس نے ان آوارہ وطنوں کے قتل و غارت کے لیے ایک لشکر روانہ کیا، جس نے ان کو نہایت ذلیل اور خوار کیا۔ اس زمانے میں ان کا سب سے بڑا کاہن عنائی [عنانی] تھا جس کا نام عازار تھا۔ یہ بھی منجملہ انھیں لوگوں کے تھا جو قدس شریف سے نکل آئے تھے۔ اشرار کا ایک گروہ اس سے ساز [باز] کر کے بلاد یہود اور ارمن پر شبخون مارنے لگا اور ان کو لوٹ لینا اور گرفتار کر کے قتل کرنا شروع کیا۔ ارمن نے اس کی شکایت فیلقوس قیصر سے کی۔

فیلقوس کے سپہ سالار کا یہودیوں پر تشدد

فیلقوس نے ایک سپہ سالار کو ان کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ اس نے بجائے اس کے بیت المقدس میں پہنچ کر یہودیوں پر ظلم وستم کرنا شروع کر دیا۔ یہودیوں نے فیلقوس کے سپہ سالار کو بیت المقدس سے نکال دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ کو مار ڈالا۔

سپہ سالارِ فیلقوس کی بادشاہ یہود اغر باس سے ملاقات

فیلقوس کا سپہ سالار بھاگ کر مصر پہنچا اور یہاں اس نے اغر باس بادشاہ یہود سے ملاقات کی جب کہ وہ رومہ سے واپس آ رہا تھا۔ فیلقوس کے سپہ سالار نے اس سے یہودیوں کی شکایت کی اور جب یہ بیت المقدس پہنچا تو یہودیوں نے فیلقوس کے سپہ سالار کے ظلم و جور کی

شکایت کی اور اس کی مخالفت کا ارادہ ظاہر کیا۔ اغرباس نے ان کو نرمی کے ساتھ اس فعل سے باز رکھنا چاہا تا آنکہ اس کی خبر قیصر کے کانوں تک پہنچی۔

اغرباس کے رومی ساتھیوں پر عازار کا حملہ

پھر عازار [بن] عنائی [عنانی] نے موقع مناسب دیکھ کر ان رومیوں پر حملہ کر دیا جو اغرباس کے ہمراہ آئے تھے اور ان کو چن چن کر مع ان کے سپہ سالاروں کے مار ڈالا۔

عازار اور یہودیوں میں جنگ

یہ امر اشیاخ یہود کو ناگوار گذرا اس وجہ سے وہ سب کے سب مجتمع ہو کر عازار کی لڑائی کے قصد سے اغرباس کے پاس آئے۔ یہ ان دنوں قدس شریف کے باہر پڑا ہوا تھا۔ اس نے تین ہزار جنگ آور سپاہی لڑائی کرنے کو بھیجا۔ عازار اور یہودیوں سے لڑائی چھڑ گئی۔ عازار نے ان کو ہزیمت دے کر شہر سے نکال باہر کیا اور شاہی محل کو ویران کر کے اس کے سامان واسباب اور ذخائر کو لوٹ لیا۔

دمشق وقیساریہ کے یہودیوں کا قتل عام اور اس کا رد عمل

اغرباس اور کاہنین اور علما اور شیوخ یہود قدس شریف کے باہر پڑے رہ گئے اور جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ ارمن نے دمشق اور اس کے اطراف اور قیساریہ میں یہود کو چن چن کر قتل کیا ہے تو یہ ان کے بلاد کی طرف بڑھے اور اطراف دمشق میں جو ارمنی ہاتھ آئے ان کو قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں اغرباس قیصر کے پاس گیا اور اس کو اس واقعے سے مطلع کیا۔ اس نے اپنے اس سپہ سالار کو ارمن کی طرف جانے کو لکھا جو فارس سے لڑائی کرنے کو گیا تھا۔

سپہ سالار روم اور عازار کی جنگ

چنانچہ سپہ سالار روم فارس پر فتحیابی حاصل کرنے کے بعد ارمن کے بلاد کی طرف بڑھا۔ اس اثنا میں دوسرا فرمان اس مضمون کا صادر ہوا کہ ارمن سے اعراض کر کے اغرباس کے ہمراہ قدس شریف کو چلے جاؤ۔ سپہ سالار روم اس فرمان کے پاتے ہی اپنے لشکر کو مجتمع کر کے قدس شریف کی جانب روانہ ہوا اور جن شہروں پر ہو کر گذرا ان کو خراب کرتا گیا تا آنکہ وہ عازار سے

مڈبھیڑ ہو گیا۔ عازار کو پہلی لڑائی میں ناکامی ہوئی اس وجہ سے وہ ہزیمت اٹھا کر قدس شریف میں چلا آیا اور سپہ سالار روم اور کسیتا [کسنینا] والی قیساریہ بیت المقدس کے باہر ٹھہرے رہے۔ پھر عازار نے یہودیوں کو جمع کر کے ان پر دفعۃً حملہ کیا۔ کسیتا [کسنینا] اور اغرباس لڑائی کے میدان سے ایسے بھاگے کہ انھوں نے قیصر کے پاس پہنچ کر دم لیا۔

بلادِ یہود پر قیصر کا حملہ

اتفاق سے اسی وقت اس کا سپہ سالار اعظم اسبنانوس [اسبسیانوس] نامی بلاد مغرب سے اندلس فتح کر کے آیا تھا۔ قیصر نے اس کو بلاد یہود پر حملہ کرنے کو روانہ کیا اور اس کو یہودیوں کے نیست و نابود کرنے اور ان کے قلعات کو مسمار و خراب کرنے کا تاکیدی حکم دیا۔ اسبنانوس [اسبسیانوس] اور اس کا لڑکا طیطوس اور اغرباس بادشاہ یہود رومہ سے روانہ ہوئے اور انطاکیہ پر پہنچ کر اپنے لشکر کی ترتیب میں مصروف ہوئے۔

یہودیوں کی دفاعی تیاریاں

یہود بھی ان کی آمد کی خبر سن کر مستعد ہو گئے اور تین گروہ ہو کر تین طرف پھیل گئے۔ ان کے ہر گروہ کے ساتھ ایک ایک کاہن تھا۔ عنانی کاہن اعظم دمشق اور اس کے اطراف میں رہا اور اس کا لڑکا عازار کاہن بلاد اروم میں رملہ [ایلہ] تک اور یوسف ابن کریون کاہن طبریہ اور جبل الخلیل اور اس کے اطراف میں متعین کیا گیا۔ اس کے علاوہ جو بلاد حدود مصر تک باقی رہے ان کی حفاظت کے لیے اور کاہنوں کو مقرر کر دیا۔ ہر ایک کاہن نے اپنے اپنے قلعوں کی فصیلیں درست کر کے لشکر کو مرتب کر لیا۔

یوسف بن کریون کا دفاع

سپہ سالار اسبنانوس [اسبسیانوس] انطاکیہ سے نکل کر بلاد ارمن کی طرف بڑھا اور اس طرف سے یوسف بن کریون نے طبریہ سے نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔ اہل طبریہ نے اس کی غیبت میں روم کی اطاعت قبول کر لی۔ یوسف یہ واقعہ سن کر سخت برہم ہوا اور لڑائی کے میدان سے طبریہ کی جانب چلا۔ جس قدر رومیوں کو پایا قتل کر ڈالا۔ اہل طبریہ

نے ڈر کر اس سے معافی چاہی۔ بعد اس کے اہل جبل الخلیل سے بھی یہی حرکت سرزد ہوئی اور اس کی خبر یوسف کو ہو گئی۔ یوسف نے ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیے جو اہل طبریہ کے ساتھ کیے تھے۔

پھر اسبنانوس چالیس ہزار رومیوں کو لے کر عکا سے یوسف بن کریون سے لڑنے کو چلا۔ [اسبیانوس کے ساتھ 1] اغرباس بادشاہ یہود [تھا] اور اردم کے سوائے کل ارمنی اس کے ہمراہ تھے کیوں کہ اردم زمانہ ہرقانوس سے یہود کے حلفا میں تھے۔ غرض اسبنانوس نے یوسف بن کریون پر طبریہ میں پہنچ کر حملہ کیا لیکن پہلے ہی حملے میں خود اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مجبور ہو کر صلح کا خواستگار ہوا۔ یوسف ابن کریون نے اہل قدس کے مشورے پر اس کی درخواست کی قبولیت کو موقوف رکھا۔

اس اثنا میں اسبنانوس کو ایک خارجی مدد پہنچ گئی۔ اس کو اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا اور دوبارہ قلعے کے باہر لڑائی چھڑی تا آنکہ یوسف بن کریون کے سپاہیوں کی تعداد کم ہو گئی۔ مجبور ہو کر یوسف نے قلعے کا دروازہ بند کر لیا۔ پچاس دن تک پانی نہ ملا آخر الامر ایک قلیل جماعت کے ساتھ یوسف قلعے سے نکلا۔ رومیوں نے اس کا آگا روکا اور اسبنانوس نے امان دے دی۔ چنانچہ یوسف اس کی طرف مائل ہوا چاہتا تھا اور اسبنانوس کی قوم یوسف کے قتل کی کوشش میں تھی۔ یوسف نے یہ رنگ دیکھ کر ان کی رائے سے اتفاق کر لیا۔ جب وہ سب کے سب قتل ہو گئے اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تب یوسف اسبنانوس [اسبیانوس] کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہود نے اس کو یوسف کے قتل پر ابھارا لیکن اسبنانوس نے اس سے انکار کیا اور اس کو آزاد کر دیا اور اعمال طبریہ کو خراب اور اس کے رہنے والوں کو قتل کر کے قیساریہ کو واپس آیا۔

یوحنان یہودی کی غارت گری

ابن کریون کہتا ہے کہ انھیں واقعات کے اثنا میں یہودیان قدس میں اس وجہ سے فتنہ و

1 عربی متن کے مطابق اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کی وضاحت اس لیے بھی ضروری تھی کہ اضافے کے بغیر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اغرباس اور اردم کے علاوہ بھی اسبیانوس کے ساتھ تھے، جب کہ اغرباس اسبیانوس کے ساتھ تھا اور اردم اس کے مخالف تھے۔ [م۔ ص]

فساد برپا ہو گیا کہ جبل الخلیل کے شہر کوشالہ میں ایک یہودی یوحنان نامی رہتا تھا۔ اس کے پاس چند اوباش طبیعت یہودی مجتمع ہوئے جن کی وجہ سے اس کی رہزنی، قتل وغارت کی قوت بڑھ گئی۔ جس وقت روم نے کوشالہ پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑا اس وقت یوحنان قدس شریف میں چلا آیا۔ اس نے ان شہروں کے اوباش طبیعت یہودیوں سے رسم الفت پیدا کر لی جس کو روم نے فتح کر لیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے اہل قدس پر بیجا حکومت شروع کر دی۔

عنانی کاہن کی مزاحمت

عنانی کاہن اعظم نے اس سے مزاحمت کی اور بجائے اس کے دوسرے شخص کو مقرر کرنا چاہا مگر شیوخ یہود نے عنائی [عنانی] کاہن کی رائے سے مخالفت کی اور یوحنان کو اس مخالفت سے یہودیوں کے قتل کرنے کا موقع مل گیا۔

یوحنان کو اروم کی مدد

یہودی جب اس کے ہاتھوں مارے جانے لگے تو وہ مجتمع ہو کر عنائی [عنانی] کاہن کے پاس گئے اور اس کے ساتھ ہو کر یوحنان سے لڑنے کو نکلے۔ یوحنان نے قدس شریف میں قلعہ بندی کر لی۔ عنانی نے صلح کی درخواست پیش کی مگر یوحنان انکار کر کے روم سے مدد کا خواستگار ہوا اور روم نے بیس ہزار جنگ آور سپاہیوں کو اس کی مدد کو روانہ کیا۔ عنانی شہر پناہ کی فصیلوں سے حملہ کرنے لگا۔ ایک روز حالت غفلت میں باہر سے اروم کے سپاہی ایک ناگہانی نابرداشتی حملہ کر کے شہر میں گھس پڑے اور اندر سے یوحنان جدوجہد کر کے نکل آیا اور اروم کے ساتھ ہو کر پانچ ہزار کو قتل کر ڈالا امرا اور اہل دول کا مال واسباب لوٹ لیا اور ان شہروں پر بھی حملہ کر دیا جو رومیوں کے سایۂ امن وعاطفت میں تھے۔

عنانی کاہن کو اسبنانوس کی مدد

عنائی [عنانی] نے مجبور ہو کر اسبنانوس اور اس کے لشکر سے اعانت طلب کی چنانچہ اس نے قیساریہ سے یوحنان پر حملہ کیا۔ جب نصف راہ پر پہنچا یوحنان بیت المقدس سے نکل کر پہاڑی گھاٹیوں میں جا چھپا۔ اسبنانوس نے تعاقب کر کے اس کے ہمراہیوں میں سے اکثر کو گرفتار

کر کے قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں بلاد روم کی طرف گیا اور اس کو فتح کر کے سبسطیہ (بلاد سامرہ) پر کامیابی کا پھریرہ اڑاتا اور اپنے مقبوضہ شہروں کو آباد کرتا ہوا قیساریہ کی جانب واپس ہوا، تا کہ چندے وہاں آرام کر کے پھر بیت المقدس کی سیر کو آئے۔ اس اثنا میں یوحنان نے پہاڑی گھاٹیوں سے نکل کر شہر پر ایک عام خونریزی کے بعد قبضہ کر لیا اور شہر کو جی کھول کر لوٹا۔

شمعون

ابن کریون کہتا ہے کہ یوحنان کے زمانۂ عدم موجودگی میں شمعون نامی ایک شخص نے بھی چندروز کے لیے شہر پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ اس کے پاس [1] چور، ✿ اوباش طبیعت، آوارہ گرد بیس ہزار کے قریب جمع ہو گئے۔ اہل روم نے ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا مگر وہ شکست اٹھا کر واپس آیا اور اس نے شہر پر خاطر خواہ قبضہ کر لیا اور لوگوں کے مال و اسباب لوٹ لیے اور اس کے بعد جوش مردانگی میں آ کر اروم سے لڑنے گیا۔ اس اثنا میں یوحنان نے پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ جب وہاں سے واپس ہو کر آیا تو یوحنان کو شہر میں موجود پایا، تو اس نے اس کا محاصرہ کر کے لگاتار حملے شروع کر دیے۔ یوحنان کو ان لڑائیوں میں کامیابی ہوئی۔ ایک بڑی مخلوق کو اس نے قتل کر ڈالا۔ عوام الناس نے شمعون سے پھر مدد چاہی۔ یہ ان کی خواہش کے موافق مدد کرنے کے لیے گیا مگر ان کے ساتھ اس نے بدعہدی کی اور بدکرداری میں یوحنان سے بھی بڑھ گیا۔

اسبنانوس اور نطاؤس کی جنگ

ابن کریون روایت کرتا ہے کہ اس کے بعد اسبنانوس کے کانوں تک یہ خبر پہنچی جب کہ وہ مضافات قیساریہ میں تھا کہ قیصر روم [قیروش] مر گیا ہے اور اس کی جگہ اہل رومہ نے ایک کمزور شخص نطاؤس نامی کو حکومت کی کرسی پر بٹھایا ہے۔ بطارقہ یہ سن کر سخت برہم ہوئے اور انھوں نے اسبنانوس کی حکومت پر اتفاق کر لیا۔ اسبنانوس اپنا نصف لشکر اپنے لڑکے طیطوش کے

---

1 اصل نسخے میں اس جگہ دو صفحے نہیں تھے۔ ادارہ الرشید دیوبند 1988 کے نسخے سے یہ کمی پوری کی گئی ہے۔ وضاحت کے لیے علامت ✿ بنادی گئی ہے۔ [م۔ص]

پاس چھوڑ کر رومہ کی طرف نطاؤس سے لڑنے کی غرض سے گیا اور اسے شکست دے کر قتل کر ڈالا پھر اسپانوس اسکندریہ کی جانب گیا اور وہاں سے کشتی پر سوار ہوا اور طیطوش قیساریہ میں آ گیا۔

بیت المقدس میں بدامنی

یہاں تک کہ جاڑے کی فصل تمام ہونے پر آ گئی اور یہودیان قدس میں فتنہ فساد اور قتل اس درجہ بڑھ گیا کہ گلی کوچوں میں خون بہہ رہا تھا پھر کاہنوں کو مذبح میں قتل کیا۔ بقیہ جو لوگ تھے وہ مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے کیوں کہ تمام راستوں میں خون جاری تھا اور چھت پر سے لوگ راہ چلتوں کو پتھروں سے مارتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یوحنان کو شمعون پر فتح یابی ہو گئی تھی اور یہ خبیث لوگوں کو تنگ کر رہا تھا۔

طیطوش کا محاصرۂ بیت المقدس

یہاں تک کہ جاڑے کی فصل گذر گئی تو طیطوش لشکر روم لے کر حملے کے خیال سے بیت المقدس پہنچ کر شہر پناہ کے دروازے پر اپنا خیمہ نصب کرا کے اپنے لشکر کے لیے قیام گاہ تجویز کرنے لگا اور اہل شہر کو صلح کا پیام دیا مگر اہل شہر اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور اس سے لڑنے کی غرض سے کمین گاہوں میں چھپ کر مقابلہ کیا جس سے طیطوش کا غصہ بے حد بڑھ گیا۔ اس کے دوسرے روز شہر کی شرقی جانب جبل زیتون پر جا کر قیام کیا اور لشکر کی ترتیب اور آلات حصار فراہم کرنے میں مصروف ہوا۔

یہودیوں کی شدید مدافعت

یہودیوں نے آپس میں اتفاق کر لیا اور باہمی جھگڑے دور کر کے اس سے لڑنے کے لیے نکلے مگر پسپا ہو کر بھاگے اور پھر لوٹ کر لڑے اور کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد آپس میں پھر ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے اور باہم لڑنے لگے۔ اس اثنا میں یوحنان نے قدس شریف میں عید الفطر کے روز داخل ہو کر کاہنوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا اور ایک گروہ کو مسجد کے باہر مارا۔ طیطوش نے موقع مناسب دیکھ کر حملہ کر دیا۔ یہودیوں نے نہایت سختی سے اسے پسپا کر دیا اور اس کی لشکر گاہ تک تعاقب کرتے چلے آئے۔ طیطوش نے صلح کی غرض سے اپنے سپہ سالار

نیقانور کو یہود کے پاس بھیجا۔ اتفاق سے اس کو ایک ایسا تیر لگا کہ یہ اپنے مقام ہی پر رہ گیا۔ طیطوش اس کے مارے جانے سے سخت برہم ہوا اور اس نے چند لوہے کے ایسے برج بنوائے جو شہر پناہ کی فصیلوں کے مقابلے میں تھے اور اس میں جنگ آور سپاہیوں کی ایک معقول تعداد مقرر کر کے لڑائی کے لیے نکلا۔ قضائے کار یہود نے ان برجوں پر قبضہ کر کے ان کو توڑ کر جلا دیا اور پھر لڑائی کے میدان میں اس سے لڑنے کے لیے آموجود ہوئے۔ یوحنان نے قدس شریف پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے ساتھ چھ ہزار کی جمعیت تھی اور شمعون کے ہمراہ دس ہزار یہود اور پانچ ہزار ادوم اور باقی یہود عازر کی رکاب میں تھے۔

طیطوش کا بیت المقدس پر دوسرا حملہ

طیطوش نے دوبارہ حملہ کیا اور اس حملے میں اس نے شہر پناہ کے ایک برج کو توڑ کر اس پر قبضہ کر لیا لیکن یہود نے پھر اسے درست کر لیا۔ لڑائی کا بازار بے حد گرم ہو گیا۔ طیطوش بذات خود لڑتا رہا۔ پھر اس کی تازہ کوشش نے آلات کے ذریعے سے دوسرے برج کو منہدم کر دیا۔ یہود نے پھر اسے بنا لیا اور اس کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اسی حالت سے چار روز گذر گئے۔ ✿ اس عرصے میں طیطوش کی مدد کے لیے اطراف و جوانب سے لشکر آ گیا۔ یہود نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیے۔ طیطوش نے لڑائی موقوف کر کے ان کو مصالحت کے لیے طلب کیا۔ یہود نے اس سے انکار کیا۔ پانچویں روز خود طیطوش آیا اور اس نے یہود کو مخاطب کر کے صلح کے لیے بلایا۔ مگر اس کے کہنے کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اتنے میں یوسف بن کریون آ گیا اور اس نے لوگوں کو سمجھایا اور ان کو رومیوں کے امن میں رہنے کی رغبت دلائی اور حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ طیطوش نے ان کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس سے اکثر یہود صلح کی طرف مائل ہو گئے لیکن ان کو ان رؤسائے یہود نے روکا جو شہر سے خارج تھے اور ان یہود کو قتل کرنے لگے جو رومیوں سے ملنے کو نکلے تھے۔ تا آنکہ شہر میں کوئی ان کا مخالف نہ رہا۔

محاصرۂ بیت المقدس

طیطوش نے یہود کی اس سخت مزاجی سے تنگ آ کر بلا جدال و قتال محاصرہ جاری رکھا۔ غلے کی آمد و رفت روک دی، جو لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر چرانے کے لیے نکلتے تھے ان کو

رومی قتل کر ڈالتے اور سولی دے دیتے تھے۔ آخر کار طیطوش کو ان کی بے کسی پر رحم آیا اور اس نے ان کے قتل سے اپنے سپاہیوں کو منع کر دیا۔

بعد اس کے اس نے بقیہ یہود پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ یہود نے نہایت استقلال سے جواب دینا شروع کیا۔ جب یہ لڑائی خوف ناک اور سخت نظر آنے لگی اور گرسنگی حد سے متجاوز ہوگئی تو متائی کاہن اردم سے امن کا خواستگار ہوا، (یہ وہی شخص ہے جس نے شمعون کو یوحنان کے مقابلے پر قائم کیا تھا۔) شمعون نے اس کو اور اس کے لڑکوں کو اور کاہنوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ علاوہ ان کے اور ان علما اور ائمہ کو تہ تیغ کیا جو روم سے مستامن ہونے کے خواستگار ہوئے تھے۔ عازر بن عنانی بھی اس رائے کا مخالف تھا لیکن وہ بیت المقدس سے نکل نہ سکا۔

اس محاصرے اور کمیابی غلہ سے یہ نوبت پہنچی کہ اکثر یہود شدت گرسنگی سے مر گئے اور جانوروں کی کھالیں اور درختوں کے پتے اور مردہ کھانے لگے۔ اس پر جب آسودگی نہ ہوئی تو بعضوں نے دوسرے کمزور آدمیوں کو کھانا شروع کر دیا۔ اسی زمانے میں ایک عورت نے اپنے لڑکے کو کھا لیا تھا۔ جب اس کی اطلاع رؤسائے یہود کو ہوئی تو ان کو اس حالت پر رحم آیا اور انھوں نے شہر سے یہود کو نکلنے کی اجازت دے دی۔ اجازت کا ہونا تھا کہ ایک گروہ شہر سے نکل کھڑا ہوا۔ ان میں سے اکثر کھانا کھاتے ہی مر گئے اور بعضوں نے چونکہ وقت خروج جواہر اور سونا نگل لیا تھا۔ اس وجہ سے رومی ان کو قتل کر کے ان کا پیٹ پھاڑ کر جواہر اور سونا نکال رہے تھے۔

طیطوش کا بیت المقدس پر قبضہ

طیطوش کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے سپاہیوں کو منع کر دیا اور شہر پر قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے حملہ کر دیا۔ یہود میں تو یہ قوت ہی باقی نہ رہی تھی کہ اس کا مقابلہ کرتے اس نے شہر پناہ کے اس برج کو منہدم کر دیا جس میں یہود مجتمع ہو رہے تھے۔ تب یہود وہاں سے مسجد کی طرف بھاگے۔ قلعے والوں نے تھوڑی دیر تک مقابلہ کیا لیکن طیطوش کی قسمت میں اس سے پہلے کامیابی لکھی جا چکی تھی۔ ان یہود کو بھی ہزیمت ہوئی اور اس نے شہر پناہ کی دیواروں سے مسجد تک کی عمارتیں منہدم کرا دیں۔

ابن کریون اسی حالت میں ایک اونچے مقام پر کھڑا ہوا یہود کو روم کی اطاعت کی ترغیب

دے رہا تھا۔ کاہنوں کی ایک جماعت طیطوش کے پاس آئی۔ اس نے ان کو امان دے دیا۔ چونکہ بقیہ رؤسائے یہود نے عوام الناس کو امان لینے سے روکا: اس وجہ سے طیطوش نے اسی عام خونریزی میں صبح کیا اور شام ہوتے ہوتے رومیوں نے مسجد پر قبضہ کرلیا۔ یہ لڑائی کچھ دنوں تک جاری رہنے سے شہر پناہ منہدم ہوگئی، ہیکل کی دیواریں ٹوٹ گئیں۔ رومی لشکر کے محاصرے سے اکثر یہود مر گئے اور بہتیرے بھاگ گئے۔ ہیکل میں رومیوں نے بتوں کو رکھا۔ اس کے دروازوں پر آگ روشن کردی۔ کاہنوں نے اپنے دین کو یوں خراب ہوتے دیکھ کر آگ میں جل کر اپنی اپنی جانیں دے دیں۔

شمعون اور یوحنان صیہون [صہیون] کی پہاڑیوں میں جا چھپے۔ طیطوش نے ان کو امان دینا چاہا لیکن انھوں نے اس رعایت کو منظور نہ کیا۔ بعد چندے راستہ کاٹ کر شب کو بیت المقدس میں چلے آئے اور طیطوش کے ایک سپہ سالار کو قتل کر کے اپنے مقر پر چلے گئے۔ اس کے بعد اس کے متبعین اس سے علاحدہ ہو گئے۔

طیطوش کی واپسی

یوحنان مجبوراً طیطوش کے دربار میں حاضر ہوا۔ طیطوش نے اس کو قید کرلیا۔ یوشع کاہن مسجد کے اسباب (جن میں دو شمعدان اور ایک میز سونے کا تھا۔) لے کر اس کے پاس آیا۔ [فنحاس[1]] خازن ہیکل گرفتار کرلیا گیا۔ اس نے بیت المقدس کے خزانے کی کنجیاں طیطوش کو دے دیں۔ طیطوش کل مال اور اسباب وخزانہ لے کر مع قیدیوں کے بیت المقدس سے کوچ کر گیا۔

مقتولین کی تعداد

ابن کریون کہتا ہے کہ بہ روایت مناحیم (جو مقتولوں کے دفن کرانے پر متعین تھا۔) اس واقعے میں ان مقتولوں کی تعداد جو دفن کی غرض سے شہر کے دروازے پر لائے گئے تھے، ایک لاکھ پچیس ہزار آٹھ سو تھی۔ علاوہ مناحیم کے دوسروں کا یہ بیان ہے کہ بہ استثنا ان لاشوں کے جو گڑھوں میں ڈال دی گئی تھیں یا قلعے کے باہر پھینکی گئی تھیں، مقتولوں کی تعداد چھے لاکھ تھی۔ اور

---

1. اصل نسخے میں فنحاص (ص کے ساتھ) تھا، جب کہ عربی نسخوں میں "س" سے فنحاس۔ لکھا ہے۔ [م۔ص]

بعضے کہتے ہیں کہ اس واقعے میں [گیارہ لاکھ[1]] قتل کیے گئے اور ایک لاکھ قید کر لیے گئے، جن کو طیطوش منزل بہ منزل درندوں کو کھلاتا جاتا تھا۔ تا آنکہ سب قیدی تمام ہو گئے۔ اسی واقعے میں شمعون بھی مارا گیا مگر غرار [فرار] بن عفان اس عام خونریزی سے بچ گیا کیوں کہ جس وقت شمعون نے حتیتا [امتائی] کاہن کو قتل کیا تھا اسی وقت یہ بیت المقدس سے نکل گیا تھا۔

حکومت یہود کا خاتمہ

بقیہ یہود کا یہ حال ہوا کہ جب طیطوش بیت المقدس سے نکل کر اس کے کسی قریہ پر پہنچا اور اس کا محاصرہ کیا تو اس کو یہود کی جمعیت کی خبر پہنچی۔ اس نے ایک لشکر اپنے سلیاس سپہ سالار کے ہمراہ ان کو منتشر کرنے کی غرض سے بھیج دیا۔ اس نے ایک مدت تک ان کو محاصرے میں رکھا۔ بعد ازاں وہ رومیوں کی طرف نکلا۔ لڑائی ہوئی، ان میں سے اکثر مارے گئے، باقی رہا یوسف ابن کریون۔ اس کے اہل و عیال اس واقعے میں مغفور ہو گئے جن کے حالات سے بعد کو کچھ آگاہی نہ ہوئی۔

طیطوش نے اس کو اپنے پاس رومہ میں رکھنا چاہا تھا لیکن اس نے بہ لجاجت ارض مقدسہ میں رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ طیطوش نے اس کی التجا قبول کر لی، چنانچہ اس کو بیت المقدس میں وقت روانگی چھوڑ گیا، اسی وقت سے یہود کی دولت کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا۔

---

1 اصل نسخے میں "ایک کروڑ ایک لاکھ" تھا، جب کہ صحیح گیارہ لاکھ ہے، جیسا کہ متن میں تصحیح کی گئی ہے۔ عربی نسخے مطبوعہ دار الکتب العلمیہ (163:2) اور دار الفکر (164:2) دیکھیے۔ [م۔ص]

شجرۂ نسب ملوک بنی ہیرودس

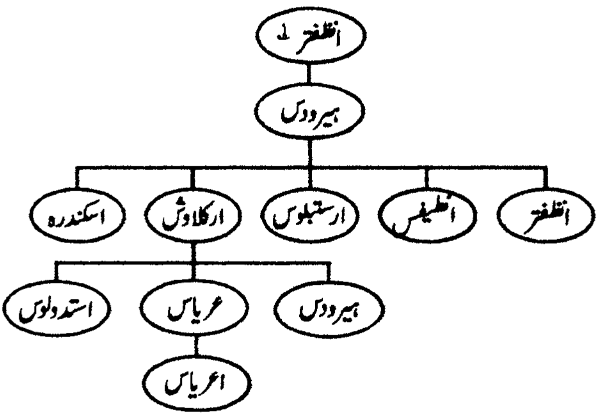

۱ یہ ملوک بنی ہیرودس کا مورث اعلیٰ و ہرقانوس آخری بادشاہ حسمنائی پر مستولی ہو گیا تھا۔

شجرۂ نسب ملوک بنی ہیرودس[1]

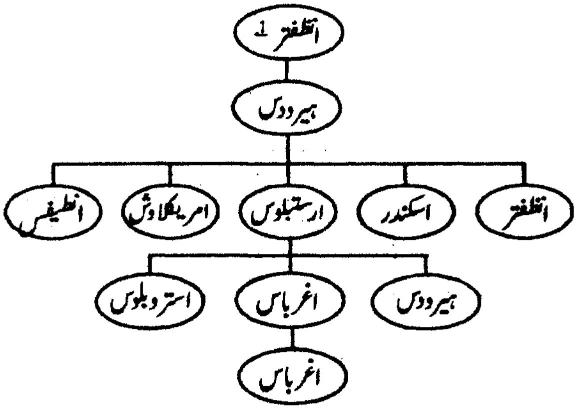

[1] گذشتہ صفحے پر دیے گئے شجرۂ ملوک بنی ہیرودس کا تقابل عربی نسخوں میں دیے گئے شجرے سے کیا گیا تو بہت فرق ملا، اسما میں بھی اور ان کے انتساب میں بھی۔ اس لیے عربی نسخوں کے حوالے سے بنی ہیرودس کا ایک دوسرا شجرہ پیش خدمت ہے۔ [م۔ص]

شجرۂ نسب ملوک بنی حسمنائی

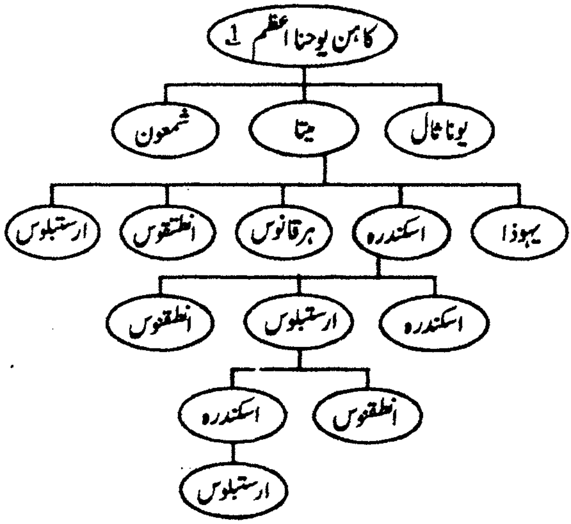

[1] یہ ملوک بنی حسمنائی کا مورث اعلیٰ اور نسل ہارون سے تھا۔

شجرۂ ملوک بنی حسمنائی [1]

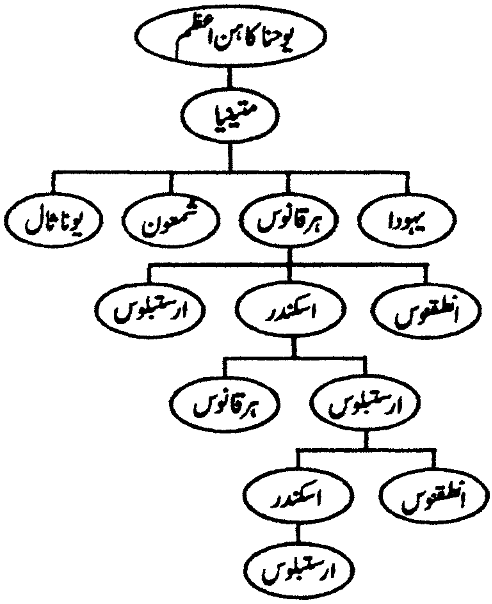

1۔ گذشتہ صفحے پر دیے گئے شجرۂ ملوک بنی حسمنائی کا مقابلہ جب عربی نسخوں سے کیا گیا تو بہت فرق تھا، اس لیے مترجم کے پیش کردہ شجرے کو باقی رکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ براہ راست عربی نسخوں کے حوالے سے ملوک بنی حسمنائی کا ایک دوسرا شجرہ بھی پیش کر دیا جائے۔ [م۔ص]

عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

اور

حوارئین واناجیل[1]

نسب

بنی ماثان جو داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھے، وہ بیت المقدس میں کہونت (مجاورت) کررہے تھے اور "ماثان" عازر بن یہود بن اخس (اکھیم) بن رادوق (صاروق) بن عازور (غرور) بن الیاقیم بن ایود (ابیہود) بن [زرو] قابل (زرُبابل) بن سالات (شیلتئیل) بن یوخنانیا (یکمیاہ) بن یوشیاہ (ملوک بنی اسرائیل کا سولھواں بادشاہ) بن امون بن عمون ابن منشا ابن حزقیا بن احاز (احز) بن یواش (یوتم) ابن احزیا[2] (عزیاہ) بن یورام بن یہوشافاط

---

1 اناجیل لفظ انجیل کی جمع ہے اور انجیل لفظ آوین جل لغت یونانی کا معرب ہے۔ دراصل یہ لفظ این جل لاطینی زبان کا تھا اور اس کے معنی پیغامبر کے ہیں۔ اس کے اول میں یونانیوں نے ای یو کا لفظ اور بڑھادیا جو "دس" لفظ انگریزی کا مقابل ہے، جس کے معنی اچھایا خوش کے ہیں۔ قدیم قاعدہ انگریزی میں حرف یو اور حرف دی ایک شمار کیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے یہ تمام لفظ آوین جل پڑھا جانے لگا اور اس کا معرب انجیل ہوا جس کے معنی خوش خبری کے ہوئے۔ چونکہ جناب مسیح نے نجات کی خوش خبری سنائی اور اس کی راہ دکھائی اس لیے اس کتاب کا انجیل یعنی خوش خبری نام ہوا۔ اب جہاں کہیں یہ لفظ بولا جاتا ہے اس سے جناب عیسیٰ کی کتاب مراد ہوتی ہے۔ (مترجم)

2 مقدس متی نے اس مقام پر تین شخصوں کے نام نسب نامے سے چھوڑ دیے ہیں؛ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحے پر)

(یہوشافط) [یہوشافاط] ابن اساہ بن رُحبعم بن سلیمان ابن داؤد صلوات اللہ علیہا کی نسل سے ہے۔ اور یوحنانیا بن یوشیا (سولھواں بادشاہ بنی اسرائیل 1) ایام جلاوطنی بابل میں پیدا ہوا تھا۔ یہ نسب میں نے انجیل متی 2 سے نقل کیا ہے۔

عمران وحنہ (والدین حضرت مریمؑ)

بنی حسمنائی کے بعد کاہنوں کی سرداری بنی ماثان کر رہے تھے۔ چنانچہ قبل زمانہ ہیرودس عمران پدر مریم کاہن اعظم تھا۔ ابن اسحاق اس کو امون بن منشا کی طرف منسوب کر کے اس کا نسب یوں بیان کرتا ہے۔ ''عمران بن یاشم بن امون بن منشا'' حالانکہ عمون اور عمران میں امتداد زمانہ کے خیال سے ایک پشت کا فرق ہونا ناممکن ہے کیوں کہ امون بیت المقدس کی ویرانی اول سے کچھ دنوں پہلے تھا اور عمران عہد حکومت ہیرودس میں ویرانی ثانی چند دنوں بعد گذرا ہے اور ان دونوں میں چار سو برس کا فرق ہوتا ہے۔

ابن عساکر نقل کرتا ہے کہ عمران زریافیل کی اولاد سے ہے، جو وقت مراجعت بنی اسرائیل بہ جانب قدس شریف ان کا حاکم تھا اور زریافیل یخنیا (بنی اسرائیل کے آخری بادشاہ)

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) کیوں کہ احزیا (عزیاہ) امصیاہ کا لڑکا ہے اور وہ یواش کا بیٹا ہے اور وہ احزیاہ کا اور احزیاہ یورام کے صلب سے ہے جیسا کہ پہلی کتاب اخبار الایام میں ہے۔ علمائے مسیح اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مقدس متی کو بھی ہدایت ہوئی تھی کہ وہ اس نسب نامے سے تین ناموں کو چھوڑ دے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہود کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے نسب ناموں اور دفتروں سے اکثر نام کو ان کی برائی یا بت پرستی کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے اور چونکہ یہ تین شخص احاب کے خاندان سے تھے، جن کی نسل کو دو مرتبہ بد دعا دی گئی تھی جس کا اثر تین پشتوں تک رہتا تھا: لہٰذا یہود نے ان ناموں کو اپنے دفتروں سے نکال ڈالا اور مقدس متی نے بھی بہ تقلید یہود ان ناموں کو نہ لکھا کیوں کہ انھوں نے یہود کی کتابوں سے یہ نسب نامہ لیا۔ (مترجم)

1 دارالفکر۔ (167:2) اور دارالکتب العلمیہ (163:2) اس جگہ بنی سلیمانؑ ہے۔ [م۔ص]

2 متی جناب مسیح کے حواریوں میں ہیں۔ آپ کا نام انگریزی میں میتھو لکھا جاتا ہے۔ آپ کا عرف لیوی ہے اور باپ کا نام الفی ہے جلیل کے رہنے والے ہیں جو صوبہ کنعان کے شمال میں ہے۔ قبل بعثت مسیح یہودیہ کے ملک میں خراج تحصیل کرنے پر مامور تھے اور بعد رفعت مسیح انجیل کے پھیلانے اور لکھنے میں مصروف ہوئے۔ اس امر کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کب پیدا ہوئے اور کب اور کہاں اور کیوں کر انتقال ہوا۔ (مترجم)

کا لڑکا ہے، جس کو بخت نصر نے قید کر لیا تھا اور اس کے بعد اس کے چچا صدقیا ہو کو حاکم مقرر کیا تھا۔ ابن عساکر نے عمران ابن ماثان سے زریافیل تک آٹھ شخصوں کو بہ اسماء عبرانیہ نسب نامے میں لکھا ہے۔ غالباً یہ نسب نامہ پہلے سے زیادہ ترصیح ہو، جس کو ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے۔

بہرکیف عمران پدر مریم اپنے زمانے کے کاہن تھے اور حنہ بنت فاقود بن فیل ان کے عقد میں تھیں، جو اس زمانے میں عابدات سے مشہور تھیں اور ان کی بہن ایشاع حضرت زکریاؑ بن یوحنا کی زوجیت میں تھیں جن کے بطن سے یحییٰؑ پیدا ہوئے۔

زکریا بن یوحنا

ابن عساکر نے زکریا بن یوحنا کو یہوشافاظ (پندرھویں [1] پادشاہ بنی اسرائیل) کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور مابین زکریا بن یوحنا اور یہوشافاظ کی بارہ پشتیں بہ اسماء عبرانیہ لکھا ہے۔ بعدہٗ یہ کہا ہے کہ یہی پدر یحییٰ نبی علیہما السلام ہیں جو ایک نبی انبیاء بنی اسرائیل سے تھے۔

یوسف بن یعقوبؑ بن ماثان

یعقوب بن یوسفؑ نجار کی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثان یعنی ماثان داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھا اور اس کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام یعقوب تھا اور دوسرے کو یواقیم کہتے تھے۔ یعقوب بن ماثان سے یوسف پیدا ہوا، جو مریم کا خطیب، نسبتی شوہر اور چچازاد بھائی تھا۔ اس کے [یوسف] چار لڑکے یعقوب، یوشا، بیلوت، یہوذا [2] اور ایک لڑکی مریم تھی۔ یہ سب پہلے بیت لحم میں رہتے تھے۔ پھر وہاں سے ناصرہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چونکہ نجاری سیکھ لی تھی اور اسی سے بسر اوقات کرتے تھے، اس وجہ سے نجار کے لقب سے مشہور و

1 مترجم نے یہوشافاظ [یہوشافاط] کو یہاں پندرھواں بادشاہ بنی اسرائیل لکھا ہے جب کہ یہوشافاظ ”عہد سلیمان“ سے شاہان قدس میں پانچواں بادشاہ ہے۔ ابن خلدون نے ابن عساکر کی جو عبارت نقل کی ہے وہ ملاحظہ ہو۔ ”ونسبہ ابن عساکر ا [illegible]لی یہوشافاظ خامس ملوک القدس من عہد سلیمان“ (نسخہ دار الفکر ,168:2 نسخہ دار الکتب العلمیہ 164:2)۔ [م۔ص]

2 دار الکتب العلمیہ بیروت (164:2) اور دار الفکر (168:2) کے نسخوں کے مطابق یوسفؑ کے پانچ لڑکے ہیں، یوشا، یعقوب، بیلوت، یہوذا اور شمعون۔ یعنی دونوں نسخوں میں آخر الذکر شمعون کا اضافہ ہے۔ [م۔ص]

معروف ہو گئے۔

مریمؑ کی ولادت

یوًاقیم نے حنّہ ہمشیرہ ایشاع زوجۂ زکریا بن یوحنا سے عقد کر لیا۔ جب تیس برس تک حنہ سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو یوًاقیم نے جناب باری میں دعا کی۔ مریم پیدا ہوئیں پس مریم لڑکی ہیں یواقیم کی اور یواقیم لڑکا ہے ماثان کا اور ماثان سبط سلیمان ابن داؤد ابن اسحاق ابن ابراہیم علیہم السلام سے ہے۔ اس صورت میں اس اعتراض کا کہ قرآن پاک میں **مریم ابنة عمران** (یعنی بیٹی ہیں عمران کی۔) لکھا ہے، جواب کافی ہو سکتا ہے کہ عمران ہی کو عبرانی زبان میں یواقیم کہتے تھے اور یہ کثیر الوقوع ہے کہ ایک شخص کے دو نام ہوا کرتے ہیں۔

طبری روایت کرتا ہے کہ حنہ مادر مریم حاملہ نہ ہوتی تھیں اس وجہ سے انھوں نے جناب باری میں یہ نذر کی کہ ''اگر میں حاملہ ہوئی تو اپنے لڑکے کو محرر کر دوں گی یعنی اس کو دنیاوی امور سے آزاد کر کے محض تیری عبادت کے لیے مخصوص کر دوں گی۔'' چنانچہ حنہ کا وضع حمل ہوا اور جنابہ مریم پیدا ہوئیں۔

مریم علیہا السلام کی کفالت

حنہ ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسجد میں لائیں اور عباد کو دے دیا۔ کاہنوں نے مریم کو لینے میں اختلاف کیا اور یہ کہا کہ بیت المقدس کی مجاورت عورت نہیں کر سکتی۔ تب زکریاؑ نے ان کو جواب شافی دے کر روکا۔ بعدہٗ ان کی کفالت اور پرورش میں جھگڑا شروع ہوا، جس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعے سے کیا گیا۔ قرعہ میں حضرت زکریاؑ کا نام نکلا۔ پس انھوں نے مریم کی تکفیل کی اور ان کو مسجد کے ایک گوشے میں ٹھہرایا، جس میں سوائے زکریاؑ کے اور کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

مریم مسجد میں بہ تعلیم زکریاؑ عبادت میں مصروف ہو گئیں اور اس قدر عبادت میں مستغرق ہوئیں کہ لوگ تمثیلاً ان کا ذکر کرنے لگے۔ اثنائے عبادت میں مریم پر عجائبات اور کرامات بھی ظاہر ہوئیں جن کا ذکر کلام پاک میں آ گیا ہے۔

زکریا و یحییٰ علیہما السلام

ایشاع زوجۂ زکریا عاقر[1] تھیں۔ دونوں میاں بی بی ضعیف ہو گئے تھے اور کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا۔ زکریاؑ نے جناب باری میں لڑکا ہونے کی دعا کی اور یہ گذارش کی کہ وہ لڑکا ایسا ہو جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو سکے۔ یعنی نبی ہو۔ اللہ جل شانہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

چنانچہ یحییٰ[2] پیدا ہوئے۔ جناب موصوف زمانۂ حکومت ہیرودس میں پیدا ہوئے۔ جنگل و بیابان میں رہتے تھے۔ ٹڈی اور شہد ان کی خوراک تھی۔ اونٹ کے بالوں کا آپ کپڑا پہنتے تھے اور چمڑے کا کمر بند ہوتا تھا۔ یہود نے بیت المقدس کے کاہنوں کا آپ کو سردار مقرر کیا۔

بعد ازاں اللہ جل وعلیٰ ذکرہ نے نبوت مرحمت فرمائی۔ آپ کے زمانے میں یہود پر قدس شریف میں انطیفس [انطیقُس] بن ہیرودس حکومت کر رہا تھا، جو اپنے باپ ہیرودس کے نام سے مشہور اور معروف تھا۔ یہ نہایت شریر اور فاسق تھا۔ اس نے اپنی بھاوج کو گھر میں ڈال لیا اور اس کو اپنی بی بی بنا لیا۔ حالانکہ اس کی بھاوج صاحب اولاد تھی چونکہ یہ امر یہودیوں کی شریعت میں جائز نہ تھا اس وجہ سے علمائے یہود اور کاہنوں نے جن میں یحییٰ بھی تھے اس کے اس فعل سے بیزاری اور نفرت ظاہر کی۔ ہیرودس نے ان سب کو مع یحییٰ کے قتل کر ڈالا۔

اس کے علاوہ لوگوں نے یحییٰ کے قتل کے بہت سے اسباب ظاہر کیے ہیں۔ لیکن یہ صحیح زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ علمائے تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ وقت شہادتِ یحییٰ، زکریاؑ زندہ تھے یا نہیں۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ جب یحییٰ قتل کر دیے گئے تو بنی اسرائیل نے زکریاؑ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ آپ جان کے خوف سے بھاگ کر ایک باغ میں پہنچے اور ایک درخت میں چھپ رہے۔ لیکن چادر کا ایک گوشہ باہر رہ گیا جس سے لوگوں کو اس حال سے آگاہی ہو گئی۔ پس انھوں نے

---

1 بے اولاد، بانجھ۔ [م۔ص]

2 یحییٰ کو یوحنا بھی کہتے ہیں۔ یہ نہایت سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اور سامان دنیا ان کی نظروں میں بالکل ہیچ تھا۔ مذہب محقق یہ ہے کہ ان کو لڑکپن ہی میں نبوت مل گئی تھی جیسا کہ آیۂ کریمہ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ و اتیناہ الحکم صبیا سے ظاہر ہوتا ہے۔ (مترجم)

آرے سے درخت کو مع زکریاؑ کے دو ٹکڑے کر ڈالا۔

بعضوں کا یہ بیان ہے کہ زکریاؑ قبل شہادت یحییٰؑ انتقال فرما چکے تھے اور جو درخت میں جا چھپے تھے اور جن کو یہود نے دو ٹکڑے کر دیا تھا، وہ شعیا نبی ہیں اور ان کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ علما نے ان کے مدفن میں بھی اختلاف کیا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ بیت المقدس میں دفن کیے گئے اور یہی صحیح ہے۔

ابو عبید بہ سند سعید ابن میتب بیان کرتا ہے کہ بخت نصر جب دمشق سے آیا اور اس نے یحییٰ بن زکریاؑ کے خون کو جوش زن پایا تو اس نے اس خون پر ستر ہزار کو قتل کیا، جس سے اس خون کا جوش رک گیا۔ لیکن یہ روایت نہایت مشکوک معلوم ہوتی ہے؛ کیونکہ یحییٰ اور مسیح علیہما السلام ایک ہی زمانے میں تھے اور یہ امر بہ اتفاق ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بخت نصر کے بہت زمانے بعد ہوئے ہیں۔

اسرائیلیات میں تالیف یعقوب بن یوسفؑ نجار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہیرودس نے زکریاؑ کو اس وقت قتل کیا ہے جب کہ مجوس، جناب ایشوع (عیسیٰ) کو ڈھونڈنے آئے تھے۔ ہیرودس نے زکریا علیہ السلام سے ان کے لڑکے یوحنا (یحییٰ) کو ان لڑکوں کے ساتھ قتل کیے جانے کے لیے طلب کیا جو بیت اللحم میں قتل ہو رہے تھے۔ لیکن اس سے پہلے ان کی ماں ان کو لے کر [شقرا] کی طرف بھاگ گئی تھیں اور اس کے خوف سے وہیں روپوش تھیں۔ زکریاؑ نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور یہ کہا کہ وہ اپنی ماں کے ہمراہ ہیں۔ ہیرودس نے آپ کے اس جواب کو کافی نہ سمجھ کر پہلے تہدید کی۔ بعد ازاں جناب موصوف کو شہید کر ڈالا اور بعد چندے خود بھی مر گیا۔ واللہ اعلم۔

ولادت مسیح کی بشارت

مریم سلام اللہ علیہا کی یہ حالت ہے کہ وہ مسجد میں عبادت کرتی تھیں۔ اللہ جل شانہ نے ان کو ولایت سے مشرف فرمایا۔ لوگوں نے ان کی نبوت میں اختلاف کیا ہے۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ نبوت مخصوص مردوں کے ساتھ ہے۔ **کما قاله ابو الحسن الاشعری** اور دلائل فریقین اپنے مواقع پر موجود ہیں۔ موقع ان کے ذکر کرنے کا نہیں ہے۔

بہر کیف ملائکہ نے مریم کو برگزیدگی کی بشارت دی اور یہ بھی بشارت دی کہ بغیر واسطۂ

عادت انسانی کے تجھ سے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ نبی ہوگا[1]۔ مریم کو اس سے تعجب ہوا۔ ملائکہ نے کہا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس کے کرنے پر قادر ہے۔ مریم یہ سن کر خاموش ہو رہیں اور یہ انھوں نے سمجھ لیا کہ خدائے پاک کا یہ ایک معجزہ ہے۔

ہیکل کی مجاورت

یعقوب بن یوسف نجار اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ حنہ مریم کی آٹھ برس عمر ہونے سے پیشتر انتقال کر چکی تھیں اور یہ بنی اسرائیل کی رسوم مذہبی سے تھا کہ جب کوئی عورت طریقہ ازدواج کو ناپسند کرتی تھی، تو اس پر ہیکل کی مجاورت فرض ہو جاتی تھی۔ اللہ جل شانہ نے یہ الہام کیا کہ ''اولاد ہارون مجتمع کی جائے اور مریم ان کی طرف رجوع کی جائیں، جس کے عصا سے کوئی علامت ظاہر ہو اس کے سپرد کی جائیں۔ اور یہ اس کی زوجہ کے مشابہ (منگیتی بیوی) ہوں گی۔ لیکن وہ ان سے حسب عادت انسانی تعلق نہیں پیدا کر سکے گا۔'' یوسف نجار بھی اس مجمع میں تھا۔ اس کے عصا سے ایک کبوتر سفید رنگ کا نکل کر اس کے سر پر بیٹھ گیا۔ زکریا نے یوسف سے کہا کہ ''یہ تیری منگیتی بیوی ہے۔ لیکن تو اس کے ساتھ زن شوئی کا تعلق نہیں پیدا کر سکے گا۔''

یوسف نجار اور مریمؑ

یوسف یہ سن کر بہ کراہت تمام مریم کو اپنے ہمراہ لے کر ناصرہ کی طرف چلا گیا۔ مریم کی عمر اس وقت بارہ برس کی تھی۔ یہ اپنے منگیتی شوہر کے ساتھ ناصرہ میں رہنے لگیں۔ ایک روز پانی

1۔ مقدس متی نے حضرت مریمؑ سے بلا واسطۂ عادت انسانی حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونے کو اپنی انجیل میں یوں تحریر کیا ہے۔ ''یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم یوسف سے منسوب ہوئی، تو اس سے پہلے کہ وہ ہم بستر ہو وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔'' (پہلا باب آیت 18) اس آیت میں جو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے وہ ہم بستر ہو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد اس اعجازی حمل کے شاید حضرت مریم یوسف سے ہم بستر ہوئی ہوں حالانکہ منگنی کے بعد حضرت مریم کا بیاہ ہونا کہیں سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ یوسف نے بہ سبب تقدس اور اس بزرگی کے جو اللہ تعالیٰ نے اس اعجازی حمل سے مریم کو مرحمت فرمائی تھی ان کا ادب کیا اور بیاہ سے باز رہا۔ چنانچہ اسی خیال سے بعض علمائے مسیحی نے اس آیت سے اس فقرے کو (قبل اس کے کہ وہ ہم بستر ہو۔) بعض نسخوں سے قصداً نکال ڈالا ہے تاکہ مریم کی ہمیشہ کی دوشیزگی ثابت رہے۔ (مترجم)

لانے کو ایک چشمے پر گئیں۔ اس مقام پر ایک فرشتہ ظاہر ہو کر آپ سے ہم کلام ہوا اور ولادت عیسیٰؑ کی بشارت دی؛ جیسا کہ قرآن پاک سے بہ نص صریح ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ بلا تعلق بشری حاملہ ہوئیں اور زکریا کے پاس بیت المقدس میں گئیں۔ لیکن وہ ان کے پہنچنے سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ اس وجہ سے مریم پھر ناصرہ کو واپس آئیں۔ یوسف یہ حمل دیکھ کر سخت متعجب ہوا۔ اس نے اپنے منہ کو طمانچوں سے لال کر لیا؛ کیوں کہ کاہنوں نے اس سے تعلق بشری پیدا نہ کرنے کی شرط کر لی تھی۔

مریم نے یوسف کو اس واقعے سے آگاہ کیا مگر اس کو ان کے کہنے پر یقین نہ ہوا، تب فرشتے نے خواب میں آ کر کہا "یہ حمل روح القدس سے ہے تو اس کو اپنے میں لے لے۔" یوسف خواب سے بیدار ہو کر مریم کے پاس آیا اور تعظیماً اس کو سجدہ کیا اور اپنے گھر لے گیا۔ انجیل متی میں یہ واقعہ یوں لکھا ہے کہ 1 جب یوسف نے مریم سے اپنی منگنی کی تو اس نے مریم کو حاملہ پایا، اس سے پہلے کہ وہ اس سے ہم بستر ہو یوسف نے بہ خوف بدنامی و رسوائی اس کے چھوڑ دینے کا قصد کر لیا تھا، مگر خداوند کے فرشتے نے خواب میں اس پر ظاہر ہو کر کہا کہ تو اس کو قبول کر لے اور اس کو اپنے پاس رکھنے سے مت ڈر، کیوں کہ جو اس سے پیدا ہونے والا ہے، وہ روح القدس سے ہے۔ چونکہ یوسف نیک نہاد اور سچا تھا، اس نے اس خواب کو سچا باور کر لیا اور ایشوع 2 اس کے یہاں پیدا ہوئے انتہیٰ۔ [کلام تمام ہوا۔]

---

1 چونکہ مورخ نے مضامین انجیل عربی انجیل سے لیے ہیں اس وجہ سے اس کا اردو ترجمہ انجیل مروجہ اردو سے نہیں ملتا اگر چہ مضمون واحد ہے۔ (مترجم)

2 ایشوع معرب یسوع کا ہے جس کے معنی نجات دینے والے کے ہیں۔ یہ حضرت مسیحؑ کا علم ہے اور بمنزلۂ ذاتی نام کے شمار کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر بعضے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اشعیا نبی نے خبر دی تھی کہ کنواری جو بیٹا جنے گی اس کا نام عمانوئیل رکھا جائے گا، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے ساتھ خدا۔ لیکن مسیح کا نام یہ نہیں رکھا گیا بلکہ یوسف نے بہ الہام فرشتہ یسوع نام رکھا۔ اس صورت میں یسوع مسیح پر یہ پیشین گوئی صادق نہ آئی لیکن یہ اعتراض معترض کی ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ یسوع حضرت مسیح کا اسم ذاتی ہے اور عمانوئیل اسمائے صفات سے ہے۔ (مترجم)

طبری کہتا ہے کہ مریم اور یوسف بن یعقوبؑ چچا زاد بھائی بہن تھے اور یہ دونوں بیت المقدس کی مجاورت کرتے تھے اور شبانہ روز وہیں رہتے تھے، سوائے قضائے حاجت کے اور کسی وقت بیت المقدس سے باہر نہ آتے تھے۔ جس وقت ان کا پانی ختم ہو جاتا تھا، اس وقت قریب ترین مقامات سے پانی لے جاتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے مریم پانی لینے کو آئیں اور یوسف ان سے پیچھے رہ گیا۔ مریم پانی لینے کو ایک گڈھے کے اندر گئیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے اسی وقت ظاہر ہو کر کہا ''انما انا رسول ربک لاھب لک غلاماً زکیا'' (میں بے شک تیرے خدا کا فرستادہ ہوں تا کہ تجھ کو ایک لڑکا ہونہار دوں۔)

وہب ابن منبہ سے مروی ہے کہ جبرئیلؑ نے مریم کے پیراہن میں پھونک دیا، جس کا اثر رحم تک پہنچ گیا اور عیسیٰ کا حمل رہ گیا۔ یوسف نجار جو مریم کا قرابت دار تھا اور ان کے ساتھ جبل صیہون [صہیون] کی مسجد میں عبادت کر رہا تھا، یہ حملِ عجوبہ دیکھ کر گھبرایا اور اس کو اس حمل کا سخت تعجب ہوا؛ کیوں کہ مریم اس کی نظروں سے کسی وقت غائب نہ ہوتی تھیں۔ اس نے اس عجوبہ حمل کا سبب دریافت کیا۔ مریم نے قدرت باری کا حوالہ دیا۔ یوسف یہ سن کر خاموش ہو گیا اور اسی سرگرمی سے مسجد کی خدمت کرتا رہا تا آنکہ اس عجوبہ حمل کی اطلاع ایشاع مریم کی خالہ کو ہوئی۔ اتفاق سے وہ بھی حاملہ تھیں اور یحییٰ ان کے بطن مبارک میں تھے۔ ایشاع نے کہا کہ میں یہ دیکھتی ہوں کہ جو میرے حمل میں ہے وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو مریم کے پیٹ میں ہے۔

ولادتِ مسیح علیہ السلام

بعد ازاں یہودیوں کے خوف سے مریم کو بیت المقدس سے چلے جانے کا حکم ہوا۔ چنانچہ یوسف ان کو اپنے ہمراہ لے کر مصر کی طرف چلا۔ اثنائے راہ میں دردِ زہ اٹھا اور وضع حمل ہوا۔ یوسف ان کو گدھے پر سوار کر کے لایا اور لوگوں سے اس راز کو پوشیدہ کرتا رہا تا آنکہ حضرت مسیح بارہ برس کے ہوئے اور ان پر کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ اور لوگوں میں یہ واقعات مشہور ہو چلے تب مریم کو یہ حکم ہوا کہ وہ عیسیٰؑ کو لے کر ایلیا (بیت المقدس) کو واپس جائیں۔ چنانچہ مریم حضرت عیسیٰؑ کو لے کر بیت المقدس میں آئیں اور یہاں ان سے معجزات ظاہر ہونے لگے۔ بیمار ان کے پاس آتے تھے اور اچھے ہو جاتے تھے۔ لوگ غیب کے حالات پوچھتے تھے۔

طبری بہ روایت سدی لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بیت المقدس کے قریب شرقی بیت اللحم 1 میں پیدا ہوئے تھے۔ ابن عمید مورخ نصاریٰ کہتا ہے کہ ولادت یحییٰ بن زکریاؑ کے تین مہینے بعد اور حکومت ہیرودس کے اکتیسویں سال اور اوغسطش قیصر کے 42ھ جلوس میں حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ جب مریم یوسف سے منسوب ہوئیں تو وہ بہ غرض اخفائے حمل ان کو اپنے ہمراہ لے کر بیت اللحم کو چلا گیا، وہیں آپ نے وضع حمل کیا۔

ایک جماعت مجوس 2 (جس کو بادشاہ فارس نے بھیجا تھا) دریافت کرتی ہوئی ہیرودس کے پاس آئی کہ ''بڑا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ ہم اس کو سجدہ کرنے کو آئے ہیں۔'' اور ہیرودس سے وہ سب باتیں ظاہر کر دیں جو کاہنین اور علمائے نجوم نے ولادت عیسیٰؑ کی علامتیں بتائی تھیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ کچھ کم یا زیادہ دو برس ہوئے وہ بیت اللحم میں پیدا ہو گیا ہے۔

بیت اللحم میں لڑکوں کا قتل عام

اوغسطش قیصر نے جب یہ واقعہ مجوسیوں سے سنا تو اس نے ہیرودس سے دریافت کیا۔ ہیرودس نے اس واقعے کی تصدیق کی اور بیت اللحم کے لڑکوں کو قتل کرانا شروع کیا۔ یوسف نجار بحکم الٰہی اس سے پہلے مع عیسیٰؑ اور ان کی ماں مریم کے مصر چلا گیا تھا اور وہیں بارہ برس تک ٹھہرا رہا۔ اسی اثنا میں حضرت مسیحؑ سے کرامات ظاہر ہو چلیں۔ پھر جب ہیرودس مر گیا جو مسیحؑ کے قتل کی فکر میں تھا تو بہ الہام خدا یوسف مع عیسیٰؑ اور مریمؑ کے ایلیا کو واپس آیا۔ غرض اس طرح خداوند کی یہ

---

1 بیت اللحم یہودیا کے شہروں میں بہت چھوٹا اور کم حیثیت کا شہر ہے۔ بیت المقدس سے جنوب کی طرف چھ میل کے فاصلے پر ہے مگر بہ وجہ ولادت مسیحؑ یہودیا کے کل شہروں سے زیادہ محترم ہے۔ عیسائی اس شہر میں بہ طور حج کے جاتے ہیں اور وہاں کے مجاور مسیحؑ کی پیدائش کی جگہ اور ایک مہد دکھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے تھے تو اسی مہد میں رکھے گئے تھے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

2 جس لفظ کا ترجمہ اس مقام پر مجوسی کیا ہے انگریزی ترجمے میں وہاں ویزمن کا لفظ ہے، جس کے معنی دانا آدمی کے ہیں اور رومی لفظ مِجی ہے، جس سے مجشین نکلا ہے مگر درحقیقت وہ لوگ جو آئے تھے مجوسی نہ تھے بلکہ قدیم حکما کے فرقے سے تھے جو حکمت و نجوم ہیئت میں کامل اور اپنے مذہب میں مقتدا اور پیشوا گنے جاتے تھے۔ (مترجم)

پیشین گوئی جو اشعیا [شعیا] نبی کی معرفت ہوئی تھی کہ میں نے تجھ کو مصر سے بلایا ہے پوری ہوئی۔

یعقوب بن یوسفؑ نجار کی کتاب میں لکھا ہے کہ جب یوسف نجار بہ خیال اخفائے راز یروشلم سے نکل چلا تو اثنائے راہ میں درد اٹھا۔ قریہ بیت اللحم میں پہنچ کر ایک غار میں وضع حمل کیا اور لڑکے کا نام ایشوع رکھا۔ جب یہ دو برس کے ہوئے تو پورب سے مجوسی آئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ہیرودس نے جناب مسیح کے خوف سے بیت اللحم کے لڑکوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ لیکن اس سے پہلے یوسف مع عیسیٰ اور ان کی ماں کے بہ الہام الٰہی مصر کو چلا گیا تھا۔ دو برس تک مصر میں رہا۔ جب ہیرودس مر گیا تو فرشتے نے خواب میں ظاہر ہو کر واپسی کا حکم دیا۔

معجزات کا ظہور

چنانچہ یوسف مصر سے مراجعت کر کے ناصرہ میں آ ٹھہرا اور یہیں جناب مسیح سے خوارق عادات مثل احیائے موتی (مردوں کا زندہ کرنا) اور کوڑھیوں کا اچھا کرنا اور چڑیوں کا پیدا کرنا ظاہر ہونے لگیں۔

عیسیٰ اور یوحنان

بعد ازاں یوحنان معمد [معمدان] (یعنی یحییٰ بن زکریا علیہ السلام) بیابان سے آئے، توبہ کرنے کی منادی کی۔ لوگوں کو دین کی طرف بلایا۔ مسیح ناصرہ سے آئے اور یوحنان سے اردن کے کنارے ملاقات کی۔ یوحنان نے ان کو اصطباغ (بپتسمہ) دیا۔ وہ اس وقت تیس [30] برس کے تھے۔ بعد ازاں وہ بیابان کی طرف چلے گئے اور عبادت اور نماز و رہبانیت میں مصروف ہوئے اور اپنے ان بارہ [12] تلامذہ کو منتخب کیا۔ (1) سمعان پطرس (شمعون پیٹر) (2) اندراوس (اندریاہ) (3) یعقوب بن زبدی، (4) یوحنا بن زبدی، (5) فیلبس (فلپ) (6) برتو توماوس [برتولوماؤس] (برتہلمی)، (7) توما (تہوماہ)، (8) متی باجدار [متّی عشّار] (9) یعقوب ابن حلفا (الفی)، (10) تداوس (لبی عرف تہدی)، (11) سمعان القنانی (شمعون الکنعانی)، (12) یہودا الاسخر یوطی (یہودا اسکر یوتی)

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات

بعد چندے ہیرودس صغیر نے یوحنان (یعنی یحییٰ بن زکریاؑ) کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور نابلس میں دفن کر دیے گئے۔ اور مسیح نماز، روزہ اور کل قربانیات کی تعلیم دینے لگے۔ بعض اشیا کو حلال اور بعض کو حرام کیا۔ جب ان پر انجیل نازل ہوئی اور ان سے خوارق عادات اور معجزات ظاہر ہو چلے تب ان کا ذکر اطراف و جوانب میں پھیل گیا اور اکثر بنی اسرائیل متابعت کرنے لگے۔

یہود کی مخالفت

رؤسائے یہود جو دنیاوی کثافتوں میں مبتلا ہو کر دینی امور کو چھوڑ بیٹھے تھے، مسیح کے قتل کرنے کا باہم مشورہ کرنے لگے۔ مسیح نے اپنے حواریوں کو جمع کر کے سب کو رات بھر اپنے پاس رکھا اور اثنائے وعظ میں یہ فرمایا کہ بے شک تم میں سے بعض میرا انکار کریں گے قبل اس کے کہ مرغ تین آوازیں دے اور تم میں سے ایک شخص مجھ کو کمی [کم] قیمت پر فروخت کر کے اس قیمت کو کھائے گا۔ بعد ازاں تم سب مجھ سے جدا ہو جاؤ گے۔ یہودی چونکہ آپ کی تلاش میں تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کی گرفتاری

اتفاق سے شمعون حواری راہ میں مل گئے۔ یہودیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ انھوں نے مسیح کی متابعت سے انکار کیا۔ یہودیوں نے ان کو چھوڑ دیا بعدہٗ یہوذ الاخر یوطی نے تیس درہم لے کر مسیح کا پتہ بتا کر اس مکان تک پہنچا دیا جہاں جناب موصوف شب کو رہتے تھے۔ یہودی ان کو گرفتار کر کے فلاطش نبطی سپہ سالار قیصر کے پاس لے گئے اور ایک گروہ کاہنوں (مجاوروں) کا بلایا گیا اور اس نے کہا کہ "یہ ہمارے دین کو برباد کرتا ہے اور ہمارے اسلاف کو برا کہتا ہے اور حکومت وسلطنت کا مدعی ہے، تم اس کو قتل کر ڈالو۔" فلاطش نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی۔

حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا حکم

رؤسائے یہود چلا کر کہنے لگے کہ "اگر تو ہماری خواہش کے مطابق الیسوع کو نہ قتل کرے گا تو ہم اس کی اطلاع دربار قیصری میں کر دیں گے۔ فلاطش یہ سن کر گھبرا گیا اور اس نے ان کے

قتل کا حکم دے دیا۔ عیسیٰ نے اس سے پہلے حواریوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہود کو میرے بارے میں شبہ واقع ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہود نے ان کو اپنی دانست میں قتل کر ڈالا اور سولی دے دی۔ اور سات روز تک سولی پر رکھا۔ جنابہ مریم روتی ہوئی صلیب کے پاس آئیں، عیسیٰؑ بھی وہاں آئے اور رونے کا سبب دریافت کیا۔ مریم نے کہا کہ مجھکو تمھاری حالت پر رونا آتا ہے۔ عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ اللہ جل شانہ نے مجھ کو اٹھالیا ہے۔ مجھ کو مطلقاً مضرت نہیں پہنچی اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس میں ان کو شبہ واقع ہو گیا ہے۔

حواریانِ مسیحؑ

آپ میرے حواریوں سے فلاں مقام پر ملنے کو فرما دیجیے۔ چنانچہ حواریان مسیح، مسیح سے مقام معینہ پر ملنے کو گئے۔ آپ نے ان سب کو اطراف و جوانب میں تبلیغ احکام الٰہی کے لیے مقرر فرمایا۔[1] جیسا کہ پہلے مقرر کر چکے تھے۔

علمائے نصاریٰ کا یہ خیال ہے کہ حواریوں میں سے رومہ کی طرف پطرس کو روانہ کیا اور تابعین میں سے پولس (پولوس) کو ان کے ہمراہ کر دیا اور ارض سودان وحبشہ اور اس کے مضافات میں متی باجدار [متی عشار] کو اور اندراوس کو ارض بابل میں اور مشرق میں لوتا [توماس] کو اور ملک افریقہ کی طرف فیلبس کو اور افسوس قریہ اصحاب کہف اور یروشلم میں یوحنا کو اور ممالک عرب وحجاز میں برتولماوس کو اور سرزمین برقہ و بربر میں شمعون القنانی کو مقرر کیا۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ اس واقعے کے بعد یہودیوں نے بقیہ حواریوں کو ستانا شروع کیا اور ان کو ایذا پہنچانے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر قیصر کے کانوں تک پہنچی۔ سپہ سالار فلاطش نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے معجزات اور حالات، ان کے ساتھ یہودیوں کی شرارت اور کینہ اور یوحنان کے

---

1. میرا خیال یہ ہے کہ حضرت مسیح نے صرف یہودیوں کو نصیحت کی اور یہودیوں کے سوا اور کسی کو نہیں سمجھایا اور بہ حالت حیات اپنے شاگردوں کو سوائے یہودیوں کے اور کسی کو نصیحت کرنے کو نہیں فرمایا جیسا کہ آیت 19 و 26 باب 15 اعمال اور آیت 24 باب 15 متی سے ثابت ہوتا ہے۔ لیکن بعد کو آپ کے حواری اطراف و جوانب میں گئے اور اکثر قومیں حضرت پر ایمان لائیں۔ (مترجم)

قتل کے واقعات لکھ بھیجے۔ قیصر نے فلاطش کو اس فعل سے یہود کو باز رکھنے کی سخت تاکید کی۔

غرض حوارئین مسیح ان ممالک کی طرف چلے گئے جن کی جانب مسیح نے ان کو بھیجا تھا۔ پس بعض قوموں نے ان کی تصدیق کی اور دین عیسوی میں داخل ہوئیں اور بعض دوسروں نے ان کو جھٹلایا۔ یعقوب بن زبدی رومہ میں گئے، ان کو غالیوس قیصر نے قتل کر ڈالا اور شمعون کو قید کر دیا۔ پھر بعد چندے چھوڑ دیا تب وہ انطاکیہ کی طرف چلے گئے۔

بعد ازاں زمانہ فلودیش [قلودیش] قیصر میں پھر رومہ میں آئے۔ اکثر رومیوں نے ان کی اتباع کی اور بعض بیگمات قیاصرہ ان پر ایمان لائیں۔ شمعون کے کہنے سے قدس شریف میں آئیں۔ صلیب کی لکڑی کو جس پر مسیح کو صلیب دی گئی تھی مزبلہ[1] سے نکالا اور اس کو حریر وغیرہ میں لپیٹ کر رومہ لے گئیں۔

کتابت انجیل

پطرس اور پولس جن کو مسیح نے رومہ کی طرف مبعوث کیا تھا وہ دونوں رومہ میں جا کر ٹھہرے اور دین عیسوی کی تعلیم دیتے رہے۔ وہیں پطرس[2] نے زبان رومہ میں انجیل لکھی اور اس

---

1 مزبلہ = کوڑا خانہ [م۔ص]

2 پطرس حواری جن کو انگریزی میں سائمن کہتے ہیں بٹیسڈا کے رہنے والے تھے۔ سب سے پہلے یہی مسیح پر ایمان لائے تھے اور پھر انھوں نے ہی سب کے پہلے مسیح کا انکار کیا۔ مسیح نے وقت اخیر یروشلم جاتے ہوئے پطرس سے کہا تھا۔ اے شیطان مجھ سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر ہے کیوں کہ تو خدا کی نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کی فکر کرتا ہے اور پھر فرمایا تھا جو میرا انکار کرے گا میں اپنے باپ کے سامنے اس کا انکار کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے وقت صلیب بہ خوف جان یہود کے روبہ رو مسیح کی شاگردی سے تین بار انکار کیا۔ حق یہ ہے کہ بہ حالت موجودگی مسیح، پطرس نے زیادتی کی اور بعد رفع مسیح یہ سخت مخالفت کی کہ برخلاف ان کے حکم کے غیر بنی اسرائیل کو ملت مسیح کی دعوت دی اور یہ بات بتائی کہ مجھ کو مکاشفہ ہوا ہے اور روح القدس نے ہدایت کی ہے چنانچہ اسی بنا پر اولاً کرنیلیا والوں کو عیسائی کیا (آیت 17 باب دہم اعمال) اور یہ ایسی مخالفت تھی کہ اس سے مختونوں کو حیرت ہوئی کہ غیر مختون پر بھی روح القدس کی بخشش ہوئی۔ اسی روز سے غیر قوم بھی عیسائی ہونے لگی اور اب تک یہی عمل خلاف انجیل عیسائیوں میں جاری ہے اور اس کے بانی یہی پطرس ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو ان کی انجیل کا کیا اعتبار رہا۔ (مترجم)

کو اپنے شاگرد مرقس کی طرف منسوب کیا اور بیت المقدس میں متی 1 نے اپنی انجیل زبان عبرانی میں لکھی۔ لوقا 2 نے انجیل رومہ میں لکھ کر اکابر روم کے پاس بھیجا اور یوحنان 3 بن زیدی نے رومہ میں تحریر کی۔

---

1 متی کی انجیل میں اختلاف ہے۔ اکثر علمائے متقدمین مسیحی کا قول ہے کہ یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی، جو اب موجود نہیں ہے اور یونانی میں اس کا ترجمہ ہوا ہے اور علمائے متاخرین مسیحی کا مختار قول یہ ہے کہ یہ انجیل عبرانی اور یونانی دونوں میں لکھی گئی۔ مگر ہم لوگ یقین کرتے ہیں کہ یہ انجیل دراصل عبرانی میں لکھی گئی اور یہ یونانی انجیل اصل عبرانی کا ترجمہ ہے مگر مترجم کا حال معلوم نہیں کہ کون تھا اور کب اور کہاں اس کا ترجمہ ہوا۔ اس انجیل کے وقت تالیف میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ کوئی وقت معین اس کی تالیف کا نہیں معلوم ہوتا۔ بہر کیف یہ سنہ 37 یا 38 یا 41 یا 43 یا 48 یا 61 یا 62 یا 63 یا 64 عیسوی میں تالیف ہوئی۔ فاسٹس جو چوتھی صدی کے آخر میں تھا اور پروفیسر باٹر جرمنی کہتا ہے کہ یہ انجیل متی کی تصنیف سے نہیں، علاوہ اس کے باب 9 آیت 9 (یسوع نے وہاں آگے بڑھ کے متی نامی ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اس سے کہا کہ میرے پیچھے ہولے اور وہ اس کے پیچھے ہولیا۔) خود گواہی دیتی ہے کہ یہ متی کی تصنیف نہیں ہے۔ (مترجم)

2 لوقا مصنف انجیل ثالث پولوس کے شاگرد ہیں۔ پولوس مقدس کا حال یہ ہے کہ وہ عروج ورفع مسیح تک حضرت سے بڑی دشمنی رکھتا تھا اور لوگوں کو ان کے برخلاف برانگیختہ کرتا تھا مگر بعد عروج ورفع مسیح وہ اپنے پر نزول روح القدس کا دعویٰ کر کے اور عیسائی بن کے حواریوں سے جا ملا۔ ان بیچاروں نے اس کے شر سے بچنے کی غرض سے اس کو قبول کر لیا۔ یہ شخص اسرائیلی نہ تھا۔ اس نے شریعت موسوی کو کلیۃً مٹا دیا اور صاف حکم دیا کہ اگلا قانون چونکہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا۔ (آیت 18 باب 7 خط عبرانیان) اور پاکوں کے لیے سب کچھ پاک ہے۔ (آیت 14 باب چہار دہم خط رومیان) اور جو ناپاک جانتا ہے اس کو ناپاک ہے۔ پس جس کے استاد کا یہ حال ہو اس کے شاگردوں کا کیا پوچھنا۔ (مترجم)

3 یوحنا بن زبدی حواری کا زمانہ تصنیف انجیل بھی نہایت ابتر و مجہول ہے بلکہ آیت 24 باب 21 سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یوحنا کی تصنیف نہیں ہے۔ اسٹاڈلن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بے شک انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے لکھی ہے اور ہارن صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ فرقۂ الوجین نے جو دوسری صدی میں تھا، اس انجیل اور تصانیف یوحنا سے انکار کیا ہے۔ علاوہ ان کے جو عیسائیوں کے فرقے الوہیت مسیح کے منکر ہیں وہ سب ان کے منکر ہوں گے اور اس کو محرف بتائیں گے، کیوں کہ اس میں مسئلہ تثلیث ہے اور جناب موسیٰ کو چور اور ڈاکو کہا ہے۔ (آیت۔ باب 10 انجیل یوحنا) حالانکہ حواریان مسیح میں سے کوئی شخص اس کا قائل نہ تھا۔ (مترجم)

تدوین شریعت عیسوی

بعد اس کے حواریوں اور ان کے رسولوں کا ایک جلسہ 1100 میں ہوا اور انھوں نے بہ اجماع و اتفاق اپنے دین کے لیے قوانین شرعیہ بنائے اور اس کو قلیمطس [اقلیمنطس] شاگرد پطرس کی رائے سے مرتب کیا۔

ان کی کتب قدیمہ سے یہ کتابیں ہیں۔ توریت پانچ اسفار۔ کتاب یوشع بن نون۔ کتاب القضاۃ۔ کتاب راعوث۔ کتاب یہوذا۔ اسفار الملوک (چار کتابیں)۔ سفر بنیامین۔ سفر المقبا سین (تین کتابیں)۔ کتاب عزیر [عزرا] الامام۔ کتاب اشیر۔ کتاب قصہ ہامان۔ کتاب ایوب الصدیق۔ مزامیر داؤد النبی۔ کتب سلیمان ابن داؤد (پانچ) نبوات الانبیاء الصغار والکبار (سولہ کتابیں)۔ کتاب یشوع بن شارخ۔

کتب جدیدہ یہ ہیں چاروں انجیلیں۔ کتب القتالیقون (سات رسائل)۔ کتاب بولس (چودہ رسائل)۔ ابر کسیس (یعنی رسولوں کے قصص جس کو اقلیمد کہتے ہیں۔) آٹھ کتابیں، جس میں رسولوں کے اوامر و نواہی کا ذکر ہے، کتاب النصاریٰ الکبار بنام بطارقہ جو بلاد معینہ میں دین مسیحی کی تعلیم دے رہے تھے، جیسا کہ رومہ میں پطرس حواری تھے جن کو مسیح نے اس طرف روانہ کیا تھا اور بیت المقدس میں یعقوب نجار اور اسکندریہ میں مرقس [مرقص] شاگرد پطرس اور بزنطیہ (قسطنطنیہ) میں اندراوس [اندرواس] وغیرہ تھے۔

بطریق

اس دین و مذہب کے مالک کو جو ان کے مراسم مذہبی کا قائم رکھنے والا ہوتا ہے بطریق کہتے ہیں۔ وہی ان کی ملت کا سردار مسیح کا خلیفہ مانا جاتا ہے۔ وہی اپنے نائبین اور خلفا کو اطراف و جوانب ممالک بعیدہ میں تعلیم دین مسیحی کے لیے روانہ کرتا ہے اور یہ لوگ اسقف یعنی بطریق کے نائب کہلاتے ہیں اور واعظین کو قسیس اور متولی نماز کو جاثلیق اور مسجد کے منتظم کو شماسہ اور

---

1. 100 کی تعیین مترجم کی طرف سے اضافہ ہے، عربی متن میں یہ صراحت نظر سے نہیں گذری کہ حواریوں کا یہ جلسہ 100 میں منعقد ہوا۔ دار الفکر (174:2) اور دار الکتب العلمیہ (170:2) کے نسخے دیکھیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ [م۔ ص]

تارک الدنیا کو جو خلوت میں بیٹھا ہوا عبادت کیا کرتا ہے، راہب۔ اور قاضی کو مطران کہتے ہیں۔ ایک زمانۂ مدید تک مصر میں کوئی اسقف نہیں رہا تا آنکہ دہدس نامی گیارھواں اسقف اساقفہ اسکندریہ سے مصر میں آیا۔

پوپ

چونکہ اساقفہ بطریق کو آبا اور قسوس اساقفہ کو ابا کہتے تھے؛ اس وجہ سے اسم اب مشترک سمجھ کر تمیز کی غرض سے بطریق اسکندریہ کے لیے بابا (پوپ) کا اسم مختص کیا گیا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوا۔ بعد چندے یہ لقب بطریق رومہ کو دیا گیا؛ کیوں کہ وہ رسول مسیح اور بڑے حواری پطرس کا مقام قیام تھا۔ چنانچہ رومہ کا بطریق اس وقت تک اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حنینیا بطریق کا تقرر

پھر فلودیش قیصر کے مرنے کے بعد نیرون قیصر تخت نشین ہوا۔ اس نے پطرس (حواریوں کے سردار) اور پولس کو قتل کر ڈالا اور بجائے پطرس کے رومہ میں ارنوس کو مقرر کیا اور مرقس [مرقص] انجیلی شاگرد پطرس جو اسکندریہ میں سات برس سے دعوت دین مسیحی کر رہا تھا اس کو بھی قتل کرا کے حنینیا کو متعین کیا۔ یہی حواریوں کے بعد سب سے پہلا بطریق ہوا ہے۔

نیرون ہی کے عہد حکومت میں یہود نے یعقوب نجار اسقف بیت المقدس پر دفعۃً حملہ کر کے عہد شکنی کی تھی اور صلیب کو ایک مزبلہ میں دفن کر دیا تھا۔ ہیلانہ مادر قسطنطین نے اس کو نکالا جیسا کہ آئندہ ہم بیان کریں گے۔ نیرون قیصر نے بجائے یعقوب نجار کے اس کے چچازاد بھائی شمعون بن کہافا [کیافا] کو بیت المقدس کا نائب بطریق مقرر کیا۔

ہیلانہ (مادر قسطنطین) کا قبول عیسائیت

اس کے بعد قیاصرہ اس دین وملت کے اختیار کرنے اور چھوڑنے میں مختلف الاحوال ہو گئے۔ تا آنکہ قسطنطین بن قسطنطین بانی شہر قسطنطنیہ کا زمانہ آیا اور اس کی ماں ہیلانہ نے 22ھ جلوس قسطنطین میں دین مسیحی اختیار کیا اور صلیب کے مقام پر آئی اور اس لکڑی کو دریافت کیا جس پر بہ زعم یہود مسیح مصلوب ہوئے تھے۔ لوگوں نے بتلایا کہ صلیب فلاں مقام پر دفن ہے، جہاں پر

ان دنوں شہر بھر کا کوڑا، میلا، نجس چیزیں اور مردار جانور پھینکے جاتے ہیں۔ ہیلانہ نے اس لکڑی کو نکلوا کر دھلوایا اور عطریات سے معطر کر کے حریر اور زردوزی کپڑوں میں لپیٹ کر تبرکاً اسی مقام پر نصب کرا کے ایک کلیسا بھی وہیں بنوا دیا۔

مسجد بنی اسرائیل کا انہدام

اس خیال سے کہ یہیں مسیحؑ کی قبر ہے اور وہی مقام اب قمامہ کے نام سے مشہور ہے اور اس نے مسجد بنی اسرائیل کو مسمار کر کے یہ حکم دے دیا کہ صخرا میں جس پر قبہ ہے اور جو یہود کا قبلہ ہے،، شہر کا کوڑا اور میلا اور مردار جانور پھینکے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا تا آنکہ سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد فتح بیت المقدس پاک و صاف کرایا۔ مورخین نے ولادت مسیح سے صلیب کے نکالے جانے تک کے زمانے کو تین سو اٹھائیس برس میں محدود کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

عیسائیت میں تثلیث

ایک مدت تک عیسائی اور ان کے بطریق اور اساقفہ دین مسیحی کے قائم رکھنے پر اسی طرح قائم رہے جیسا کہ حواریوں نے قوانین وعقائد واحکام مذہبی مقرر کیے تھے۔ بعد ازاں ان کے عقائد میں اختلاف ہو گیا اور شریعت و پابندی احکام شرعی سے بالکل علاحدہ ہو کر تثلیث [1]

---

[1] عیسائی مورخ اس کے قائل ہیں کہ شروع سے اصلی عیسائی تثلیث کے قائل چلے آتے ہیں اور باپ اور بیٹے اور روح القدس تینوں کو خدا مانتے رہے ہیں اور اب تک اس فرقے کو کیتھولک کہتے ہیں یعنی عام مذہب لیکن مسلمان مورخ اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں۔ قدمائے عیسائی خدا کی وحدت کے قائل تھے۔ تثلیث کا مسئلہ تیسری یا چوتھی صدی میں رواج پذیر ہوا ہے۔ مگر میرے نزدیک پہلی ہی صدی سے حضرت مسیحؑ کے باب میں اختلاف شروع ہوا ہے، گو اس کا اثر اس وقت کچھ نہ ہوا؛ کیوں کہ ان کی پیدائش اور خلقت ایسی ہی تھی جس سے اختلاف کا ہونا ضروری تھا۔ جو شخص ان کی ظاہری صورت دیکھتا تھا وہ یہ یقین کرتا تھا کہ وہ انسان اور رسول اللہ اور ابن مریم ہیں۔ اور جو یہ خیال کرتا تھا کہ یہ بلا سبب ظاہری پیدا ہوئے ہیں اور مردوں کو زندہ کر لیتے ہیں تو وہ یہ کہہ اٹھتا تھا کہ یہ اللہ اور ابن اللہ ہیں اگرچہ عیسائی بھی اس کے قائل ہیں کہ پہلی صدی میں عیسائیوں کا ایک ایسا فرقہ تھا جو مسیحؑ کو نہ حقیقتاً انسان جانتا تھا بلکہ خدا کا بیٹا یعنی روح اللہ اور پیغمبر یعنی رسول اللہ کہتا تھا۔ اسمٰعیل ابوالفدا نے اس فرقے کا نام تاریخ میں عانانیہ لکھا ہے۔ (مترجم)

کے قائل ہو گئے۔ حالانکہ حواریان مسیح (عیاذاً باللہ) ایسے نہ تھے اور منشا اس غلطی کا کلام ظاہری ہے، کیوں کہ عیسائیوں نے اس کی تاویل نہ کی اور نہ ان کو اس کی فہم معانی پر وقوف ہوا۔ مثلاً بہ زعم عیسائی مسیح نے وقت صلیب کہا تھا کہ میں اپنے اور تمھارے باپ کے پاس جاتا ہوں، یا یہ کہا تھا کہ تم لوگ ایسی ایسی نیکیاں کرو تاکہ اپنے آسمانی باپ کے بیٹے بنو۔ یا یہ کہ انجیل میں بہ حق مسیح ابن وحید (اکلوتا بیٹا) کہا گیا ہے، جس بنا پر شمعون نے مسیح کو ابن اللہ حقیقتاً مان لیا۔

پس جب کہ ظاہری الفاظ سے ابوت مان لی گئی تو عیسائیوں نے یہ گمان کیا کہ عیسیٰ ابن مریم قدیمی باپ سے پیدا ہوئے ہیں اور اس کا اتصال مریم کے ساتھ ایک روح کے ذریعے سے ہوا ہے جو کہ جسد مسیح میں حلول کر گئی تھی۔

پس مجموعہ جسد اور روح کا بیٹا ہوا اور وہ ناسوت کلی قدیم ازلی ہے اور مریم سے الٰہ ازلی پیدا ہوا۔ قتل اور صلیب جسم پر واقع ہوا ہے اور ان دونوں کو وہ ناسوت اور لاہوت سے تعبیر کرتے ہیں۔

عیسائیوں میں خودرائی

ایک مدت تک عیسائی اسی عقیدے کے معتقد رہے۔ بعد چندے ان میں اختلاف پیدا ہو گیا اور نصرانیت میں طرح طرح کی بدعات ظاہر ہونے لگیں اور ان کے اقوال کفریہ یوماً فیوماً بڑھتے گئے ازاں جملہ ابن دلقیان [دِنصان] بہت ہی سخت اور تند مزاج تھا۔ اساقفہ اور بطارقہ اپنے مقلدین سے ان خیالات کو دفع کرتے رہے تاآنکہ یونس شمیصانی بطریق انطاکیہ بعد زمانۂ حکومت اقلودیش قیصر ظاہر ہو کر خدائے یکتا کی وحدانیت کا قائل ہوا اور اس نے کلمہ اور روح کا انکار کیا۔

ایک گروہ نے اس کی متابعت کی۔ جب وہ مر گیا تو اساقفہ نے پھر اپنے قول کی طرف رجوع کر لیا اور اس کے مذہب کو چھوڑ کر اسی تذبذب کی حالت میں زمانۂ قسطنطین بن قسطنطین 1 تک رہے۔ اس کے عہد حکومت میں اسکندروس (الگزنڈر) اسکندریہ کا بطریق تھا اور اریوش

---

1 شہنشاہ قسطنطین (کانسٹین ٹین) چوتھی صدی عیسوی میں ہوا ہے اور اس کے پہلے سے عیسائیت میں جھگڑے پھیل چکے تھے، چنانچہ پہلی صدی میں عیسائیوں کا ایک فرقہ مسیح کی الوہیت کا قائل (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحے پر)

(اریس) اسی گرجے کا ایک عہدے دار (اسقف) تھا۔ وہ اس بات کا قائل تھا کہ بیٹا باپ سے بالکلیہ جدا ہے بلکہ وہ خدا کی مخلوقات میں سے ہے اور حادث ہے اور اس نے ازلی باپ کی سپردگی سے خلق کو پیدا کیا ہے؛ اس لیے باپ ازلی علت اول اور ازلی ہے اور بیٹا اصلیت اور درجے میں اس سے کمتر اور حادث ہے اور اسی کے ذریعے سے بیٹے نے تمام دنیا کو پیدا کیا ہے۔

عیسائی علما کی پہلی کونسل

اسکندروس نے اس کی اس رائے سے مخالفت کی اور ایک گشتی خط اطراف و جوانب کے اساقفہ کو لکھ بھیجا۔ ان لوگوں نے قیصر قسطنطین کو اس کا سربراہ کار مقرر کیا۔ چنانچہ اس کے حکم

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ) نہ تھا بلکہ وہ ان کو خدا کا پیغمبر جانتا تھا اور توریت کے احکام کی پابندی کرتا تھا اور [دوسرے] فرقے عیسائی مورخ کے قول کے موافق تثلیث کے قائل تھے مگر پہلے فرقے والے اس صدی میں کیا بلکہ دوسری صدی تک گرجے سے علاحدہ نہیں کیے گئے۔ دوسری صدی میں ایک فرقہ نظارین کے نام سے مشہور ہوا مگر درحقیقت یہ کسی خاص فرقے کا نام نہ تھا بلکہ جن کو یونانی عیسائی کہتے تھے ان کو یہودی حقارت سے نظارین یعنی ناصری یا نصرانی کہتے تھے۔ یہ فرقہ مسیح کو روح اللہ اور کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونے کا یقین کرتا تھا اور شریعت موسوی کے احکام کو ایک اعتدالی حالت پر بجالاتا تھا۔ اسی صدی میں ایک اور فرقہ نوائی الس سرنا والا کا اور ایک سبلیس کا پیرو تھا۔ پہلا فرقہ اس بات کا قائل تھا کہ خدا احد ہے جو پاک کہلاتا ہے۔ وہ ایک آدمی میں جو عیسیٰ اور بیٹا پکارا جاتا ہے حلول کر گیا اور دوسرا فرقہ کہتا تھا کہ خدا کی الوہیت کا ایک حصہ جدا ہو کر انسان یعنی خدا کے بیٹے عیسیٰؑ میں آملا اور روح القدس الٰہیت کا ایک ویسا ہی جزو ہے۔ تیسری صدی میں ایک جدید فرقہ پیدا ہوا جو بلس کی پیروی کرتا تھا۔ اس کا یہ اعتقاد تھا کہ عیسیٰؑ کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا خدا کے سوا کچھ وجود نہ تھا مگر جب عیسیٰ پیدا ہوئے تو ایک روح خود خدا سے نکل کر ان میں آملی۔ پس وہ ایک جزو خدا کے ہو گئے۔ اسی صدی میں ایک اور فرقہ ہوا جو یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ بیٹا اور روح القدس خدا میں اس طرح تھے جیسے انسان میں عقل اور قوت محرکہ۔ عیسیٰؑ صرف آدمی پیدا ہوئے تھے مگر ان میں باپ کی دانائی اتر آئی تھی، اس سبب سے ممکن ہے کہ عیسیٰ کو خدا کہہ سکیں۔ غرضیکہ ان تینوں صدیوں میں تثلیث کے باب میں کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا، اس وجہ سے چوتھی صدی کے اول میں بہت جھگڑا اٹھا اور الگزنڈر بشپ اسکندریہ اور اریس جو اس گرجے کا عہدیدار تھا باہم ایک دوسرے کے اس باب میں مخالف ہو گئے اور اسی فیصلے کے لیے 325 میں شہنشاہ کانسٹین ٹین نے مقام نیس واقع ایشیا میں ایک کونسل منعقد ہونے کا حکم دیا۔ (مترجم)

سے 19 جلوس قیصری مطابق 325 میں ایک کونسل منعقد ہوئی۔ دور دراز ممالک سے علماے مسیحی بحث ومناظرہ کے لیے آئے۔ اس کونسل میں اریوش کی رائے رد کی گئی اور اسکندروس کی اس رائے کو کہ بیٹا (عیسیٰ) باپ کی اصلیت کے برابر ہے۔ قیصر قسطنطین نے تسلیم کر کے اریوش کی تکفیر کی اجازت دے دی اور اس کو گرجے میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ اسی مجمع میں اسکندروس کی خواہش کے مطابق بہ موجودگی دو ہزار تین سو چالیس عہدیداران گرجا کے ایک محضر 1 لکھا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ کل عیسائی اس کونسل کے ٹھہرائے ہوئے اعتقاد کے معتقد ہوں۔

یہ کونسل شہر نیقیہ (نیس) میں منعقد ہوئی تھی، اسی وجہ سے اس کو مجمع [مجتمع] نیقیہ کہتے ہیں۔ اس کونسل کے صدر انجمن اسکندروس بطریق اسکندریہ اور اسطانس بطریق انطاکیہ اور فقاریوس [مقاریوس] اسقف بیت المقدس تھے۔ سلطوس بطریق رومہ خود نہیں آیا تھا، اس نے اپنی طرف سے نیابۃً ایک قسیس کو بھیج دیا تھا۔ قیصر قسطنطین اسکندروس کی اس کارروائی سے بہت خوش ہوا اور اپنی خوشنودی اس طور سے ظاہر کی کہ اس کو اپنی ایک انگوٹھی اور ایک تلوار مرحمت کی۔

کونسل کا متفقہ عقیدہ

وہ عقیدۂ متفقہ جو اس کونسل میں قرار پایا تھا جس کی بدولت اریوش گرجے سے نہیں بلکہ شہر سے نکالا گیا تھا اور جس کو عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل میں اور ابن عمید مورخ نصاریٰ نے نقل کیا ہے، یہ ہے۔

''نؤمن باللّٰہ الواحد الاحد، الاب مالک کل شیء، وصانع مایری وما لا یُری، وبالا بن الوحید الیشوع [ایشوع] المسیح ابن اللہ، ذکر الخلائق کلھا ولیس بمصنوع، الٰہ حق من جوھر ابیہ الذی بیدہ اُتْقِنَتِ العوالم، و کل شیء الذی من اَجْلِنا ومن اجل خلاصنا بعث العوالم و کل شیء، الذی نزل من

1 محضر = دستاویز [م۔س]

مسائل کی [illegible] لیے کونسل نے اس اہم [illegible] جناب محمد صہیب [illegible] ہے کہ یہ کتاب [illegible] القضاء بین الاحیاء والاموات، ونؤمن [illegible] تو ہمیں لکھیں [illegible] قدسیة [مسیحیۃ] جاثلیقیة و بقیام أبد اننا بالحیاة الدائمة ابدالآبدین ۔" ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

(ایمان لاتے ہیں ہم ایسے اللہ پر جو اکیلا یکتا باپ ہے، مالک کُل ہے، ہر شے کا اور بنانے والا ہے ان چیزوں کا جو دیکھی جاتی ہیں اور اس کا جو نہیں دیکھی جاتیں۔ اور (ایمان لاتے ہیں ہم) اکلوتے بیٹے ایسوع مسیح خدا کے بیٹے پر، جو کل خلائق سے بہتر ہے اور مصنوع نہیں ہے۔ سچا خدا ہے پیدا ہوا ہے اپنے باپ کے جوہر سے، جس کے قبضے میں سارا عالم اور کل چیزیں ہیں۔ یہ وہ ہے جس نے ہمارے لیے اور ہماری نجات کے لیے عالم اور ہر چیز کو پیدا کیا۔ وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمان سے نزول فرمایا اور مجسم ہوا روح القدس سے اور پیدا ہوا مریم بتول کے بطن سے اور زمانہ فلاطوس میں صلیب پر چڑھایا گیا اور دفن کر دیا گیا۔ پھر تیسرے روز اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا اور اپنے باپ کی دائیں جانب بیٹھا ہے اور وہ دوبارہ زندوں اور مردوں میں حکم کرنے کو آنے کے لیے مستعد ہے۔ اور ایمان لاتے ہیں ہم ایک روح پر جو کہ حق ہے اپنے باپ سے نکلی ہے اور ایمان لاتے ہیں ایک عمودیہ (صلیب) پر واسطے بخشائش گناہوں کے اور جماعت قدسیہ مسیحیہ جاثلیقیہ پر اور (ایمان لاتے ہیں ہم) اپنے بدنوں کے قائم رہنے پر بہ ذریعۂ حیات دائمہ

---

1. پیش نظر عربی نسخوں میں "عمودیۃ" کی جگہ "معمودیۃ" لکھا ہے۔ [م۔ص]

ابدالآباد کے لیے۔)

یہ پہلی کونسل تھی اس کو جلسۂ نیقیہ کہتے ہیں۔ اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حشر اجساد کے قائل تھے حالانکہ اب نصاریٰ اس کے مخالف ہیں اور وہ لوگ بالاتفاق حشر ارواح کے معتقد ہیں اور اس عقیدے کو وہ امانت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس عقیدے کے ساتھ شرعی قوانین بھی وضع کیے گئے تھے اور وہ اس کو ہیمایون کہتے تھے۔

عیسائی علما کی دوسری کونسل

اسکندروس بطریق اس کونسل کے پانچ مہینے بعد مرگیا اور جب ہلانہ مادر قسطنطین نے کلیسے بنوائے اور خود بادشاہ نے اس مذہب کو عزیز سمجھ کر دوبارہ اساقفہ کے جمع ہونے کا حکم دیا تو اوشانیوش بطریق قسطنطنیہ نے صور میں ایک کونسل منعقد کی اس کونسل میں اثناس بطریق اسکندریہ بھی شریک تھا۔ اوشانیوش وہ شخص ہے جس کو اسکندروس نے کلیسا اسکندریہ سے اریوش کے ساتھ علاحدہ کیا تھا اور اس کی وجہ سے نیقیہ کی کونسل ہوئی تھی اور کتاب الامانت لکھی گئی تھی۔ اس وقت اریوش اپنی مخالفت کی وجہ سے مع اوشانیوس کے کلیسا سے باہر کیا گیا تھا اور یہ دونوں ملعون ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن بعد چندے اوشانیوس نے دربار قیصری میں حاضر ہو کر اریوش اور اس کے عقائد سے برائت و بیزاری ظاہر کی۔ قیصر قسطنطین نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اس کو قسطنطنیہ کے گرجے کا بطریق بنادیا۔

جب یہ دوسری کونسل صور میں ہوئی اور ان میں ادمانیوش بھی تھا جو عقائد اریوش کی تائید کر رہا تھا، اوشانیوس بطریق قسطنطنیہ نے اثناش بطریق اسکندریہ کو عقائد اریوش میں بحث کرنے کی اجازت دی۔

ارمانیوش نے کہا کہ اریوش کا یہ خیال نہیں ہے کہ مسیح نے عالم کو پیدا کیا ہے بلکہ وہ اس امر کا قائل ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں جس سے وہ بغیر کسی ذریعے کے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ انجیل میں آیا ہے۔

اثناش بطریق اسکندریہ نے کہا کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا مخلوق ہے اور وہ

بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہے اور جب وہ اس طرح پیدا کیا گیا ہے تو باپ نے گویا کسی کو پیدا نہیں کیا اور جب اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا تو وہ اپنے کام میں دوسروں سے مدد کا خواہاں ہوا اور فاعل بغیر و محتاج ہوا اس متمم کا، حالانکہ وہ فی حد ذاتہٖ خالق ہے اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس سے منزہ و بری ہے۔ اور اگر اریوش نے یہ خیال کیا ہے کہ باپ اشیا کی تکوین کا قصد کرتا ہے لیکن تنہا اس کی تکوین نہیں کرتا ہے تو اس نے بیٹے کا فعل کامل اور اتم ٹھہرایا، کیوں کہ باپ کی صرف مشیت اور خواہش ہوتی ہے اور بیٹا اس کو اختراع اور پیدا کرتا ہے۔ پس معنی سے بیٹے کا فعل کامل اور باپ کا ناقص ہوا اور اس کا بطلان یہی ہے۔

اس تقریر سے اریوش کا عقیدہ باطل ہو گیا، لوگ ارمانیوش کو مارنے لگے لیکن قیصر کے ہمشیر زادے نے اس کو بچالیا تاہم وہ گرجے میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔

عیسائی علما میں اختلاف

اس واقعے کے دو برس کے بعد جب اوشانیوش مر گیا اور باوجود ممانعت کے رفتہ رفتہ اریوش کے عقائد نے ترقی کی تو اس کے مقلدین قیصر قسطنطین کی خدمت میں مجتمع ہوئے۔ اریوش کے عقائد کی خوبیاں بیان کیں اور یہ ظاہر کیا کہ نیقیہ کی کونسل نے اریوش پر سخت ظلم کیا تھا اور اس پر بے حد زیادتیاں کیں اور راہ حق سے اس کہنے میں علاحدہ ہو گئے کہ باپ جوہریت میں بیٹے کا مساوی ہے۔ اس بحث و تقریر سے قیصر قسطنطین عقیدۂ اریوش کا پابند ہوا چاہتا تھا لیکن کیراش (بیت المقدس کے گرجے کے ایک عہدیدار) نے ایک طولانی خط لکھا اور اریوش کے خیالات کی پابندی سے ڈرایا اور گرجے میں نہ داخل ہونے دینے کی دھمکی دی جس سے قیصر نے مقلدین اریوش کے کہنے پر التفات نہ کی۔

اس کے بعد ملوک قیاصرہ مختلف الاحوال رہے۔ کبھی کوئی کونسل کی متفقہ ایجاد کی ہوئی رائے کا پابند ہوتا تھا اور گاہے کوئی اریوش کی رائے پر عمل کرتا تھا اور ان ہر دو گروہوں کا غلبہ ایک دوسرے پر قیصر کے میلان طبیعت سے ہوتا تھا۔ بعض قیاصرہ ان میں ایسے بھی گذرے ہیں جو اپنے مخالفین کے سخت دشمن ہوتے تھے اور ان کو بہ جبر و تعدی اپنے عقائد پر لایا چاہتے تھے اور کم ایسے قیاصرہ ہوئے ہیں جو ان دونوں گروہوں سے معترض نہ ہوئے ہوں اور ان دونوں کو بحالہ

اپنے اپنے مذہب پر چھوڑ دیا ہو۔

قسطنطنیہ میں کونسل کا انعقاد

اس کے بعد 250 میں ایک 1 اور کونسل مقام قسطنطنیہ میں اس غرض سے منعقد ہوئی کہ مقدینوس [مقدونیوس] اور سلیوس کے اس کلام پر غور کرے کہ جسد مسیح کا بغیر ناسوت کے ہے اور لاہوت نے اس کو اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ اس استدلال سے کہ انجیل میں واقع ہوا ہے کہ کلمہ لحم ہو گیا اور یہ نہیں کہا گیا کہ کلمہ انسان ہو گیا۔ ان دونوں نے باپ بیٹے کو ایک دوسرے سے افضل مان لیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ باپ قوت اور جوہریت میں غیر محدود ہے۔ اس کونسل نے اس عقیدے کے بطلان کا اشتہار اور مقدونیوش اور سلیوس کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا اور مجمع نیقیہ کے متفقہ عقیدے میں "نؤمن بروح القدس المنبثق من الاب" اور بڑھا کر یہ مشتہر کر دیا کہ اب جو اس عقیدے میں کچھ گھٹائے یا بڑھائے وہ ملعون سمجھا جائے گا اور گرجے میں داخل نہ ہونے پائے گا۔

نسطوریوس بطریق قسطنطنیہ کا عقیدہ

پھر اس کونسل کے چالیس برس کے بعد نسطوریوس بطریق قسطنطنیہ کے کلام پر غور کرنے کے لیے ایک اور جلسہ منعقد ہوا۔ نسطوریوس بطریق قسطنطنیہ کہتا تھا کہ مریم کے بطن سے خدا نہیں پیدا ہوا بلکہ انسان پیدا ہوا ہے۔ ہاں وہ مشیت میں خدا کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، نہ کہ ذات میں اور وہ درحقیقت خدا نہیں ہے بلکہ خدا نے اس کو اپنی جانب سے خدائی مرحمت فرمائی ہے۔

یہ رائے جس کو نسطوریوس نے ظاہر کیا وہ دراصل تادوس اسقف اور دیودوس اسقف کا عقیدہ تھا۔ ان کے عقائد میں سے یہ بھی تھا کہ مریم سے جو پیدا ہے وہ مسیح ہے اور باپ سے جو پیدا ہوا ہے وہ ابن ازلی ہے۔ ابن ازلی مسیح محدث میں حلول کر گیا، پس بہ ذریعۂ عطاو کرامت کے مسیح ابن اللہ کہا گیا اور ان دونوں میں مشیت اور ارادے کی وجہ سے اتحاد ہوا ہے۔ اس

1 میں یہ سمجھتا ہوں کہ مورخ علامہ نے عیسائیوں کی تفریق وتعدد فرق (فرقوں) کو بلا لحاظ ترتیب ذکر کیا ہے، کیوں کہ پہلی کونسل جس کو جلسۂ نیقیہ سے تعبیر کرتا ہے، وہ چوتھی صدی میں ہوئی تھی اور یہ واقعہ تیسری صدی کا ہے، بہرکیف عیسائی مذہب میں جو کچھ تغیرات واقع ہوئے ہیں، وہ قابل ملاحظہ ہیں۔ (مترجم)

عقیدے والوں نے گویا اللہ تعالیٰ کے لیے دو بیٹے ٹھہرائے ایک جوہر ازلی اور دوسرا مسیح محدث۔

نسطوریوس کے اس عقیدے کی خبر کرلس بطریق اسکندریہ کو پہنچی۔ اس نے اکلیمس بطریق رومہ اور یوحنا بطریق انطاکیہ اور یونالوس اسقف یروشلم کو لکھا۔ پھر ان سبھوں نے متفق ہوکر نسطوریوس کو ایک مراسلہ بھیجا اور دلائل سے اس کو معقول کرنا چاہا۔ نسطوریوس نے نہ انکے مراسلے کا جواب دیا اور نہ اس نے اپنے قول سے رجوع کیا، اس وجہ سے انھوں نے شہر افسیس میں دوسو گرجوں کے عہدیداروں کو مجتمع کرکے اس عقیدے کو باطل ٹھہرایا اور نسطوریوس کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔

چونکہ یوحنا بطریق انطاکیہ کا انتظار اس کونسل نے نہیں کیا تھا اور اس کی غیبوبت میں یہ رائے ٹھہرائی گئی تھی؛ اس وجہ سے اس نے ان کی مخالفت کی اور نسطوریوس کے عقیدے کی تائید کرنے لگا۔

بعد چندے بادوانوس [بادواسوس] نے ان سبھوں میں صلح کرادی اور یہ سب نسطوریوس کی رائے سے متفق ہوگئے، لیکن پھر جب مشرقی گرجوں کے عہدیداروں نے اپنے اپنے عقائد لکھ کر کرلس کے پاس بھیجے تو اس نے ان کو منظور و پسند کرلیا اور نسطوریوس کو صعید مصر کی طرف نکال دیا۔ وہ اخمیم میں جاکر ٹھہر گیا اور وہیں سات برس کے بعد مرگیا۔ اس کے عقائد عیسائیان مشرق اور فارس، عراق، جزیرہ، موصل میں فرات تک شائع ہوگئے۔

دیسقورس بطریق اسکندریہ کا عقیدہ

مسبوق الذکر کونسل کے بعد شہر خلقدونیہ میں ایک اور جلسہ منعقد ہوا جس میں چھ سو چونتیس عہدیداران گرجا شامل تھے۔ یہ جلسہ اس غرض سے منعقد ہوا تھا کہ دیسقورس بطریق اسکندریہ کے عقائد پر غور کرے۔

دیسقورس بطریق اسکندریہ کہتا تھا کہ مسیح ایک جوہر مرکب ہیں دو جوہروں سے اور ایک اقنوم (اصل مادہ) ہیں جو بنائے گئے ہیں دو اقنوموں سے اور ایک طبیعت ہیں جو موجود ہوئی ہے دو طبیعتوں سے۔ اور ایک روح ہیں جو ماخوذ ہوئی ہے دو روحوں سے۔ حالانکہ اس وقت کے رؤسائے ملت عیسویہ دو جوہروں اور دو طبیعتوں اور دو روحوں اور اقنوم (اصل مادہ) کے قائل نہ

تھے۔ دیسقورس نے عام علما کے عقائد سے اختلاف کیا اور بعض گرجوں کے عہدیداروں کو اپنے خیالات سے آگاہ کر کے اس کے مخالفین پر لعنت کا فتویٰ دیا۔

مرقیان قیصر چونکہ عام علما اور پچھلے جلسوں کے متفقہ عقائد کا پابند تھا، اس نے دیسقورس کے قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر عہدیداران گرجا کے کہنے سے رک گیا اور ان کے اشارے سے ایک جلسہ منعقد کیا، جس میں دیسقورس بلایا گیا اور اس سے مناظرہ شروع ہوا۔ اثنائے مناظرہ میں ملکۂ قیصر نے دیسقورس کو اپنی طرف مخاطب کرنا چاہا چونکہ وہ مناظرے میں بے حد مصروف تھا کہ اس نے اس کا جواب بے التفاتی سے دیا، جس سے قیصر کی ملکہ نے برہم ہو کر اس کو ایک طمانچہ مارا۔ ملکۂ قیصر کے مارتے ہی حاضرین جلسہ بھی دیسقورس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو مار کر نکال دیا۔

بعدہٗ مرقیان قیصر نے اپنے ممالک محروسہ میں ایک عام فرمان بھیج دیا کہ جلسۂ خلقدونیہ کا متفقہ عقیدہ نہایت صحیح اور واجب العمل [ہے] جو اس کی مخالفت کرے گا وہ مستوجب قتل سمجھا جائے گا۔

فرقۂ یعقوبیہ

دیسقورس بہ ہزار ذلت و رسوائی جلسے سے نکل کر قدس شریف اور سرزمین فلسطین کی طرف چلا گیا، جہاں جہاں یہ جاتا تھا لوگ اس سے نفرت کرتے تھے لیکن بعد چند دنوں کے اس کی رائے نے شہرت پکڑی اور اس کے خیالات نے اس درجہ نشو نما پایا کہ اس کا ایک جداگانہ مذہب ہو گیا۔ اہل مصر اور اسکندریہ کے لوگوں نے اکثر یہی مذہب اختیار کر لیا۔ اس مذہب والے یعقوبیہ کہلاتے ہیں۔

ابن عمید کہتا ہے کہ دیسقورس کے مقلدین کو یعقوبیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دیسقورس کا نام یعقوب بھی تھا اور یہ اپنے (مقلدین کو) لکھا کرتا تھا۔ من المسکین [المنفی[1]] یعقوب اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کے شاگرد کا نام یعقوب تھا جس کی طرف یہ فرقہ منسوب کیا گیا ہے اور بعض دوسرے یہ لکھتے ہیں کہ شاویرش بطریق انطاکیہ دیسقورس کی رائے کا مقلد تھا اور

---

1 ''اصل'' (اردو نسخہ) میں ''المنخی'' تھا۔ اور دار الکتب العلمیہ (175:2) اور دار الفکر (180:2) کے عربی نسخوں میں ''المنفی'' (دھتکارا ہوا) ہے۔ مذکورہ نسخوں سے تصحیح کر دی گئی ہے۔ [م۔ص]

شاویرش کے شاگرد کا نام یعقوب تھا چونکہ شاویرش یعقوب کو اطراف و جوانب میں دیسقورس کے ایجاد کیے ہوئے عقیدے کو سکھانے کو بھیجا تھا۔ اس وجہ سے اس مذہب والے اس کی طرف منسوب کر دیے گئے۔ واللہ اعلم۔

عیسائیوں کے تین فرقے

ابن عمید کہتا ہے کہ اسی کونسل خلقدونیہ کے بعد کلیسوں اور اس کے عہدیداروں میں جدائی ہوگئی اور وہ سب ان تین فرقوں یعقوبیہ، ملکیہ، نسطوریہ کی طرف منقسم ہوئے۔

یعقوبیہ فرقہ وہ ہے جو دیسقورس کے عقائد کا پابند ہے جس کو ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔

ملکیہ وہ گروہ ہے جو کونسل نیقیہ اور خلقدونیہ اور اس کے بعد کے جلسوں کے متفقہ خیالات اور عقائد کی تقلید کرتا ہے اور اسی کے عام عیسائی مقلد ہیں۔

نسطوریہ تیسری کونسل والے ہیں جو نسطوریوس کی تابع ہے اور یہ لوگ اکثر مشرقی ممالک میں ہیں۔

یعقوبیہ اور ملکیہ فرقے، قیاصرہ کے میلان اور ترک اور اختیار مذہب کے اعتبار سے نشو ونما اور ترقی وتنزل کی حالت میں ہو جاتے تھے۔

مسئلۂ تناسخ

اس جلسے کے ایک سوتیس [130] یا ایک سو تینتیس [133] [1] برس کے بعد مقام قسطنطنیہ زمانۂ حکومت یوسیطانوس قیصر میں ایک جلسہ ہوا، اس امر کے فیصلے کے لیے کہ اقفسح (ایک گرجے کا عہدیدار) تناسخ کا قائل ہوگیا تھا اور حشر ونشر کا انکار کرتا تھا اور علاوہ اس کے انقرا، مصیصہ، الرہا کے گرجے کے اساقفہ اس کے قائل ہو گئے تھے کہ مسیح کا جسم مادی تھا۔ قیصر نے اس کے فیصلہ کرنے کو قسطنطنیہ میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ بطریق قسطنطنیہ نے کہا کہ اگر مسیح کا جسم مادی تھا تو وہ قابل قبول فنا ہے اور جو شخص فنا ہونے کے قابل ہے تو اس کا قول وفعل بھی ایسا ہی ہے۔ اور اقفسح اسقف نے کہا کہ مسیح مردوں میں سے اس غرض کے لیے اٹھے گا کہ وہ بعث اور قیامت کی

---

[1] دارالکتب العلمیہ بیروت کے نسخے میں 130 یا 163 لکھا ہے۔ (176:2) [م-ص]

تحقیق کرے اور جب یہ امر ثابت ہو گیا تو کوئی اس امر کا کیسے مخالف ہو سکتا ہے؟ اہل مجمع سے اس کا جواب کچھ بن نہ پڑا۔ مجبور ہو کر انھوں نے اس کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا اور اس کو مستوجب لعنت قرار دیا اور اس کو بھی ملعون ٹھہرا دیا جو اس کے عقائد کی پابندی کرے۔ غرض عیسائیوں کے فرقے بہ اعتبار اصول کے انھیں تین 1 گروہوں میں متفق ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

[توضیح مترجم]

چونکہ عیسائی مذہب کے اختلافات جناب مسیح علیہ السلام کی رفعت کے بعد ہی سے کچھ ایسے بڑھ گئے تھے کہ جن سے کوئی اصلی اور سچی بات مفہوم نہ ہو سکتی تھی اور یہ وہ اختلافات تھے کہ جن کا اثر نجات ابدی اور روحی زندگی پر پڑتا تھا اور ان اختلافات کا رفع ہونا بغیر اس کے کہ کوئی ہدایت منجانب اللہ [ہو،] غیر ممکن تھا؛ اس لیے 612 میں وہ نبی آخر الزماں ظاہر ہوا جس کا ذکر موسیٰ نے کیا اور جس کی خبر عیسیٰ نے دی اور جس نے حضرت مریم کے تمام بہتانوں کو رفع اور یہود و نصاریٰ کے اختلافات کو دور کر کے کل عالم کے اندھیروں کو اجالا کیا اور نہایت سچائی سے خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بتایا۔ ربِّ صل وسلّم علی النّبی الاُمّی سیّد المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔

●●●

---

1 علامہ مورخ کا یہ قول اور تقسیم بہ اعتبار ان کے اصول کے ہے ورنہ ان تین فرقوں میں بھی بہت اختلافات واقع ہوئے ہیں، جس کے دیکھنے اور سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک علاحدہ فرقہ ہے۔ عیسائی مورخین کا قاعدہ ہے کہ جو لوگ الوہیت مسیح کے منکر ہیں ان کو ناسٹک کا لقب دیتے ہیں اور جو لوگ تثلیث کے منکر ہیں ان کو یونانی ٹیرین یعنی توحید کے قائل اور جو لوگ تثلیث کے قائل ہیں ان کو ٹیری ٹیرین کہتے ہیں اور عام عیسائی انھیں لوگوں کو عیسائی سمجھتے ہیں حالانکہ دوسرا فرقہ سچا عیسائی ہے۔ (مترجم)

بنی اسرائیل کی معرکہ آرائی 255
بنی اسرائیل پر قہرِ الٰہی 257
بنی مدین پر بنی اسرائیل کی فوج کشی 257
موسیٰ کی وفات 258
یوشع اور بلعام بن باعور 260
بنی اسرائیل کی فتح اریحا 260
یوشع کی عمالقۂ شام سے جنگ 261
بنی اسرائیل کی حجاز پر فوج کشی 262

حکام بنی اسرائیل 263

سیاسی حالات 263
یوشع کی فتوحات 264
یوشع کی وفات 264
کالب بن یوقنا 265
فتح غزہ و عسقلان 265
کوشان شفتائم 265
بنی مواب 266
یافین کا غلبہ 266
دافورا 267
کدعون بن یواش 267
ابوملیخ ابن کدعون 268
یائیر بن کلعاد 269
یفتاح 269
ابصان 269
بنی فلسطین کا غلبہ 270
شمسون 270
میخائیل بن راعیل 271
عالی بیطات 271
تابوت شہادت 271
شمویل بن کنا کی تولیت 272
شمویل بن القنا 272
بنی اسرائیل کا شجرۂ نسب 274

ملوک بنی اسرائیل 275

بنی اسرائیل کی شمویل سے دعا کی درخواست 275
طالوت 275
طالوت کی فتوحات 276
طالوت سے حکومت کا سلب ہونا 276

داؤد علیہ السلام 276

داؤدؑ کے ہاتھوں جالوت کی موت 277
داؤدؑ طالوت کے حلقۂ خواص میں 277
داؤدؑ کے قتل کا منصوبہ 277
داؤد کی روانگی فلسطین 278
بنی فلسطین سے طالوت کو شکست 278
داؤد کی امارت اور ان کا نسب 278
داؤد کی فتوحات 279
ابشلوم بن داؤد کی سرکشی 280
زبور کا نزول 281
داؤد کی وفات 281

سلیمان علیہ السلام 283

تعمیر بیت المقدس 283
تعمیر ہیکل 283
غیضۃ لبنان 284
قربانی 284
ازواج 285
ملکہ بلقیس 285
ملکہ بلقیس کی اطاعت 288
یمن پر قبضے سے متعلق ایک روایت 289
ریعان بن نباط کا فرار 289
حضرت سلیمانؑ کی وفات 289
حضرت سلیمان بن داؤد کا شجرۂ نسب 290